

مکتوبات معصومہ اردو ترجمہ

الحمد لله

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے
ساجد اے اور جانشین حضرت غزوۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہ کے
مکتوبات قدسی آیات کے

اردو ترجمہ

از

حضرت ولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رح

خیال و وہم کی بابت ارشاد ص ۱۲۹

بدعتی کا نماز روزہ وغیرہ قبول نہیں اور اسلام سے خارج ص ۲۰۵
۱۱ و حدیث ترمذی - خلاہ الشیطان، رافق علیہ السوء و ابیہا،
مواظظ حسنہ اور انصاف ضروریہ واجب العلل کا بارے میں ص ۲۰۳ تا ۱۲۴

حضرت شاہ نقشبند مدظلہ کے آن و ا حد میں سات جگہ موجود ص ۷

جس دم ضروری شرط نہیں ص ۸۷

ذکر ہر نماز طریقیہ میں نہیں ذکر ہر حلقہ منعقد نہیں کرنا چاہئے ص ۱۰۷

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب حرکت و ذکر قدس ۱۳۳۲

مکتوبات معصومہ

اردو ترجمہ

۱۰۰

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے
صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہ کے
مکتوبات قدسی آیات کے

دفتر دوم کا اردو ترجمہ

از

حضرت مولانا سید زقار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی
مؤلف: عمدۃ الفقہ، زبدۃ الفقہ، عمدۃ السلوک اور حضرت مجدد الف ثانی وغیرہ
باہتمام

جناب محمد حسین صاحب کاپڑیا۔ ۱۳۹ لکھنؤ داس سٹریٹ۔ کراچی ۲

ناشر

احمد رضا محمدی

۲/۵، ایچ، ناظم آباد ۳، کراچی ۱۵

قیمت

مطبوعہ: احمد برادرین پرنٹرس، ناظم آباد، کراچی

فہستہ مضامین

صفحہ

۱۳

۱۵

مقدمہ : از مترجم

دیباچہ : از مرتب

- ۲۱ { مکتوب : مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی و محمد امین بدخشی کے نام حقیقت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و حقیقت کعبہ ربانی کے متعلق ان کے سوالات کے جواب میں اور پہلی حقیقت کی دوسری حقیقت پر افضلیت اور ان دونوں حقیقتوں کے مراتب کے لائق تحقیقات اور ان دونوں کی شان کی معرفت سے متعلق توضیحات اور جو کچھ ان کے مناسب ہے اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۲۷ { مکتوب : مولانا حسن علی کے نام ان کے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے مجد الف ثانی کے معنی اور اس کی علامات و آثار کے بارے میں کیا تھا۔
- ۲۸ { مکتوب : خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں جو کہ جدید کیفیات و ترقیات پر مشتمل تھا نیز کمالات نبوت تک وصول حاصل ہونے کی علامت کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۹ { مکتوب : میرزا ہادی کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں جو بعض احوال پر مشتمل تھا اور نسبت فنا کے حصول پر ترغیب اور ضروری نصیحتوں کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۳۰ { مکتوب : سلطان وقت کے نام فنا قلبی فنا نفس اور مواظبہ و نصح پر مشتمل حدیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۳۳ { مکتوب : خواجہ محمد حنیف کے نام مفید نصیحتوں اور گوشہ نشینی پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۳۴ { مکتوب : خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ قوی واردات پر مشتمل تھا نیز بشارت خاصہ اور اصالت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔
- ۳۵ { مکتوب : حقائق و معارف آگاہ مولانا محمد حنیف کے نام طریقہ ارشاد کے بعض لوازم کے بیان میں مع مواظبہ و نصح تحریر فرمایا۔
- ۳۶ { مکتوب : غلام محمد فاروق کے نام واقعہ روشن کے بیان میں جو انھوں نے رکھا تھا اور اس استفسار کے جواب میں جو حدیث لا صلوة الا بحضور القلب کے بارے میں کیا تھا تحریر فرمایا۔
- ۳۷ { مکتوب : خواجہ محمد حنیف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سیر آفاقی جو کہ مقامات عشرہ کے طے کرنے کی عبارت ہے ہمارے ہر گز کے طریقہ میں سیر نفسی کے ضمن میں جمال کے طور پر طے ہو جاتی ہے اور محب کا معاملہ آفاق و انفسی و باہر چلا جاتا ہے اور انفس آفاق سے باہر محبوب کے ساتھ بے کیف معیت حاصل کرتا ہے۔

مکتوب ۱: شمشیر خاں کے نام نفس امارہ کی مخالفت پر تحریریں اور اہل سنت و جماعت کی درست آراء کے موافق عقائد کی تصحیح اور اسلام کے ارکان خمسہ کی بجا آوری اور طریقہ صوفیہ کے سلوک پر ۳۹ { ترغیب اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۲: محمد صلاح کابلی کے نام استغفار و توبہ میں مشغول ہونے اور طاعات کے وظائف پر ۴۳ { ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۳: خواجہ محمد حنیف کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ انھوں نے اپنے بعض دوستوں کے حالات کی تعریف میں لکھا تھا اور مشیخت (پیر ہونے) کے ضروری آداب اور ضبط اوقات پر ۴۴ { ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۴: شیخ عبد الکریم کابلی کے نام اُس خط کے جواب میں جو انھوں نے لکھا تھا اور بلندی ۴۵ { ہمت و خلوت گزینی پر ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۵: مولانا محمد حنیف کے نام نصیحت اور آخرت کی تیاری پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۴۶

مکتوب ۶: خواجہ عبد الرحمن نقشبندی کے نام اُن کے آبائے کرام (باپ دادا) کا شکر ادا کرنے اور کمال ۴۷ { استغناء کے باوجود اشد شوقِ اصل کی طرف منسوب ہونے اور عارف کی فتوہ نقل کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۷: خواجہ محمد حنیف کے نام دائمی اضطراب اور متواتر حزن و غم پر ترغیب دینے کے بارے میں ۴۹ { تحریر فرمایا۔

مکتوب ۸: مولانا غازی سرہندی کے نام اس استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے ۵۰ { سلب نسبت کے بارے میں لکھا تھا۔

مکتوب ۹: مولانا محمد حنیف کے نام تعمیر اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۱

مکتوب ۱۰: تیز مولانا محمد حنیف کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ گوشہ نشینی کے ۵۲ { شوق اور ان کے دوستوں کے احوال پر مشتمل تھا۔

مکتوب ۱۱: میرزا غصنفر کے نام نصیحت و تنبیہ اور حفظ اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۳

مکتوب ۱۲: مولانا محمد حنیف کے نام قناعت و تعمیر وقت پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۴

مکتوب ۱۳: مولانا ابوالفضل کشمیری کے نام مقام اخلاص کی تحقیق اور دائمی حضور پر ترغیب کے بیان ۵۵ { میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۴: مولانا محمد حنیف کے نام تفویض و تسلیم کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۵۶

مکتوب ۱۵: تیز مولانا محمد حنیف کے نام سنت کو زندہ کرنے اور فقر و ورع و تقویٰ پر رہنمائی کرنے کے ۵۷ { بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۲۶: ملا حامد کے نام شرک خفی کے دقائق سے رہائی پانے اور کلمہ متعارفہ لایین کو اللہ الا اللہ کی حقیقت و تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۲۷: مولانا محمد صنیف کے نام اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مقدس بارگاہ میں پوری طرح متوجہ ہونے اور اس تعالیٰ شانہ کے ماسوا سے روگردانی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۲۸: سیادت پناہ محمد امین بخاری کے نام تمکین حاصل ہونے پر دلالت اور کمالِ فناء پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۲۹: شیخ عرب بخاری کے نام گوشہ نشینی اور اعیار سے کنارہ کشی کرنے پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۳۰: مولانا محمد صنیف کے نام وقت کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۳۱: میرزا محمد شاہ کے نام بلند ہمتی پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۳۲: خواجہ احمد بخاری کے نام ان کے واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۳۳: سید بی بی کے نام وظائفِ طلعات پر ترغیب اور بعض ماثورہ دعاؤں کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۳۴: سیادت پناہ جامع جلیہ المثلت حاجی محمد عاشور بخاری کے نام بعض اسرارِ نامضہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۳۵: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام بعض امور کے بارے میں جو کامل فناء پر مرتب (ہوتے) ہیں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عارف پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ ازل و ابد کو ایک آن واحد پر آتا ہے۔

مکتوب ۳۶: ملا عبد الرزاق کے نام ان کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۳۷: نیز ملا عبد الرزاق کے نام سوال کرنے کی حرمت اور ضرورت کے وقت اس کے مباح ہونے کے بارے میں اور ان حدیثوں کے بیان میں جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۳۸: ملا ابوالفیض کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ سب بڑا حجاب طالب کا نفس ہے۔

مکتوب ۳۹: شیخ ابوالمظفر و محمد شاہ کے نام تعزیت کرنے اور اپنے شیخ کے طریقے کی محافظت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۴۰: شیخ حسین خلوتی رومی مدنی کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب دائمی توجہ رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں ارسال فرمایا۔

مکتوب ۴۱: اسوۃ العلماء المحدثین سید زین العابدین علی کی طرف عارف کی فنا کے بیان میں ارسال فرمایا۔

مکتوب ۴۲: شیخ بایزید ولد شیخ بدیع الدین سہارنپوری کے نام حالتِ نماز کی فضیلت اور ایذائے خلق پر صبر کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

- ۸۶ مکتوب ۳: میرزا محمد صادق کے نام اُن کے واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔
- ۸۷ مکتوب ۴: میرزا قی بخاری کے نام صوفیائے کرام کے طریقے کے بیان میں اور ان اکابر قدس اسرار ہم کی تعریف میں تحریر فرمایا۔
- ۸۸ مکتوب ۵: میرزا محمد شاہ کے نام کمینی دنیا کی مذمت میں اور معرفت الہی کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۸۹ مکتوب ۶: محمد معین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالب کو ہمیشہ طلب میں بقرار رہنا چاہئے۔
- ۹۰ مکتوب ۷: محمد باقر لاہوری کے نام اُن کے اُن واقعات کی تعبیر میں جو انہوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔
- ۹۱ مکتوب ۸: مولانا محسن سیالکوٹی کے نام اس کمال کے ذکر میں جو کہ مقام جمع کے مناسب ہے اور جو جمع بعد الفرق کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور عین الیقین حق الیقین کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۹۲ مکتوب ۹: سیادت پناہ حاجی حسین شریفین میر غصنفر کے نام حج کی مبارکباد کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۹۳ مکتوب ۱۰: محمد عارف لاہوری کے نام ان کے عرصہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ حوالہ و کیفیات پر مشتمل تھا۔
- ۹۴ مکتوب ۱۱: ایک اہل طریقت صلح قانون کی طرف حضرت رسالت خاتمت علیہ علی آلہ الصلوٰات و التسلیمات کی بعض عادات شریفہ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۹۵ مکتوب ۱۲: شیخ مصطفیٰ کی طرف ہر اسم الہی کے تمام اسماء و صفات کا جامع ہونے کی کیفیت کے بیان میں اور مرتبہ ذات تک وصول کی کیفیت کے بیان میں اور ہمہ اوست و ہمہ از اوست کے قول کی تحقیق میں اور اس بیان میں کہ صفت ارادہ کا زائل ہونا ولایت کے طریقوں میں مشروط ہے نہ کہ نبوت کے طریقوں میں اور قلئے لطائف اور ان کے انوار کے تعین کے بیان میں اور اس بیان میں کہ قلب جو کہ شعور کا محل ہے اس کی فنایت کے بعد کون ہے جو صاحب شعور ہے اور اسباب کو اختیار کرنے اور رب الارباب (اللہ تعالیٰ) کی طرف امور کو تفویض (سپرد) کرنے کے درمیان تطبیق کی کیفیت اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۰۵ مکتوب ۱۳: حاجی شریف خادم کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔
- ۱۰۶ مکتوب ۱۴: شیخ محمد علیم جلال آبادی کے نام اللہ سبحانہ کی طرف ہمیشہ متوجہ رہنے اور ماسوا سے قطع تعلق پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۱۰۷ مکتوب ۱۵: حاجی سلیم بلخی کے نام نصیحت کرنے اور اپنے طریقے کا التزام کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۱۰۸ مکتوب ۱۶: ارشاد پناہ خاتون دمعارت آگاہ خواجہ عبدالغفار بلخی کی خدمت میں اُن کے مکتوب کے جواب میں جو کہ بشارت پر مشتمل تھا اور اصل کی سبقت و استقلال اور ظل کی تبعیت و محویت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۵۵: میرزا شاہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ممکنات کی حقیقت عدم ہے اور ممکن کے لئے واجب الیٰ کی حقیقت کے پانے سے عاجزی و ناامیدی ناگزیر ہے مگر یہ کہ وجود موبوب سے متحقق ہو کر مطلوب کو تلاش کرے۔

مکتوب ۵۶: محمد مومن گیلانی برہنپوری کے نام اُن کے عریض کے جواب میں اور اس بارے میں کہ مقام اوّٰذنی کا حاصل ہونا تجلی ذاتی کا اثر ہے اور قیاب تو سین تجلی صفاتی سے تعلق رکھتا ہے اور تحقیقات لائق اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۵۹: شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ مشائخ کی نسبت اُن کے مختصرات میں یہ نہیں ہے بلکہ انوار نبوت سے اخذ کی گئی ہے اور اس بیان میں کہ نسبت نقشبندیہ حضرت صدیق اکبرؑ تک اور دوسرے تمام سلسلوں کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہما تک کس طرح پہنچتی ہے۔

مکتوب ۶۰: حاجی سلیم بلخی کے نام اس وارد کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھا تھا اور عالم امر کے پانچوں لطیفوں کی سیر و عروج کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالبین کے اجتماع سے ڈرتے اور لرزتے رہتا چاہئے۔

مکتوب ۶۱: فضائل مآب حاجی ابو القاسم بن مراد لاہوری کے نام اُن وجوہ کے بیان میں جو علماء کرام کی بیان فوائی ہوئی معرفت اور اس معرفت کے درمیان فرق کرنے والی ہیں جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں اور اس معرفت کو حاصل کرنے کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۶۲: حاجی مصطفیٰ کے نام اس بیان میں کہ ولایات کا حاصل ہونا اور ان کا علم وہی چیز ہے اور ان کے مغربات (واردات) کسی ہیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۶۳: شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نوافل موقت کے اوقات میں احتیاط کے طور پر قصا نمازیں پڑھنا ان نوافل کی جگہ واقع ہو جائیں گی۔

مکتوب ۶۴: شرف الدین حسین لاہوری کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا، انھوں نے لکھا تھا کہ ہمہ اوست کی واردات دل پر غالب آجاتی ہیں۔

مکتوب ۶۵: نیز شرف الدین حسین لاہوری کے نام بلند ہمتی کے بارے میں اور جو چیز مشہور ہو اس کی طرف التفات نہ کرنے اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۶۶: شیخ عرب بخاری کے نام نصیحت کے بارے میں اور واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۶۷: صلاح آثار حافظ محمد محسن کے نام اُن کے حال کی شرح میں مع اُن احادیث کے بیان جن میں نماز و وضو و تلاوت قرآن مجید کے فضائل وارد ہوئے ہیں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۶۸: شیخ غازی کے نام اس بیان میں کہ رویت قلبی دنیا میں واقع ہے یا نہیں اور سلطان العارفین کے
اس کلام کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا کہ "جس جگہ سالک کئی سال میں نہیں پہنچتا سلطان
خیال ایک لمحہ میں پہنچا دیتا ہے۔"

مکتوب ۶۹: محمد باقر فتح آبادی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ عشق حقیقی موت ہی ہے اور باطن کا حصہ ہے۔
مکتوب ۷۰: میر عبد الرحمن کے نام حقیقت جامعہ و مضغہ قلبیہ و جوہ اشتراک کے بیان میں تحریر فرمایا۔
مکتوب ۷۱: شیخ مظفر بہا پوری کے نام مع نصائح و مواعظ کے اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فرع جو کچھ
رکتی ہے وہ سب اصل سے ہے حتیٰ کہ شوق و محبت بھی۔

مکتوب ۷۲: محمد سعید بہار پوری کے نام بلند ہمت ہونے اور شارات و مکاشفات کی طرف توجہ نہ کرنے
کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۷۳: شیخ بایزید کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ باطنی احوال کا علم زائد خوبیوں میں سے ہے
نفس وصول میں ارباب علم و ارباب جہل برابر ہیں۔

مکتوب ۷۴: انیر شیخ بایزید کے نام سفر حج اختیار کرنے کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ
نصوف کی حقیقت اضطراب و بقراری ہے۔

مکتوب ۷۵: ایک اہل طریقت خاتون کے نام تعزیت و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۷۶: فضیلت مآب شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ نماز میں صرف نماز کی تکمیل ہی
کی کوشش کرنی چاہئے اور قائم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زیانہ میں قطبیت
قبولیت کا منصب آنسو و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تھا۔

مکتوب ۷۷: انیر فضائل مآب محمد آدم (ٹھٹھی) کے نام ان کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۷۸: شیخ بدیع الدین کے نام طالبین کی طرف توجہ کرنے اور امراض و تکالیف کے دفعیہ اور اموات کے
درجات کی ترقی کے لئے توجہ کرنے کی کیفیت اور مختلف اشغال کے درمیان ترتیب اور
اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۷۹: محمد بن محمد طیب مجاہد عامری تہامی کی جانب اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے کے فضائل اور
قلب کے ذکر کے ساتھ منور ہونے اور اس سے حدیث نفس کی نفی ہو جانے اور نفس کی
فنا و بقا کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۸۰: شیخ بایزید کے نام ان کے واقعات کی تعبیر میں اور اس بیان میں کہ بشری تقاضے ظاہر سے
دور نہیں ہونے اور استغفار کے فضائل میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۸۱: مولانا محمد ضیف کے نام مراقبات کو خاص طرز میں بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

- مکتوب ۸۲: حاجی نظام کولابی کے نام اختصار کے طور پر طریقے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۶
- مکتوب ۸۳: میرزا محمد صادق کے نام اس بارے میں کہ معاملہ دو چیزوں یعنی صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع اور شیخ مقداد کی محبت پر موقوف ہے اور قضا و قدر کے مسئلہ کی تشریح میں تحریر فرمایا۔ ۱۴۷
- مکتوب ۸۴: مولانا عارف لاہوری کے نام فتائے لطائف کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۳
- مکتوب ۸۵: شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اطمینانِ نفس کی تحقیق اور ان کے واقعات کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۵
- مکتوب ۸۶: سیادت پناہ میر مظفر حسین کے نام عشق و شوق اور عدم حصول کے درد کے بیان میں اور محبت جو کہ معیت کا ثمرہ دینے والی ہے اس کی تکمیل پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۶
- مکتوب ۸۷: فقیر حقیر شرف الدین حسین کے نام مطلوب کی حقیقت سے ناامیدی اور غیبی شہوت کی تفصیل اور کمالات نماز کے متعلق بعض امور اور اس کی حقیقت کے متعلق اشارات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۵۹
- مکتوب ۸۸: سیادت پناہ سید علی یار بہ کے نام اوقات کو معمور رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۱
- مکتوب ۸۹: میرک معین الدین کے نام اس بیان میں کہ طالب کو (اپنے) شیخ سے طلب کو ظاہر کرنا ناگزیر ہے اور اس سے طریق وصول کا تعین کرنا ایک فضول بات ہے اور اہل بدعت سے بچنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۱
- مکتوب ۹۰: صلاح آثار حافظ محمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ وحدتِ طالب و وحدانی ہونا چاہئے۔ ۱۶۳
- مکتوب ۹۱: سیادت مآب سید محمد اسرائیل کے نام اس بیان میں کہ نفس کی شرارت عدم کی شرارت اور ابلیس کی شرارت زیادہ ہے اور قضا و اطمینانِ نفس کی تحقیق اور عین اثر کے زائل ہونے کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۳
- مکتوب ۹۲: شیخ حسین منصو کے نام ان کے بلند احوال و مذاق کی شرح میں مع ولایتِ علیا کی بشارت تحریر فرمایا۔ ۱۶۶
- مکتوب ۹۳: بدریگ سمرقندی کے نام ذکرِ پریشانی کی ترغیب جو کہ اس پر مرتب ہوتا ہے اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۷
- مکتوب ۹۴: خواجہ امان اللہ و خواجہ محمد موسیٰ برہانپوری کے نام فتائے قلب و فتائے نفس کی تحقیق اور لایذ کو اللہ الا اللہ کی حقیقت اور حالت نماز کے غیر حالت نماز پر وقت رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۶۸
- مکتوب ۹۵: سید علی یار بہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عمل میں اخلاص اور اطمینانِ نفس صوفیائے کرام کی صحبت سے وابستہ ہے۔ ۱۷۰
- مکتوب ۹۶: سید نور بکر کے نام معرفت پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۷۱

- مکتوب ۹: مولانا جان محمد و سکی کے نام ولایات سرگاندہ کی تحقیق اور اطمینانِ نفس کی حقیقت اور شرحِ صدر اور عالمِ امر و عالمِ خلق کے لطائف کے کمالات اور شخص کے نصیب کے تعین اور کمالاتِ نبوت کی تحقیق اور (کمالات) ولایتِ پراس کی فضیلت کے بارے میں اور اذکار و تلاوتِ قرآن و نماز کے نتیجہ کے بیان اور اس مقام کے بیان میں کہ جس میں کمالات کا افاضہ محض فصل کے ساتھ ہوتا ہے کہ عمل کے ساتھ اور اس مقام کے بیان میں جو کہ اس کے اوپر ہے تحریر فرمایا۔
- ۱۷۱ { مکتوب ۹۸: حافظ محمد شریف لاہوری کے نام وعظ و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۷۲ { مکتوب ۹۹: سید نور بکر کے نام نصح اور یادداشت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔
- ۱۷۳ { مکتوب ۱۰۰: سیادتِ پناہ امیر خاں کے نام معرفت حاصل کرنے پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۱۷۴ { مکتوب ۱۰۱: سیادت و نقابتِ پناہ میرزا خان کے نام ارسال کردہ رسالہ کے مطالعہ پر ترغیب دینے کے بارے میں جو کماذکار و ادعیہ کے فضائل پر مشتمل ہے اور طریقہ آداب (سلوک) و طریقہ اجتہاد (جدید) کے درمیان فرق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۷۵ { مکتوب ۱۰۲: مخدوم زادہ عالی منقبت شیخ ابوالقاسم کے نام بعض ان احوال و اذواق کے جواب میں جو کہ حقیقت کعبہ ربانی سے تعلق رکھتے تھے اور ان دو شبہات کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تھے۔
- ۱۷۶ { مکتوب ۱۰۳: سیادتِ پناہ میرزا حسین کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ انفس آفاق کی طرح مطلوب کے پانے سے محروم ہے انفس سے بھی گزر جانا چاہئے تاکہ وصل کے گلتانوں سے کوئی پھول چن سکے۔
- ۱۷۷ { مکتوب ۱۰۴: سیادتِ پناہ میرزا خان کے نام اذکار و اذواق و اخذ طریقہ پر رغبت دلانے اور صحبت کی شرائط کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۷۸ { مکتوب ۱۰۵: صوفی محمد زاہد جدید امین قدیم کے نام اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے واجبِ تعالیٰ کی صفات کی غیبت و غیرت پر کیا تھا اور یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے کس کو اختیار کیا ہے۔
- ۱۷۹ { مکتوب ۱۰۶: مولانا بخار خوار کاہلی کے نام واقعہ کی تعریف اور غائبانہ طریقہ طلب کرنے کی درخواست اور ضروری نصیحتوں کے بارے میں اور اس بات کے حل میں کہ بیش قیمت لباس پہنا سالک کے شغل کا مانع ہے یا نہیں اور باوجودیکہ خمیسہ (ایک عمدہ قسم کا لباس) کو انجانید (ایک قسم کا معمولی لباس) سے بدلنے کی حدیث اور چیل کا تسمیہ بدلنے کی حدیث سے اس (عمدہ لباس) کا منع ہونا مفہوم ہوتا ہے اور اس بیان میں کہ ظالموں اور بدعتیوں کے گھر سے کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں اور اس بیان میں کہ اس طریقہ میں پیری و مریدی کرنا بدعت ہے یا نہیں۔
- ۱۸۰ { مکتوب ۱۰۷: میر محمد زیاں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۸۱ { مکتوب ۱۰۸: میر محمد زیاں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۸۲ { مکتوب ۱۰۹: میر محمد زیاں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۸۳ { مکتوب ۱۱۰: میر محمد زیاں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۸۴ { مکتوب ۱۱۱: میر محمد زیاں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۸۵ { مکتوب ۱۱۲: میر محمد زیاں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۸۶ { مکتوب ۱۱۳: میر محمد زیاں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۸۷ { مکتوب ۱۱۴: میر محمد زیاں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۸۸ { مکتوب ۱۱۵: میر محمد زیاں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۸۹ { مکتوب ۱۱۶: میر محمد زیاں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۹۰ { مکتوب ۱۱۷: میر محمد زیاں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۹۱ { مکتوب ۱۱۸: میر محمد زیاں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۹۲ { مکتوب ۱۱۹: میر محمد زیاں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۹۳ { مکتوب ۱۲۰: میر محمد زیاں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۰۸: سعادت و نقابت پناہ میر عمار کے نام اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے واجباً لکھنے کے
موجود ہونے کی حقیقت اور ملکات کے ساتھ اس کی نسبت کے بارے میں کیا تھا۔ ۱۹۷

مکتوب ۱۰۹: شیخ حسین منصور کے نام قتلے نفس و تجلی صفات و ذات اور قافی کے رجوع و عدم رجوع کی تحقیق
میں اور اس بارے میں کہ قتلے قلب نفس امارہ کی اصلاح کو شامل ہے اگرچہ وہ اطمینان تک
نہ پہنچے اور نماز کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۸

مکتوب ۱۱۰: صلاح آثار عبدالحکیم (لاہوری) کے نام و عطا نصاب اور نیک لوگوں کے حالات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۰۳

مکتوب ۱۱۱: محمد حسین کابلی کے نام درود شریف کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۳

مکتوب ۱۱۲: محمد میر گزہ بڑا کے نام اوقات کو معمور رکھنے کا شوق دلانے اور پرہیزگاری و تقویٰ پر
رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۱۳: ماہ جیو کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۴

مکتوب ۱۱۴: فضائل مآب مولانا بدرالدین کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۷

مکتوب ۱۱۵: شیخ دلی محمد تہی (جہتی) کے نام و قلع کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۹

مکتوب ۱۱۶: محمد امین لاہوری کے نام ان کے سوالوں کے جواب اور عین ان کے نائل ہونے کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۰

مکتوب ۱۱۷: حافظ محمد صادق کابلی کے نام (ان کے) خط کے جواب اور طالبین کو فائدہ پہنچانے کی ترغیب
دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۳

مکتوب ۱۱۸: حقائق و معارف آگاہ حضرت شاہ جیو کے نام شوق و آلام فراق کے اظہار اور محبت کے
دقائق سے قدرے آگاہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۱۹: حقائق و معارف آگاہ مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ عبدالاحد کے نام اس بات کے جواب میں
کہ سالک نماز کے دوران کس چیز کی طرف متوجہ ہو اور نماز وسطیٰ و ساعت جمعہ اسم اعظم کے
مہم ہونے اور مسند کی مسجد کی فضیلت و بزرگی کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۵

کہ حقیقت قرآنی اور نزول بلا کیف کس چیز سے عبارت ہے۔

مکتوب ۱۲۰: شیخ حسین منصور کے نام ان کے سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۱

مکتوب ۱۲۱: مخدوم زادہ شیخ ابوالقاسم کے نام خلت اور اس کے لوازم کے درمیان فرق اور بعض
کیفیات کے جواب میں جو کہ انھوں نے لکھی تھیں تحریر فرمایا۔ ۲۳۳

مکتوب ۱۲۲: ملا موسیٰ کے نام ان کے واردات و احوال کے جواب میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور
مطلوب کے ماورا ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۵

- مکتوب ۱۲۳: مخدوم زادہ عالی قدر معدن الحقائق ابوالقاسم کے نام دوستوں کی غلطیوں کی معاف کر دینے اور
 ۲۳۶ { چٹانوں کی بات سننے سے منع کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۱۲۴: بہت فاضل کس نام مواعظ و نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 ۲۳۷
- مکتوب ۱۲۵: محمد معصوم کے نام ذکر و تفکر کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 ۲۳۸
- مکتوب ۱۲۶: مولانا فیض الدین کے نام واقعہ (حال) کی تعبیر اور بعض مقالات لطائف کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔
 ۲۳۹
- مکتوب ۱۲۷: میر محمد امین بخاری کے نام ان کے واقعہ (حال) کی تعبیر کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 ۲۴۱
- مکتوب ۱۲۸: حضرت ایشاں (عزۃ الہی) کے ہمیشہ زادہ حاجی شیخ محمد فضل اللہ کے نام وعظ و نصیحت
 " { کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۱۲۹: مخدوم زادہ گرامی خالق و معارف آگاہ شیخ ابوالقاسم کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔
 ۲۴۲
- مکتوب ۱۳۰: خواجہ احمد بخاری کے نام قرآن (پاک) کے فضائل اور اس واقعہ (حال) کی تعبیر میں تحریر
 " { فرمایا جو انھوں نے لکھا تھا۔
- مکتوب ۱۳۱: خواجہ عبداللہ کلانی کے نام ذکر و غیرہ کی مجلس میں حاضر ہونے کے بارے میں ان کے
 ۲۴۴ { استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۱۳۲: سیادت پناہ حاجی محمد عاشور بخاری کے نام اس بیان میں کہ طالبوں کے اجتماع میں نیت کی
 ۲۴۵ { نصیحت ضروری ہے اور خالق و مخلوق میں خالق اور مخلوق ہونے کے سوا کوئی نسبت نہیں ہے
 اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کے معنی میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۱۳۳: جان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے عزیزہ کے جواب میں جو کہ کیفیات احوال پر مشتمل تھا اور
 ۲۴۶ { اس بیان میں تحریر فرمایا کہ احوال بشارات میں حصول پر دلالت نہیں رکھتے۔
- مکتوب ۱۳۴: خالق آگاہ حاجی حبیب اللہ حصاری تم البخاری کے نام اس بارے میں کہ ابتدا میں ظاہر باطن کے
 ۲۴۸ { رنگ میں رنگا ہوا ہوتا ہے اور باطن سے منقطع ہونے کے بعد ظاہر و آلہ نظر آتا ہے اور ممکن کی ذات کے
 عدم ہونے اور حقیقت کعبہ حقیقت خلقت و حقیقت صلوٰۃ و حقیقت قرآنی و حقیقت محمدی اور ان کی
 تعبیرات اور ان کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۱۳۵: صوفی سعادت کابلی کے نام تحریر فرمایا۔
 ۲۵۰
- مکتوب ۱۳۶: خواجہ محمد شریف بخاری کے نام تحریر فرمایا۔
 ۲۵۲
- مکتوب ۱۳۷: شیخ جنید جہتی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور ضروری نصائح و ذکر لطائف عشرہ کے
 ۲۵۳ { بارے میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۱۳۸: حاجی سلیم بلخی کے نام تحریر فرمایا۔
 ۲۵۷

- ۲۵۸ مکتوب ۱۳۹: شیخ یارید سہارنپوری کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔
- ۲۶۰ مکتوب ۱۴۰: حضرت ایشاں (عزۃ الوثقی) کے برادر زادہ شیخ خلیل اللہ کے نام قرب فرائض و قرب نجاہل کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۶۲ مکتوب ۱۴۱: شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔
- ۲۶۳ مکتوب ۱۴۲: شیخ ولی جہتی کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔
- ۲۶۴ مکتوب ۱۴۳: محمّد روف کابلی کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔
- ۲۶۵ مکتوب ۱۴۴: سیادت پناہ سید محمد علی بارہہ کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۶۶ مکتوب ۱۴۵: مخدوم زادگی جامع کمالات صوری و معنوی نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام حضور قلب کے حاصل ہونے کے بارے میں جو کہ ذکر سے بالا ہوا و فرائض قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے مع آن سرور دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاص بشارت کے تحریر فرمایا۔
- ۲۶۷ مکتوب ۱۴۶: تیر مخدوم زادہ علی درجہ صاحب کمالات اصلیم نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام کمالات نماز اور اس کے فضائل اور عدم محض کے ساتھ ملحق ہونے کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۲۶۸ مکتوب ۱۴۷: حافظ محمد شریف لاہوری کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۶۹ مکتوب ۱۴۸: مولانا محمد حنیف کے نام ان کے احوال کے دوستوں کے احوال کی شرح میں مع بشارت عالی تحریر فرمایا۔
- ۲۷۰ مکتوب ۱۴۹: سیادت پناہ سید ابوالخیر شاہ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۱ مکتوب ۱۵۰: سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۲ مکتوب ۱۵۱: نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۳ مکتوب ۱۵۲: نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۴ مکتوب ۱۵۳: نیز سیادت پناہ میر محمد اسحق کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۵ مکتوب ۱۵۴: نیز سیادت پناہ میر محمد اسحق کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۶ مکتوب ۱۵۵: فضائل مآب محمد امین حافظ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۷ مکتوب ۱۵۶: جان محمد بیگ کولابی کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۸ مکتوب ۱۵۷: محمد شاہ گزیدار کے نام تحریر فرمایا۔
- ۲۷۹ مکتوب ۱۵۸: میرک معین الدین کے نام تحریر فرمایا۔

سَمَت

بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمہ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی انبیاء المرسلین خصوصاً علی اشرفہم و
خاتمہم سیدنا محمد بن المصطفیٰ احمد المجتبیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ اتباعہ جمعین طاماً بعد
کچھ عرصہ قبل حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ کے دفتر اول کا اردو ترجمہ
ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے، حق سبحانہ و تعالیٰ کا بیحد شکر و احسان ہے کہ اُس نے اس ناچیز
کوشش کو عوام و خواص میں شرف قبولیت عطا فرمایا اور بزرگوں، دوستوں اور احباب اکابر نے اس کی تحسین
فرما کر اس عاجز اور ادارہ مجذوبہ کی حوصلہ افزائی فرمائی، جزا ہم اللہ عنا خیر الجزاء۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا مزید فضل و کرم ہے کہ ہم جلدی ہی اس قابل ہو گئے کہ مکتوبات معصومیہ کے دفتر
دوم کا اردو ترجمہ بھی قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر سکیں چنانچہ حسب سابق ترجمہ میں زبان کی سلاست و
عذگی کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے، ترجمہ کے الفاظ کو اصل فارسی الفاظ سے ہٹنے نہیں دیا گیا اور حتی الامکان
قریب سے قریب تر الفاظ میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اُن کا مفہوم من و عن باقی رہے، فارسی مطبوعہ
نسخے کے صفحات بھی حاشیہ میں دیدیئے گئے ہیں کہ اگر کوئی صاحب فارسی مکتوبات سے رجوع کرنا چاہے تو
تلاش میں رحمت نہ ہو، مکتوبات شریفہ میں آئی ہوئی آیات مبارکہ کی سورت و آیت کا نمبر بھی حاشیہ میں دیدیا
گیا ہے، اور ان میں جو احادیث شریفہ آئی ہیں ان میں سے جن کا حوالہ مل سکا ہے وہ حاشیہ میں لکھ دیا ہے اور
امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ کی جہاں جہاں عبارتیں آئی ہیں اُن میں سے
جن کا حوالہ مل سکا ہے وہ بھی حاشیہ میں درج کر دیا گیا ہے، نیز آیات و اشعار کا ترجمہ بھی سلیس و شگفتہ زبان
میں کیا گیا ہے، مطبوعہ نسخہ میں اغلاط کی وجہ سے ترجمہ کرنے میں کافی مشکلات پیش آتی رہی ہیں اور ان کو
حل کرنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے، اس قدر کوشش کے باوجود اگر اس میں کوئی غلطی ہو گئی ہو تو غلط
معذرت خواہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھی عفو و کرم کا امیدوار ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ
جہاں کہیں غلطی پائیں اس بے بضاعت کی کم علمی پر مہمل کرتے ہوئے صفحہ و سطر کے ساتھ مع فیض اس کی
نشاندہی سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جاسکے، یہ عاجزان کا
ممنون احسان ہوگا اور وہ ثواب دارین کے مستحق ہوں گے۔

اگرچہ ہماری یہ کوشش اس قابل تو نہیں ہے کہ آپ حضرات سے دادِ تحسین حاصل کر سکے لیکن ان مکتوباتِ عالیہ کے مضامین اس قدر اعلیٰ و ارفع، جامع و واضح، مستند و نافع اور بابرکت و پرلذت ہیں کہ ان کے لئے کسی تحسین کرنے والے کی تحسین کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان مکتوباتِ عالیہ میں ہر ایک مکتوب شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت، اسرارِ عجیبہ و علومِ غریبہ کا بیش بہا خزانہ اور ادب و انشاء کا اعلیٰ شاہکار ہے۔

ففي كل لفظ من دروس من المنى وفي كل سطر منه عقد من الدرر

[پس اس کے ہر لفظ میں تمناؤں کا ایک بلبل (مضمون) ہے اور اس کی ہر سطر میں موتیوں کا ایک ہار (پہناؤں) ہے] مکتوباتِ شریفہ کے دفترِ دوم کو حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ کے حکم کے مطابق حضرت مولانا شرف الدین حسین بن میر عطاء الدین محمد الحسینی الہروی قدس سرہ نے جمع و تدوین کا کام انجام دیا اور اس کا تالیفی نام وسيلة السعادت رکھا جس سے ان کے جمع و ترتیب کی تکمیل کا سال نکلا ہے جیسا کہ ان کے فارسی دیباچے سے ظاہر ہے۔

یہ عاجز حبلہ معاذ بن حضرات خصوصاً جناب ڈاکٹر خان رشید صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ پر فی سیرتہ پوری اور جناب مولانا عبدالستار صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فاضل دیوبند ایم اے اسلامیات اور دیگر معاذین حضرات کا بہت ہی ممنون ہے کہ انہوں نے اپنے قیمتی مشوروں سے اس ترجمہ کی اصلاح میں اس عاجز کی مدد فرمائی اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر فی الدارين نصیب فرمائے آمین، اللہ تعالیٰ ہماری اس ناچیز مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی سعادت سے ہم سب مسلمانوں کو اور تمام عالمِ اسلام کے مسلمانوں کو پہرہ و فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد لله رب العالمین۔

الراجی الی ربہ الرحیم

خاکسار سید زوار حسین عفی عنہ و غفرلہ و لواحدہ

دو شنبہ یکم رجب المرجب ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۷۹ء



۱۶

اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کی بارگاہ مقدس اس سے بالاتر ہے کہ فکر کا ہاتھ اس کی حمد و ثناء کے دامن تک پہنچ سکے، لا احصى ثناء علیک انت کما اثبتت علی نفسک [میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود کی ہے] ممکن واجب کے متعلق کیا کہے اور محدود لامحدود کے بارے میں کیا تلاش کرے پس وہ ذات پاک ہے جس نے اپنی معرفت اور ثنا سے عاجزی کے سوا کوئی راستہ اپنی طرف نہیں بنایا پس یہاں عجز و قصور کا اعتراف ہی کمال معرفت اور عین ثنا ہے۔

سہ بعض مخطوطات میں یہ دیباچہ بھی (زبان فارسی) مندرج ہیں :- (۱) حمد و سجدہ بارگاہ خداوندی جل جلالہ سلطانہ و علم احسان کے لئے ہے کہ اولین و آخرین کی تعریفیں اس کی تحمید کا دیباچہ ہیں اور بلا و اعلیٰ کے مقربین کا تعظیم کرنا اس کی تعظیم کی ایک ذریعہ ہے، قبولیت کے فرش پر باریابی حاصل کرنے والوں کی دولت اس کے لطف و کرم سے ہے اور کمال عارفوں کی معرفت اس کی معرفت سے عاجز ہوتا ہے، وہ ذات پاک ہے جس نے مخلوق کے لئے اپنی معرفت سے عاجز ہونے کے سوا اپنی معرفت کی طرف کوئی راستہ نہیں بنایا ہے۔

سبحان خالق کہ صفاتش زکبریا
بر خاک عجز می فگند عقل انبیاء
گر صد ہزار سال ہمہ خلق کائنات
فکرت کنند در صفت عزت خدا
آخر بجز معرفت آئند کا سے الہ
دانستہ شد کہ هیچ ندانستہ ایم ما

[وہ خالق ایسی ذات پاک ہے کہ جس کی صفات اپنی بزرگی و عظمت کی وجہ سے انبیائے کرام کی عقل کو (بھی) عاجزی کی خاک پر گرادیتی ہیں، اگر تمام کائنات کی مخلوق اللہ تعالیٰ کی عزت کی صفت میں ایک لاکھ سال بھی غور و فکر کرے آخر کار عاجزی کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرے گی کہ اے الہ العالین! ہم نے جان لیا کہ ہم نے کچھ بھی نہیں جانا ہے] (۲) ۶۰۰ سالہ درجہ اندازہ شرف خاص اس منعم کے لئے ہے کہ جس نے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ و آلہ و صحبہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات کی سنت منورہ کو طریقہ عجیبہ احمدیہ کے ذریعہ، اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کی روح کو تازگی عطا فرمائے اور تمام جہان والوں پر ہمیشہ ان کے فیوض کو جاری فرمائے، تجدید فرمائی اور اولین کی نسبت کو آخرین میں اسی ترمیم و تازگی کے ساتھ جلوہ گر کیا اور حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوات طیبات ہوں جو کہ عمرہ کائنات اور بدو موجودات ہیں۔

خواجه لولاک و سلطان رسل
مقتدا و رہنمائے جزو کل
[آپ لولاک کے مالک اور رسولوں کے سلطان ہیں اور آپ جزو کل کے پیشوا و رہنما ہیں]۔

ہر کس برہ شہداء او مرکب راند
بر عجز و قصور معترف در رہ ماند
ایں جاست کہ فاقم رسل خیر بشر
با آل شرف و کمال لا احصى خواند

[جس شخص نے اُس کی تعریف کے راستہ پر سواری کو چلایا اپنے عجز و قصور کا اعتراف کرتے ہوئے راستہ میں رہ گیا، یہی وجہ ہے کہ فاقم الانبیاء خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر شرف و کمال کے باوجود لا احصى (میں احاطہ نہیں کر سکتا) فرمایا اور حضرت فخر مخلوقات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے کمال کی چوٹی اس سے بالاتر ہے کہ مرغ فکر آپ کی نعت و تعریف کی چوٹی تک پرواز کر سکے، رب تعالیٰ کی بارگاہ سے لولاک لما خلقت الافلاک [اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا] آپ کے حال کی تعریف ہے، اور لولاک لما اظهر الربوبیۃ [اگر تو نہ ہوتا تو میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا] آپ کے کمال کی شرح ہے، ایجاد کائنات اس کے لئے ہے اور مخفی چیزوں کو موجود کرنے والا اس کی رضا کا طالب ہے، بیت

شاہی کہ نیست قوت بازوئے مرغ فکر
شایستہ عروج باو ج کمالی او
آنکہ در کتاب ثنا گفت ذوالجلال
کے آید از من و تو ثنا حسب حال او
ہر دم صلوٰۃ بے حد و تسلیم بے عدد
از ما برو ج حضرت او باد و آل او

[وہ ایسا بادشاہ ہے کہ فکر کے پرندے کی قوت بازو اس کے کمال کی بلندی تک عروج نہ کر سکے قابل نہیں ہو جس کی تعریف ذوالجلال (بارہ تعالیٰ) نے (اپنی) کتاب (قرآن مجید) میں فرمائی ہے مجھ اور تجھ سے (کسی مخلوق کی) اس کے حال کے بموجب تعریف کب ہو سکتی ہے، ہماری طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کی روح مبارک پر ہر وقت بے حد صلوٰۃ (درود) اور بے شمار سلام پیش ہو]

اما بعد، صاحب قوت اللہ تعالیٰ کا سب سے ضعیف بندہ شرف الدین حسین بن میر عماد الدین محمد زکحسینی الہروی، اللہ سبحانہ ان دونوں کی عاقبت کو بہتر کرے، عرض کرتا ہے کہ جب یہ مکتوبات قدسی آیات کہ جن میں سے ہر ایک مکتوب معرفت کے دفتینوں میں سے ایک دفتینہ اور رحمت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، نہایات ولایت کا ایک بیان اور کمالات نبوت کا ایک ترجمان ہے، اصالت کے اسرار اس سے نمایاں اور مقامات قیومیت اس سے ظاہر ہیں۔ دفتر اول کی تکمیل کے بعد حضرت قدوة الاولیاء امام الاصفیاء کے قلم فیض رقم سے جو کہ محققین کیلئے سند اور مدققین (باریک بینوں) کے لئے دلیل ہیں، قیومیت کی خلعت سے سرفراز اور اصالت کی بزرگی سے مشرف ہیں، ولایت اصلیک کے مالک اور ولایت معنویہ کے ساتھ انبیاء کے وارث ہیں، مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف رہنمائی کرنے والے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

بین معجزہ ہیں، آیات متشابہات کے اسرار سے واقف اور مقطعات کے رموز کو جانتے والے ہیں، انوارِ الہیہ کا مطلع اور ولایتِ احمدیہ سے موصوف ہیں، مرجعِ اوتاد، قطبِ ارشاد، انسانِ کامل اور فردِ جامع، امامِ ہمام، مخلوق میں حضرت خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلیفہ، نسباً فاروقی حسباً محمدی اور مولداً سرہندی ہیں۔

- | | |
|---|------------------------------------|
| (۱) آنکہ نامش زبانِ برہنم از بے ادبی ست | گرچہ ذرات تنم جملہ بنامش گویا ست |
| (۲) لیک ان جا کہ زبان نیز سعادت طلبت | گر بایں نام شریفش نہ رسام ز جفا ست |
| (۳) قطب حق ہادی دین خواجہ محمد معصوم | آنکہ پیش بتواضع قد افلاک و ناست |
| (۴) ظاہرش جملہ بانوارِ شریعت روشن | باطنش جملہ باسرارِ حقیقت داناست |
| (۵) قطع شد بر قدر او خلعتِ قیومیت | آئیے اس خلعتِ فاخرہ بچنیں قدریاست |

[اے وہ کہ جن کا نام زبان پر لانا میرے لئے بے ادبی ہے، اگرچہ میرے جسم کے ذرات ان کا نام لیتے ہیں۔ (۲) لیکن چونکہ زبان بھی سعادت طلب ہے اس لئے اگر میں اسے ان کے نام مبارک تک نہ پہنچاؤں تو ظلم ہے۔ (۳) وہ قطب حق ہادی دین خواجہ محمد معصوم ہیں کہ جن کے سامنے افلاک کا قدر تواضع کے ساتھ جھکا ہوا ہے۔ (۴) ان کا ظاہر انوارِ شریعت کے ساتھ روشن، ان کا تمام باطن اسرارِ حقیقت کو جلنے والا ہے۔ (۵) ان کے قدم مطابق قیومیت کا خلعت قطع کیا گیا ہے بیشک یہ خلعت فاخرہ ایسے ہی قدم کے لئے زیبا ہے۔]

اللہ تعالیٰ اُن کے ارشاد کے ظلال کو اہل عالمین کے سروں پر ہمیشہ (قائم) رکھے اور سید المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ اجمعین کے طفیل ہمیں اُن کے انوار سے مستفید فرمائے۔ (جب یہ مکتوبات) صبرِ انحر میں آئے تو عجیب اسرار اور زنادِ علوم نے کہ جن کا حاصل ہونا انوارِ نبوت سے اقتباس کے بغیر امکان کے احاطہ سے باہر ہے، غیبِ احدیت پر پردہ سے ظہور کے تحت پر جلوہ فرمایا اور سعادت مند مخاطبین اور بلند بخت سامعین کے دل کی قوت اور جان کی خوراک ہو گئے۔ شنوی

- | | |
|--------------------------------|----------------------------|
| (۱) نامہ ہا با نجوم راہ نما ست | تاقتہ از سپہر مجد و علا |
| (۲) ہر یکے نو گئے ز گلشن فیض | ہر یکے گوہرے ز کان عطا |
| (۳) ہر یکے رشے ز ابر کرم | کردہ سر سبز کشتِ صدق و صفا |
| (۴) ہر یکے مثلِ آہستہ رحمت | گشتہ نازل ز آسمان وفا |

[۱] (۱) اُن کے مکتوبات اشاروں کی مانند راہ نما ہیں (جہاں ہدی اور بلندی کے آسمان سے چمک رہے ہیں) (۲) اُن میں سے ہر ایک فیض کے گلشن کا نیا پھول ہے، ہر ایک بخشش کی کان کا موتی ہے۔ (۳) ہر ایک ابر کرم کا ترشح ہے

(جس نے) صدق و صفا کی کھیتی کو سرسبز کر دیا ہے، (۴) ہر ایک (مکتوب) آیتِ رحمت کی مانند ہے جو کہ وفا کے آسمان سے نازل ہوا ہے۔)

حق بات یہ ہے کہ (یہ مکتوبات) ہدایت کی کان کے تابدار جواہرات اور عنایت کے سمندر کے چمکدار موتی ہیں کہ اربابِ نہایت و کمال کا ہاتھ اور دامن اُن کے مثل سے خالی ہے اور صاحبانِ کشف و شہود اہل نظر و استدلال کی مانند ان کے ادراک سے عاجز و قاصر ہیں، اگرچہ مجھ، پیچیدان کو کسی لحاظ سے بھی اس بات کی یقین و قابلیت نہیں ہے کہ میں اُن کے جمع کرنے میں پیش روی اور اس امرِ عظیم میں پیش قدمی کر سکتا لیکن چونکہ محروم و مخدوم زادہ بلند مرتبت، عالی منقبت، نورِ اعظم، عارفِ کامل، حاصلِ اولیاء، خلاصہٴ اصفیاء، منظرِ انوارِ ربانی، منظرِ اسراءِ سبحانی، حقائق کو کھولنے والے، دقائق کو حل کرنے والے، نہایت کے کمال اور کمال کی نہایت تک پہنچنے والے، تجلیاتِ جلال و جمال کے منظر سے

مخزنِ نقدِ معرفت نقدِ خزینہٴ شرف معدنِ گوہرِ صفا گوہرِ معدنِ کمال
موردِ لطفِ ایزدی ہادیِ راہِ احمدی منظرِ سیرِ سرمدی منظرِ فضلِ ذوالجلال

[معرفت کی نقدی کا خزانہ، شرافت کے خزانہ کی نقدی، پارسائی کے موتیوں کی کان، کمال کی کان کے موتی۔

اللہ تعالیٰ کے لطف کے مورد، راہِ احمدی کے ہادی، سیرِ ابدی کے منظر، فضلِ ذوالجلال کے منظر] تعریف کرنے والوں کی تعریف سے بے نیاز، حق، ملتِ اویں کی تلوار، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کی طویل زندگی کے ساتھ قائمہ پہنچائے (انھوں) نے اُس نظرِ عنایت کی پتھر جو کہ وہ اس بے حاصل کے بارے میں رکھتے ہیں اور جن کی توجہ شریف اس ناکارہ کے احوال کی اصلاح کے ساتھ وابستہ ہے، ان مکتوبات کے جمع کرنے کو جو کہ دراصل دونوں جہان کا سرمایہ ہیں (اس فقیر کو) تفویض فرمایا اور بار بار تاکید فرمائی کہ متفرق مکتوبات کو ضبطِ تحریر میں لا کر دوسری جلد ترتیب دی جائے۔ آں جناب کے تعمیلِ ارشاد کو بسر و چشم قبول کرتے ہوئے اس عظیم الشان کام کو شروع کر دیا، امید و ا ہے کہ اس تعمیلِ ارشاد کی برکات فی الحال و فی المال اس خود کامی کی تنگی کے گرفتار کی رہمائے حال ہو کر خودی و خود پرستی کے کوچے سے رہائی دلا دیں گے۔ اور اس کتابِ مستطاب کا جمع کرنا جس کا نام و تاریخ اختتام "وسيلة السعادة" ہے، سعادتِ حقیقی تک پہنچنے کا وسیلہ ہو جائے گا۔ (اس کتاب کے) پڑھنے اور سننے والوں سے یہ التماس ہے کہ جب ان اسرارِ غیبی کے مطالعہ سے ان کی زندگی سنور جائے تو دعا و فاتحہ سے ان کے جامع کی مدد فرمائیں کیونکہ ان کے جمع کرنے سے مقصود

آخرت کا نفع ہے اور الفاظ کے دقیق ہونے اور معنی کے بلند ہونے کی وجہ سے جو کچھ سمجھ میں نہ آئے
اس کے علم کو کہنے والے کی طرف لوٹا دیں اور رد و انکار سے پیش نہ آئیں، اور وسیلۃ السعادت کو
اپنے حق میں وسیلۃ الشقاوت نہ بنائیں کیونکہ اس بزرگ گروہ کا منکر ابدی ہلاکت میں گرفتار اور
دامی خسارہ میں مبتلا ہے، یہی حق ہے، پس حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہے۔ مثنوی

- | | |
|----------------------------------|---------------------------|
| (۱) یارب چہ کتاب مستطاب ست | کز ہر در قیش فتح باب ست |
| (۲) مفتاح کنوز مشکلات ست | تفسیر رموز محملات ست |
| (۳) گنجے ست مصارع انجکم را | شرحے ست جوامع الکلم را |
| (۴) جاں بخش تر از زلال حیواں | روشن تر از آفتاب تاباں |
| (۵) گوئی کہ پری و شیت طناز | سرتا بقدم کرشمہ و ناز |
| (۶) افگندہ بر شعار مشکیں | تا گشتہ نہاں ز چشم بد بین |
| (۷) لفظش کہ دقیقہا کند حل | چوں طرہ ہوشاں مسلسل |
| (۸) معنیش کہ ہست مایہ جاں | شیریں چو ادائے خوب رویاں |
| (۹) ہر صفحہ او کہ کام جان ست | چوں صفحہ روئے دلبران ست |
| (۱۰) ہر سطر از و چو گیسوئے حور | از زحمت دست ناکساں دور |
| (۱۱) ہر بیتے از و کہ دل پسند است | چوں ابروئے ہوشاں بلند است |
| (۱۲) ہست از پے دفع ہر گزندی | ہر نقطہ چو دانہ سپندی |
| (۱۳) صاحب نظراں فدائے اویند | جاں باختہ در ہوائے اویند |
| (۱۴) دلہاشدہ در نظارہ اش مست | جاں بہر شار بہر کھٹ دست |
| (۱۵) از نغمہ این گل اہل دولت | یا بند نسیم بارغ جنت |
| (۱۶) واں کو نظر درانش کو راست | از پرتو این جمال دور است |
| (۱۷) خفاش بود ہمیشہ نومید | از شعشعہ جمال خورشید |
| (۱۸) آفاق زہر شد منور | غم نیست اگر ندید شیر |
| (۱۹) خورشید اگر چہ بے حجاب ست | از غایت نور در نقاب ست |
| (۲۰) نامش بعقیدت و ارادت | گفتیم "وسیلۃ السعادت" |
| (۲۱) پسند اگر ز سال اتمام | ہم باز تو اں شناخت از نام |

[لے پردرد گارا! کیسی پسندیدہ کتاب ہے کہ جس کے ہر ورق سے (معرفت کا) دروازہ کھلتا ہے۔ (۲) مشکلا کے خزانوں کی کنجی ہے۔ جملات کے رموز کی تفسیر ہے۔ (۳) مصالیح حکمت کا خزانہ ہے، جامع کلمات کی ایک شرح ہے۔ (۴) آب حیات سے زیادہ زندگی بخشنے والا ہے، منور آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ (۵) گویا کہ ایک شوخ پریوش ہے (جو) سر سے پاؤں تک کرشمہ و تازہ ہے۔ (۶) اپنے جسم پر مشکیں بال ڈالے ہوئے ہے تاکہ بدنظر کی نگاہ سے پوشیدہ ہو جائے۔ (۷) اس کے لفظ جو کہ دقیق مسائل کو حل کرتے ہیں حسیں کی زلف کی مانند مسلسل ہیں۔ (۸) اس کے معنی جو کہ سرمایہ جان ہیں وہ خوب روؤں کی ادا کی مانند شیریں ہیں۔ (۹) اس کا ہر صفحہ جو کہ زندگی کا مقصد ہے ولیروں کے چہرے کا صفحہ ہے۔ (۱۰) اس کی ہر سطر جو کہ گیسو کی مانند اہلوں کی دسترس سے دور ہے۔ (۱۱) اس کا ہر شعر جو کہ دل پسند ہے چاند جیسے حسیں کی ابرو کی مانند بلند (۱۲) اس کا ہر نقطہ گزند کو دفع کرنے کے لئے رائی کے دانے کی طرح ہے۔ (۱۳) اہل نظر اس کے فدا فی ہیں، اس کی آرزو میں جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ (۱۴) دل اس کے نظارہ میں مست ہو گئے ہیں، جان نثار کرنے کے لئے ہمتیلی پر رکھے ہوئے ہیں۔ (۱۵) اہل سعادت اس پھول کی خوشبو سے جنت کے باغ کی نسیم یاتے ہیں۔ (۱۶) اور جس کی نظر اس میں اندھی ہے وہ اس جمال کے پرتو سے دور ہے۔ (۱۷) چمکارد سورج کے جمال کی روشنی سے ہمیشہ ناامید ہے۔ (۱۸) آفاق سورج سے منور ہو گئے اگر چمکارد نے نہیں دیکھا تو غم نہیں ہے۔ (۱۹) آفتاب اگرچہ بے حجاب ہے لیکن کثرت نور کے باعث نقاب میں ہے۔ (۲۰) ہم نے اس کا نام عقیدت و ارادت کی وجہ سے ”وسیلۃ السعادت“ رکھا۔ (۲۱) اگر لوگ اس کی تکمیل کا سال دریافت کریں تو بھی اس نام سے پہچان سکتے ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مکتوب

مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی و محمد اسین بدخشی کے نام حقیقت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
و حقیقت کعبہ ربانی کے متعلق اُن کے سوالات کے جواب میں اور پہلی حقیقت کی دوسری حقیقت پر
افضلیت اور ان دونوں حقیقتوں کے مراتب کے لائق تحقیقات اور ان دونوں کی شان کی معرفت
متعلق توضیحات اور جو کچھ ان کے مناسب ہے اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ حَامِدُ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَمُصْلِيَا عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ [اللَّهُ تَعَالَى
کی حمد کرتے ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ بڑا مہربان
اور نہایت رحم والا ہے] اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ
بَيْنَ عِبَادِكَ فَيَمَّا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝ [اے اللہ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! پوشیدہ
اور ظاہر کے جاننے والے! آپ ہی (قیامت کے بعد) اپنے بندوں کے درمیان اُن امور میں فیصلہ فرمائیں گے جن میں
وہ آپس میں اختلاف کرتے تھے]۔

برادران کرام مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی و محمد اسین کے مکتوبات شریفہ یکے بعد دیگرے
پہنچ کر اُن کے مضامین واضح ہوئے، دوستوں کو نصیحت کریں کہ جہاں تک ہو سکے فتنے کی آگ کو
بجھائیں اور مخالفین کی ایذا رسانی پر صبر کریں اور گستاخی کرنے والوں و بزرگوں کے باطن کے حوالہ کریں،
بادرد کشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد (پلٹ کر گد) پینے والوں کے ساتھ جو شخص بھی اُٹھائیں گے کھائی
جب اہل ارادت ہی سے اس طرح کا ظلم و زیادتی ظاہر ہو تو پھر طریقہ کے مخالفین سے کیا شکایت کی جائے
حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ [ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور میری اچھا کارساز ہے]۔ اس سے پہلے میاں
اللہ داد کے ہمراہ ایک تحریر بھی گئی تھی جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ شبہ کے مادہ کو ختم کر دے گی، اس کے پہنچنے پر
فتنہ دب جائے گا اور تنازعہ امر باقی نہیں رہے گا، آپ اچھی طرح مطالعہ کریں گے اور حقیقت کو پہنچ
جائیں گے، اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات جلد اول کا دوسرا مکتوب جو کہ

میر محمد نعمان کے نام ہے اس کا بھی مطالعہ کریں اور تسکین حاصل کریں۔ جس کلام چونکہ آپ حضرات نے سوال کیا ہے اس لئے جواب کے بغیر چارہ نہیں رکھتا اور یہ تحریر اس سے خالی نہیں رہنی چاہئے۔

سوال: ہمارے حضرت عالی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حقیقت کعبہ ربانی حقیقت محمدی کے اوپر ہے، اس سے حقیقت کعبہ کا حقیقت محمدی سے افضل ہونا لازم آتا ہے، حالانکہ آنسور و عالم علیہ وشی آلہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوقات سے افضل ہیں، لولاہ لما خلق الا فلاک وما اظهر الربوبینہ [اگر وہ نہ ہوتے تو (اللہ تعالیٰ) آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور (اپنے) رب ہونے کو ظاہر نہ فرماتا] جبکہ (حدیث قدسی میں) وارد ہوا ہے۔

جواب: اول یہ کہ حقیقت کعبہ ربانی معبودیت و مسجودیت کے مقام سے پیدا ہوتی ہے اور آنسور علیہ وشی آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال عبدیت و عابدیت (بندہ اور بندگی کرنے والا ہونے) کے مقام میں ہے، اس بنا پر ہو سکتا ہے کہ حقیقت کعبہ ذات الہی جل سلطانہ ہو کیونکہ حقیقت میں معبود و مسجود وہی ہے یعنی وہ حقیقت جو اس صورت کی مسجودیت کا منشا (سبب) ہو گئی ہے اور (اس میں) شک نہیں ہے کہ وہ حقیقت ذات حق عز ربانہ ہے پس اگر اس حقیقت کو حقیقت محمدی پر فوقیت و فضیلت ہونے کا خطرہ کی بات ہے، اور اس بات کی تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ جو حقے جواب میں آئیگی اور معاملہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ اور یہ جو (بعض حضرات) کہتے ہیں کہ ممکن جو کہ صورت کعبہ اس کی حقیقت بھی ممکن ہی ہونی چاہئے وہ ذات کس طرح ہوگی۔ جواب: ہم کہتے ہیں کہ اس بزرگ گروہ کے طریقہ پر کسی چیز کی حقیقت اس چیز کی ذات اور ماہیات الشیء صوہو (ماہیت) سے عبارت نہیں ہے بلکہ اس کے وجودی ذوالرب و وجودی فیوض کے بعد اسے عبارت ہے اور وہ چیز اس کے لئے ظل کی مانند ہے۔ قوم (صوفیائے کرام) کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والخیۃ تعین اول ہے جس کو وحدت کا نام دیا جاتا ہے اور تمام کمکات کے حقائق کو جو کہ اعیان ثابتہ ہیں تعین ثانی میں جس کو کہ واحدیت کا نام دیا جاتا ہے ثابت کرتے ہیں اور ان دونوں تعینات کو وجوبی کہتے ہیں اور قدیم جانتے ہیں۔ نقش القصوص کے مقدمہ میں کہا ہے کہ ممکن وجود متعین ہے پس اس کا ممکن ہونا اس کے تعین کی حیثیت سے ہے اور اس کا واجب ہونا اس کی حقیقت کے اعتبار سے ہے۔ پس جس جگہ انھوں نے حقیقت کعبہ ربانی کو وجوب کے مراتب میں ثابت کیا ہے وہ قوم (صوفیائے کرام) کی اصطلاح پر مبنی ہے اور جس جگہ یہ لکھا ہے کہ ممکن کی حقیقت ضرور ممکن ہے وہ قوم کی اصطلاح پر نہیں ہے وہ علیحدہ تحقیق اور الگ قول ہے، آپ حضرات نے لکھا تھا کہ کعبہ کی صورت یہی ظاہری صورت

یا کوئی اور چیز ہے؟ میرے مخدوم! ہمارے حضرت عالی قدس اللہ تعالیٰ بسرہ تے تحریر فرمایا ہے کہ صورت کعبہ پتھر اور مٹی کے ڈھیلوں سے عبارت نہیں ہے کیونکہ اگر بالفرض پتھر اور مٹی کے ڈھیلے درمیان میں نہ بھی ہوں تب بھی کعبہ کعبہ ہے اور مخلوق کا مسجود الیہ ہے، بلکہ صورت کعبہ باوجودیکہ عالم میں سے ہے (لیکن دیگر اشیاء کے خلق کی طرح نہیں ہے بلکہ ایک پوشیدہ امر ہے جو حس و خیال کے احاطہ سے باہر ہے) عالم محسوسات میں سے ہے اور کچھ بھی محسوس نہیں ہے اور (اگرچہ) اشیاء کا متوجہ الیہا (جس کی طرف توجہ کی جائے) ہے اور (اس کے باوجود) کچھ بھی توجہ میں نہیں ہے وہ ایک ہست ہے جس نے نیستی کا لباس پہنا ہوا ہے اور ایک نیست ہے جس نے اپنے آپ کو ہستی کے لباس میں ظاہر کیا ہوا ہے، جہت میں ہو کر بے جہت اور سمت میں ہو کر بے سمت ہے، غرض کہ یہ حقیقت کے مزاج والی صورت ایک ایسی عجیب ترین چیز ہے کہ عقل جس کے تشخص سے عاجز اور عقلمند لوگ جس کو متعین کرنے میں حیران ہیں گویا کہ عالم بچپنی و بے چگونی (بے مانند و بے کیف ہونے) کا نمونہ رکھتی ہے اور بے مثل و بے مثال ہونے کا نشان اس میں پوشیدہ ہے انتہی۔

دوسرے یہ کہ ایک حقیقت کا دوسری حقیقت پر فائق ہونا پہلی حقیقت والے کی دوسری حقیقت والے پر فضیلت کا سبب نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نیچے کی حقیقت والے کو اوپر کی حقیقت پر ترقیات حاصل ہو جائیں اور قرب کے مراتب میسر ہوں اور اوپر کی حقیقت والا اپنی حقیقت میں ہی رُکا ہوا ہو اور اپنی حقیقت سے اوپر ترقی نہ کرے اور قرب کے مراتب کو جن پر فضیلت کا مدار ہے حاصل نہ کرے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ ملا اعلیٰ (فرشتوں کے گروہ) کی ولایت خواص بشر کی ولایت سے اوپر ہے اور فرشتے کے حقائق سے ترقی حاصل ہونے کے اعتبار سے فضیلت خواص بشری کے لئے ہے اور فرشتے کو اپنے حقائق سے آگے ترقی حاصل نہیں ہے۔ وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (اور ہم (فرشتوں) میں سے ہر ایک کا ایک معین مقام ہے)۔

شرح مواقف میں کہ بیشک فرشتے اگرچہ بعض امور میں بشر پر فوقیت رکھتے ہیں لیکن فضیلت جس کا مطلب ثواب کا زیادہ ہونا ہے بشر کے لئے ہے۔ اور نیز عالم امر عالم خلق کے اوپر ہے اور فضیلت عالم خلق ہی کے لئے ہے کیونکہ عالم خلق کا قرب اعلیٰ ہے اور عالم امر کا قرب ظلی ہے، عنصر خالص عالم خلق و عالم امر کے لطائف میں سب سے نیچے درجے کا لطیفہ ہے اور اس کی پستی اس کی بلندی کا سبب بن گئی ہے اور جو قرب کہ خاکیموں (انسانوں) کو (حاصل) ہے وہ قدسیوں (فرشتوں) کو (حاصل) نہیں ہے۔

۵ زمین زادہ بر آسمان تاختہ زمین وزمان را پس انداختہ

[زمین زادہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (مراج میں) آسمان پر تشریف لے گئے زاد پھر زمین وزمان کو پیچھے چھوڑ گئے] تیسرے یہ کہ ہمارے حضرت عالی قدس اللہ تعالیٰ بسرہ نے لکھا ہے کہ حقیقت محمدی تنزیہ و تقدس کی بلندی سے آنحضرت (محمد مصطفیٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے مقامات نزول کی نہایت ہے اور حقیقت کعبہ عروج کعبہ کے مقامات کی نہایت ہے، مرتبہ تنزیہ پر حقیقت محمدی کے عروج کرنے کے لئے پہلا رتبہ حقیقت کعبہ ہے اور آنحضرت علی آلہ الصلوٰۃ والسلام والنجۃ کے عروجات کی انتہا کو حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پس اس تقدیر پر یہ لحاظ سے فوقیت ثابت نہیں ہوتی تو افضلیت کہاں سے آئیگی۔

۲۳

چوتھے یہ کہ ہمارے پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام محمد و احمد دونوں کے ساتھ موسوم ہیں ہر ایک اسم کی ولایت علیحدہ ہے، آپ کے وجود عنصری اور آپ کے اس عالم ظلمانی کو ہدایت کرنے کے اعتبار سے آپ کا اسم مبارک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم ہے اور اس مبارک اسم کی ولایت اس اسم الہی سے نشوونما پانے والی ہے جو اس عالم سفلی کی تربیت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور حقیقت محمدی کے ساتھ مستی ہے اور آپ کے روحانی وجود کے اعتبار سے جو کہ عالم ملکوت اور روحانیوں کا مرتبی (پرورش کرنے والا) ہے اور آپ وجود عنصری سے پہلے اسی وجود کے ساتھ نبی تھے اسی لحاظ سے آپ علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کنت نبیا وادم بین الماء والطين [میں (اسوقت بھی) نبی تھا جبکہ آدم (علیہ السلام) پانی اور مٹی (کارا) کے درمیان تھے] آپ کا نام پاک احمد ہے اور اس پاک کی ولایت شان جامع سے نشوونما پانے والی ہے جو کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنجۃ کا مبداء اول اصل ہے اور اس نورانی عالم کی تربیت کے لئے مناسب ہے جو کہ حقیقت احمدیہ کے ساتھ موسوم ہے اور حقیقت کعبہ ربانیہ سے بھی تعبیر کی جاتی ہے اور جو نبوت کہ عالم عنصری سے تعلق رکھتی ہے وہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے صرف ایک حقیقت کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتی اور اس مرتبہ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب (مرتبی) وہ شان (بھی) ہے اور اس شان کا مبداء بھی اسی لئے اس مرتبہ کی دعوت پہلی دعوت سے کامل ترین ہوئی کیونکہ وہ دعوت عالم امر اور روحانیوں تک محدود تھی اور اس مرتبہ کی دعوت عالم خلق و امر دونوں کو شامل ہے اور ان دونوں حقیقتوں میں سے ہر ایک حقیقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے ہر دو اسم مبارک کے اعتبار سے آپ کے فطری مکان کے درجے میں ہے اور ان دونوں حقیقتوں کے اوپر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے لئے لا تعداد اور بے شمار عروجات ہیں

۱۷ مکتوب عدد ۲۹۹۰ و نزول مکتوبات مجدد الف ثانی قدس سرہ

رجح کی انتہا کو غلام الخیر، ارشد تعالیٰ ہی برانتا ہے اور فضیلت کا مدار اور برگزیدہ و برتر ہونے کا انحصار اسی پر ہے۔ اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حقیقت کعبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت جامعہ کا ایک جزو ہے جو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسمانی و روحانی و خالق و امر کے کمالات کی جامع ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ یہ فوقیت جس کے بارے میں بحث ہے دراصل اس سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعض کمالات کی آپ کے بعض کمالات پر فوقیت ہے۔

جانتا چاہئے کہ حقیقت محمدی کے لئے حضرت عالی (قدس سرہ) کے کلام میں دو اطلاق ہیں ایک وہ ہے جو حقیقت احمدی و حقیقت کعبہ ربانی کے تقابلی میں اوپر بیان ہو چکا ہے، دوسرا اطلاق وہ ہے جو دونوں حقیقتوں کے درمیان جامع ہے اور ان دونوں حقیقتوں میں سے ہر ایک اس کا جزو ہے اور اس کو حقیقۃ الحقائق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سوال: آپ نے پہلے جواب میں حقیقت کعبہ کو مقام عبودیت و مسجدیت سے (ہوتا) ثابت کیا ہے اور حق جل و علا کی ذات قرار دیا ہے اور کمال محمدی کو مقام عبودیت میں منحصر کیا ہے اور معبود و معبود کو عابد و ساجد پر فضیلت و برتری دی ہے اور اس جگہ حقیقت کعبہ کو حقیقت محمدی کا جزو کہا ہے الخ۔
بظاہر ان دونوں تحقیقات میں تضاد ہے ان میں توفیق کی صورت کیا ہے؟ (جواب) میں کہتا ہوں جو کچھ اس مسکین کے ناقص خیال میں آتا ہے یہ ہے کہ بزرگوں نے حقیقت کعبہ کو ذات حق جل شانہ کہا ہے، اس مقام میں ذات البتہ شیون میں سے ایک شان اور اعتبارات میں سے ایک اعتبار ہو گا نہ کہ وہ ذات جو تمام نسبتوں سے خالی ہے کیونکہ اس مرتبہ عالیہ کو تمام عالم کے ساتھ ذاتی یا استغناء ہے اور مرتبہ اطلاق ذات تعالیٰ کو مسجدیت و عبودیت یا اس کی مانند کسی اور اعتبار کا لحاظ کئے بغیر کعبہ کے ساتھ کیا نسبت اور کسی مناسبت ہے پس حقیقت کعبہ کسی اعتبار یا شان کے ساتھ ماخوذ ذات ہونی چاہئے اور جو ذات کسی شان کے ساتھ مفید ہوگی وہ شیون میں سے ایک شان ہے اور مناسب وہ ہے جو معقولات والوں نے کہا ہے کہ علم الشی بالوجہ میں علم وجہ کے ساتھ ہے نہ کہ شے کے ساتھ، اور یہ بات ثابت ہے کہ حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتجۃ تمام شیون کی جامع ہے پس یہ شان بھی جو کہ حقیقت کعبہ ربانی ہے اس حقیقت جامعہ میں داخل ہوگی اور اس کا جزو ہوگی اور تضاد دوسرا جو جائیگا کیونکہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حقیقت محمدی کے لئے دو اطلاق ہیں۔ پہلا جواب کہ جس میں حقیقت کعبہ کو حقیقت محمدی کا مسجد قرار دیا ہے پہلے اطلاق پر مبنی ہے جو کہ حقیقت احمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتجۃ کے مقابل ہے اور یہاں جو حقیقت کعبہ کو جزو کہا ہے (یہ) دوسرے اطلاق پر مبنی ہے جو کہ

حقیقۃ الحقایق ہے۔

اگر کہا جائے کہ ”ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتجۃ تمام شیون و اعتبارات کی جامع ہے لیکن ان شیون کے اطلاق کے اعتبار سے نہیں بلکہ علم میں اس کے حاصل ہونے اور اجمالی علم کے تعلق سے اس کے معین ہونے کے اعتبار سے ہے کیونکہ حقیقت محمدی علیہ السلام اجمالی سے عبارت ہے اور حقیقت کعبہ نفسی شان ہے نہ کہ اس کی صورت علمیہ پس اس کا جزو ہوتا ممنوع ہے۔“ (اس کے جواب میں) میں کہتا ہوں کہ قوم (صوفیہ) کے طریقہ پر شان کی صورت علمیہ علم و معلوم کے اتحاد کے اعتبار سے نفسی شان ہے اور ہمارے حضرت علی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ کے طریقہ پر جو کہ عینیت کے قائل نہیں ہیں میں کہتا ہوں کہ حضرت عالیؑ نے لکھا ہے کہ ”حقیقت احمدی جو کہ حقیقت کعبہ ربانی سے تعبیر کی جاتی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ وجود اعتباری کا مبداء شان علم ہے اور یہ معنی کہ وہ مبداء ہے ہو سکتا ہے کہ وہی ذات ہو جو شان سے ماخوذ ہے پس حقیقت محمدی دوسرے اطلاق کے اعتبار سے دونوں حقیقتوں کی جامع ہوئی اور حقیقت کعبہ اس کے بعض کمالات ہوں گے، بیشک حقیقت محمدی پہلے اطلاق کے اعتبار سے اس شان کی جامع نہیں ہے بلکہ اس کی صورت علمیہ کی جامع ہے پس غور کر لیجئے اور کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیے۔“ اس تحقیق سے قوم کی اصطلاح پر اصل سوال کا پانچواں جواب ظاہر ہوا کیونکہ حقیقت کعبہ اگرچہ فوقیت رکھتی ہے لیکن علم کے احاطہ علم و معلوم کے اتحاد کے اعتبار سے حقیقت محمدی میں مندرج ہے پس افضلیت ممنوع ہے کیونکہ جزو کو کل پر تقدم و فوقیت ہے جس سے افضلیت لازم نہیں آتی۔ اور یہ جو پہلے جواب میں مذکور ہوا کہ آنسرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا کمال عبودیت و عابدیت میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عبودیت و عابدیت ایک کمال ہے جو آنسرہ علیہ السلام علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے تسلیمات کے تعین امکانی سے یا اطلاق اول کے ساتھ اس کی حقیقت سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ مطلق طور پر اس لئے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آنسرہ علیہ السلام کی حقیقت حقیقی جو کہ دوسرے معنی کے اعتبار سے ہے حقیقت کعبہ کو حاوی ہے پس جو کمال حقیقت کعبہ کے لئے ثابت ہے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت کے لئے بھی ثابت ہوگا اور فضیلت ان (سرور کائنات) علیہ السلام کی حقیقت کو ہوگی۔ یا میں کہتا ہوں کہ آپ علیہ السلام کا کمال عابدیت کی صورت و حقیقت کے اعتبار سے ہے لیکن حقیقت کعبہ کا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت کا معبود و معبود ہونا اطلاق ثانی کے اعتبار سے ممنوع ہے بلکہ آپ علیہ السلام کے لئے اس مقام میں ایک حقیقت ہے جو حقیقت کعبہ کے اوپر ہے: وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ [اور ہر علم والے کے اوپر علیم ہے]۔

تنبیہ کا: اس مکتوب میں جو تحقیق درج ہے وہ مکتوب نمبر ۲۰۹ جلد اول مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مطابق ہے اور حضرت موسوی کے دوسرے مکتوب میں بھی اس بارے میں بہت سی باتیں ہیں درحقیقت الامر سید سید سید کے پاس ہے و حق کفر تزی علیہ علیہ السلام

مکتوب

مولانا حسن علی کے نام اُن کے اُس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے مجدد الف ثانی کے معنی اور اس کی علامات و آثار کے بارے میں کیا تھا۔

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ برادر م مولانا حسن علی کا گرامی نامہ موصول ہو کر اس کا مضمون واضح ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ بعض دریافت کرنے والے پوچھتے ہیں کہ مجدد الف ثانی کی تعریف کیلئے اور اُس کے آثار و علامات کیا ہیں اور آپ کے حضرت عالی میں ان کمالات میں سے کیا ظہور میں آئے ہیں تاکہ حضرت عالی کی شان میں آشنا و میگاہ کو اس اسم کے اطلاق میں کوئی شک نہ رہے۔ میرے مخدوم! مجدد الف ثانی کا ایک کشفی اور الہامی امر ہے جو اس معاملہ والے کے وجدان سے تعلق رکھتا ہے کسی ایسے امر کا التزام نہیں ہے کہ آثار و علامات کے ساتھ آشنا و میگاہ کو قائل کیا جاسکے، جو شخص کہ آشنا ہے اور سعادت ازلی رکھتا ہے وہ باطنی مناسبت کے ذریعہ اہل اللہ کے اسرار کو قبول کر لیتا ہے اور ان اکابر کے فیوض و برکات کا مورد ہو جاتا ہے اور جو شخص بیگانہ و بے سعادت ہے اگر وہ باطنی نامناسبیت کی وجہ سے اُن اسرار کی تکون نہیں پہنچتا وہ قبول نہیں کرتا اور اُن حضرات کے فیوض و برکات سے محروم رہتا ہے اگرچہ وہ ظاہر نہ کرے، غیر لوگ بحث سے خارج ہیں ہم کو ان کے رد و قبول سے کوئی منکر نہیں، منکروں نے قرآن مجید صیاد روشن معجزہ دیکھا اور انکار کرتے رہے اس کے باوجود جس شخص کو تیز نظری کی قوت عطا کی گئی ہے اگر وہ حضرت عالی کے اطوار و عادات میں اچھی طرح غور کرے اور جن فیوض و برکات کمال و اکمال اور علوم و اسرار سے وہ پیشوائے صالحین ممتاز ہیں مشاہدہ کرے تو وہ بلا تکلف اُن کے مجدد ہونے فیصدہ کرے گا۔ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ الا قدس نے جلد ثانی کے چوتھے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ معارف ولایت کے احاطہ سے باہر ہیں، ارباب ولایت علمائے ظاہر کی طرح ان کے ادراک سے عاجز اور ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں، یہ علوم انوار نبوت علی ارباب الصلوٰۃ والسلام والتجۃ کے مشکوٰۃ (جراغ دان) سے مقبیس (حاصل کئے گئے) ہیں جو کہ الف ثانی کی تجدید کے بعد تبعیت و وراثت کے

طور پر تازہ ہوئے ہیں اور ترقی و تازگی کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں، ان علوم و معارف والا بزرگ اس الف
(ہزار سال) کا مجرہ ہے جیسا کہ اُس کے ان علوم و معارف میں جو ذات و صفات و افعال سے متعلق اور
احوال و مواجید و تجلیات و ظہورات پر مشتمل ہیں غور و فکر کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے پس وہ جانتے ہیں
کہ یہ تمام علوم و معارف علمائے علوم اور اولیاء کے معارف سے ماوراء ہیں بلکہ اُن کے علوم ان علوم کے مقابلہ
میں پوست کی طرح اور یہ معارف اُس پوست کے مغز کی مانند ہیں، اللہ سبحانہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

جان لیں کہ ہر سو سال کے سرے پر ایک مجدد گذرنا ہے (لیکن) سو سال کا مجدد آوے ہے اور ہزار سال کا
مجدد آوے ہے، سو اور ہزار کے درمیان جس قدر فرق ہے ان دونوں کے مجددوں کے درمیان بھی اسی قدر بلکہ
اس سے بھی زیادہ فرق ہے اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ اس مدت میں جس قدر فیض امتوں کو پہنچتا ہے اسی کے
واسطے سے پہنچتا ہے خواہ اُس وقت کے اقطاب و اوٹادہوں اور خواہ ابدال و نجباہوں۔ ص

خاص کنز بندہ مصالحت عام را [عالم لوگوں کی مصلحت کیلئے وہ کسی بندے کو خاص کرتا ہے]۔“

مکتوب

خواجہ محمد صدیق پشاوری کے نام اُن کے عریضہ کے جواب میں جو کہ جدید کیفیات و ترقیات پر مشتمل تھانیز کمالانہ نبوت تک وصول حاصل ہونے کی علامت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

26

حمد و صلوة اور تسلیات کے بعد عرض ہے کہ آپ کے پسندیدہ گرامی نامہ نے جو کہ آپ نے ملا محمد حنیف کے دوستوں کے ہمراہ بھیجا تھا اور جس میں تازہ کیفیات اور جدید ترقیات و غروحات درج کئے ہوئے تھے، سچ پکیر کر دیا اور باطنی لذات کا سبب ہوا۔ اللہ عز و جل [امتہ تعالیٰ مزید ترقیات عطا فرمائے]۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”یہ خاص الخاص نسبت جو ان دونوں میں ظاہر ہو رہی ہے یقین سے جانتا ہے کہ کہ کمالات نبوت سے ہے اور پہلے جو کچھ (ظاہر ہوا تھا وہ کمالات ولایت میں داخل تھا الخ۔“ بیشک اُس (تعالیٰ شانہ) کے کرم سے بعید نہیں ہے، کمالات نبوت کے حاصل ہونے کی علامت اس حدیث کا مضمون ہے جو وارد ہوئی ہے کہ لن یؤمن احدکم حتیٰ یؤمن ہواہ متعالما جئت بہ لاتمیں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک ہرگز کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے احکام شرعیہ یعنی اوامر و نواہی مقتضائے طبیعت بن جائیں اور خواہش نفس ان کے موافقت کرے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”سابقہ نسبت کو اس نسبت کے ساتھ کہ جس پر فخر کرتا ہے عدم و ملکہ کی نسبت ہے، سوائے اس کے کہ اُس

گذشتہ نسبت سے استغفار کرے اور کوئی وجہ نہیں دیکھتا، یہاں سب کچھ وہ ہے جو بیان سے بالاتر ہے الخ“
 بیشک کمالات ولایت کو کمالات نبوت کے ساتھ کیا نسبت، کمالات ولایت کمالات نبوت کے زینے اور
 اُس کے ظلال اور نمونے ہیں، اصل تک پہنچنے کے وقت میں قتل و نمونہ سے استغفار ہے۔ خواجہ رحمت علی کو جو
 کیفیت ظاہر ہوئی اور خواجہ رند کو (کو نور محمدی سے گھرا ہوا اور اس میں مستہلک (فانی) پانا جو آپ نے لکھا تھا
 واضح ہوا، اس امر پر اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے، خواجہ کو ہمارے ساتھ خاص مناسبت ہے، حق سبحانہ اس کے
 آثار ظاہر فرمائے اور میرزا رستم بیگ کو بھی اس نسبت عالیہ سے بہرہ ور فرمائے۔ اذکر قریب و بھیب
 [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے]۔

مکتوب

میرزا ہادی کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں جو بعض احوال پر مشتمل تھا اور نسبت فنا کے حصول پر
 ترغیب اور ضروری توضیحات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حدیث لؤلؤ اور تسلیات کے بعد برادر گرامی سے عرض ہے کہ ان قریبی دنوں میں جو مکتوب آپ نے
 بھیجا تھا پہنچا اور مسرت کا باعث ہوا اور اُس عزیز (آپ) کا ایک اور مکتوب بھی اس سے کچھ مدت پہلے جو
 بظاہر آپ نے اکبر آباد سے لکھا تھا پہنچا تھا لیکن فاصلہ کی دوری اور کسی قاصد کا علم نہ ہونا جو اُس جانب
 روانہ ہو رہا ہو جواب نہ لکھنے کا عذر ہے، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ صحت و عافیت سے ہیں اور فقرہ کی یاد و
 محبت سے خالی و بے نیاز نہیں ہیں اور حاصل کئے ہوئے طریقے کی پابندی رکھتے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ نفی اثبات معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ایک سانس میں اکیس بار ہو جانا ہے اور اگر
 کبھی زیادہ کرنے کا قصد کرے تو ایک سانس میں چالیس بلکہ زیادہ تک پہنچ جاتا ہے۔ نیک و مبارک ہے،
 حق سبحانہ و تعالیٰ اس عالی مرتبہ کام پر نتائج و ثمرات مرتب فرمائے اور تمام مقاصد و خواہشات سے خالی
 فرمائے چنانچہ باطن میں حق جل و علا کے سوا کوئی مقصد و خواہش نہ رہے بلکہ ارادے کی صفت بھی نہ رہے
 کیونکہ ولایت کے طریقہ پر بندگی کا مقام جو کہ ذلت و نیستی (فنایت) و تسلیم و اطاعت ہے، ارادہ کی صفت
 جو کہ انانیت (میں پن) اورستی کا پتہ دینے والی ہے گوارا نہیں کرتا اور اس کا زوال ولایت کی شرط ہے، اس
 نسبت کا حصول (اللہ تعالیٰ کے) کرم کی سبقت کے بغیر ممکن نہیں ہے، باطنی قوی جذبات کے بغیر صرف
 ظاہری اعمال اس گداب سے باہر نہیں نکالتے۔ اذکر یہ جواب نے لکھا ہے کہ لوگوں کی صحبت کچھ اچھی

نہیں لگتی۔ (یہ) اس ذکر کے ثمرات میں سے ہے اور اس کا کمال یہ ہے کہ سب سے بیگانہ کر دے اور آفاق و انفس سے رہائی دلا دے اور حقیقی فنا تک پہنچا دے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”ذکر میں“ مشغول ہونے کے وقت جو خطرات و وساوس وقت ہوتے ہیں ابتداء میں نہیں تھے، جمعیت پہلے اب سے بہتر تھی اور اب تنہائی کی لذت پہلے سے بہتر ہے، کچھ نہیں جانتا کہ وہ حالت بہتر تھی یا یہ؟ میرے مخدوم ابہر حالت کے اچھا ہونے کی ایک وجہ ہے لیکن مطلب اس کے ماوراء ہے اس (مطلب) کے طالب رہیں، ذکر پر اس قدر مداومت کریں کہ مذکور جس کا ذکر کیا جائے (کے) ماسواہر چیز سینہ سے رخصت ہو جائے اور اس کے ماسواہر سے علمی و حتیٰ تعلق ٹوٹ جائے، کیا کیا جائے کہ آپ کی صحبت قلیل تھی اگر کچھ عرصہ صحبت میسر آجائے تو امید ہے کہ ان معانی کا جمال باطن پر پرتو ڈالے اور مطلوب کی کوئی کھڑکی دل میں ظاہر ہو جائے، بہر حال ملاقات حاصل ہونے تک اذکار و طاعات کے معمولات میں مشغول رہیں اور مخالف کی صحبت سے دور رہیں اور ممنوعات شرعیہ سے پرہیز کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کی تدبیر سے ڈرتے اور لرزتے رہیں اور اپنے عمل سے مایوس رہیں اور عمل کو ترک نہ کریں اعمال و استغفار [عمل کو اور استغفار کے]۔ اور (اللہ تعالیٰ کے) فضل پر بھروسہ رکھیں اور پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی سنت پر قائم رہیں اور مشائخ کی محبت پر ثابت قدم رہیں تاکہ ہمیشہ ان کے باطن سے فیوض و انوار حاصل کرتے رہیں اور درویشانہ دوستوں کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب

۲۹

سلطان وقت کے نام قلّے قلب و فنائے نفس اور موعظ و نضل پر مشتمل حدیث بیان میں تحریر فرمایا۔
الحمد لله الذی الانعام والصلوة والسلام علی رسولہ میدا لانام وعلی الالکرام و صحبہ العظام (اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر ہے جو نعمتوں کا مالک ہے اور سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کی آل کرام اور اصحاب عظام پر درود و سلام ہو) اما بعد احقر فقرا جناب والا میں عرض کرتا ہے کہ یہ دعا گو اگرچہ ظاہری اعتبار سے حاضری کی دولت کے حصول سے دور و مجبور ہے اور اس قسم کے عظیم الشان کام اور بہت بڑے جہاد میں کہ ان دنوں ہیں (آپ کی) توجہ و اقبال کی باگ جس کی طرف پھری ہوئی ہے داخل نہیں ہے لیکن معنوی و باطنی اعتبار سے قدرت و حضور میں ہے اور فتح و نصرت کی دعا کے ساتھ جو کہ فقراء کا وظیفہ (معمول) ہے مشغول و مصروف ہے۔ رع

دیدہ سعدی و جانِ ہمارا نوست [سعدی کی آنکھیں اور جان تیرے ہمراہ ہیں]
 حدیث شریف میں آیا ہے: المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے]
 چونکہ یہ فقیر محبتِ صحیح رکھتا ہے (اس لئے) باطنی لحاظ سے کسی مقام اور معرکہ میں خدمتِ عالی سے جُدا
 نہیں ہے اور ہر جگہ باطنی معیت رکھتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے

از دروں شو آشنا و از پروں بیگانه و ش این چنین زیبا صفت کم می بود اندر جہاں

[تو اندر سے آشنا ہو جا اور باہر سے (ظاہر میں) بیگانوں کی طرح رہ، ایسی اچھی صفت والا شخص دنیا میں بہت کم ہوتا ہے]
 بیشک صوفی کائنات میں ہوتا ہے یعنی ظاہر کے اعتبار سے مخلوق کے ساتھ موجود اور حقیقت و باطن کے
 اعتبار سے اُن سے جُدا ہوتا ہے کیونکہ اُس کا باطن و حقیقت اُس کے ظاہر سے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا
 ہر چیز سے ٹوٹ کر منزلوں دور چلا جاتا اور غیبِ لغیب سے مل جاتا ہے، ظاہر کی غفلت اس کے باطن میں
 سرایت نہیں کرتی، عوام کا باطن ظاہر کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ظاہر کی غفلت (اُن کے) باطن میں سرایت
 کرتی ہے اور خواص کے لئے کہ جن کا باطن ظاہر سے منزلوں منقطع ہو چکا ہے ایسا نہیں ہے اور ظاہر کی غفلت
 باطن میں راہ نہیں رکھتی اور اس کے حضور آگاہی میں کچھ نقصان نہیں لاتی کیونکہ حضور آگاہی اس کا ملکہ
 (صفتِ راسخ) ہو جاتی اور اُس کی صفت لازمہ بن جاتی ہے جیسا کہ سنا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا
 قوتِ باصرہ کی صفت ہوتی ہے کہ کسی وجہ سے بھی اس سے جُدا نہیں ہے، اس راستہ کے بعض سالکوں کو یہ
 قطع تعلق اور ماسوا کو بھول جانا اس درجہ تک حاصل ہو جاتا ہے کہ اگر وہ تکلف سے بھی ماسوا کو یاد کریں
 ہرگز ان کو یاد نہ آئے اور اگر بالفرض حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر ان کو دیدی جائے
 (تب بھی) ماسوا کے اس نسیان کے سبب سے جو ان کو حاصل ہو چکا ہے ماسوا کا خیال ہرگز ان کے باطن
 میں راہ نہ پائے، یہ کمال ولایت کے کمالات میں سب سے پہلا کمال ہے اور فناءِ قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے
 اور اشیلہ کے علمِ حصولی کے زوال سے وابستہ ہے، اگر اس مقام سے ترقی واقع ہو جائے اور علمِ حصولی بھی
 جو کہ اس مقام میں علم و عالم کا اتحاد ہے علمِ حصولی کی طرح زوال کی طرف رُخ کر لے اور صحرائے عدم
 کی طرف سامان لے جائے تو یہ فناءِ نفس ہوتی ہے، اس کے بعد نفسِ اطمینان کے مقام میں آ جاتا،
 احکامِ الہی تعالیٰ شانہ، کافر مانبردار ہو جاتا، اسلام حقیقی سے مشرف ہو جاتا، راضی و مرضی (عز و پسندیدہ)
 ہو جاتا اور آیتِ کریمہ **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً** [اے
 اطمینان پائے ہوئے نفس تو راضی و مرضی (پسندیدہ) ہو کر اپنے رب کی طرف لوٹ جا] کا مصداق ہو جاتا ہے اور
 ان دونوں کمالات کے اوپر دوسرے اور کمالات بھی ہیں جو ان دونوں کمالات کے ساتھ مشروط ہیں

ان کمالات کو کیا بیان کرے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا [میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ کر لیجئے]

ومن بعد هذا ایدق صفاتہ وما کتمہ لخطی لدیہ واجمل

(اور اس کے بعد وہ مقام ہے جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب بہتر ہے)

اور ہم اس مکتوب کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پر ختم کرتے ہیں حضرت

معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم نے صبح کی نماز میں ہمارے پاس آنے سے تاخیر کی (یعنی روزِ مہر کے وقت پر تشریف نہ لائے)

حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم آفتاب کے قرص کو دیکھ لیں پھر آپ جلدی سے نکل کر تشریف لائے پس نماز کے لئے

تکبیر اقامت کہی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور اپنی نماز میں تخفیف کی پھر

جب سلام پھیرا اور اپنی بلند آواز کے ساتھ ہمیں مخاطب کرنے ہوئے فرمایا کہ اپنی صفوں میں اسی طرح بیٹھے رہو

جس طرح کہ بیٹھے ہو، پھر ہماری طرف مڑے اور فرمایا اے لوگو! آگاہ رہو بیشک میں تم کو ابھی اس چیز کی خبر

دونگا جس نے مجھ کو آج کی صبح تم سے روکا، (وہ یہ ہے کہ) میں رات کو (نماز تہجد کے لئے) اٹھا پس میں نے

وضو کیا اور حنفی نماز میرے لئے مقدر تھی پڑھی، پھر مجھے اپنی نماز میں اونگھ آگئی یہاں تک کہ میں بھاری

ہو گیا (یعنی مجھ پر نیند غالب آگئی اور میرا بدن وزنی ہو گیا) پس ناگہاں میں نے اپنے پروردگار تبارک تعالیٰ

کو اچھی صورت (صفت) میں دیکھا پس اُس (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے محمد! میں نے عرض کیا اے میرے

رب! میں حاضر ہوں۔ پروردگار نے فرمایا کہ فرشتوں کی جماعت کس چیز کے بارے میں گفتگو کرتی ہے؟

میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے تین بار یہی فرمایا (اور میں نے ہر بار یہی جواب دیا) آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ (اس نے) اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں

کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنی چھاتی کے درمیان پائی پس

میرے لئے ہر چیز ظاہر و روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔ پھر فرمایا اے محمد! میں نے عرض کیا اے میرے

رب! میں حاضر ہوں۔ فرمایا فرشتوں کی جماعت کس چیز کے بارے میں گفتگو کرتی ہے؟ میں نے عرض کیا

کفارات میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا (نماز کی) جماعتوں کی طرف قدموں سے

چلنا اور نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا اور ناخوشگوار یوں کے وقت (بھی) وضو پورا کرنا۔ فرمایا

پھر کس چیز میں گفتگو کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا درجہات کے بارے میں۔ فرمایا اور وہ کیا ہیں؟ میں نے

عرض کیا کھانا کھلانا اور بات میں نرمی کرنا اور بات کے کسی طعنے میں نماز پڑھنا جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا (جو کچھ چاہے) مانگ۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ دعا کی: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ
فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِیْنِ وَ اَنْ تَغْفِرَ لِيْ وَ تَرْحَمَنِيْ وَ اِذَا اَرَدْتَ
فِتْنَةً فِیْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَقْتُوْنٍ وَ اَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ وَ حُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنِیْ
اِلٰی حُبِّكَ [اے اللہ! بیشک میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں کے ترک کرنے اور مسکینوں سے محبت
کرنے کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھے پرہیز فرما اور جب تو کسی قوم میں فتنہ (آزائش) کا ارادہ فرما
پس تو مجھ کو فتنہ میں مبتلا کئے بغیر وفات دے اور میں تجھ سے تیری محبت اور اس شخص کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے
اور اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے نزدیک کر دے]۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ حق ہے پس اس کو یاد رکھو پھر اس کو لوگوں کو سکھاؤ۔ اور میں نے محمد بن اسمعیل ^۳
(بخاری قدس سرہ) سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس حدیث کو
احمد و ترمذی نے روایت کیا اور (ترمذی) نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مکتوب

خواجہ محمد صنیف کے نام مفید نصیحتوں اور گوشہ نشینی پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد برادرِ عزیز کی خدمت میں عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا
کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ وہ برادرِ عزیز (آپ) بھی عافیت و استقامت کے ساتھ ہوں
اور ان (آپ) کا آنے والا دن گزرے ہوئے دن سے بہتر ہوگا۔ آپ نے من استوی یوماہ فہو مغبون
[جس شخص کے دو دن ایک حالت پر گزرے وہ خسارے میں ہے] سنا ہوگا۔ ایک مدت ہوگئی کہ آں عزیز (آپ)
کا کوئی خط اور کوئی خبر نہیں پہنچی دل کو تشویش ہے۔

ہر کجاہست خدا یا سلامت دارش [اے خدا! وہ جس جگہ بھی ہیں تو ان کو سلامت رکھ]
مسافت کی دُوری ایک طرح کا عذر معلوم ہوتی ہے، الحمد للہ کہ (ہاں) مجموعی طور پر جمعیتِ صالح (آپ بھی) جمعیت کے ساتھ
تھیں اور مطلوب کی تلاش و انتظار سے ایک لمحہ بھی بے فکر نہ رہیں اور ہمیشہ نایافت (نہ پانے) کے درد
کی وجہ سے فکر مند و غمگین اور گوشہ نشینی کی طرف راغب رہیں اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھنے سے حتی الامکان

سُئِلَ الْمَشْكُوَّةُ تَابَا صَلَوةً بِالْمَسْأَلَةِ وَ مَوَاضِعَ الصَّلَاةِ۔ (فائز) اس حدیث کو حضرت عبدالرحمن بن عائش و حضرت
ابن عباس و حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے بعض الفاظ کے اختلاف اور کمی بیشی کے ساتھ الْمَشْكُوَّةُ الْمَصَابِيحُ و دیگر
کتب حدیث میں روایت کیا گیا ہے، مترجم۔

گریز کریں۔ الاستیناس بالناس من علامات الاخلاص [لوگوں کے ساتھ انسیت بڑھانا افلاس کی علامات میں سے ہے] اور ان فقر کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں اور ظاہری باطنی کیفیات لکھتے رہیں کیونکہ دل منتظر رہتا ہے، دل کو آپ کے ساتھ خاص تعلق ہے اور آپ کے کمالات کا خواہاں ہے، اندر قریب عجیب، [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے] والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

مکتوب

خواجہ محمد صدیق پشاور کے نام اُن کے خط کے جواب میں جو کہ قوی واردات پر مشتمل تھا نیز بشارتِ خاصہ اور اصالت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ: آپ کے مکتوبات گرامی نے یکے بعد دیگرے موصول ہو کر خوش وقت کیا اور اُن کے خون آمیز و جنون انگیز مضامین اور اُن سے ایک دوسرے کے متضاد و مخالف امور کے اجتماع کا تصور واضح ہوا، بیشک عرفت ربی بجمع الاضداد [میں نے اپنے رب کو متضاد چیزوں کے جمع کرنے سے پہچانا]، اس سے خاص الخاص نسبت ظاہر کی گئی ہے امید ہے کہ آپ کی محبت اور دیوانگیاں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑیں گی، جب (یہ فقیر) آپ کے باطنی آئینے کو ملاحظہ کرتا ہے تو اُس چاند کی مانند پاتا ہے جو سورج کے بالمقابل بدرِ کامل ہو گیا ہو، والغیب عند الله سبحانه و غیب کا علم اللہ سبحانہ ہی کو ہے] اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "خاص الخاص نسبت ظاہر ہوتی ہے اور ایک طرح کی مخصوص مہربانی نظر آتی ہے" یہاں تک کہ آپ نے لکھا ہے کہ "یہ نسبت عالم سے و ختم موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ (علیہ السلام) بیہوش ہو کر گر گئے" (کی مانند) ہے۔ نیک و مبارک ہے امید ہے کہ یہ تجلی خلق و امر کے لطائف کو ڈھانپ لے اور ان میں سے کسی ایک کے عین و اثر کو بھی نہ چھوڑے۔ آپ نے اصالت کچھ حصہ (حاصل ہونے) کی طلب کی تھی۔ میرے مخدوم! اگر اصالت سے آپ کی مراد وہ نسبت ہے جو ظلال سے ماوراء ہے اور وہ معاملہ مراد ہے جو ولایت صغریٰ سے جو کہ اولیاء اللہ کی ولایت ہے باہر ہے جیسا کہ خواجہ بزرگ (حضرت نقشبند بخاری قدس) نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ "میں سات سال مولانا عارف (دیکھائی) کے ہمراہ اس کوشش میں رہا کہ اصل سے آگاہی حاصل کروں تین بار حجاز (مقدس) کے سفر پر گیا، اگر میں وہاں مولانا کی مثل یا ان کی باطنی کیفیت کا کچھ بھی منظر کسی کو پاتا تو ہرگز وہاں سے واپس نہ آتا" تو (آپ کا مطالبہ) نہایت معقول ہے اور اس کے حصول کی طلب کرتا ہر محل ہے اگرچہ یہ آپ کو حاصل ہے اور اگر آپ اصالت سے

حصہ اس معنی میں چاہتے ہیں کہ جس کے ساتھ انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ممتاز ہیں اور اصالت کا حصہ ان بزرگوں کا نصیب وقت ہے اور دوسرے سب طفیلی و پس خوردہ کھانے والے ہیں اگرچہ وہ ان برگزیدہ حضرات کی متابعت کے طفیل مراتب ظلال کو پس پشت ڈال کر اصل الاصل سے وصل ہو جائیں اس لئے کہ اصل سے حصہ (اصل کرنا) دوسری بات ہے کمالا یعنی علی اربابہ جیسا کہ اس کی اہلیت والوں پر پوشیدہ نہیں ہے) پس یہ امر محض مومنین (بخشش الہی) ہے اس کے حصول کا اس بے بال و پر سے سوال کرنا محض خیال ہے، کسب و عمل و دعا و توجہ اور جذب کو اس مقام میں کوئی دخل نہیں، (اللہ تعالیٰ کی) عنایت کی پیشقدمی ہونی چاہئے اور پس جانتا چاہئے کہ یہ جائز بلکہ واقع ہے کہ افراد امت میں سے کچھ حضرات کو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اصالت سے حصہ حاصل ہو اگرچہ وہ لوگ قلیل بلکہ اقل ہوں، دو تین آدمیوں سے زیادہ کا اس بزرگی کے ساتھ ممتاز ہونا معلوم نہیں ہوتا۔

مکتوب

حقائق و معارف آگاہ مولانا محمد صلیف کینام طریقہ ارشاد کے بعض لوازم کے بیان میں مع مواعظ و نصائح تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر عزیز مولانا محمد صلیف کے مکتوب گرامی نے موصول ہو کر مسرور و خوش وقت کیا اور بعض اہل طریقت (اجاب) کے پسندیدہ احوال جو آپ نے لکھے تھے ان کے مطالعہ سے اور بھی خوشی حاصل ہوئی، اے اللہ! دین میں ہمارے بھائیوں کو زیادہ کر اور ہمیں اور ۳۳ ان کو صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھ۔ آپ کو چاہئے کہ توجہات سے ان کو محروم نہ رکھیں اور نسبت کی حفاظت اور دائمی ذکر و مراقبہ اور آداب طریقت کی طرف ان کی رہنمائی کریں اور مخالفین کی صحبت سے باز رکھیں اور اتباع سنت کا امر کریں تاکہ ترقی کی راہ کھلی رہے اور جو شخص شوق و آرزو کے ساتھ طریقہ سیکھے کی خواہش کرے اس کو طریقہ کی تعلیم دیں اور سردی (دستی) کو اس امر میں واقع نہ ہونے دیں اور طالبین کے کام میں سرگرم رہیں اور اگر کسی طالب کو ذکر اثر نہ کرے تو اس کو ذکر سے روک کر صرف وقوف قلبی کا امر کریں اور توجہات کریں امید ہے کہ ذکر اثر کرے گا، نیز آپ کو چاہئے کہ اہل دنیا سے ملاقات کا راستہ حتی الامکان بند کر دیں اور گوشہ نامرادی کی عادت ڈالیں اور چند روزہ زندگی کو آخرت کا زاد راہ (توشہ) حاصل کرنے میں مصروف رکھیں اور تمام امور کو حق جل و علا کی بارگاہ کے سپرد کر دیں۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَاَتَّخِذْهُ وَكِيلًا [وہ مشرق و مغرب کا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اسی کو
کارساز بنالے] اور اگر طبیعت میں صحرا کا شوق ہو تو صحرا کی سیر کے لئے نکل جائیں، حاصل کلام رع
ہر کجا خود نباشی آن جا باش [جس جگہ تو خود نہ رہے وہاں رہ]

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی والذم متابعتہ المصطفیٰ علیہ علیہ الصلوٰۃ والبرکات العلیٰ

مکتوب ۹

غلام محمد فاروق کے نام، واقعہ روشن کے بیان میں جو انھوں نے دیکھا تھا اور اس استفسار کے

جواب میں جو حدیث کا صلوة الا بحضور القلب کے بارے میں کیا تھا تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ: برادر اعز و ارشاد ریاں غلام محمد فاروق کا

مکتوب مرغوب پہنچا، بے اندازہ خوشی بخشی، اللہ تعالیٰ کمال کے درجات پر ترقی عطا فرمائے۔ آپ نے
لکھا تھا کہ ”غیب سے ایک آواز کان میں پہنچی کہ تو اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے ہے اور یہ آواز تین چار بار
سنی گئی“ اس کے مطالعہ نے مسرور کیا، بہت بڑی بشارت ہے امید ہے کہ شیطان لعین کو اس میں کوئی
دخل نہیں ہوگا اور (یہ بشارت) رحمانی ہوگی اور یہ جو مراقبہ میں منہ کے سامنے ایک آفتاب کی نہایت منور
صورت ظاہر ہوئی اور اس کے گرد مختلف قسم کے رنگ شعلہ مارتے تھے اور بے شمار پانی میں مختلف رنگوں
کے ساتھ پرتو ڈالتے تھے، وہ آفتاب نزدیک ہونے لگا یہاں تک کہ آپ کے وجود میں داخل ہو گیا اور غائب
ہو گیا۔ (یہ واقعہ) بہت روشن اور قابل قدر ہے، یہ واقعہ سابقہ واقعہ کے ساتھ کامل مناسبت رکھتا ہے
کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ نور آپ کے عین ثابتہ کا پرتو ہو کہ جس نے آپ کو اپنے ساتھ بقا بخشی ہے اور
عین ثابتہ کے ساتھ متحقق ہونا کمالات و ولایت سے ہے، آیت کریمہ **اَوْ مَنْ كَانَ مِثْنًا فَاحْيَيْنَاهُ وَ**
جَعَلْنَاهُ نُورًا اَلَا بِ [اور کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ہم نے نور
بنادیا] کے بارے میں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جب نور کسی سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ سینہ
کھل جاتا ہے، پس عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! کیا اس کی کوئی علامت ہے؟ آنحضرت علیہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا ”ہاں دار الغرور (دنیا) سے الگ رہنا اور دار القرار (آخرت) کے لئے تیاری کرنا ہے“ کوشش
کریں کہ اس نور کے کمال کے ساتھ متحقق ہو جائیں **وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ** [اور اس میں

۱۔ سورۃ مد، آیت ۹۔ ۲۔ سورۃ مد، آیت ۱۲۔ ۳۔ سورۃ مد، آیت ۸۳۔ ۴۔ سورۃ مد، آیت ۲۶۔

رغبت کرنیوالوں کو رغبت کرنی چاہئے [یہ دونوں واقعے بشارت دینے والے ہیں اور امیدوار بتاتے ہیں۔ اور آپ نے حدیث (اصلوٰۃ الا بحضور القلب) اور اس جماعت کے بارے میں لکھا تھا جو دائمی حضور قلب (حاصل ہونے) اور خطرہ کے نفی ہو جانے کے ساتھ مشرف ہے۔ میرے مخدوم! اگر حدیث شریف میں قلب سے مراد لطیفہ معین ہے جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو جو جماعت حضور کے ملکہ (صفتِ راستہ) سے مشرف ہے ظاہر ہے کہ وہ لوگ اس نماز سے حصہ رکھتے ہیں اور اگر قلب سے لطیفہ معین مراد نہ ہو اور کلی طور پر حضور مراد ہو کہ کسی راستے سے بھی غفلت خطرہ (وارد) نہ ہو تب بھی یہ جماعت اس نماز سے بہت زیادہ حصہ رکھتی ہے کیونکہ اس معاملہ میں عمدہ چیز قلب ہے اور (وہ) اس کا منظور نظر ہے جب وہ (قلب) حضور کے ساتھ موصوف ہے اگر اس کا غیر غفلت و خطرہ میں ہو تو اس قدر مضرت نہیں رکھتا کیونکہ غفلت وہ (غیر قلب) رکھتا ہے، گویا قلب کی غفلت اور خطرہ ذاتی اور باطنی مرض ہے اور حضور قلب کے ہوتے ہوئے خیال کی غفلت و خطرہ عارضی و خارجی مرض ہے کیونکہ قلب سے خطرہ دور ہونے کے بعد خطرہ کے وارد ہونے کی جگہ دماغ و خیال ہے، ان دونوں امراض میں بہت فرق ہے: رَبَّنَا آتِنَا فِرَاقَنَا وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ہمارے دور کو پورا فرما دے اور ہمیں بخشدے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے)۔

مکتوبات

خواجہ محمد حنیف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سیر آفاقی جو کہ مقاماتِ عشرہ کے طے کرنے سے عبارت ہے ہمارے بزرگوں کے طریقہ میں سیر انفسی کے ضمن میں اجمال کے طور پر طے ہو جاتی ہے اور محب کا معاملہ آفاق و انفس سے باہر چلا جاتا ہے اور انفس و آفاق سے باہر محبوب کے ساتھ بے کیف معیت حاصل کرتا ہے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو اپنے آپ سے رہائی عطا فرما کر اپنی پاک بارگاہ کی بینائی (معرفت) مرحمت فرمائے، اس حدود کے درویشوں کے حالات حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ بزرگ بھائی (آپ) بھی ظاہری و باطنی جمعیت کے ساتھ مرتب ہوں گے۔

میرے مخدوم! اصل و شہود کی حقیقت کا وعدہ کل (قیامت) پر رکھا گیا ہے، آج (اس دنیاوی زندگی میں) ہم سے اور آپ سے بندگی کے وظائف (اعمال) طلب کرتے ہیں۔ بندگی کے وظائف دو قسم کے ہیں ایک قسم وہ (اعمال) ہیں کہ جن کے حاصل کرنے میں عمدہ چیز ظاہری اعضا ہیں یعنی (وہ اعمال) نماز،

روزہ، صدقہ (زکوٰۃ) حج اور جہاد وغیرہ میں اور دوسری قسم وہ (اعمال) ہیں جو باطن سے وابستہ ہیں یعنی توبہ، زہد، توکل، تفکر، اخلاص اور رضا وغیرہ اور ان مقامات کا جدا جدا سلوک (طے کرنا) نہایت دشوار ہے بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مطلوب تک پہنچنے سے جیسا کہ اس دنیا کے لئے مناسب ہے یا زکوٰۃ ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا جذبہ دستگیری نہیں فرماتا، پس ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو مطلوب کے مقابل ہو اور مقصود تک پہنچانے میں خلاف و زنی نہ کرے، اور ان مقامات کا خلاصہ اجمال کے طور پر اس کے ضمن میں سہولت کے ساتھ حاصل ہو جائے اور اعضاء کے اعمال میں کامل آسانی پیدا کرے اور یہ وہ طریقہ ہے جس کو ہمارے بزرگوں نے اختیار کیا ہے اور اس کی ابتداء کو انفس سے مقرر کیا ہے جو کہ جذب و محبت کو شامل ہے، آفاقی سیر اور مقامات کا سلوک (طے کرنا) اس معاملہ کا طفیلی ہے کیونکہ محبت جب ساعت بساعت غلبہ پالیتی ہے تو محبوب کے ماسوا سے لمحہ بہ لمحہ انقطاع حاصل ہو جاتا ہے اور اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ نگاہ باطن میں محبوب کے سوا کچھ نہیں رہتا اور علمی و حی تعلقی غیر سے منقطع ہو جاتا ہے اور اس کے ضمن میں مقامات مذکورہ کی حقیقت متحقق ہو جاتی ہے اور چونکہ محب کے لئے محبوب کی اطاعت لازم ہے (اس لئے) المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے مصداق وہ اعضاء کے اعمال کی پابندی میں بھی سرگرم رہے گا، چونکہ محبوب آفاق و انفس سے ماوراء ہے (اس لئے) عارف بھی انفس سے آفاقی کی طرح گزر جاتا ہے اور بے اختیار محبوب کے ساتھ بے کیف معیت حاصل کر لیتا ہے اور چونکہ اس دنیا میں قوتِ مدد کو اس قدر طاقت نہیں ہے کہ اس معیت کی کنہ کو پاس کے کیونکہ وہ (معیت) عالمِ آخرت کے ساتھ موعود (وعدہ کی گئی) ہے اس لئے وہ آج (اس دنیا دی زندگی میں) ظاہری عبادات کے وظائف اور باطنی مراقبات کے لطائف کے ساتھ زندگی گزارتا ہے تاکہ کل (آخرت میں) اس کے مطابق قوتِ باصرہ حاصل ہو جائے اور اس معیت کی حقیقت کو پالے پس چاہئے کہ وہ بھائی (آپ) وظائفِ اعمال کی ادائیگی میں اچھی طرح کمر ہمت باندھیں اور اعمال کی کیفیت و کمیت (حالت و مقدار) کے زیادہ کرنے میں پوری پوری کوشش کریں اور باطن کو دائمی توجہ و اقبال سے آباد رکھ کر مطلوب کے ماسوا کی طرف توجہ کرنے سے حتی الامکان باز رکھیں، وَذَرُوا ظَاهِرَہُمُ الْاَیْمُوْرَ وَبَاطِنَہُ [ظاہری و باطنی گناہ کو چھوڑ دو] نص قاطع ہے اور اس معنی پر اس حد تک مداومت کریں کہ یہ حالت ملکہ ہو جائے اور تکلف سے رہائی حاصل ہو جائے اور طریقت سے حقیقت میں آجائیں اور یادِ کرد سے یادداشت کی طرف مائل ہو جائیں، کتنی بڑی نعمت (نہ آپ کا) ظاہرِ وظائفِ اعمال کے ساتھ جو کہ اس ظاہر کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں مشغول رہے اور باطن ماسوا کی دید سے منقطع ہو جائے اور مطلوب میں مستغرق و فانی رہے، والسلام علی سائر من اتبع الہدیٰ والتمہ متابعتہ المصطفیٰ علیہ علی آداب الصلوٰۃ والتجارت والمبرکات العلی۔

مکتوب

شمسیر خاں کے نام نفس امارہ کی مخالفت پر تحریر اور اہل سنت و جماعت کی درست آراء کے موافق عقائد کی تصحیح اور اسلام کے ارکان خمسہ کی بجا آوری اور طریقہ صوفیہ کے سلوک پر ترغیب اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین والہم الطاہرین: اللہ تعالیٰ نبی اُمّی اور اُن کی بزرگ آل کے طفیل آپ کی ذاتِ بابرکات کو اپنے الطاف و عنایات میں شامل رکھ کر اتباعِ نبوی و سننِ مصطفوی علیٰ مصدرہا صنوف الصلوٰات النامیات کے زبور سے مزین و آراستہ رکھے، اما بعد، حقائق آگاہ مولانا محمد حنیفؒ نے فقرائے بارے میں آپ کی ہر بات کی کاپی اظہار کیا اور ایک خط (آکپ) لکھنے کی استدعا کی ہے جو نصیحتوں پر مشتمل ہو، التماس کرنے والے کی بات کو ماننے ہوئے چند نامربوط کلمات لکھنے کی جرأت کی ہے۔

میرے مخدوم! حق سبحانہ و تعالیٰ نے آدمی کو بیکار پیدا نہیں کیا ہے اور اُس کی اپنی مرضی پر نہیں چھوڑا ہے کہ جو کچھ سمجھے کرے اور نفس کی خواہش و طبیعت کے منشا کے مطابق زندگی بسر کرے، اس کو اوامر و نواہی کا مکلف بنایا اور طرح طرح کی تکلیفات (احکام) کے ساتھ مخاطب کیا ہے، اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ اُن (احکام) کے مقتضا کے مطابق زندگی بسر کرے اور نفس و طبیعت کی جو خواہش ان (احکام) کے برخلاف ہو اُس کو چھوڑ دے اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو مولائے حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے غیظ و غضب کا مورد ہوگا اور عذاب اور طرح طرح کی سزاؤں کا مستحق ہوگا وہ لوگ بڑے خوش وقت خوش نصیب ہیں جنہوں نے اپنی کمرہت کو مولیٰ تعالیٰ کی بندگی میں خوب اچھی طرح باندھا ہے اور تمام کوششوں کو اُس کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں صرف کر دیا ہے، فطوبی لمن وفق لمرضات اللہ و یا حسرتا علیٰ من فرط فی جنب اللہ فبشری للصالحین والابرار وویل للکفرین من النار سبق المفردون وھلک المسرفون [پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں سے موافقت کی اور اس شخص پر حسرت و افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا پس صالحین و ابرار کے لئے بشارت ہے اور کافروں کے لئے دوزخ کا دردناک عذاب ہے شریعت پر عمل کرنے والے سبقت لے گئے اور آجکل (سیت و عل) کرنے والے ہلاک ہو گئے] دنیا کھینچی کرنے کی جگہ ہے کھیتی کرنے کے وقت میں عیش و آرام میں مشغول ہونا اور ناپسندیدہ

فانی لذتوں کے ساتھ موافقت کرتا اپنے آپ کو دائمی اور پسندیدہ عیش سے محروم رکھتا ہے، دورانِ شغل اس کا یقین نہیں رکھتی اور باقی رہتے والی پسندیدہ لذتوں کو چھوڑ کر اپنا پسندیدہ فانی لذتوں پر فریقہ نہیں ہوتی، پس علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سیدہم [اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے] کی صحیح آراء کے مطابق دینی عقائد جو کہ کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں کی تصحیح کے بغیر چارہ نہیں ہے اور فرض و واجبات کے ادا کرنے اور حرام چیزوں سے بچنے کے سوا گذار نہیں ہے اور سب سے بہتر عبادت اور سب سے معتبر طاعت نماز ہے جو کہ دین کا ستون اور مسلمان و کافر میں واضح طور پر فرق کرنے والی ہے اور جو قرب الہی اس کے ادا کرتے وقت حاصل ہوتا ہے اس دنمان کے باہر وہ نادر بہت کم ہے، پس نماز کو پانچوں وقت جماعت و جمعیت و تعدیل ارکان اور کامل وضو کے ساتھ مستحب اوقات میں ادا کرنا چاہئے، حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس بندے اور اس کے پروردگار کے درمیان کے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں اور جب تک ناک کی رنیٹ نہ ڈالے جو عین اس کے سامنے رہتی ہے، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ نماز پڑھنے والا بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ جو شخص ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتا رہتا ہے قریب ہے کہ وہ اس کے لئے کھول دیا جائے، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال پیٹھے پانی کی جاری نہر کی مانند ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس سے گزرتی ہے کہ وہ شخص اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہے پس اس سے (اس پر) کچھ بھی میل باقی نہیں رہے گا، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک جس شخص نے ان پانچ فرض نمازوں پر جماعت (سے ادا کرنے) میں حفاظت کی وہ ان لوگوں میں سب سے پہلا شخص ہوگا جو پل صراط پر چکنے والی بجلی کی مانند (تیزی سے) گزریں گے اور اللہ تعالیٰ اس کو سابقین کے پہلے گروہ میں حشر فرمائے گا اور ہر دن اور ہر بات میں ان نمازوں پر حفاظت کرنے والے کو ایک ہزار ایسے شہیدوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ہوں، اور پڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چوپایوں کی زکوٰۃ اس کے مصارف میں احسان مندی و رغبت کے ساتھ دینی چاہئے، صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی اور معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت بڑھاتا ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو اور وہ اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے تو قیامت کے روز (اس سونے چاندی کو گرم کر کے) اس کے تختے بنائے جائیں گے پھر ان تختوں کو دوزخ کی آگ میں پھینکا جائیگا پس ان کے ساتھ اس کے پہلو اور پیچہ کو داغ دیا جائیگا پھر ٹھنڈا ہونے پر وہ تختے دوبارہ آگ میں ڈالے جائیں گے اور ان کو نکال کر

سہ مشکوٰۃ المصابیح باب وجوب الزکوٰۃ الفصل الاول -

داغ دیں گے اور اُس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے بار بار اس کے لئے یہی عمل کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا پس ہر بندہ اپنا راستہ یا جنت کی طرف دیکھ لے گا اور یاد و ذرخ کی طرف دیکھ لیگا۔ (اللہ تعالیٰ نے) اپنے نہایت کرم سے (بڑھنے والے مال پر) سال گذرنے اور اپنی ضروریات میں خرچ کرنے کے بعد جو کچھ باقی بچے اس میں سے چالیسواں حصہ (زکوٰۃ دینا) فرض کیا ہے۔ عجیب بے انصافی ہوگی اگر اس کے ادا کرنے میں تساہل کیا جائے اور حیلوں سے اس کو چھوڑ دے، جان و مال سب اُس تعالیٰ شانہ کا ہے اگر وہ (اللہ تعالیٰ) تمام مال فقراء کو دینے کا حکم فرماتا اور جان طلب فرماتا تو اس کی بے نیاز بارگاہ کے شیدائی ابر و پر شکن لائے بغیر ہر طرح سے پورے ذوق و شوق کے ساتھ جان و مال قربان کر دیتے اور اپنی سعادت اسی میں جانتے۔

ان قال لی مت مت معا و طاعة و قلت لل داعی الموت اهلا و مر جبا
[اگر وہ مجھ سے کہے کہ مر جا تو میں "سُن لیا اور مان لیا کہتے ہوئے" مر جاؤں اور داعی اجل سے کہوں کہ تیرا آنا مبارک ہو۔]
کسی نے خوب کہا ہے ۔

گر بغد جان توانستے خریدن و صل دست طالب و صل تو پورے ہر کہ جانے داشتے
[اگر دوست کا وصل (ملاقات) جان کی نقدی سے خریدا جاسکتا تو جو شخص بھی جان رکھتا ہوتا تیرے وصل کا طالب ہوتا۔]
اور یاہ مبارک رمضان کے روزے ذوق و شوق کے ساتھ رکھنے چاہئیں اور اپنی سعادت اس بھوکا اور پیاسا رہنے میں سمجھنی چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اولادِ آدم کا ہر نیک عمل (ثواب میں) دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے سوائے روزہ کے کہ بلاشبہ یہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا (یا یہ مطلب ہے کہ میں خود ہی اس کا بدلہ ہوں)، (روزہ دار شخص) اپنی خواہش اور اپنا کھانا (پینا) میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اس کے روزہ افطار کرتے وقت ہے اور دوسری خوشی (آخرت میں) اپنے رب سے ملاقات کے وقت (حاصل ہوگی) اور بیشک روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے بھی زیادہ خوشبودار ہے، اور روزہ ڈھال پر پس جب تم میں سے کسی کا روزہ کا دن ہو تو وہ فحش کلامی اور جرج پکار نہ کرے اور اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو اس کو چاہئے کہ یہ کہدے میں روزہ دار شخص ہوں متفق علیہ (یعنی اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)۔ اور حج کی شرائط پائی جانے کی صورت میں خانہ کعبہ کا حج کرنا چاہئے اور گھر (کے واسطے) سے صاحب خانہ (اللہ تعالیٰ) کا قُرب تلاش کرنا چاہئے اور اس کا پتہ لگانا چاہئے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حج اور عمرہ پے درپے کرو (یعنی اگر عمرہ کیا ہے تو حج بھی کرو یا حج کیا ہے تو عمرہ بھی کرو)

یا قرآن کرو۔ پس یہ دونوں تنگدستی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہا، سونا اور چاندی کی ٹیل کو دور کر دیتی ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہی حج مبرور کا ثواب ہے۔ اور چونکہ مسلمانی کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جن میں سے ایک یہ شہادت دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور دوسری چار چیزیں وہ ہیں جو اوپر بیان ہو چکی ہیں (یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج) اگر ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل واقع ہو جائے تو مسلمانی میں اس کی بنیاد چار دیواریں اور چھت پر ہوتی ہے اگر ان پانچ چیزوں میں سے ایک بھی نہ ہو تو گھر نامکمل اور ویران ہے، دینی عقائد کی تصحیح اور ظاہری اعمال کے بعد صوفیائے کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ پر چلنا ضروری ہے تاکہ حق جل و علا کی معرفت حاصل ہو جائے اور خواہشات نفسانی سے نجات کی صورت بن سکے جو بندہ اپنے مالک کی معرفت نہیں رکھتا اور اس کو نہیں پہچانتا تعجب ہے کہ وہ کس قسم کی زندگی بسر کرتا ہے اور کس چیز کے ساتھ مانوس اور محبت کرنے والا ہے، کسی نے خوب کہا ہے سے

بچہ مشغول کمنہ دیدہ و دل را کہ مدام دل ترامی طلبد دیدہ ترامی جوید

[میں آنکھ اور دل کو کس چیز کے ساتھ مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو ڈھونڈتی ہے] عالم مجاز میں جو نوکر اپنے مالک کے ساتھ معرفت اور راہ سخن نہیں رکھتا وہ کسی شمار میں نہیں اور اعتبار سے گرا ہوا ہے، اس بلند مرتبہ گروہ کے طریقہ پر معروف میں فنا ہوتے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی اور جتنک عارف کا وجود درمیان میں ہے وہ اس معرفت سے محروم ہے سے

از تست حجاب تو یقین است شرط ہمہ رہرواں ہمیں است

[یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے، تمام راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے] فنا و بقا ایک امر ہے جو صاحب فنا و بقا کے وجدان سے تعلق رکھتا ہے اور بیان کرنے میں صحیح ادا نہیں ہوتا۔ لذت سے نشا سی بخدا ناہ چشتی [خدا کی قسم جنگ تو نہیں چکھے گا شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا] پس عقل و ہوش والوں پر لازم ہے کہ اپنے انجام کار اور نقد روزگار (اعمال) میں غور کریں جس شخص کو یہ معرفت حاصل ہے اس کے لئے خوشی و شہادت ہے اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا وہ اس کو بجالایا اور انسانیت کے کمال کو پہنچ گیا مولوی (روحی) قدس سرہ نے کہا ہے سے

چونکہ و آنکہ دانستی کہ ظل کیستی فارغی گر مردی و گر زیستی چوں بدانستی تو خود را از سخت سوئے آنحضرت نسب کردی دست

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا ظل ہے تو خواہ تو مردہ ہے یا زندہ (اب) تو فارغ ہے۔ جب تو نے اپنی ابتدا کو جان لیا تو تو نے اس بارگاہ کی جانب نسبت کو درست کر لیا۔]

اور جس شخص کو یہ دولت مطلوبہ حاصل نہیں ہے اس کو چاہئے کہ اس کی طلب سے فارغ نہ رہے اور جس جگہ سے بھی اس مطلب کی بُو اس کے دماغ میں پہنچے اس کی طلب میں لگ جائے اور جس چیز کی تحریب مطلوب ہے اس کی تعمیر میں مشغول نہ ہو اور ہمیشہ عدم حصول کا روتا روتا اور اپنی جدائی کا ماتم کرتا رہے اور ڈرتا اور لڑتا رہے ایسا نہ ہو کہ مطاوب کو اپنی آغوش میں لئے بغیر کوچ کی صدا کان میں آتی ہے اور جو کچھ اس دنیا میں اس سے طلب کیا گیا ہے اس کو حاصل کئے بغیر اس سرائے فانی سے سامان باندھ لے کل قیامت کے روز کس منہ سے اس کی بے نیاز بارگاہ میں آئے گا اور کس حیلہ سے عذر پیش کرے گا، دنیا میں دوبار آنا نہیں ہے۔۔۔

ترسم کہ یار بامانا آشتا بماند تا دامن قیامت این غم بماند

[ڈرتا ہوں کہ (مبادا) محبوب ہمارے محال سے نا آشنا ہی رہے اور یہ غم قیامت تک ہمارے ساتھ رہے] جانا چاہئے کہ راہ حق جل و علا کا سلوک طے کرنے اور دوسروں کو کرانے کے لئے سب بہتر طریق طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہا الیہا ہے کیونکہ اس طریقہ کے اکابر نے سنت پر عمل کرنا اور بدعت سے بچنا اختیار کیا ہے اور (اللہ تعالیٰ سے) ایک ایسا طریقہ طلب کیا ہے جو سب طریقوں سے اقرب ہو اور بلاشبہ (اللہ تعالیٰ کے قریب تک) پہنچانے والا ہو اور اس کی ابتدا میں انتہا درج ہو اور کمال کے درجے پر پہنچنے کے بعد ان کی آگاہی (حضور و معرفت) دوسروں کی آگاہی سے اوپر ہو۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند کہ برندا ز رہ یہاں بحر قافلہ را

[حضرات نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ یہ قافلہ کو خفیہ راستہ سے حرم میں لے جاتے ہیں] پس طالب حق جل شانہ کو اس طریقہ عالیہ کا اختیار کرنا سب سے زیادہ مناسب و اولیٰ ہے کہ پیرائے نزدیک تر اور بلاشبہ پہنچانے والا ہے، اللہ تعالیٰ ہم فقرا کو ان اکابر کی برکات سے بہرہ ور کرے اور ان کے سرچشمہ فیض سے سیراب فرمائے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی والتزم متابعتہ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ الصلوٰات والتسلیمات والبرکات العلی۔

مکتوب

محمد صالح کابلی کے نام استغفار و توبہ میں مشغول ہوتے اور طاعات کے وظائف پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

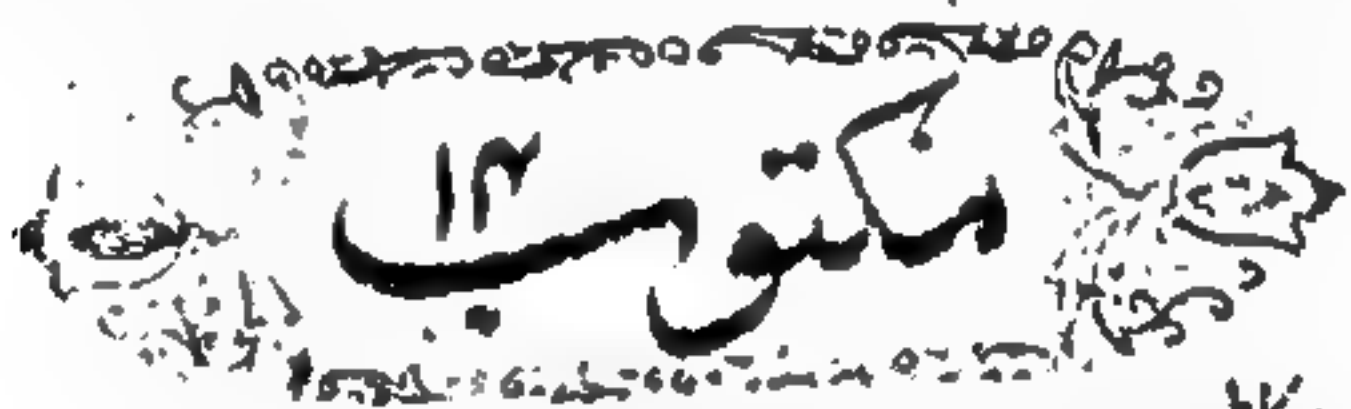
برادر محمد صلاح تقویٰ و صلاح دینی کے ساتھ آراستہ رہیں، جو خط آپ نے لکھا تھا اس نے موصول ہو کر خوش وقت کیا، آپ نے اپنی شرمندگی و خجالت کے بارے میں لکھا تھا، توبہ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور وہ تعالیٰ شانہ رؤف و رحیم ہے، گناہوں سے کہ جن سے کوئی شخص بھی خالی نہیں ہے معافی و مغفرت طلب کریں، گریہ و زاری کے ساتھ بخشش طلب کرتے رہیں، ذکر و فکر میں خوب مشغول رہیں، اوقات کو وظائف طاعات اور مقربات اعمال سے معمور رکھیں، اس جانب سے کامل صفائی نصوب کریں اور اس لئے آپ کسی قسم کی کدورت اپنے دل میں نہ آتے دیں۔ آپ نے لکھا تھا میں نہیں جانتا کہ مقبول بندوں میں سے ہوں یا مردود بندوں میں داخل ہوں (مجھے) بھگاتے ہیں یا بھلاتے ہیں لہٰذا میرے مخدوم! یہ جان کو کھلانے والا غم ہر دل میں لگا رہتا ہے اور کون ہے جو (اس) فکر سے خالی ہے شاید کوئی مردود ہی ہوگا۔ (اللہ) کریم کی بارگاہ سے امیدوار رہیں۔

مکتوب ۱۳

خواجہ محمد حنیف کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ انھوں نے اپنے بعض دوستوں کے حالات کی تعریف میں لکھا تھا اور مشیخت (پیر ہونے) کے ضروری آداب اور ضبط اوقات پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: برادر عزیز مولانا محمد حنیف کے گرامی نامہ نے جو انھوں نے ان دنوں میں ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرور کیا اور اس سے پہلے بھی اس عزیز کا ایک خط پہنچا تھا آپ نے اپنے مریدوں کے بعض احوال تحریر فرمائے تھے، محمد ہاشم اور فضل کے احوال سنجیدہ اور عمدہ ہیں، تھوڑے عرصہ میں بہت کم طالبین اس قسم کے احوال کی طرف ہدایت پاتے ہیں اس قسم کے طالبین کو میکا نہیں چھوڑنا چاہئے اور کام (معمولات) پر پابند کرنا چاہئے اور ان کی تربیت میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھنی چاہئے، نفیس جو ہر کیا ہوتا ہے اس کی قدر کرنی چاہئے اور جو شخص شغل (ذکر وغیرہ) طلب کرے اس کو شغل میں لگا دیں اور حلقہ کو سرگرم رکھیں اور جس شخص کو ذکر اثر نہ کرے اس کو ذکر کرنے سے روک دیں اور محض وقوف قلبی کا امر کریں جب وہ کچھ عرصہ اس طریقہ پر مداومت کرے گا امید ہے کہ ذکر سہولت کے ساتھ اثر کرے گا لیکن توجہات سے اس کو محروم نہیں رکھنا چاہئے اور احباب طریقہ کو بعض ضروری آداب کی طرف رہنمائی کرتے رہیں، طریقہ کے فیوض و برکات کا حاصل ہونا آداب کی رعایت کے بغیر

بیسر نہیں ہے، آپ نے سنا ہوگا کہ کوئی بے ادب خدائے تعالیٰ جل و علا تک نہیں پہنچا ہے، آداب کی رعایت نہ ہونے پر ضرر کا پلہ غالب ہے (اور) نفع رگ جالتہ ہے۔ دیگر چاہئے کہ اوقات کی پابندی میں کوشش کریں اور اہم کاموں میں صرف کریں ایسا نہ ہو کہ فضول کاموں میں صرف ہو جائیں اور لوگوں کے ساتھ زیادہ میل جول رکھنے سے پرہیز کرتے رہیں کیونکہ اس سے باطنی نسبت کی رونق جاتی رہتی ہے، نیک نیتی کے بغیر مخلوق کے ساتھ صحبت رکھنا خالق تعالیٰ سے قطع تعلق کا سبب ہے، کسی بزرگ نے کہا ہے: لا تصحب الا شرار ولا تقطع عن الله بصحبة الاخيار [یعنی بڑوں کے ساتھ صحبت مت رکھا اور نیکوں کے ساتھ ایسی صحبت رکھ کہ توفیق جل و علا سے منقطع نہ ہو جائے] اور آپ مریدوں اور طالبوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں کہ ان کی نظر میں با عیب اور باوقار معلوم ہوں، اس قدر شوخ و بے باک نہ ہو جائیں کہ جرأت و گستاخی کا سبب بن جائے اور ان کے معمولات میں خلل آجائے اور دیگر یہ کہ چونکہ حواس پر آگندہ ہیں کسی دوسری چیز (مزید لکھنے) میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ دو شنبہ کی رات ساتویں تاریخ ماہ رواں کو جو کہ ذی الحجہ کا چہیسوا سن ایک ہزار چھاس ہجری ہے حضرت قبلہ کا ہی والدہ ماجدہ جیونے آخرت کا سفر اختیار کیا ہے اور پسماندگان کو جگر کباب و دیدہ پُر آب چھوڑ گئی ہیں ان کا وجود شریف دونوں جہان کی سعادت کا وسیلہ اور رب المشرقین کی رضا مندی کا درجہ (کھڑکی) رہا ہے کباب اس راہ سے اس کے حصول سے محرومی پیدا ہو گئی ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں] دوست و احباب ستر ہزار بار کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ کر اس کا ثواب ان کی روحانیت کو پیش کر دیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔



شیخ عبدالکریم کے نام اس خط کے جواب میں جو انھوں نے لکھا تھا اور بلندی ہمت و خلوت گزینی پر غیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

سعادت آتا مولانا عبد الکریم ہمیشہ ترقی کرتے رہیں، آپ کے احوال و اطوار کی استقامت کی خبریں جو سننے میں آتی رہتی ہیں مسرت کا سبب ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہمیں مزید استقامت عطا فرمائے، آپ نے جو خط اپنے احوال و ترقیات پر مشتمل لکھا تھا پہنچا، اس کے مضامین واضح ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر ہے، اپنے کام میں خوب مشغول رہیں اور جو حالت پیش آئے اس کا شکر بجالائیں اور قہل مزہ خربزہ

[کیا اور بھی ہے] کہتے ہوئے اس کے ساتھ خوش رہیں اور اس سے ترقی چاہیں۔ ان اللہ عجب معالیٰ الہم! (اللہ تعالیٰ ہمتوں کے بلند ہونے کو پسند فرماتا ہے) اور گوشہ نشینی و تنہائی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں، اور جن لوگوں کو آپ نے طریقہ بتایا ہے ان کے احوال میں مشغول رہیں، اور آپ کو جتنی تعداد کیلئے طریقہ سکھانے کی اجازت دی گئی تھی اگر وہ تعداد پوری ہو چکی ہے تو مزید اتنے ہی اور لوگوں کو طریقہ سکھائیں۔ والسلام

مکتوبات

مولانا محمد حنیف کے نام نصیحت اور آخرت کی تیاری پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۴۲ حمد و صلوة اور تسلیات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و عافیت اور طریقہ پسندیدہ و سنت عالیہ پر استقامت اور آپ کے باطنی مراتب کی ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! موت نے سایہ ڈال دیا اور مقررہ مدت (موت کی گھڑی) آن پہنچی ہے اور اس کے لئے کچھ بھی سامان نہیں ہوا اور اس قسم کے دور و دراز سفر کے اسباب کی تیاری میسر نہیں آئی، جاء الموت بعد اذ فیہ جاءت الراجفۃ تتبعہا الرادفۃ [موت پوری طے آگئی، ہل چل چھا رہی ہے والی (قیامت کا پہلا نغمہ صبح) آپہنچی جس کے بعد دوسرا نغمہ صبح ہوگا]۔ افسوس کہ عمر کا اعلیٰ حصہ ہوا و ہوس میں گزر گیا، معلوم ہے کہ عمر کے ارذل (نہایت کمزور) حصے میں کیا کرے گا اور اس وقت کا کیا ہوا کیا اعتبار رکھے گا شرمندگی کی وجہ سے پانی پانی ہوا جاتا ہے اور عذر کی زبان نہیں رہی کسی نے خوب کہا ہے۔

۵ کنوں چہ عذر گناہان خویشتن خواہم ز شرم خوں چکدم از بدن بجائے عرق

[میں اب اپنے گناہوں کا کیا عذر چاہوں، شرم کی وجہ سے میرے بدن سے پسینہ کی بجائے خون ٹپکتا ہے] سعادت آثار فضائل بیگ مخلص دوستوں میں سے ہیں کابل کی طرف متوجہ ہیں، امید ہے کہ آپ دوستی کے لازم بجالائیں گے، خواجہ محمد رضا بھی یارانِ طریقت میں سے ہیں، ان کے باطن کی طرف بھی توجہ ملحوظ رکھیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوبات

خواجہ عبد الرحمن نقشبندی کے نام ان کے آباؤ کرام (باپ دادا) کا شکر ادا کرنے اور کمالِ شغف کے باوجود

اشد شوق اصل کی طرف منسوب ہونے اور عارف کی فتاویٰ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ میرے مخدوم و مخدوم زادہ کی ذات بابرکات کو اپنے الطاف و عنایات میں شامل رکھ کر ظاہری و باطنی ترقیات کے ساتھ ممتاز رکھے اور ان کے بزرگوں کے حقوق ہم فقرا کے ذمہ استفادہ ہیں کہ تحریر و تقریر کے احاطہ میں نہیں آسکتے۔ اہل اللہ کے طریقہ کا سلوک ہم نے ان بزرگوں سے اخذ کیا ہے اور حذیبہ کی اقسام کو انہی کی برکات سے استفادہ کیا ہے، فتاویٰ ان کی صحبت میں موجود ہے اور سیرالی اللہ و سیر فی اللہ ان کی مجلس سے ماخوذ ہے، سنت کی پیروی کرنا اور بدعت سے بچنا جو کہ اس کام کا مدار اور اس معاملہ کی بنیاد اور بے اندازہ فیوض و اسرار کا پھل دینے والا ہے ہم نے ولایت کے ان سرچشموں کی ہدایت کے نور سے اقتباس (استفادہ) کیا ہے کیونکہ دوسرے طریقے امور مبتدعہ سے خالی نہیں ہیں اور ان اکابر کا طریقہ بعینہ اصحاب کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے اس لئے یہ طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہوا اور بلاشبہ (اللہ تعالیٰ سے) ملانے والا ہو گیا اور دوسروں کی انتہا ان کی ابتدا میں درج ہو گئی۔

۵۔ نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند کہ برنداز رہ پہاں بحر م قافلہ را

[حضرات نقشبندیہ عجب قافلہ سالار ہیں کہ یہ قافلہ کو خفیہ راستے سے حرم میں لے جاتے ہیں۔]
حاصل کلام، اگر ظاہر ہے تو وہ ان بزرگوں کے اطوار سے آراستہ ہے اور اگر باطن ہے تو وہ بھی انہی کے انوار سے منور ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ۵

شکر فیض تو چین چوں کنداے ابر بہار کہ اگر خار و اگر گل ہمہ پروردہ نست

[اے ابر بہار! چین تیرے فیض کا شکر کس طرح ادا کرے کیونکہ کاٹا ہوا پھول سب تیرے ہی پروردہ ہیں]
پختہ دل و دلویش اپنے اندر لیاقت نہ ہونے کے باعث بزرگوں کی مجلس کی قابلیت نہیں رکھتا اگر اس سے (بزرگوں) حقوق کی ادائیگی میں کوئی قصور واقع ہو گیا ہو تو وہ معاف فرمائیں گے (ان کے) حقوق سر سے پاؤں تک ہیں اور ان کا ادا کرنا اس مسکین کے مقدور میں نہیں ہے شاید بزرگ حضرات براہ کرم معاف فرمادیں اور ایک ناقابل شخص کو اس تمام ناقابلیت کے باوجود قبول فرمائیں۔ رع

باکرمیاں کار ہا دشوار نیست [کرمیوں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے]

میشک پہلے سے اسی طرح ہوتا آیا ہے اور معیوب ممکن کو واجب الوجود (اللہ) تعالیٰ کی قبولیت کے شرف تک پہنچا یا ہے جیسا کہ کسی بزرگ نے کہا ہے۔ رباعی

تو بعلم ازل مرادیری دیدی آنگہ بعیب بخیری
تو بعلم آن و من بعیب ہماں رد مکن آنچہ خود پسندیری

[تو نے اپنے اذنی علم سے مجھے دیکھا ہے، اس وقت عیب کے ساتھ دیکھنے کے باوجود تو نے خریدا ہے، تو علم کے ساتھ وہی ہے اور میں عیب کے ساتھ وہی ہوں، جس چیز کو تو نے پسند کیا ہے اس کو رد نہ فرما۔]

اور زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اشد شوق کمال عزت و استغنا کے باوجود اُس بارگاہ کی طرف منسوب ہوا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے، کیوں منسوب نہ ہو کہ جو چیز اصل کی طرف رجحان رکھتی ہے اور مرتبہ وجوب کی طرف منسوب ہے اشد وارزج ہے۔

درخانہ بکد خدائی ماند ہمہ چیز [گھر کی ہر چیز گھر کے مالک ہی کی ہوتی ہے] ممکن کا شوق واجب تعالیٰ کے شوق کے بالمقابل زائل و لاشیٰ ہونے کا حکم رکھتا ہے کیونکہ ممکن وجود و توابع وجود سے جو کچھ خیر و کمال کی قسم سے رکھتا ہے وہ سب مرتبہ وجوب سے مستفاد و مستعار ہے، ظل و پر تو ظل کو اصل کے ساتھ کیا مساوات، ظل کسی امر میں بھی اپنے ساتھ استقلال نہیں رکھتا اگر عاریتی خیر و کمال کو اپنی طرف نسبت کرے تو امانت میں خیانت کرنے والا ہوگا اور اصل کے ساتھ برابری اور شرکت کا دعویٰ ظاہر کرے گا، کمال اُس کے حق میں کمال کی نفی کرنا ہے اور بھلائی کی نفی کرنے میں ہی بھلائی ہے، عاریتی کمالات کو اپنی طرف سے جان کر اپنے آپ کو اس فاسد گمان کے ساتھ خیر و کمال تصور کیا ہے اور اس بے بنیاد پرلمبی بنیاد رکھی ہے۔ رباعی

مراجی خود ہر غم حاسد تا کے ترویج چنین متاع کا سدا کے
تو معدوم خیال ہستی از تو فاسد باشد خیال فاسد تا کے

[تو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف کہتے کرتا رہے گا اُس طرح کی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا تو معدوم ہے، تیرا ہستی کا خیال کرنا فاسد (خیال) ہے تو یہ فاسد خیال کب تک کرتا رہے گا]

اور جب عنایت کی سبقت کے ساتھ کسی صاحب نصیب کو اس دید کے ساتھ نوازتے ہیں اور وہ حال و ذوق کے ذریعہ (یہ بات) معلوم کر لیتا ہے کہ جو کمالات اس کی طرف منسوب ہیں وہ تمام مرتبہ وجوب سے مستعار و مستفاد ہیں اور اس تعالیٰ شاء کے کمالات کے ظلال ہیں سے

نیا و رد دم از خانہ چیزے نخست تو دادی ہمہ چیز من چیز نخست
[میں ابتدا میں گھر (عالمِ عدم) کو کوئی چیز نہیں لایا تو نے ہی ہر چیز دی اور میں (بھی) تیری ہی چیزوں] (تو) اس وقت سعادت کا مدعا ہاتھ آتا ہے اور جہل مرکب کے گرد آبِ نجات کی امید حاصل ہو جاتی ہے، مولوی (روحی) قدس سرفنے کہا ہے سے
چوں بدانتی تو خود را از نخست سوئے آنحضرت نسب کردی در
وانکہ دانستی کہ ظل کیستی فارغی گر مریدی و گر زیستی

[جب تو نے اپنی ابتداء کو جان لیا تو تو نے اس بارگاہ کی طرف نسبت کو درست کر لیا، اور جب تو نے یہ جان لیا کہ تو کس کا نمل ہے تو خواہ تو مردہ ہے یا زندہ (اب) تو فارغ ہے]۔

اس مقام سے جب ترنی رہا ہے تو ہو سکتا ہے کہ کمالات منعکسہ کو صحیح طور پر اصل کے سپرد کر دے اور اپنے آپ کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ تھا عدم محض کے ساتھ ملا ہو پائے، اس وقت عارف کا نہ کوئی نام رہتا ہر نشان فاعل مع فاعول [پس اس کے ساتھ جو معاملہ بھی کیا جاتا رہا یا جاتا ہے] قلم اس جگہ پہنچا اور اس کا سر ٹوٹ گیا۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب

خواجہ محمد حنیف کے نام دائمی اضطراب اور متواتر حزن و غم پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامداً للہ العظیم ومصلياً علی رسولہ الکریم [عظمت والے اللہ کی حمد کرتے ہوئے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں] میرے پیارے بھائی کا پسندیدہ خط پہنچا خوش وقت کیا، واردات میں سے جو کچھ لکھا تھا عمدہ و اعلیٰ ہے، قل رب زدنی علماً [آپ کہہ دیجئے میں رب میرے علم کو زیادہ کرے] اپنے اور مریدوں کے کام میں مشغول اور بے چین رہیں، ساری (سستی) اور لا پرواہی دشمنوں کے نصیب ہو، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب (کا نام) ہے جب سکون آ گیا تو تصوف نہیں رہا، طالب اضطراب و بے چینی کے بغیر اور عارف درد و غم کے بغیر نہیں، جب فخر موجودات علیہ فضل الصلوات و اکمل التحیات دائمی فکر اور متواتر حزن و غم کے ساتھ موصوف ہوں جیسا کہ (حدیث شریف میں) وارد ہوا ہے تو دوسروں کا کیا ذکر ہے والسلام علیکم وعلی اہل بیتکم۔

مکتوب

مولانا نازمی سرمندی کے نام اس استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے

طلب نصیحت کے بارے میں لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً ومصلياً، برادر گرامی مولانا غازی کے خط نے موصول ہو کر ۲۵

مہروریا، مندرجہ ذیل کا صمد و شکر ہے کہ آپ عاقبت سے ہیں اور فقر کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔

ہند اس کے بعد ایک نسخہ میں یہ اضافہ ہے: ملاقات وقت پر منحصر ہے حق سبحانہ مسبب الاسباب قادر ہے کوئی سبب پیدا فرمائے جو ملاقات ہونے کا ذریعہ ہو۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”حضرت گنج شکر قدس سرہ کی اولاد میں سے ایک بزرگ برہان پور میں آرام فرما ہیں ،
 تین روزان کی قبر پر جا کر بیٹھا، تین روز کے بعد ظاہر کیا گیا کہ تو ہر طرف سے ترک کرے تو ہماری طرف سے
 تیرے لئے کچھ حصہ ہے فقیر نے اس کے بعد اس روضہ (مزار) کی طرف جانا ترک کر دیا لیکن میں نہیں سمجھا
 کہ اس گفتگو کا مدعا کیا تھا“ میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ اس گفتگو میں آپ کا امتحان مطلوب ہو اور آزمائش
 کی گئی ہو۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ ”میں نے ایک بزرگ کی نسبت سلب کر لی لیکن میں نے اس سلب کے
 اپنے اندر کوئی زیادتی محسوس نہیں کی اور اس بزرگ میں کوئی کمی مفہوم نہیں ہوئی، اس کا سبب کیا
 ہوگا“ میرے مخدوم! پہلا مقدمہ کہ اپنے اندر (کوئی زیادتی) نہیں پائی معقول ہے اس لئے کہ سلب
 جو کہ کسی شخص سے نسبت کی نفی ہے اس سے سلب کی ہوئی نسبت کا سلب کرنے والے کے اندر ثابت ہونا
 لازم نہیں آتا، لیکن مقدمہ ثانیہ (اس بزرگ میں کوئی کمی مفہوم نہ ہونا) محلی نامل ہے کیونکہ سلب سے اس
 شخص میں کمی کا آجانا لازم آتا ہے جس سے نسبت کو سلب کیا گیا ہے پس یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ ”کوئی
 کمی مفہوم نہیں ہوئی“ ہو سکتا ہے کہ اس پر معمول ہو کہ عین نسبت سلب ہو جائے اور اس کا اثر ابھی
 باقی ہو اور آپ نے اس کو بے کم و کاست عین نسبت سمجھ لیا ہو، جیسا کہ اگر کسی چنگاری کو بجھا دیں اور حرارت
 کا اثر اس میں بھی باقی رہے تو یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے مقدمات سلب کو سلب سمجھ لیا ہو اور دراصل
 سلب مستحق نہ ہوا ہو۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”نماز تہجد کے بعد جب بیٹھا ہوں تو اپنے اندر افلاس کھوا
 کوئی توجہ اور کوئی شغل کچھ نہیں پاتا“ میرے مخدوم! جو چیز ممکن کی ذاتی ہے وہ فقر و افلاس ہے جو مال
 بھی اس کے اندر ظاہر ہے وہ عاریتی و انعکاسی ہے جس کو ممکن نے اس بے بنیاد دید اور اس بود بے بود
 (ایسا وجود جو بمنزلہ عدم ہے) کی وجہ سے اپنے آپ کو کامل و خیر خیال کیا ہے اور اس بے بنیاد پر بنیاد
 دراز رکھی ہے اور اپنے مالک کے ساتھ کمالات میں شرکت کا دعویٰ ظاہر کیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ
 کی عنایت کی سبقت سے وہ جان لیتا ہے کہ اس کی ذات عدم ہے اور یہ تمام کمالات عاریتی اور
 امانتی ہیں تو وہ ضرور کمالات کو اصل کے ساتھ ملا ہوا پائے گا اور امانت کو اہل امانت کے سپرد
 کر دے گا اور اپنے ذاتی فقر اور پیدائشی افلاس کے ساتھ متحقق ہو جائے گا۔

آپ نے لکھا تھا کہ نماز میں خاص حضور رکھتا ہے کہ جس میں کوئی سُستی نہیں ہے“ میرے
 مخدوم! یہ حالت اصل (عمدہ) ہے اور نماز کے اندر کی کیفیت نماز سے باہر کی کیفیت پر فوقیت
 رکھتی ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۹

مولانا محمد حنیف کے نام تعمیر اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

برادر گرامی مولانا محمد حنیف اس خستہ دل و دلش (کی جانب) سے سلام عاقبت انجام پڑھیں! ایک مدت ہو گئی کہ اس بھائی کی کوئی خبر نہیں پہنچی دل منتظر رہتا ہے، میرے محذوم! کام کرنے کا وقت ہے نہ کہ باتیں کرنے کا، اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ منور رکھیں اور کلمہ طیبہ و کلمہ توحید کے تکرار (بار بار پڑھنے) سے ہمیشہ زبان کو تر رکھیں اور کلام مجید کی تلاوت سے وقت و حال کے موافق کچھ حصہ حاصل کریں اور طویل قیام کے ساتھ نماز (نوافل) ادا کرنے سے محروم نہ رہیں اور علم سیکھنا و سکھانے پر حریص رہیں، جاءت الراجفة تتبعها الرادفة (پہلا نفخہ صویر آپنی جس کے بعد دوسرا نفخہ صویر ہوگا)۔

مکتوب ۲۰

بزرگ مولانا محمد حنیف کے نام اُن کے اس عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ گوشہ نشینی کے شوق اور ان کے دوستوں کے احوال پر مشتمل تھا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، آپ کا لرامی نامہ پہنچا مسرور و خوش وقت کیا اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے کہ آپ عاقبت سے ہیں اور محبت کا رشتہ اور باطنی رابطہ ہمیشہ ترقی پر ہے، آپ نے احوال و معارف و حقائق کی تفصیل کے جلنے اور طالبین کے احوال کی تفصیل منکشف ہونے وغیرہ کے بارے میں بعض آرزوؤں کے حاصل ہونے کی درخواست کی تھی، امیدوار ہیں اور جو کچھ اس وقت حاصل ہے اس کا شکر ادا کرتے رہیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ لَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ شَكَرًا ذِكْرًا لَّكَ تَوْفِيقًا میں نہیں اور زیادہ دوں گا بندہ کو آرزو سے کیا کام، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی ایسے امر کی تمنا کرتا ہے جو اس کے مقدر میں نہیں ہے، حضرت کلیم (موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے) اللہ تعالیٰ کے دیدار کی طلب کی وہ بالفعل (اس وقت) وقوع میں نہیں آیا اور حکم ہوا اِیْمُوْسٰی اِنِّیْ اصْطَفٰیْتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسَالَتِیْ وَبِکَلَامِیْ فَخُذْ مَا اَتٰیْتُكَ وَکُنْ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ (اے موسیٰ! بیشک میں نے تجھ کو لوگوں پر اپنی پیغام رسانیوں اور اپنے کلام کے ساتھ منتخب کر لیا ہے پس جو چیزیں تجھ کو دیتا ہوں اس کو لے لے)

اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا۔

آپ نے لکھا تھا "تقریباً ایک سال ہو گیا ہے کہ یہ خیال بہت زیادہ بڑھ گیا ہے کہ لوگوں کی آمد و رفت بند کر دے بلکہ گھر بازار اور ساز و سامان کو چھوڑ کر کسی کونے میں جا بیٹھے اور اپنے گناہوں کا ماتم کرتا رہے لیکن آپ سے ڈرتا ہے۔" میرے محروم! آپ کس لئے ڈرتے ہیں، کون ہے جو یہ آرزو دل میں نہیں رکھتا، گوشہ نشینی مسعود و مبارک ہے بشرطیکہ مخلوق کے حقوق ضائع نہ ہوں اور بشر فی اللہ صحبت اگر کبھی کبھی واقع ہو جائے تو وہ گوشہ نشینی کے مقصد کے منافی نہیں ہے، العزلة مینة الصديقین (گوشہ نشینی صدیقین کی تمنا ہے) آپ نے سنا ہو گا کسی نے خوب کہا ہے ۵

بکنج غارے خلوت گزینم از ہر خلق گراں لطیف جہاں یار غار یابا شد

(اگر وہ لطیف جہاں ہلایا یا غار ہو جائے تو میں کسی غار کے کونے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کروں) آپ نے جو ملا علی محمد و ملا عبد السلام کے احوال لکھے تھے اور یہ بھی لکھا تھا کہ "جو نسبت مجھ سے ظاہر ہوتی ہے اُن سے بھی ظاہر ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ" اس کے مطالعہ نے بہت زیادہ مسرت بخشی، یہ احوال اعلیٰ اور پسندیدہ ہیں اور کام کی تکمیل کا پتہ دینے والے ہیں۔ جو خط ملا پائیدہ محمد نے اپنے احوال کے اظہار میں لکھا تھا وہ بھی پہنچا اس نے بے کیفی و بے رنگی کی نسبت کے حصول اور اس پر لزت کے مرتب ہونے اور نفس امارہ کے متشکل ہونے اور اس نسبت کے تمام وجود کو گھیر لینے اور احاطہ کرنے اور سب سے پہلے پوست (کھال) میں محویت و ذنابت سرایت کرنے اور اس سے گذر کر گوشت میں پھر ہڈیوں میں اور اس کے بعد ظاہر سے باطن میں سرایت کرنے اور بے چین ہو جانے اور نعرہ مارتے کہ یا الہی! میں نے کیا کیا ہے کہ تو نے مجھ کو نیست و نابود کر دیا اور یہ الہام سننے کہ هذا جذباتہ من جذبات الحق [یہ حق تعالیٰ کے جذبات ہیں سے ایک جذبہ ہے] خوش ہو جا، اگرچہ میں نے تجھ کو نیست کر دیا ہے لیکن تیرا معاملہ اچھا کر دیا ہے، اس کے بعد یہ الہام ہونے کہ هذا الطف من الطاف الحق و هذا مقام جمع الجمع لا وصف له ولا بیان له [یہ حق تعالیٰ کے الطاف ہیں سے ایک لطف ہے اور یہ جمع الجمع کا مقام ہے اس کا کوئی وصف بیان نہیں اور عدم و فنا بیت عرش سے فرش تک تمام موجودات کو احاطہ کرنے اور نگاہ کے آئین میں سرایت کرتے، اس کے بعد پھر شعور میں آجانے اور یہ آواز سننے کہ تیرے معاملہ کی انتہا یہاں تک ہو گی، میں نے تجھ کو بندگی اور آزادی کی نسبت کے درمیان اختیار دیدیا ہے اور ان عروجات سے تزلزل میں آنے کے بعد آسرو رین و دنیا (نبی کریم) علی الصلوٰۃ والسلام (کی بارگاہ) سے بندگی اختیار کرنے کی بشارت پانے اور واقعہ کے دیکھنے کی بابت جو کچھ لکھا وہ سب واضح ہوا، اعلیٰ اور دل پسند چیزیں ہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

ن۔ اس کے بعد ایک نسخہ میں یہ اضافہ ہے: آپ نے لکھا تھا کہ "ملا علی محمد نے جو خط فقیر کے نام لکھا تھا وہ کسی شخص کے ہاتھ سے

مکتوب ۲۱

میرزا غضنفر کے نام نصیحت و تنبیہ و حفظ اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، امید ہے کہ وہ عزیز (آپ) عافیت و جمعیت کے ساتھ ہوں گے اور شریعت عالیہ و سنت مصطفویہ علی مصدر رہا الصلوٰۃ والسلام و النجیہ پر استقامت و استقامت (ہمیشگی) رکھتے ہوں گے، قشر (چھلکے) سے مخزنک آئیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں، مراقبہ کی ہمیشگی اور خطرات کی نفی میں پوری پوری کوشش کریں تاکہ حضور مع اللہ دل کا ملکہ ہو جائے اور اس کی لازمی (طبعی) صفت ہو جائے اور وہ حضور کہ جس کے پیچھے غیبت ہو ہمارے طریقہ میں کچھ زیادہ معتبر نہیں ہے۔ حاصل کلام چند روزہ زندگی بہت شہیت ہے، پیرائش سے جو کچھ مقصود ہے وہ اس تھوڑی فرصت میں حاصل کرنا چاہئے ورنہ حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں ہے، کام کرنے کا وقت گزر جا رہا ہے، علم ہونا شرط ہے، امید ہے کہ اس دور افتادہ کو سلامتی خانہ کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں گے۔ والسلام

مکتوب ۲۲

مولانا محمد حنیف کے نام قناعت و تعمیر وقت پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بہرے بزرگ بھائی مولانا محمد حنیف اس دور افتادہ (کی جانب) سے دعا پڑھیں روزمرہ کے امور شکر کے لائق ہیں، امید ہے کہ آں برادر عزیز (آپ) بھی عافیت و جمعیت کے ساتھ ہوں گے اور جو چیز کہ باطنی جمعیت کے منافی ہے اس سے فارغ ہوں گے، اپنی روزانہ کی خوراک (روزی) کی سعی میں اپنے آپ کو پریشان نہ کریں، حتیٰ سبحانہ و تعالیٰ بندوں کے رزق کا کفیل ہے، اگر تھوڑی کوشش سے کوئی چیز حاصل ہو جائے تو اچھا ہے ورنہ اس کے پیچھے نہ دوڑیں اور اہل غفلت کی صحبت سے باطن کے کارخانہ میں خلل نہ ڈالیں اور بارگاہِ قدس میں دائمی توجہ و اقبال کو بلا وجہ ہاتھ سے نہ دیں، اور اگرچہ باطن کو دائمی اقبال (توجہ) حاصل ہو (تاہم) ظاہر کو بھی اُس سے جدا نہ کریں۔ والسلام

مکتوب ۲۳

مولانا ابوالفضل کشمیری کے نام مقام اخلاص کی تحقیق اور دائمی حضور پر غیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

گرامی نامہ پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور نیز فقر کی یاد سے فارغ اور بے مثل مطلوب کے شوق سے خالی نہیں ہیں، حق سبحانہ اس شعلہ شوق کو بھڑکائے اور محبت کی آگ کو باطن میں روشن کرنے تاکہ ماسوی اللہ سے کلی طور پر یابی دلائے اور قرب معرفت بسیط کے مراتب تک پہنچائے۔ آپ نے کتابوں کے مطالعہ اور علوم کے درس میں مشغول ہونے کی بابت لکھا تھا نیک و مبارک (کام) ہے اللہم زد [لے اللہ اور زیادہ فرما] لیکن اس قسم کے نیک اعمال کو وسیلہ سے زیادہ نہ جانیں اور مقصد اعلیٰ کو اس کے ماوراء تصور کریں۔ شریعت کے تین جزو ہیں: علم، عمل اور اخلاص، علم و عمل کے ذمہ دار علمائے نظام ہیں اور اخلاص کی حقیقت جو کہ تیسرا جزو ہے معرفت سے مربوط اور صوفیائے کرام سے وابستہ ہے جو کہ علمائے باطن ہیں۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اخلاص کی حقیقت الہیہ اس لئے کہ اخلاص کی صورت عوام کو بھی حاصل ہے، اخلاص کی صورت یہ ہے کہ عمل میں تصنع و تکلف کا محتاج ہو اور نیت کے حاضر کرنے پر موقوف ہو، اس اخلاص کے لئے دوام نہیں ہے اس (اخلاص) کا حامل کبھی اخلاص کے ساتھ ہے اور کبھی اخلاص کے بغیر مخلص (بکسر لام) ہے، ف المخلصون علیٰ خطر عظیم (اور مخلص بہت بڑے خطر میں ہیں) آپ نے سنا ہوگا۔ اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ (وہ عمل) کسب و تصنع سے خالی ہوتا اور تکلف سے بے نیاز ہو کر دوام حاصل کر لیتا ہے، اس اخلاص کا حامل جو کہ لام کی زبر کے ساتھ مخلص ہے نیت کے صحیح کرنے کا محتاج نہیں ہے اور اس کی نیت فنا و بقا کے ساتھ درست ہو چکی ہے، اس کا نفس امارہ جو کہ صفات ذمیرہ (بری صفات) کا مقام ہے اپنے مولانا پر قربان ہو چکا ہے اور اطمینان کے ساتھ جا ملا ہے۔

میرے مخدوم! آپ نے اپنے باطنی سبق کے بارے میں کچھ نہیں لکھا اور اس کے شکر و شکایت کے بارے میں کوئی حرف تحریر نہیں کیا، اس نعمت عظمیٰ کو ہاتھ سے نہ دیں، ذکر قلبی پر اس قدر مداومت کریں کہ ذکر دل کی صفت و ملک ہو جائے اور یاد کرد کے تکلف سے چھوٹ جائے اور ظاہر کی غفلت اس میں سرایت نہ کرے اور نیند و بیداری اس حصول میں یکساں ہو جائے۔ ع
ایں کا بدولت است کنوں تا کراد ہند (یہ بہت بڑی نعمت ہے دیکھئے اب کس کو دیتے ہیں)۔

ہمت کو بلند رکھیں اور مطلبِ اعلیٰ کے سوا کسی اور چیز کے ساتھ خوش نہ ہوں، ان اللہ یحبہ الی اللہ
[بیشک اللہ تعالیٰ ہمتوں کو بلند ہونے کو پسند فرماتا ہے والسلام اولاً و آخراً۔]

مکتوب ۲۳

مولانا محمد حنیف کے نام تفویض و تسلیم کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حامداً و مصلياً علی رسولہ الکریم اما بعد، روزمرہ کے امور لائقِ شکر ہیں۔
اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و ثابت قدمی اور استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے، آپ کے گرامی نامے
یکے بعد دیگرے پہنچے اللہ تعالیٰ آپ کو مقاصد کی انتہا تک پہنچائے اور صباحت و ملاحت کے کمالات
سے کچھ حصہ سیر فرمائے اور صباحت کو ملاحت کی چاشنی کے ساتھ مرکب فرمائے۔ اندہ قریب عجیب
[بیشک وہ قریب (اور) دعا قبول کرنے والا ہے]۔

آپ نے اس طریقہ کی ترویج اور سنتِ عالیہ کی تجدید اور بدعتِ ناپسندیدہ کو مٹانے کی
آرزو کی تھی، اس کو عالم الغیب و حکیم مطلق کی بارگاہ میں تفویض کیا ہوا رکھیں جو کچھ اس کی حکمت
ارادہ کا مقتضی ہے ظہور پذیر ہو جائے گا، قربِ قیامت کا زمانہ ہے اس طرح کے پُرفتن وقت میں
ایمان سلامت لیجنا بہت غنیمت ہے۔ حاصلِ مطلب یہ ہے کہ دعا و توجہ اس امر میں تفویض کے منافی
نہیں ہے، منافی تفویض ماسوا کے ساتھ ہونے کی التجا کرنا ہے آزار کا وہم جو آپ نے اس جانب سے
خیال کیلئے محض توہم ہے، یہاں پوری طرح صفائی ہے۔ ملا عوض اور الخ بیگ کی تحریر کی نقل جو
آپ نے بھیجی تھی اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوا، صحیح احوال ہیں، اگر استخارہ کے بعد الخ بیگ کے
لوگوں کی ایک معینہ تعداد کو طریقہ سکھانے کی اجازت دیدیں تو گنجائش ہے، صحبت کی تاثیر و استقامت
اور ترقی ظاہر ہونے کے بعد اس تعداد پر اضافہ کریں اور صوفی نظر کے احوال بھی بہت عمدہ ہیں اور ایک
دوسرے دوست کے خطرات کی نفی اور توجہ کی تاثیر کے متعلق جو آپ نے لکھا تھا اور اس کو تعلیمِ طریقہ
کی اجازت دینے کے بارے میں دریافت کیا تھا واضح ہوا، اگر استخارے رہنمائی کریں اور اس کے احوال
اطوار کی استقامت ظاہر ہو جائے تو استقامت کی شرط کے ساتھ اجازت دیدیں۔ والسلام علیکم
و علیٰ سائر من لدیکم من اہل طریقہ۔ (آپ پر اہل طریقہ میں سے جو لوگ آپ کے پاس ہیں ان
سب پر سلام ہو۔)

مکتوب ۲۵

نیز مولانا محمد حنیف کے نام سنت کو زندہ کرنے اور فقر و رعب و تقویٰ پر رہائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
 حمد و صلوة اور تسلیات بھیجنے کے بعد عرض ہے کہ اس حرد کے فقر کے احوال و اطوار
 حمد کے لائق ہیں، ایک نذر ہو گئی ہے کہ آپ کا کوئی خط نہیں پہنچا دل منتظر مبتلا، اللہ تعالیٰ ظاہری
 عاشیت اور باطنی جمعیت کے ساتھ رکھے اور تفرقہ ڈالنے والے لشکروں (اسباب) کے تفرقہ سے
 مامون و محفوظ فرمائے، پیغمبر علی آلہ الصلوٰۃ والسلام والحقہ کی سنت کو زندہ کرنے میں کمر ہمت
 باندھیں، بدعت کے اندھیروں میں کہ جنہوں نے دنیا کو گھیرا ہوا ہے خاص طور پر ایسے
 وقت میں سنت کو زندہ کرنا ایک بہت بڑا کام ہے، من اجیاسنتی بعد ما امیتت فذلہ اجر
 مانہ شہید [جس نے میری کسی سنت کو جو مردہ ہو چکی ہے زندہ کیا تو اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر ہے]
 آپ نے سنا ہو گا اور بالداروں کی صحبت کی طرف راغب نہ ہوں اور فقر و نامرادی کو عزیز جانیں
 اور ورع و تقویٰ (پرہیزگاری) کو جان کے ساتھ طلب کریں اور گناہ کو متھوڑا نہ جانیں اور اس دور افتادہ
 کو دعائے خیر سے نہ بھلا لیں۔ ع

ایں کار دولت است کنون تا کرد ہند (یہ صیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو غایت کرتے ہیں) والسلام علیکم

مکتوب ۲۶

ملاحظہ کے نام شرک خفی کے دقائق سے رہائی پانے اور کلمہ متعارفہ لایذکر اللہ الا اللہ
 کی حقیقت و تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے وَتَحْسِبُهُمْ آيَاتًا وَهُمْ رُقُودٌ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمَيْنِ
 وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَالْأُتْرَاقُ كَوَاجِدٌ ۖ هُمْ يَلْمُوكَ ۖ وَاللَّهُ يَلْمُكَ ۖ إِنَّكَ خَافُكُ ۖ وَتَحْسِبُهُمْ
 آيَاتًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمَيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۚ وَالْأُتْرَاقُ كَوَاجِدٌ ۚ هُمْ يَلْمُوكَ ۚ وَاللَّهُ يَلْمُكَ ۚ إِنَّكَ خَافُكُ ۚ
 پلٹ دیتے ہیں [مکمل کے آیتے میں وجود اور اس کے توابع یعنی اوصاف کمال کے ظہور نے ممکن کو
 اس کی ظاہر بینی کی وجہ سے خیر و کمال کے وہم میں ڈال دیا ہے اور اس وہم کی وجہ سے اس نے اپنی ذاتی
 عدمیت اور پیدائشی نقص و شرات کو فراموش کر دیا، اور اس بے بود نمود پر بنیاد دراز رکھی ہے اور

اپنے مالک کے ساتھ کمالات اور اس کے مخصوص اوصاف میں شرکت و ہمسری کے دعوے کا مایخولیا (جنون) پیدا کر لیا ہے، تیز نگاہ والا شخص ہمیشہ اپنی عدمیت اور ذاتی شہرت کو مشاہدہ کرنے والا ہے اور کمال و جمال کو اصل سے دیکھتا ہے اور عاریت و امانت سے زیادہ تصور نہیں کرتا اور (جملہ) امور میں تدبیر و تصرف کرنے والا حق تعالیٰ کو پاتا ہے، بندگی کی حقیقت کا حاصل ہوتا اسی مقام میں ہے اور نفس امارہ کی انانیت (نہیں پن) جو کہ ابلیسی جز، (ناری جز) سے پیدا ہوتی ہے اس رہائی اسی مقام میں ہے، اس راہ کے سالک کے لئے ضروری و لازمی ہے کہ پہلے اپنے بندہ ہونے کو ثابت کرے اور نفس کی بندگی (فرمانبرداری) اور خواہش کی پرستش سے باہر ہو جائے اور آقا ہونے کی شرکت اور ہمسری کا دعوے کرنے کے مایخولیا سے رہائی حاصل کرے تاکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے الطاف اور بے انتہا عنایات کا مورد (محل ورود) ہو جائے جس قدر وہ (بندگی) زیادہ ہوگی اسی قدر یہ (الطاف و عنایات) زیادہ ہوں گی، جس عارف کو یہ نفی و رہائی حاصل ہو گئی ہے وہ یہ خیال نہ کرے کہ اس نے نفی کے کام کو پورا کر لیا ہے اور رہائی کی حقیقت کو پہنچ گیا ہے، (ابھی) اس قدر گھایاں اور رکاوٹیں درمیان میں ہیں کہ شمار سے باہر ہیں، سالک بیچارہ پہلے قدم سے ہی اپنی عدمیت (فنایت) کے ساتھ لب کشائی کرتا ہے اور اس رہائی کا ترانہ گاتا ہے اور بشریت کے وجود کی نفی کرتا ہے اور جہان تک وہ جاتا اور عروج حاصل کرتا ہے اس نفی و عدمیت کے مراتب طے کرتا ہے، دیکھیں کون صاحب نصیب ہے جو اس معاملہ کے انجام تک پہنچے اور اس رہائی کی حقیقت سے واصل ہو جائے۔

کیف الوصول الی سعادہ و دودھا قلل الجبال و دودھن خیوف

[میں سعادہ (محبوبہ) تک کس طرح پہنچ سکتا ہوں (کیونکہ) میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی چوٹیاں اور غار جات ہیں] اجتہاد و اصطفا، (جذب) کے بغیر اس انتہائی درجہ تک پہنچنا بہت ہی دشوار ہے اہل انانیت (اہل سلوک) کو اس مقصد کا حاصل ہونا دشوار ہے، جس قدر یہ رہائی اور فنایت حاصل ہو جائے غنیمت ہے اور اسی قدر قرب کے مدارج اور انبساط کے مراتب حاصل ہیں، اہل اللہ کے قدموں کا ایک دوسرے سے بڑھ کر ہونا اس نسبت عالیہ کے تفاوت (کے اعتبار) سے ہے، اس راستہ کا سالک اس رہائی کی حقیقت اور اس نسبت عالیہ کو پہنچنے سے پہلے کلمہ نفی و اثبات کے تکرار سے گویا اپنی الوہیت (موجود ہونے) کا اثبات کرتا ہے اور چونکہ وہ نفی کے مراتب ابھی اپنے سامنے رکھتا ہے اور ابھی (انہیں) انجام کو نہیں پہنچایا ہے (اس لئے) اس کا اثبات بھی راستہ ہی میں (ناقص) ہے اور مختصر یہ کہ (اس کا اثبات) مثبت حقیقی (اللہ تعالیٰ) تک پہنچنے کے لائق نہیں ہے اور اس کے کہنے والے میں معلق ہے لایذکر اللہ

الا اللہ [اللہ کا ذکر اللہ ہی کرتا ہے] کی حقیقت (کے حصول) کے بغیر اس گرواب سے رہائی کی کوئی صورت نہیں ہے، اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ "لا یدکر اللہ" (الا اللہ) کی حقیقت کے بغیر (یہ) اس لئے ہے کہ اس کی صورت تو سالک کو ابتدا میں بھی حاصل ہو جاتی ہے اور چہاں تک جاتا ہے گویا اس کلمہ کے ساتھ جاتا ہے، اگر فنا سے پہلے اس کلمہ کے ساتھ مکمل ہے جیسا کہ تجلی صوری والے اصحاب تو اس کا اللہ (کہنا) تعین امکانی پر واقع ہے کہ جس کو اُس نے حقیقت کے عنوان سے جانا ہے اور یہ تعین نفی کے قابل ہے اور اگر فنا کے بعد اسما و صفات و حیوانات کے مراتب میں اس کلام کے ساتھ مکمل ہے تو اس کا اللہ (کہنا) ان مراتب پر واقع ہے اور یہ سالک کے اصول کے مراتب میں جو کہ وجوب و امکان کے درمیان بزرخی ہیں، دونوں طرف کے اعتبار سے ایک لحاظ سے نفی میں داخل ہیں اور ایک لحاظ سے اثبات میں داخل ہیں، ایک لحاظ سے مقاصد ہیں اور ایک لحاظ سے مقاصد نہیں ہیں، مثبت اور آخری مقصد ان مراتب کی اور اگر اور لا یدکر اللہ کا اللہ کی حقیقت اس آخری درجہ تک پہنچنے سے وابستہ ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جب تک عالم دنیوی قائم ہے سالک نفی کے مقام میں ہے اور نفی سے چارہ نہیں رکھتا، مرتبہ اثبات کا کامل طور پر حاصل ہوتا عالم آخرت میں ہے لیکن جس کی دنیا کو آخرت بنا دیا گیا ہو اس کے لئے اس عالم میں مرتبہ اثبات سے وافر حصہ حاصل ہونا جائز ہے۔

اگر این لحظہ ممکن کا ریشہ نیست ز بخت مقبلاں این ہم عجب نیست
[اگرچہ اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہو (لیکن) اقبال مندوں کے نصیب سے یہ بھی عجب نہیں ہے]
تنبیہ: کوئی سادہ لوح نفی کے معاملہ کے انجام سے (یہ) خیال نہ کرے کہ ممکن امکان سے نکل جاتا ہے اور وجوب کے ساتھ جاتا ہے اور حقیقت تبدیل ہو جاتی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ خواہش و تعلق کو چھوڑ دیتا ہے اور شرک خفی کے دقائق اور نفسانی خداؤں سے رہائی پالیتا ہے اور نفس رذائل سے پاک صاف ہو جاتا ہے اور بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کچھ تیرا مقصود ہے وہ تیرا معبود ہے پس جہتک ان دقائق میں سے کوئی دقیقہ باقی ہے اپنی الوہیت (خدا ہونے) کے گرواب سے پوری طرح باہر نہیں آتا، اس رہائی کی دشواری ہی باعث بزرگوں نے کہا ہے کہ
ہر چند کہ مطمئنہ گردد ہرگز صفات خود نہ گردد
[اگرچہ نفس مطمئنہ ہو جائے (بھری) وہ اپنی صفات سے ہرگز نہیں پھرتا]۔

اور یہ واقعہ بھی اسی مقام کی تراکت سے ہے جو کہ منقول ہے کہ (ایک دفعہ) جب لوگوں نے محمد معشوق طوسی کو زبردستی نماز کے لئے کھڑا کر دیا، جب وہ آیت کریمہ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تُعْبَدُوْا شَیْءًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (تم تیری ہی عبادت کرتے ہیں)

پہنچے تو اُن کے جسم کے ہریال کی جڑ سے خون (کا) قوارہ (جاری) ہو گیا، اس کے بعد انھوں نے کہا کہ میرا حکم عائضہ عورت کی مانند ہے یعنی عائضہ عورت ظاہری نجاست سے آلودہ ہے اور اس وجہ سے نماز اس سے ساقط ہے میں بھی باطن کی نجاست سے آلودہ ہوں اور میری عبادت خالص نہیں ہے اور چونکہ انھوں نے اپنے حال و وجدان کے برخلاف اس کلام کے ساتھ حکم کیا (اس لئے) اس کی ہیبت (اُن کے) ہریال کی جڑ سے خون جاری ہو گیا اور (ان کا) ظاہر بھی نجاست سے آلودہ ہو گیا اور عائضہ عورت کی طرح نماز کا مانع ہو گیا۔ والسلام

مکتوب ۲

۵۳

مولانا محمد ضیف کے نام اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مقدس بارگاہ میں پوری طرح متوجہ ہوتے اور اس تعالیٰ شانہ کے ماسوا سے رُوگردانی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس صدور کے فقرائے احوال حمد کے لائق ہیں، اس تعالیٰ شانہ سے آپ کی سلامتی و استقامت کی دعا کی گئی ہے، معلوم نہیں کہ آپ کس وضع کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اور کن لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے ہیں اور وقت عزیز کس چیز میں صرف ہو رہا ہے ایسا نہ ہو کہ ایام جدائی کی درازی نے کوئی تاثیر کی ہو اور کوئی فتور پیدا کیا ہو، اس فقیر کو یہ فکر لاحق ہے۔

خواجہ شہداء ندیدہ دہیں فکر جگر سوز کا غوش کہ شہر منزل آسائش خواہت [اس جگر سوز فکر میں میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی کہ تیری نیند کی منزل و آسائش کس کی آغوش میں] (اپنے) والد کے پس ماندگان کو نزدیک کرنے کے ساتھ اپنے آپ کو بلال (آزما تاش) میں نہ ڈالیں اور منعم حقیقی جل سلطانہ سے دوری تلاش نہ کریں اور بزرگانِ طریقت کی شرم کو ملحوظ رکھیں، الحیا و شجۃ من الايمان [چار دفتر، ایمان کا ایک جزو ہے] آخر کار آپ ہر چیز سے اس سبب کی طرف رخ کرینگے اور سب کو اس تعالیٰ شانہ کے سپرد کریں گے اور بے فائدہ حسرت اپنے ساتھ لیجائیں گے، جو چیز آخر کا بے اختیار ہونے والی ہے اس کو آج ہی اپنے ساتھ لازم کیوں نہیں کر لیتے اور سب سے دست کش ہو کر عز و استغناء کے دامن کو مضبوطی سے کیوں نہیں پکڑتے، نامرادی کے گوشہ کے برابر کونسا گوشہ ہو سکتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے۔

اگر ہزار غم بہت از جہانیاں بردل ہمیں بس است کہ او غمگسار با شد
 بکنج غارے خلوت گزینم از ہمہ خلق گراں لطیف جہاں یار غار با شد
 [اگر دنیا والوں (کی طرف) سے ہزاروں غم دل پر ہوں تو یہی کافی ہے کہ وہ (عالی شائے) ہمارا غمگسار ہے،
 اگر وہ لطیف جہاں ہمارا یار غار ہو جائے تو میں کسی غار کے کونے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کر لوں۔]
 بعض ضروری امور تھے جو اس مکتوب میں درج کرنے تھے، چونکہ وقت تنگ تھا تحریر نہ کر سکا
 مہل کلام یہ ہے کہ دعا سے غافل نہ رہیں اور احوال لکھتے رہیں اور خط کا لانے والا ملاقات جو کہ حضرت
 مخدومی و ملاذی میاں جیو (خواجہ محمد سعید خازن الرحمہ قدس سرہ) کے خاص خدمت گاروں میں سے ہے
 امور خیر میں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۸

سیادت پناہ محمد امین بخاری کے نام تمکین حاصل ہونے پر لالت اور کمال فہر پر غیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، گرامی نامہ نے مشرف کیا، اپنے دل جمعی کی کمی اور
 واردات (کیفیات) کے نہ ہونے کی شکایت کی تھی۔ میرے مکرم! اگرچہ ظاہری دل جمعی میں فتور ہے
 لیکن امیر ہے کہ باطن کا معاملہ ترقی و زیادتی میں ہے، واردات کا بکثرت ہونا اور احوال میں تلون (زنگاری)
 مقام تلون کی خبر دینے والا ہے اور یا سوا کا نسیان اور قلب کے خطرات (خیالات) کا دور ہونا جس کا
 آپ یہاں کی حاضری میں پتہ دیتے تھے مقام تمکین سے ہے، اس مقام میں واردات و احوال کی کمی کوئی
 نقصان نہیں رکھتی کیونکہ یہ مقام مطلوب تک پہنچنے کی کھڑکی ہے، جو امور کہ (سلوک کے) راستہ میں ظاہر
 ہوتے ہیں وہ اگر اس جگہ میں نہ ہوں تو کچھ فکر نہ کریں جو امر آپ کے سامنے ہے اس میں مصروف رہیں اور
 عبادات و اذکار و مراقبات کے وظائف میں مشغول رہیں، اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ ارادوں
 اور مقاصد کی نفی کریں اور اپنی ذات سے وجود اور اس کے تابع کمالات کی نفی کریں تاکہ عدمیت ذاتی
 (ذات کا فنا ہو جانا) جلوہ گر ہو جائے اور نفسِ لمارہ کی انانیت زائل ہونے لگے اور ہمہ سری کے دعوے
 اور شرکِ خفی سے رہائی حاصل کر لے ممکن فی نفسہ عدم ولا شے ہے، اُس نے جہلِ مرکب کی وجہ سے اپنے
 آپ کو خیر و کامل تصور کیا ہے اور اس بے بنیاد خیال پر بنیاد دراز رکھی ہے، کسی نے خوب کہا ہے کہ
 وصافی خود بر غم حاسد تاکہ ترویج چنین متاع کا سدا تاکہ
 [تو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف بتل کرتا رہے گا، تو ایسی کھوٹی پورنجی نوکب تک، رواج دیتا رہے گا۔]

نصیبی ہے اگر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت و شگری نہ فرمائے اور اس بیچارہ کو ہلاکت کے گرداب سے باہر نہ نکلے، اسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۹

شیخ عرب بخاری کے نام گوشہ نشینی اور اغیار سے کنارہ کشی کرنے پر سنائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
جناب برادر عزیزم شیخ عرب اس خستہ دل درویش کا سلام عافیت انجام پڑھیں حکم احوال حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی ظاہری و باطنی استقامت کی دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! آپ کا رہنا اور آنا آپ کی مرضی پر موقوف ہے، استخارہ کے بعد دل کا رجحان جس طرف بے تکلف ہو اس کے مطابق عمل کریں، گوشہ نشینی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں اور حتی الامکان مخلوق سے الگ تھلگ رہیں مگر جو طالب حق اللہ تعالیٰ جل و علا کے لئے آئے اس کے ساتھ صحبت رکھیں اور طالبین کے آنے سے ڈرنے اور کانپتے رہیں، ایسا نہ ہو کہ حب جاہ و ریاست پیدا ہو جائے اور خفیہ طمع جگہ پالے اور مقصد عظیم میں خلل ڈال دے اور اس راہ سے بہت ڈرتے رہیں اور دعا و استغفار کرتے رہیں اس کے باوجود ان کے احوال میں مشغول رہیں اور ان کے ساتھ ہم نشینی رکھیں کیونکہ نیک کام کو بُرے خطرے کے ڈر سے ترک نہیں کر سکتے، اعمال و استغفار [عمل کرادراستغفار (بھی) کرے]۔

مکتوب ۳۰

۵۵

مولانا محمد حنیف کے نام وقت کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہ سے آپ کی عافیت اور شریعت مقدسہ و سنت عالیہ مصطفویہ علی مصداقہ الصلوٰۃ والسلام والتجہ پر استقامت کی دعا کی گئی ہے، امید ہے کہ وقت کی نگہداشت کرتے رہیں گے اور وقت و حال سے گزر جائیں گے اور احوال کے بدلنے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف دوڑیں گے اور مطلوب بے مثال سے ملنے کے لئے مستعد رہیں گے اور جو چیز کہ فنا ہو جائے اور قائم نہ رہنے والی ہو خواہ وہ ظاہری ساز و سامان سے ہو یا باطنی معاملات سے ہو اس سے یہ کہتے ہوئے زور دیاں رہیں گے:
إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَكْفِيكَ إِلَّا الْبَيْتُ

میں نے سب سے عیسوی ہو کر اپنا منہ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں) والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم من اخوان الدین (تم پر اور ان نبی بھائیوں پر سلام ہو جو تمہارے پاس ہوں)

مکتوبات

میرزا محمد شاہ کے نا ابلند ہمتی پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اللہ تعالیٰ اپنے ماسوا کی غلامی سے آزاد فرمائے، میرے مخدوم احق جل وعلا کے ماسوا کی گرفتاری شدید ترین قلبی امراض میں سے ہے اس کے ازالہ کی فکر بھی نہایت اہم کاموں میں سے ہے،

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است [اگر گھر میں کوڑا ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے]

اُس برادر بزرگ (آپ) کے مکتوب مرغوب نے موصول ہو کر خوش وقت کیا، حق جل وعلا کی یاد میں مشغول رہیں اور فنا میں کی صفت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دائمی حضور سے رہیں کہ اس مقام میں حضور خود بخود ہے، آپ نے لکھا تھا "تاکہ آذکر کلمات میں تم کو یاد کروں گا" کا نتیجہ جو کہ اسم المستکم کے ساتھ حق سبحانہ کی تجلی سے عبارت ہے شاید اُس پر مرتب ہو جائے۔ میرے مخدوم! اہمیت کو بلند رکھیں اور اسم و صفت سے ذات تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہ چاہیں اور بلندی سے پستی کی طرف مائل نہ ہوں اور آذکر کلمات (میں تم کو یاد کروں گا) کو عموم (حکیم عام) کے باوجود ایک اسم کی تجلی کے ساتھ خاص نہ کریں اللہ یحب معالی الہم! بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں بلند ہونے کو پسند فرماتا ہے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوبات

۵۶

خواجہ احمد بخاری کے نام ان کے واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اللہ تعالیٰ آپ کو النور الصادق حضور اتورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اپنے ماسوا کی غلامی سے آزاد فرمائے، آپ کے گرامی نامہ نے مسرور و خوشوقت کیا آپ جو روشن (واضح) واقعہ دیکھا تھا اور اس واقعہ میں بشارت پائی تھی کہ ہم آپ کو اولیاء اللہ کے مراتب کبریٰ سے گذار کر انبیاء کرام کے مراتب علیا تک لے آئے۔ پھر دوسرے واقعہ میں آپ نے

حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہ و تعالیٰ سرہ العزیز کو دیکھا اور سابقہ واقعہ کو ان عالی جناب کی خدمت میں عرض کیا ہے بہت خوب اور اعلیٰ ہے اس کے مطالعہ نے بہت زیادہ لطف اندوز کیا۔ یہ
می تواند کہ دہر اشک مرا حسن قبول آنکہ در سابقہ است قطرہ بارانی را

[جس (اللہ) نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے وہ میرے آنسوؤں کو بھی قبولیت کا شرف بخش سکتا ہے]۔
لیکن جان لیں کہ اس قسم کے واقعات بشرات ہیں، امیدوار ہیں کہ (اللہ تعالیٰ) اس معنی کو قوت سے
فعل میں لے آئے اور گوش سے آغوش میں پیچا دے اور دوسرا واقعہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ ”گویا آپ کسی
دیو (شیطان) سے جنگ کر رہے ہیں آخر آپ اس پر غالب آگئے ہیں“ یہ بھی عمدہ ہے، اللہ تعالیٰ دشمن لعین پر
غالب کرے اور اسلام حقیقی تک پہنچائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”میں نے ذکر نفی اثبات کو ایک سو ایک تک
پہنچایا ہے اگر حکم ہو تو اس پر اضافہ کروں“ میرے محرم! آپ نے بہت محنت کی ہے حق تعالیٰ اس پر اثر
مرتب فرمائے، اگر آپ تکلف کے بغیر اضافہ کر سکتے ہیں تو اضافہ کریں بعض، درست اس سے زیادہ کہتے
ہیں۔ آپ نے لکھا تھا ”ایک شخص کہتا ہے کہ تیری کشادگی دل کی ولایت سے ہے دل کی جانب مصروف ہو جا“
آپ جان لیں کہ انسان کا دل حقیقت جامع ہے اور عالم خلق و عالم امر کے لطائف کے درمیان برزخ
ہے اور عالم خلق و عالم امر کے کمالات کا جامع ہے جو فیوض کبیرا فیاض سے وارد ہوتے ہیں پہلے دل
میں آتے ہیں اور اس کے واسطے سے عالم خلق (کے لطائف) میں پہنچتے ہیں اور زبان ان کی ترجمانی کرتی ہے
اس کے باوجود عالم امر کے پانچوں لطائف میں سے ہر ایک کے لئے مخصوص کمالات اور الگ معاملات
ہیں اور ہر ایک کی ولایت دوسرے سے ممتاز ہے، بظاہر آپ کو حقیقت جامعہ قلبیہ کے ساتھ بہت زیادہ
متناسب ہوگی مقصد حق تعالیٰ تک وصول ہے خواہ کسی راستے سے بھی ہو، ملاقات کے وقت تک
عبادات کے وظائف اور مراقبات کے اذکار میں مشغول رہیں اور در افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے یاد کریں۔
والسلام

۵۴

مکتوب ۳۳

سیدہ بی بی کے نام وظائف طاعات پر ترغیب اور بعض ماثور دعاؤں کے بیان میں تحریر فرمایا۔
عصمت پناہ عفت درنگاہ ہمیشہ دینی سیرہ بی بی اس جانب سے سلام عافیت انجام پڑیں
اس ہمیشہ کو معلوم ہو کہ دنیا عیش و آسائش کی جگہ نہیں ہے کھیتی اور کام کرنے کی جگہ اور طاعت و
عبادت کا مقام ہے، عیش و آسائش آخرت کے لئے تیار کی گئی ہے اس جگہ کی محنت کا نتیجہ وہاں کی

راحت ہے، پس چاہئے کہ طاعات و عبادات کے وظائف میں خوب مشغول رہیں اور اوقات کو ذکر و قرآن سے آباد رکھیں، ذکر قلبی پر اس قدر مداومت کریں کہ دل کو ماسوائے حق سبحانہ سے کامل قطع تعلق پیدا ہو جائے اور ذکر و حضور دل کی صفت لازم بن جائے کہ ہرگز اس سے جدا نہ ہو، کلمہ لا الہ الا اللہ کو دل کی حضوری کے ساتھ زبان سے بکثرت کہیں تسبیح کے ساتھ ہو یا تسبیح کے بغیر، اگر تسبیح و شمار کے ساتھ کہیں تو ایک ہزار سے پانچ ہزار تک جس قدر کہہ سکیں کہیں اور اگر زیادہ کریں تو بہتر ہے اور نماز تہجد و اشراق و نوافل و نماز و ابین و (نماز) قیام اللیل ادا کرتی رہیں اور ہر فرض کے بعد اور نیز سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھیں اور نیز تینتیس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر پڑھیں اور تین بار استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو انھی القیوم و اتوب الیہ پڑھیں اور سورۃ اخلاص و معوذتین (سورۃ الفلق و سورۃ الناس) بھی پڑھیں اور ہر صبح و شام سو سو دفعہ سبحان اللہ و الحمد للہ پڑھیں اور نیز (ہر صبح و شام) سو سو بار سبحان اللہ اور سو سو بار الحمد للہ اور سو سو بار لا الہ الا اللہ اور سو سو بار اللہ اکبر پڑھیں اور نیز (ہر صبح و شام) دس دس بار درود شریف اور دس دس بار لا حول و لا قوۃ الا باللہ اور سوتے وقت بھی دس بار لا حول و لا قوۃ الا باللہ کہیں اور غروب آفتاب کے وقت ستر بار سبحان اللہ کہیں اور نیز ہر صبح کو اللہم ما اصبحت من نعمتک و باحد من خلقک فمنک وحدک ولا شریک لک فاک الحمد و لک الشکر کہیں اور شا کے وقت (مذکورہ دعائیں) ما اصبحت کی بجائے ما امس کی کہیں اور ہر روز یہ کلمات ایک بار پڑھیں سبحان القائم الدائم سبحان الحق القیوم سبحان الحق الذی لا یموت سبحان اللہ العظیم و الحمد للہ سبحان قدوس رب الملائکۃ و الروح سبحان العلی الاعلی سبحانہ و تعالیٰ اور نیز ہر روز سو بار لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین کہیں اور نیز پچیس یا ستائیس بار اللہم اغفر للمؤمنین و المؤمنات کہیں اور یا استغفر بھی پچیس بار ہر روز کہیں استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الرحمن الرحیم الحق القیوم الذی لا یموت و اتوب الیہ یا استغفر لی بزرگوں نے اس بنیل انقدر استغفار کی روز و شب مداومت کی ہے اور اس کے منافع و فوائد کو بہت زیادہ مشاہدہ کیا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اس استغفار کو ایک دن میں پچیس بار کہے گا وہ اپنے گھر میں اور اپنے آپ سے اور اپنے شہر سے کوئی ناپسندیدہ بات نہیں دیکھے گا اور حاجات برآی و حل مشکلات کے لئے کلمہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ یا سو بار کہیں اور اس کے اول و آخر درود نہایت پڑھیں جو سو بار سے کم نہ ہو۔

مکتوب ۳۴

سیادت پناہ جامع جلد ثالث حاجی محمد عاشور بخاری کے نام بعض اسرار غامضہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔
الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوات
اکمل التحیات اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی) صحبت کی برکت سے صحابہ کرام کمال درجہ کے زہد و تقویٰ (مخلوق
سے قطع تعلق کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا) توکل، انقطاع، ترک، صبر، قناعت اور ان کے مانند دیگر
اوصاف کمال سے موصوف ہوئے ہیں اور ان کی صورت و حقیقت (ظاہر و باطن) و قلب و قالب میں
یہ نسبت اور یہ کمال پورے طور پر سرایت کے ہوئے تھا، تمام اُنہیں خواہ کتنی ہی کوشش و سعی کریں اس
بلند درجہ تک نہیں پہنچ سکتے اور ان عظیم امور میں صحابہ کرام کی برابری نہیں پاسکتے، حاصل کلام مشارح
کامیاب کے اعلیٰ طبقہ کا قلب و قالب ظاہری ابتلاء کے ذریعہ سے اس نسبت عالیہ پر ہے اور انہوں نے
کامل جدوجہد سے اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ظاہری مشارکت ہم پہنچائی ہے، اور ہمارے
حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے لئے یہ کمال صورت و حقیقت و قلب و قالب کے ساتھ
ثابت ہے اور ان کے قلب کا طبقہ اعلیٰ و خیر القرون کے قلب کے ساتھ ظاہری و باطنی مشارکت کمال میں
کی وجہ سے بلکہ محض فضل و عنایت سے حاصل ہے اور حضرت عالی کے بعض اصحاب بھی اس نسبت عالیہ
کے امیدوار ہیں اور ان کے قلب و قالب کی صورت و حقیقت کو اس کمال کی بشارت دی گئی ہے۔
باکرمیاں کار ہادشوار نیست (کرمیوں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے)
ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو
چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)۔

مکتوب ۳۵

مولانا محمد صدیق پشاوروی کے نام بعض امور کبار میں جو کمال قابل قدر مرتب (ہوتے) ہیں اور
اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عارف ہر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ انہل مابہ کو ایک آن واحد دیا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کمال کے اعلیٰ مرتبہ پر ترقی عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ میں دیگر (عصر) کی نماز سے کچھ پہلے

بیٹھا تھا کہ اس شخص کو اس شخص سے لے گئے (یعنی مجھ خود سے وارفتہ کر دیا) وہ اُس وقت میں نہ اپنے آپ کو جوہر پاتا تھا نہ عرض، نہ جسم پاتا تھا نہ جسمانی اور نہ محدود پاتا تھا نہ غیر محدود، نہ اپنے آپ کو عالم میں اقل پاتا تھا نہ (اس سے) خارج، کان آنکھ بن گئے تھے اور آنکھ کان، بلکہ تمام اعضا آنکھ بن گئے تھے ہستی کا مطلق کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا تھا اور وجود و لازم وجود سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی تھی اور عالم کو اپنا ظل دیکھتا تھا۔ میرے مخدوم! اس قسم کے معاملات بقائے کامل کی خبر دینے والے ہیں جو کہ فیائے کامل پر مرتب ہوتی ہے اور بقائے ذات سے تعبیر کی جاتی ہے اور چونکہ وہ مرتبہ مقدسہ امکان کے اوصاف سے منزہ و پاک ہے (اس لئے) عارف بھی اس مقام میں اپنے آپ کو امکان کے اوصاف مثلاً جوہریت، عرضیت و جسم و جسمانیت سے بری پاتا ہے اور ذات تعالیٰ کی مانند اپنے آپ کو نہ عالم میں داخل دیکھتا، اور نہ عالم سے خارج، اور ذات تعالیٰ کا مرتبہ اگرچہ صفات کے مراتب سے ماوراء ہے لیکن صفات کے اصول کہ جن کو شیون ذاتیہ کہتے ہیں اس بارگاہ میں موجود ہیں اور چونکہ اس مرتبہ عالیہ میں تمیز مفقود ہے (اس لئے) یہ شیون ذات اقدس سے متمیز نہیں ہیں اور عین ذات ہیں اور اسی طرح ایک دوسرے سے بھی متمیز نہیں رکھتے اور ایک دوسرے کے عین ہیں اور نیز مرتبہ ذات تعالیٰ میں تبعض و تخری (ٹکڑے) اور اجزا ہونا نہیں ہے اس لئے ذات عز و جہانہ خود کامل طور پر ان شیونات میں سے ہر ایک کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بتمامہ علم بتمامہ قدرت (اور) بتمامہ ارادہ ہے، جو عارف متخلق (جو اس صفت کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے) بھی اس مقام میں اپنے آپ کے صفات میں سے ہر ایک کا عین دیکھتا ہے مثلاً اپنے آپ کو بتمامہ علم اور بتمامہ ارادہ پاتا ہے، تمام صفات کو اسی پر قیاس کر لیجئے اور صفات میں تمیز کرنا بھی مفقود پاتا ہے مثلاً علم کو عین سمع دیکھتا ہے اور سمع کو عین بصر پاتا ہے اور نیز اس مقام میں عارف عالم کو اپنا ظہور اور تفصیل پاتا ہے اور خود کو اس کا کل اور اجمال سمجھتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "ابتدا و انتہا اور ازل و ابد کے درمیان تناقض و منافات (تضاد) مطلقاً نہ مفہوم نہیں ہوتا۔" میرے مخدوم! مطلوب حقیقی جو تکہ زمان و مکان کی قید سے بالاتر ہے اگر اس کا طالب صادق بحکم تخلق (اس کی صفات کے ساتھ متصف ہونے کے اعتبار سے) اپنے آپ کو زمان کی قید سے خارج پائے اور ماضی و مستقبل اس کی نگاہ میں یکساں دکھائی دے تو کیا تعجب ہے، ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ اُس نے لکھا ہے کہ ممکن جب اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے قرب کے مقامات ہیں زمان کے دائرہ سے باہر پاؤں رکھتا ہے تو ازل و ابد کو متحد پاتا ہے الی آخر۔

مکتوب

علامہ عبدالرزاق کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، صلاح آثار برادر مہم علامہ عبدالرزاق نے چند سوالات کے لئے وقت کی گنجائش کے مطابق ان کے جواب میں کچھ لکھا جاتا ہے و یا اللہ العزیز والتوفیق۔
[اور اللہ تعالیٰ ہی شلٹی سے بچنے والا اور (حق کی) توفیق دینے والا ہے]۔

پہلے اور چھٹے سوال کا حاصل یہ ہے کہ ”بعض اوراد اور قرآن مجید کی سورتیں کہ اس طریقہ عالیہ میں داخل ہونے سے پہلے جن کے پڑھنے کا معمول تھا اب اُن اوراد کو عمل میں لائے یا نہ لائے، اور نماز تہجد و نماز صبحی (اشراق و چاشت) وغیرہ پڑھے یا نہ پڑھے اور قبض کے اوقات میں کتب فقہ و کلام کے مطالعہ اور قرآن مجید کی بعض سورتوں کے حفظ میں مشغول ہو یا نہ ہو؟۔ جواب: اس طریقہ کے بزرگ، مبتدی طالب کو اجازت نہیں دیتے کہ وہ مآخوذ ذکر کے علاوہ غیر از فرض و سنت مؤکدہ کسی اور امر میں مشغول ہو، اور یہ فقیر مبتدیوں کے لئے قدرے توسع (گنجائش) کر دیتا ہے، اور آپ کو جو کہ ابتدائی معاملہ سے کئی منزل ترقی کر چکے ہیں بطریق اولیٰ اجازت ہے کہ بعض مسنون اوراد پڑھتے رہیں اور نماز تہجد و صبحی (اشراق و چاشت) و اداب بن وغیرہ سنن زوائد میں سے بھی ادا کیا کریں، (نماز تہجد و قیام لیل کے متعلق) کہہ سکتے ہیں کہ صوفیہ عالیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ کی ضروریات میں سے ہر اور تعلیم و تعلم (پڑھنا اور پڑھانا) ہمارے طریقہ کے خلاف نہیں ہے بلکہ نیت صالحہ کے ساتھ باطنی نسبت کا مددگار ہے، دینی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہیں اور اُن کے سیکھنے اور سکھانے میں راغب رہیں، اس عظیم کام کے لئے ایک وقت مقرر کر لیں اور باقی اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ آباد رکھیں اور اگر قرآن پاک کی بعض سورتیں یاد کر لیں تو گنجائش ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ ”عوام میں مقرر ہے کہ فرائض و سنن کے ماسوا (کسی عمل میں) کسی بزرگ کی اجازت کے بغیر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہئے، حقیقت میں اسی طرح ہے یا نہیں؟۔ جواب: جوتیک
اماں آنسور علی آلہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معمول رہا
ہیں اور وہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خصوصیت نہیں رکھتے اُن کو آخرت کے ثواب کی نیت سے
بچانے میں اجازت کی ضرورت نہیں ہے، پیغمبر علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل ہی اجازت ہے

اور امت کے لئے سز ہے، ہاں بعض اعمال و اذکار و ادعیہ و رقیات (منتر و تونیڈا) حاجات براری اور حل مشکلات کے لئے ہیں کہ ان کی تاثیر استاد و مرشد کی اجازت پر موقوف ہے۔

تیسرا سوال: سرور کائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کی صحبت آپ کے رحلت فرما جانے کے بعد یداری کی حالت میں واقع ہے یا نہیں؟ اور واقع ہونے کی صورت میں مقبرہ مقدسہ (روضہ اطہر) کا جسد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم سے خالی ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے؟۔ جواب: اول یہ کہ خالی ہونا غیر مسلم ہے اس لئے کہ مشائخ امت ایک آن میں متعدد جگہوں میں حاضر (موجود) ہوئے ہیں جیسا کہ خواجہ بزرگ (حضرت نقشبند بخاری قدس سرہ) کے بارے میں منقول ہے کہ وہ افطار کے وقت سات جگہ حاضر ہوئے اور ہر جگہ افطار کیا اور حضرت (شاہ کمال قدس سرہ) کے متعلق بھی نقل کرتے ہیں کہ نماز کے وقت جس جگہ بیٹھے تھے وہیں بیٹھے رہے یہاں تک کہ نماز کا وقت گزر گیا، لوگوں نے خیال کیا کہ انھوں نے نماز نہیں پڑھی (لیکن) اسی وقت دوسری جگہ لوگوں نے دیکھا کہ انھوں نے نماز پڑھی۔ دوسرے یہ کہ مذکورہ امر کا محال ہونا غیر مسلم ہے کیونکہ جسد مبارک (صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم) سے خالی ہونے کی صورت میں روضہ منورہ میں روحی حضور پایا جاتا ہے اور اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ جسم سے خالی ہونا جس کا اوپر ذکر ہوا اس وقت لازم آتا ہے جبکہ جسد مبارک کا وہاں سے منتقل ہونا واقع ہو، جو چیزہ واقع ہوتی ہے وہ روحانی ملاقات ہے اگرچہ جسم کی صورت میں ظاہر ہو اور روح جسد اختیار کرے، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال (حقیقت حال کو اللہ سبحانہ ہی بہتر جانتا ہے)۔

چوتھا سوال: انبیاء علیہم الصلوات و التسلیمات قبور کے اندر حیات رکھتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر رکھتے ہیں تو کیا ایسی حیات رکھتے ہیں جیسی کہ دنیا میں رکھتے تھے یا کسی اور طرح کی ہے؟۔ جواب: حیات رکھتے ہیں، الا ان اولیاء اللہ کا یموتون ولكن ینتقلون من دار الی دار (آگاہ رہو کہ اولیاء اللہ مرنے نہیں لیکن ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں) لیکن (وہ حیات) دنیوی حیات کی طرح نہیں ہوتی کیونکہ وہ دنیا سے انتقال کر کے آخرت سے جاملے ہیں اور قرب کے درجات میں لطف اندوز و خوش ہیں الا نبیاء و یصلون فی قبورہم (انبیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں) آپ نے سنا ہوگا اور (روایات میں) جہاں کہیں ان بزرگوں پر موت کا لفظ استعمال ہوا ہے ان کے اس دار فانی سے انتقال فرمانے کے اعتبار سے اور شہداء اس بارے میں سبقت رکھتے ہیں اور ان کی حیات (کا ثبوت) زیادہ قوی ہے، انبیاء علیہم الصلوات

لہ اس سوال کی کیفیات و احوال کی مزید توضیح و تشریح کے لئے مکتوبات معصومیہ کا دفتر سوم مکتوب ۵ ملاحظہ ہو، اور اس کے جواب کیلئے دفتر سوم مکتوب ۱۲ ملاحظہ فرمائیں اس میں صریح ہے کہ یہ جزئی فضیلت کی طرف راجع ہے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے اور کلی فضیلت انبیاء علیہم السلام اور علماء کیلئے ہے۔ نیز دفتر سوم کا مکتوب ۱۲ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (مترجم)

والبرکات پر (لفظ) اموات کا اطلاق (استعمال) وارد ہوا ہے اور اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والوں پر
(اس لفظ کا استعمال) وارد نہیں ہوا ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ
وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل (شہید) کئے جاتے ہیں اُن کو مُردہ مت کہو بلکہ وہ
زندہ ہیں لیکن تم اس (زندگی) کا شعور نہیں رکھتے۔

پانچواں سوال :- اگر ختم کا ثواب کسی شخص کی روح کو بخشا جا رہا ہے تو پہلے سرور کائنات
علیہ افضل الصلوات والتحيات کی روح مبارک کو پیش کرنا چاہئے اس کے بعد میت کی روح کو بخشیں
اور اگر اس طرح نہ کریں تو جس شخص کی نیت سے پڑھا ہے اس کو ثواب نہیں پہنچتا اور نیز چاہئے کہ تمام
اہل ایمان کی ارواح کو نہ بخشیں ورنہ جس کی نیت سے پڑھا ہے اس کے ثواب کو تقسیم کریں گے۔ کیا
فی الواقع اسی طرح ہے یا نہیں؟ اور اگر فی الواقع اسی طرح ہے تو حضرات خواجگان کے ختم میں اس
طرح کیوں نہیں کرتے؟۔ جواب :- صدقہ کے ثواب کو اول پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک کو پیش کرنا اور میت کو آنسور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طفیلی بنانا مستحسن امور میں سے
ہے اور قبولیت کی اہمیت زیادہ ہو جاتی ہے اور قبولیت کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے، ایسا کرنا
صدقہ کے ارکان و واجبات میں سے نہیں ہے کہ اس کے بغیر صدقہ ہرگز قبول ہی نہ ہو، اور اگر آپ
اس بارے میں کوئی قابل اعتماد نقل رکھتے ہیں تو اس کو ظاہر کرنا چاہئے اور عمل (نیکی) کا ثواب تمام
مؤمنین و مومنات کی ارواح کو پیش کرنا بھی مستحسن ہے کہ ہر ایک کو پورا ثواب پہنچتا ہے اور جس کی نیت
سے پڑھا ہے اس کے ثواب سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے ”ورنہ جس کی نیت سے پڑھا،
اس کے ثواب کو تقسیم کرتے ہیں“ اس بارے میں کوئی نقل (روایت) ظاہر نہیں ہے بلکہ وہ جو آپ نے
لکھا ہے کہ ”خرانۃ الروایۃ میں اسی طرح ہے“ میرے مخدوم انجمن الروایۃ کو جب دیکھا گیا تو مقدمہ
ثانیہ نظر نہیں آیا، تعجب ہے کہ آپ نے کہاں سے لکھا ہے، اور حضرات خواجگان کے ختم میں اگر پہلے
آنسور علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم مبارک لیں تو نیک و مستحسن معلوم ہوتا ہے لیکن بزرگوں سے
اسی طرح سنا گیا ہے اور اسی طرح کیا جاتا ہے۔ اور پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس ختم میں
شریک نہ کرنے کی ایک اور عمدہ وجہ ہے اور وہ وجہ ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کے مکتوبات شریفہ
کی تیسری جلد کے ستائیسویں مکتوب سے واضح و ظاہر ہے اگر آپ اس مکتوب کا مطالعہ کریں تو اکثر شبہات
کا حل ہو جائے اور یہ ختم (ختم خواجگان) حاجات کے برآئے اور مشکلات کے حل ہونے اور آفات کے
دور ہونے کے لئے اس طریقہ والوں میں معمول و متقول ہے۔

ساتواں سوال: جسمانی معراج پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے واقع ہے یا نہیں؟ اور روحی عروج (معراج روحانی) مراقبہ میں (ہوتی) ہے یا کھلی آنکھ کے ساتھ؟
 ۶۳ جواب: جسمانی معراج کسی دوسرے کے لئے نہیں ہے اور روحی عروج بیداری اور کھلی آنکھ سے واقع ہوتا ہے اور جو کچھ خواب میں (واقع ہوتا) ہے وہ دائرۂ اعتبار سے خارج ہے۔

جو غلام آفتاب ہمہ ترا آفتاب گویم نہ شمع نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

(چونکہ میں آفتاب کے غلام ہوں (اس لئے) آفتاب ہی کہتا ہوں) نہ میں شب ہوں (اور) نہ شب پرست ہوں خواب کی بات کہتا ہوں)
 اٹھواں سوال: یہ جو شرح دیوان اور کتب تواریخ میں مذکور ہے کہ جب حضرت امیر (علی المرتضیٰ) کرم اللہ وجہہ نے بعض لوگوں کی عداوت کو دیکھ لیا تو پانچوں نمازوں کے بعد پانچ اشیاں پیر کہ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) وغیرہ میں لعنت کرتے تھے اور وہ لوگ بھی اس خبر کے سننے کے بعد پانچ شخصوں پر کہ حضرت امیر (علی المرتضیٰ) و حضرات حسین و عبداللہ بن عباس و مالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں پانچوں نمازوں کے بعد لعنت کرنے لگے یہاں تک کہ خلفائے بنی امیہ میں یہ مذموم فعل ہمیشہ (جاری) رہا اور وہ لوگ خطبہ میں اہل بیت پر لعنت کرتے تھے یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) نے اس کو دور کیا اور آیہ کریمہ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ آيَةً [بیشک اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے] کو اس کی جگہ مقرر فرمایا۔ آیہ ناپسندیدہ واقعہ حقیقت میں ہوا تھا یا نہیں؟۔ جواب: حضرت امیر کرم اللہ وجہہ جو کہ سراپا رحمت تھے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کسی ادنیٰ مسلمان کو لعنت کریں، چہ جائیکہ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کو لعنت کریں جو کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) کے اصحاب میں سے تھے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی ہے اور حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) نے ان کی اور ان کی جماعت کی شان میں فرمایا ہے: اخواننا بغوا علينا ليسوا كفرًا ولا فسقة لما لهم من التاويل [وہ ہمارے بھائی ہیں انھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی، وہ نہ کافر ہیں نہ فاسق کیونکہ ان کے لئے کچھ تاویل ہے] جب وہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) اس جماعت سے کفر و فسق کی نفی فرماتے ہیں تو وہ کسی مسلمان کو لعنت کیوں کرتے۔ دین اسلام میں کسی شخص حتیٰ کہ کافر فرنگ کو بھی لعنت کرنا عبادت کا کام نہیں ہے پس حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) اس لعنت کو پانچوں نمازوں کے بعد جو کہ محل ذکر و دعا ہے اپنی دشمنی کی وجہ سے اپنا ور د کیوں بناتے، ان لوگوں نے حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) کے نفس کو جو کہ نہایت کامل فقا و اطمینان کے ساتھ متصف تھا اور انانیت و خودی سے رہائی حاصل کر چکا تھا اپنے اتارہ (سرکش) نفسوں کی طرح جو کہ کینہ و بغض و عداوت کے ساتھ موصوف ہیں جہاں کر لیا ہے کہ اس قسم کا

بہتان و افتراء حضرت کی طرف منسوب کرتے ہیں، حضرت امیر مہتمم فی اللہ و فتاویٰ مجتہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ درجہ تک پہنچے ہوئے تھے اور اپنی جان و مال کو آنسو رو (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر فدا کر چکے تھے وہ خدا تعالیٰ جل و علا کے دشمنوں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں پر کہ جنھوں نے طرح طرح کی سختیاں اور ایذا میں آنسو و دین و دنیا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچائی ہیں لعنت کرنے کو اپنا ورد کیوں نہ بناتے اور اپنے دشمنوں کو لعنت کیوں کرتے حالانکہ ”ما لہم من التاویل“ (اُن کے لئے کچھ تاویل ہے) کا جملہ دشمنی کی نفی کرتا ہے اور اس بات پر دلیل ہے کہ یہ بڑائیاں اور ۶۴ جھگڑے عداوت و بغض کی وجہ سے نہیں تھے بلکہ تاویل و اجتہاد کی رو سے تھے جو کہ ملامت کا مقام نہیں ہیں چہ جائیکہ لعنت کا مقام ہو، اگر کسی کو سب (گالی دینا) و لعنت کرنے میں حسن عبادت کے معنی ہوتے تو ابلیس لعین و ابوجہل و ابولہب و کفار قریش کو جنھوں نے قسم قسم کے ظلم و ایذا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچائیں اور دین جہنم کی طرح طرح کی اہانت کی ہے لعنت کرنا اسلام کے واجبات میں سے ہوتا، جب یہ بات نہیں ہے تو وہ بات بھی نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تو شیطان کو لعنت کرتا ہے تو وہ کہتا ہے تو نے ملعون کو لعنت کی اور جب تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے تو وہ کہتا ہے تو نے میری پیٹھ توڑ دی۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ شیطان کو سب (گالی) مت کرو اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ پس معلوم و واضح ہو گیا کہ یہ بات حضرت امیر مہتمم و افتراء ہے، پس نقل کرنے والے نے جو حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے حضرت امیر و حضرات حسین و غیرہم (رضی اللہ عنہم) پر لعنت کرنے کو اس لعنت پر متفرع کیا ہے حضرت معاویہ پر بھی یہ افتراء ہے۔ پس یہ جواب نے لکھا ہے کہ آیا حقیقت میں یہ واقعہ ہوا تھا یا نہیں؟ اگر ہوا تھا تو معاویہ وغیرہ پر لعنت کرنا کیوں جائز نہیں ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہوا تو کشف کی عبارت کا محل کیا ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوا کیونکہ اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے حق میں طعن جائز نہیں ہے اور یہ افتراء اُن کے حق میں طعن ہی، کوئی صحیح روایت بھی اس بارے میں نہیں ہے، اہل تاریخ کا قول ثابت ہو جانے کی صورت میں اس بارے میں کیا سند ہے، دین کا مدار اہل تاریخ کے قول پر نہیں رکھا جاسکتا، اس جگہ امام ابو حنیفہؒ اور اُن کے اصحاب رحمہم اللہ کا قول معتبر ہے کہ اہل تاریخ کا قول۔ اور کشف کی عبارت جو کہ نقل کی ہے، حضرت امیر یا (حضرت معاویہ) کا نام اس عبارت میں لکھا ہوا نہیں ہے اور وہ عبارت ہرگز اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ ان دونوں بزرگوں میں سے کسی ایک نے دوسرے پر لعنت کی ہو، عبارت

بالکل واضح ہے، ہمارے مطلب کے ساتھ کچھ بھی تضاد نہیں رکھتی جو اس کا محمل تلاش کیا جائے، ہاں خلفائے بنی اُمیہ نے کئی سال تک برسرِ منبر اہل بیت کو سب و لعن کیا اور عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) نے اس کا قلع قمع کیا، جزاء اللہ سبحانہ عنہا خیر الجحراء [اللہ سبحانہ ان کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے] لیکن (حضرت) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا ان میں شامل ہونا ناقابلِ تسلیم ہے، کس قدر قیاحت ہوگی، اگر معاویہ (رضی اللہ عنہ) ملعون و ملعون ہوں گے تو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی ایک بہت بڑی جماعت جو ان مخالفوں اور لڑائیوں میں ان کے ساتھ شریک تھی اور ان میں بعض عشرہ مبشرہ ہیں ملعون و ملعون ہوں گے اور ان اکابر کو طعن کرتا اُس نصف دین میں طعن کا موجب ہوگا جو ان کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے اور کوئی بھی مسلمان اس کو جائز قرار نہیں دے گا۔

میرے محذوم! جس مسئلہ کو ہم بیان کر رہے ہیں اس میں دو مذہب ہیں: مذہب اہل سنت و جماعت و مذہب شیعہ، مذہب شیعہ خلفائے ثلاثہ و معاویہ و غیر ہم (رضی اللہ عنہم) کو سب کرنا (برا کہنا) ہے اور وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چند ایک کے سوا تمام اصحاب پیغمبر مرتد ہو گئے اور اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصحاب کو خوبی کے بغیر یاد نہیں کرنا چاہئے اور (ان میں سے) کسی ایک کے ساتھ بھی برا نہیں ہونا چاہئے، من اجمہد فبحی احمر و من ابغضہ فببخضی ابغضہم! جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کے باعث ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا! ان کے آپس کے لڑائی جھگڑوں کو نیک وجوہ پر محمول کرنا چاہئے اور (ان کو) خواہش نفس و تعصب سے پاک سمجھنا چاہئے۔ امام نووی (رضی اللہ عنہ) شارحِ مسلم نے کہا ہے کہ اصحاب کرام (رضی اللہ عنہم) ان باہمی لڑائی جھگڑوں میں تین گروہ تھے، ایک جماعت نے اجتہاد کے ذریعہ حقیقت کو حضرت امیر علی (رضی اللہ عنہ) کی جانب پایا تھا ان کے لئے اپنے اجتہاد پر عمل کرنا اور حضرت امیر کی امداد کرنا واجب تھا اور دوسری جماعت نے اجتہاد کے ذریعہ حقیقت کو مخالف جانب میں معلوم کیا تھا اس جماعت کے لئے اجتہاد کے موافق دوسری جانب کی امداد کرنا لازم تھا، اور ایک جماعت اجتہاد کے ذریعہ توقف میں رہی ان کے لئے توقف ہی واجب تھا پس ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا اور طعن و ملامت ان سب سے دور کر دیا گیا ہے، هذا (یہ ہے) اس مسئلہ کی تفصیل، لیکن حضرت امیر اور ان کے موافقین اجتہاد میں صحیح رائے پر تھے دوسری جانب کے حضرات خطا پر تھے مگر چونکہ یہ خطا اجتہادی

۱۵
سہ دس صحابی جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ (مترجم)

خطابہ (اس لئے) ملامت و طعن سے پاک ہے اور ایک درجہ ثواب رکھتی ہے اور صبح رائے والا مجتہد دو درجہ (ثواب کا مستحق ہے)۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے تلک دماء طہر اللہ عنہا ایدینا فلنطہر عنہا السنننا [یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے پس ہمیں چاہئے کہ اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھیں] یہ عبارت شریفہ دلالت کرتی ہے کہ خطا کا لفظ بھی نہیں کہنا چاہئے اور (ان کو) اچھائی کے بغیر یاد نہیں کرنا چاہئے، جب دونوں مذہب معلوم ہو گئے تو جو لوگ کہ (حضرت) معاویہؓ کے ساتھ برے ہیں اور طعن کرتے ہیں اگرچہ وہ دوسرے اصحاب کے ساتھ اچھے ہوں وہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں اور اگر اس مسئلہ میں اہل سنت کے مذہب کے بارے میں کوئی شبہ ہو تو ان کے عقائد کی جو معتبر و مستند کتابیں ہیں ان کی طرف رجوع کریں اور شاذ و ضعیف اقوال کی طرف توجہ نہ کریں اور شیعہ بھی اس جماعت سے اس وقت تک خوش نہیں ہو چکے یہ لوگ خلفائے ثلاثہ کو مست مذکر ہیں پس یہ لوگ نہ سنی ہیں نہ شیعہ، انھوں نے تیسرا مذہب اختراع کیا ہے۔

نواں سوال: عقیدہ یہ ہے کہ خاتمہ مبہم ہے اگر کوئی شخص اپنے پیروم شرک کے حق میں کہ جس سے اس نے استفادہ کیا ہے خلوص اعتقاد کی وجہ سے اس کے حسن خاتمہ کا حکم کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟ جواب: قطعی حکم نہیں لگانا چاہئے کیونکہ (ایسا حکم) وحی سے وابستہ ہے، اگر اکابر دین کی سلامتی خاتمہ کا ظن غالب اور علم اطمینان رکھے تو گنجائش ہے اور اسی طرح الہام سے خاتمہ کے اچھایا برہونے کا قطعی حکم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ الہام ظنی دلیل ہے لیکن ایک ظن سے دوسرے ظن تک آسمان و زمین کا فرق ہے۔

دسواں سوال: سیر آفاقی و سیر انفسی کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ جواب: سلوک سیر آفاقی اور مذہب سیر انفسی ہے، حضرت خواجہ احرار (قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ سیر آفاقی بعد در بعد اور سیر انفسی قرب در قرب ہے، سیر آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے اور سیر انفسی اپنے آپ میں آنا اور اپنے دل کے گرد پھرنا ہے، بزرگوں نے کہا ہے یافت (پانا) انفس پر موقوف ہے اپنے سے باہر گز یافت نہیں ہے۔

چوں جلوہ آں جمال بیرون ز تو نیست پادرد امان و سرنجیب اندر کش
[جو نکلا اس جمال کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے (اس لئے تو) پاؤں اپنے دامن میں اور سراپے گریبان میں کھینچ لے]
سے، چھونا بینا مبر ہر سوئے دست با تو در زیر گلیم است ہر جہ مہت
[تو اندھے کی طرح ہر طرف ہاتھ مت لیجا، جو کچھ بھی ہے وہ تیرے ساتھ کبل کے نیچے ہی ہے]
اور اس مقام کے بارے میں ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کا ایک منفرد قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ

مطلوب کی یافت آفاق و انفس کے ماوراء ہے اور انفس آفاق کی طرح راستہ میں ہے (یہ سیر آفاقی و سیر انفسی سے باہر اور جذبہ و سلوک سے ماوراء ایک معاملہ ہے)

لذتِ مے نہ شناسی بخداتا نہ چشتی [خدا کی قسم جتنا تو چکھے گا نہیں شراب کی لذت نہیں پہچانے گا]
گیارہواں سوال: اس کی تقریر جواب سامنے موجود ہونے سے تعلق رکھتا ہے۔

بارہواں سوال: لکڑی، طمانچہ اور جوتا اپنے سر پر یا رتا مقصود کے حاصل ہونے کا سبب یا نہیں؟۔ جواب: مطلب تک پیچھے کا اعلیٰ رکن ذکر اور شیخ مقتدا کے ساتھ محبت کا رابطہ ہے اس قسم کے امور جو آپ نے لکھے ہیں ضروری نہیں ہیں اور بے نفع بھی نہیں ہیں۔

تیرہواں سوال: ذکر میں جس دم (سانس روکنا) بدعت ہے یا نہیں اور اگر بدعت حسنہ کہیں

تو حضرت عالی فرماتا اللہ سبحانہ بسرہ کے مطابق کسی بدعت میں حسن (خوبی) نہیں ہے پس بدعت ہونے سے یہ عمل کس طرح باہر ہو سکتا ہے۔ جواب: ذکر فی حد ذاتہ مسنون و حسن ہے اس میں سانس کا روکنا اس وقت

بدعت ہو گا جبکہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ عمل صدر اول (شروع زمانہ اسلام) میں نہیں تھا اور یہ (ایسا ثابت ہوا)

ناقابل تسلیم ہے، اور نیز اس طریقہ مجلس (دم) کو حضرت خضر (علیہ السلام) نے حضرت خواجہ عبدالخالق کو جو کہ

حضرات خواجگان کے سردار سلسلہ میں تعلیم کیا ہے اور ان کے عمل کو بدعت کا حکم نہیں دے سکتے، ہمارے حضرت

خواجہ دیباؤ الدین نقشبند قدس سرہ کے ملفوظات میں منقول ہے انھوں نے فرمایا کہ سلسلہ چشتیہ و سہروردیہ

میں حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم سے فرقہ کے بارے میں معنف سند بیان کرتے ہیں اور انھوں

نے ذکر کی سند معنف بیان نہیں کی ہے لیکن سلسلہ نقشبندیہ و کبرویہ میں حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم سے حضرت صدیق اکبر و حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما کے واسطے سے ہمارے اس

آج کے دن تک ذکر معنف پہنچا ہے اور واسطوں میں کوئی فتور واقع نہیں ہوا ہے۔ اسی اثنا میں حاضرین

میں سے کسی شخص نے سوال کیا کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں رابطہ کا طریقہ حضرت صدیق اکبر

سے اور ذکر کا طریقہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما سے پہنچا ہے (تو) یہ کس طرح پہنچا ہے؟ آپ نے فرمایا جو

ذکر کہ اس سلسلہ (عالیہ) میں ہے جس کو وقوفِ عددی کہتے ہیں مقرر طریقے مثلاً جس دم اور محمد رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم اُس کے ساتھ ملاتے کا طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے معنف پہنچا ہے

اور طریقِ صحبت بھی اُن سے پہنچا ہے کیونکہ وہ (حضرت صدیق) سفر و حضر میں آنسو و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کے ہمراہ رہتے تھے اور صحبت کے ذریعہ فیض حاصل کرتے تھے۔

چودھواں سوال: کعبہ اولیاء کی زیارت کے لئے آتا ہے یا نہیں؟ اور اگر آتا ہے تو یہ اشکال

لازم آتا ہے کہ وہ زمین اس غصہ میں کعبہ کی دیواروں سے خالی رہے گی الخ۔ جواب: کعبہ زیارت کیلئے آتا ہے اور (اس میں) کوئی اشکال نہیں ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ”کعبہ پھر اور ڈھیلوں سے عبارت نہیں ہے چھت اور دیواریں (مراد) نہیں ہیں کیونکہ اگر چھت اور دیواریں درمیان میں نہ رہیں تب بھی کعبہ کعبہ ہے اور مخلوق کا مسجور المیہ ہے۔“ پس اس تقدیر پر کعبہ اولیاء کی زیارت کے لئے آتا ہے اور اس کی دیواریں اپنی جگہ پر رہتی ہیں۔

پندرھواں سوال: اس طرز کا ذکر و افاضہ (فیض پہنچانا) و توجہ جو کہ اس طریقہ میں معبود (مقرر) ہے سب سے پہلے کن مشائخ سے شروع ہوا ہے، حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کے وقت میں بھی تھا یا نہیں، اور اگر نہیں تھا تو پھر یہ طریقہ ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کیوں منسوب ہو گیا۔ جواب: حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے سر سلسلہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (قدس سرہ) ہیں اور ان بزرگوں کا جذبہ جو کہ صفت قیومیت میں فنا ہو جانے کے ذریعے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو اس طریقہ میں جذبہ قیومیت کہتے ہیں حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) سے حضرت خواجہ کو پہنچا ہے اور ان سے اس جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک طریقہ منقول ہے اور وہ طریقہ وقوف عدری ہے پس اصل نسبت حضرت صدیق ثانی سے ہے اور اس کے وصول کا طریقہ حضرت خواجہ سے ہے اور اس نقل کے مطابق جو کہ ہمارے حضرت خواجہ (ہاوالہ الدین نقشبند) قدس سرہ کے ملفوظات سے بیان ہو چکی ہے ذکر بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہنچا ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضرت خضر (علیہ السلام) کو حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) سے پہنچا ہو اور ان سے حضرت خواجہ عبدالخالق (غجدوانی قدس سرہ) کو (پہنچا ہو) جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اور دوسرا جذبہ جو کہ معیت ذاتیہ کے واسطے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو اس طریق میں جذبہ معیت کہتے ہیں اس کے ظہور کا مبداء حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ ہیں اور حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار (قدس سرہ) نے جو کہ حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہ) کے سب سے پہلے خلیفہ ہوئے ہیں اور اپنے وقت کے قطب بھی تھے اس جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک طریقہ وضع کیا ہے اور اس کو طریقہ عالیہ علانیہ کہتے ہیں، ان کی عبارات میں آتا ہے کہ طریقوں میں سب سے اقرب طریقہ عالیہ علانیہ ہے، اس جذبہ کی اصل حضرت خواجہ بزرگ سے ہے اور اس کے حصول کا طریقہ حضرت خواجہ علاؤ الدین سے ہے۔

سولہواں سوال: نبی اگرچہ ولی سے افضل ہے لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ جو معارف ولی جانتا ہے وہ نبی کو بھی معلوم ہوں یا یہ ضروری نہیں؟ اور نیز جو معارف کہ نبی کو حاصل ہوں کیا ان کا مرسل (رسول) کو بھی حاصل ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ الخ۔ جواب: کلی فضیلت تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰات

والتسلیمات کو اولیاء اللہ پر ہے اور کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا لیکن جزئی فضیلت میں کوئی تنازع نہیں ہے، اگر بعض فضائل و معارف ولی ہی کے لئے خاص ہوں تو وہ کلی فضیلت کا باعث نہیں ہوتے (ب) جائز بلکہ واقع ہے، جب ولی و نبی میں جزوی فضیلت واقع ہوتی ہے تو اگر نبی بعض فضائل و معارف میں رسول کی بہ نسبت محض ہوتو یہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا اگرچہ کلی فضیلت رسول کے لئے ہوگی جیسا کہ حضرت موسیٰ و حضرت خضر علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا قصہ آپ نے خود لکھا ہے۔

سترھواں سوال :- حضرت خضر (علیہ السلام) نبی ہیں یا نہیں؟ جواب: اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے لیکن راجح یہ ہے کہ وہ نبی ہیں۔

اٹھارھواں سوال :- انبیاء و رسول کی تعداد کا تعین درست ہے یا نہیں؟ اس بارے میں صوفیائے کرام کیا فرماتے ہیں؟ جواب: صوفیائے کرام سے کوئی نقل اس بارے میں نظر سے نہیں گذری لیکن علماء نے انبیاء کرام کی تعداد کے تعین کا انکار کیا ہے کیونکہ دلیل قطعی سے یہ تعین معلوم نہیں ہوا ہے، اگر وارد ہوا ہے تو وہ ظنی دلائل ہیں، پس ہم دلیل کے بغیر تعداد کے تعین کا حکم کریں تو بیظاہر غیر نبی کو نبی اور نبی کو غیر نبی بنانے کے مرتکب ہوں گے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ مشہور و معروف ہے اور سابقہ اعتراض اس جگہ لازم نہیں آتا کیونکہ رسول انبیاء سے خارج نہیں ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”اگر اس فقیر کو پیرانہ کرتے تو بہتر موتا“ یہ عبارت نہیں کہنی چاہئے جو کچھ حق تعالیٰ کرتا ہے بہتر ہے اور جنوں جو کہ تکالیف (احکام شرعیہ) کو ساقط کرنے والا ہے کی دعا نہیں کرنی چاہئے اور حق تعالیٰ سے عافیت طلب کرنی چاہئے اور تکالیف (احکام شرعیہ) کے بحال رہنے کی توفیق طلب کرنی چاہئے۔



نیز ملا عبد الرزاق کے نام سوال کرنے کی حرمت اور ضرورت کے وقت اس کے مباح ہونے کے بارے میں اور ان حدیثوں کے بیان میں جو کماں بارے میں وارد ہوئی ہیں، تحریر فرمایا۔

سعادت آثار ملا عبد الرزاق نے پوچھا تھا کہ یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص ایک رات کی خوراک نہ رکھتا ہو اس کو سوال کرنا حلال ہے، آیا یہ حکم رخصت کے طور پر ہے اور عزیمت اس کے ماسوا یا ایسا نہیں ہے؟ میرے محذوم! یہ حکم رخصت کے طور پر ہے اور عزیمت سوال (مانگنے) کے ترک میں ہے، حق الامکان

سوال کی طرف اقدام نہ کریں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ شدید ضرورت کے وقت سوال کرنا مباح (جائز) ہے مردار اور خنزیر کا گوشت کھانے کی طرح کہ اضطرار کی حالت میں مباح ہے۔ اجار العلوم میں ہے کہ ^{۱۷} ^{۱۸} البتہ جس سوال کی طرف کوئی شخص مضطر (مجبور) ہوتا ہے تو وہ بھوکے شخص کا اپنی جان پر موت یا مرض لاحق ہونے کے وقت سوال کرنا ہے، برہنہ اور کھلے ہوئے بدن والے کے لئے جبکہ اُس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے وہ بدن کو ڈھانپ سکے، سوال کرنا اس وقت مباح ہے جبکہ باقی شرطیں (بھی) پائی جائیں یعنی مستول (جس چیز کا سوال کیا جائے) میں اُس کے مباح ہونے کی شرط اور مسئول منہ (جس سے سوال کیا جائے) میں اس کے دل سے راضی ہونے کی شرط اور سائل میں اس کے کسب سے عاجز ہونے کی شرط پائی جائے، پس بیشک کسب پر قدرت رکھنے والا شخص جبکہ ننگا و کاہل ہے تو اُس کے لئے سوال کرنا جائز نہیں لیکن جبکہ اس کے اوقات علم کی طلب میں مصروف ہوں (تو سوال جائز ہے) اور ہر وہ شخص جو کہ خطاط ہے تو وہ کتابت کے ذریعے کسب پر قادر ہے۔ شرح مشکوٰۃ میں ہے ”اور البتہ نقلی صدقہ کا سوال کرنا تو جو شخص ایسا ہیج یا کسی اور علت (بیماری وغیرہ) والا ہے اس کو ایک دن کی خوراک کا سوال کرنا جائز ہے اور وہ ذخیرہ نہ کرے اور اگر وہ (کسب پر) قادر ہے اور اس نے علم میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس (کسب) کو ترک کر دیا تو اس کو زکوٰۃ (لینا) یعنی مالِ زکوٰۃ و نفلی صدقہ کا سوال کرنا جائز ہے، اور اگر کسی نے نفلی نماز و نفلی روزہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس (کسب) کو ترک کیا تو اس کیلئے زکوٰۃ (مانگنا) جائز نہیں ہے اور اس کے لئے نفلی صدقہ (مانگنا) مکروہ ہے، پس ایک شخص یا ایک جماعت کسی مکان (خانقاہ وغیرہ) میں بیٹھ گئی اور عبادت اور نفوس کی ریاضت اور قلوب کے تصفیہ کے ساتھ مشغول ہوئی تو ایک شخص کے لئے مستحب ہے کہ اُن سب کیلئے نفلی صدقہ اور روٹی کے ٹکڑے اور لباس کا سوال کرے۔“

سوال (مانگنا) تین چیزوں کو شامل ہے کہ اُن میں سے ہر ایک چیز بُری ہے :- اول حق تعالیٰ سے شکایت کا اظہار ہے اور اُس سبحانہ سے اُس کی نعمت کی کمی کا بیان کرنا ہے اور یہ حرام ہے سوائے ضرورت کے وقت کے جیسا کہ مردار کا کھانا (ضرورت کے وقت جائز ہے)۔ دوم غیر اللہ کے لئے اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے اور مؤمن کو زبیب نہیں دیتا کہ اپنے آپ کو اپنے مولا کے سوا کسی اور کے سامنے بلا ضرورت ذلیل کرے۔ سوم جس سے سوال کیا جائے غالب طور پر اس کو ایذا دیتا ہے اور بلا ضرورت ایذا دینا حرام ہے اس لئے اہل تقویٰ نے سوال کو مطلقاً ترک کیا ہے۔ اور حضرت (بشر) حافی (قدس) سوائے (حضرت) سہری (سقطی) قدس سرہ کے کسی اور شخص سے کوئی چیز نہیں لیتے تھے اور انھوں نے کہا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ (سہری سقطی قدس سرہ) مال کے اپنے ہاتھ سے نکل جانے پر خوش ہوتے ہیں پس

جس چیز کو وہ پسند کرتے ہیں اس پر ان کی مدد کرتا ہوں۔ اور (حضرت) بشر (قدس سرہ) فرماتے تھے فقرائین قسم کے ہیں، ایک وہ فقیر ہے جو سوال نہیں کرتا اور اگر اس کو دیا جائے تو وہ ہرگز نہیں لیتا پس وہ علیین میں روحانیوں کے ساتھ ہے اور ایک فقیر وہ ہے جو سوال نہیں کرتا اور اگر اس کو دیا جائے تو لے لیتا ہے پس یہ جئات النعیم میں مقربین کے ساتھ ہے اور ایک وہ فقیر ہے جو ضرورت اور فاقہ کے وقت سوال کرتا ہے پس یہ اصحاب یمن میں سے صادقین کے ساتھ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بلا ضرورت سوال کرنا حرام و مذموم ہے، ضرورت، حاجت اور فاقہ کے وقت مباح ہے لیکن مرتبہ و درجہ کی کمی کا باعث ہے۔ یہ جو کچھ بیان ہوا اس وقت ہے جبکہ معاملہ موت تک نہ پہنچا ہو، اور جب معاملہ موت تک پہنچ جائے تو اب سوال کرنا علالہ بلکہ عزیمت (اورم) بلکہ واجب ہو جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان من تکفل لی، ان لا یسأل الناس شیئاً فان تکفل لی بالجنة (جو شخص مجھ سے عہد کرے کہ وہ لوگوں سے کچھ نہیں مانگے گا تو میں اس کے لئے جنت کا سامن ہوں) کے بیان میں شرح مشکوٰۃ شریف میں مذکور ہے پس ثوبانؓ نے کہا میں (یہ عہد کرتا ہوں) پس ثوبان کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے یعنی اگرچہ وہ اس کے لئے مخرج ہوتے اور جب اپنی جان پر موت کا خوف ہو تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے پس بیشک ضروریات مستوعات کو مباح کر دیتی ہیں بلکہ اگر وہ (ایسی حالت میں) کسی سے سوال نہیں کرے گا یہاں تک کہ (اس کی وجہ سے) ہو جائے تو وہ گنہگار ہو کر مرے گا۔

اب چند احادیث سوال (مانگنے) کی مذمت میں تحریر کی جاتی ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام نے فرمایا تیرا اثر ہے کہ مجھ میں ہاتھ داخل کرنا یہاں تک کہ وہ (اس کے منہ میں) گہنی تک پہنچ جائے پھر وہ (اڑدھا) اس کو چاڑھ لے، یہ تیرے سوال کرنے سے بہتر ہے (رواہ فی الحلیہ)۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کی طرف اپنا کوئی عطیہ بھیجا تو عمر (رضی اللہ عنہ) نے اس کو واپس کر دیا پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو فرمایا کہ تو نے اسے کیوں واپس کیا، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کہا آپ نے ہمیں یہ خبر نہیں دی کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے بہتر ہے کہ ہم کسی سے کوئی چیز نہ لیں، پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا بیشک یہ حکم تو سوال کرنے کے متعلق ہے لیکن جو چیز سوال کے بغیر ملے تو بلاشبہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ تجھ کو دیتا ہے پس (حضرت) عمرؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری

منہ مشکوٰۃ المصابیح میں دوسرے الفاظ کے ساتھ یہ روایت ہے مطابقت ۲ ص ۱۱۳۔

جان ہے کہ میں کسی سے کوئی چیز نہیں مانگوں گا اور غبر مانگے جو چیز بھی میرے پاس آئے گی میں اس کو فرو
لے لوں گا، اس کو امام مانگے نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص لوگوں سے
ان کے اموال (میں سے اس لئے) مانگے کہ اپنا مال زیادہ کرے تو بلاشبہ وہ آگ کا انگارہ مانگتا ہے پس
خواہ وہ کم مانگے یا زیادہ مانگے (ہر حال میں اس کے لئے مضر ہے) یعنی وہ مانگنے کا مستحق نہ ہونے کے
باوجود مانگے خواہ زبانِ قال سے مانگے یا زبانِ حال سے یعنی اپنی مقدارِ خوراک سے زیادہ مانگے۔ اور نیز حدیث
شریف میں آیا ہے کہ ایک آدمی ہمیشہ لوگوں سے مانگتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اس حالت
میں آئے گا کہ اس کے منہ پر گوشت کی بوٹی نہیں ہوگی، اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے، اور نیز
حدیث شریف میں آیا ہے کہ سوال کرنا زخم ہے کہ جس کے سبب سے آدمی اپنے چہرہ کو زخمی کرتا ہے
(یعنی اپنی آبرو ضائع کرتا ہے) پس جو شخص (اپنی آبرو کو باقی رکھنا) چاہے وہ اس کو اپنے منہ میں باقی
رکھے (یعنی سوال ترک کرے) اور جو شخص (اس کو باقی نہ رکھنا) چاہے وہ اس (آبرو) سے دست کش ہو جائے
(یعنی سوال کرے اپنی آبرو ضائع کرے) مگر یہ کہ آدمی حاکم سے سوال کرے یا اس امر میں سوال کرے
کہ جس کے لئے سوال کرنا ناگزیر ہو (یعنی اس صورت میں اس کی آبرو ضائع نہیں ہوگی) اس کو ابو داؤد
وترندی و نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ لاحق ہوا
(یا کوئی اور شیبہ ضرورت پیش آئی) پھر اس کے اس کو لوگوں پر ظاہر کیا (یعنی شکایت کے طور پر ذکر کیا اور ان سے
حاجت روائی چاہی) تو اس کے فاقہ کا سبب اب نہیں کیا جائے گا۔ اور جس نے اس کو اللہ تعالیٰ سے
عرض کیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ جلدی موت دیکر یا میرے دولت مند بنا کر اس کو مستغنی کر دے گا۔
اس کو ابو داؤد و ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے
فرمایا کہ اے لوگو! تم جان لو کہ بیشک طمع فقر ہے اور بلاشبہ (لوگوں سے) ناامید ہونا تو ننگی دلی نیازی
ہے اور تحقیق جب آدمی کسی چیز سے ناامید ہو جاتا ہے تو اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے اس کو زرین نے
روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابو ذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم نے بلایا اور آپ نے مجھ پر یہ شرط عائد کی کہ تو لوگوں سے کبھی کچھ نہ مانگے۔ میں نے عرض کیا
بہت اچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اگر تیرا کوڑا دبی (تیرے دہاتھ) سے گر پڑے تو وہ بھی کسی سے
شناںگ حتیٰ کہ تو اس کی طرف اتر اور خود اس کو اٹھا، اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ

۱۔ مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ (مطابقت) ج ۲ ص ۱۱۱۔ ۲۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۱۔ ۳۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۳۔ ۴۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۵۔
۵۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۶۔ ۶۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۷۔ ۷۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۹۔

فراسی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں (لوگوں کے) سوال کر سکتا ہوں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سوال مت کر اور اگر تجھ کو اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو نیک لوگوں سے سوال کر اس کو ابوداؤد و نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بھوکا ہو یا اس کو کوئی ضرورت لاحق ہوئی پھر اس نے اس کو لوگوں سے چھپایا اور اس حاجت کو اللہ تعالیٰ کی طرف پیش کیا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے لئے ایک سال کی خوراک حلال ذریعہ سے کھول دے، اس کو طبرانی نے اوسط و صغیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے کسی چیز کا سوال کیا اور اس کے پاس اس قدر ہے جو اس کو غنی کر دے تو بلاشبہ وہ جہنم کے انگارے جمع کرتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کس قدر چیز سے غنی ہو جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس قدر جو اس کے لئے صبح یا شام کی خوراک ہو سکے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مانگا وہ ملعون ہے اور جس شخص سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مانگا گیا تو اس نے اس سائل کو جبکہ وہ بدکلامی کے ساتھ نہ مانگے منع کیا (یعنی جھگڑا) تو وہ (بھی) ملعون ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک قیامت کے روز ایک قوم آبیگی جن کے چہروں پر گوشت نہیں ہوگا انہوں نے دنیا میں مانگنے کے باعث اس (گوشت) کو ختم کر دیا ہوگا پس جس نے اپنی ذات پر سوال کا دروازہ کھولا حالانکہ وہ اس سے مستغنی تھا تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دے گا، یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ اے لوگو! تمہارے لئے ضروری ہے کہ سوال کرنے سے بچو، بیشک جو سوال کرنے سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو (ممنوع چیزوں) سے بچاتا ہے (اور محتاج نہیں کرتا) اور جو شخص بے نیازی ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس (کے دل) کو بے نیاز کر دیتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے بندوں کو صبر سے زیادہ وسیع کوئی رزق نہیں دیا گیا، اگر تم اس طرح سے تنے کہ مجھ سے سوال نہ کرتے تو جو کچھ میں پاتا تم کو دیتا دھل عن ابی سعید) اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے: "بیشک (بعض دفعہ) کوئی شخص میرے پاس آتا ہے اور (مستی نہ ہونے کے باوجود) البتہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو (سائل کو رزق نہ کرنے کی عادت شریفہ کے باعث) دیدیتا ہوں سو وہ اپنے کپڑے میں آگ رکھ لیتا ہے اور اپنے اہل کی طرف دوزخ کی آگ کے ساتھ لوٹتا ہے۔" عن ابی سعید۔

۱۔ یہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف میں لغظوں کی کمی بیشی کے ساتھ آئی ہے مطابق ج ۲ ص ۱۱۴ ۱۱۵ جمع الفوائد ج ۱ ص ۴۰۳

۲۔ اس حدیث کا کچھ حصہ مشکوٰۃ شریف میں بھی مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۲

مکتوب ۳۸

ملا ابوالفیض کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس ہے۔

اللہ تعالیٰ فیوض و برکات کے دروازے کھلے رکھے، طالب و مطلوب کے درمیان سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس ہے، دَعِ نَفْسَكَ وَتَعَالِ انت الغمامۃ علیٰ شمسك فاعرف حقیقتك [تو اپنے نفس چھوڑے اور آجا تو اپنے سورج پر (خودی) ابر ہے پس تو اپنی حقیقت کو پہچان لے] سالک کے نفس کا درمیان سے دور ہونا ایک نوعی و وجدانی امر ہے جو تحریر و تحریر میں نہیں آسکتا اور پڑھنے اور مطالعہ کتب سے حاصل نہیں ہوتا اور اللہ جل شانہ کی عنایت و جذب کی سبقت اور عالم اسباب میں کسی شیخ کا مل مکمل کی صحبت اس (شیخ) میں فنا ہونے کی شرط کے ساتھ ہونی چاہئے، آپ کو صحبت کم ملی ہے اس قدر موقع نہیں ملا کہ بعض ضروری امور بیان کئے جاتے اور اگر باطنی رابطہ قوی اور محبت درست ہے تو امید ہے کہ اس کے مطابق فیض دینے والے (شیخ) کے باطن سے فیوض و برکات اخذ کرنا حاصل ہو جائے اور جن کمالات کی امید کی گئی ہے عکس انداز ہوں المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے] نبی کریم علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے۔

چشم دالم کد ہر اشک مرا حسن قبول آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را
[وہ دانش کہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے آنسوؤں کو حسن قبول عطا فرمایگا] والسلام

مکتوب ۳۹

شیخ ابوالمظفر محمد شاہ کے نام تعزیت کرنے اور اپنے شیخ کے طریقے کی محافظت کے بارے میں تحریر فرمایا۔
اللہ تعالیٰ برادران طریقت کو اس ہولناک واقعہ سے صبر جمیل و اجر عظیم عطا فرمائے، اہل اللہ کا وجود زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی رحمت ہے، جن فیوض و برکات کا اُن کی زندگی میں افادہ و استفادہ کیا جانا ہے اُن کی وفات کے بعد بھی اُن کا امیدوار رہنا چاہئے اور جانا چاہئے کہ یہ فیوض و برکات اس وقت تک جاری رہتے ہیں جب تک کہ شیخ کے طریقہ میں کوئی نئی بات واقع نہ ہوئی ہو اور جب طریقہ میں نئے امور پیدا ہو جائیں جو کہ شیخ کی زندگی میں نہیں تھے تو فیض کا راستہ بند ہو جاتا ہے اُس بدعت کی طرح

جو دین میں پیدا ہو جائے اور اس کی وجہ سے سنت کے انوار میں کمی واقع ہو جائے پس اُس جگہ کے دوستوں کے لئے لازم ہے کہ اپنے شیخ کے طریقہ کی حفاظت کریں اور اس میں کوئی نئی بات پیدا نہ کریں اور اس طرح پر زندگی گذاریں کہ ایک دوسرے میں فانی ہوں اور ذکر کے حلقہ کو سابقہ طریقوں پر (اچھی طرح) قائم رکھیں اور اوقات کو (اوراد و وظائف سے) آباد رکھیں اور شکیوں کے حصول میں جلدی کریں اور طاعات کے بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت کریں، سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ أُنَاسٍ (تم اپنے رب سے مغفرت اور جنت طلب کرنے کی طرف سبقت کرو) اور ان کے صاحبزادوں کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں اور مشروع طریقہ پر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کو بہت بڑا امر جانیں اور اس فقیر کو ایمان کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ماہ ذی الحجہ (۱۴۲۸ھ) میں اس جگہ سے حجاز (مقدس) کے سفر پر روانگی واقع ہوگی والباقی عند التلاقی انشاء اللہ الباقی، والسلام اوکلا و آخرہ



شیخ حسین خلوتی رومی مدنی کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب دائمی توجہ رکھنے پر ترغیب دینے کے بارے میں ارسال فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ اما بعد، آپ کا گرامی نامہ اس مسکین کی طرف پہنچا، آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور اس تعالیٰ شانہ کی جانب دائمی توجہ و تضرع اور ماسوی الشہ سے (دائمی) انقطاع میں رہیں۔ عارفین کے قلوب اُس کی محبت کی آگ میں جلتے رہتے ہیں اور مجہین کے جگر اُس کی تمنا میں پیاسے رہتے ہیں، پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کو اُس (تعالیٰ شانہ) کے ماسوا اور کوئی غم و فکر نہ ہو اور اس شخص کے لئے بشارت ہے جس کو اُس (تعالیٰ شانہ) کے علاوہ کسی اور کا شعور نہ ہو، پس اُس شخص پر فسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اُس شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا۔ تو اس کی طلب میں وحدانی (ہیکانہ) اور اُس کی طاعت میں اور اس کی خوشنودی طلب کرنے میں اوجہ دی (منفرد) ہو جا اور مجلسوں اور خلوتوں میں اُس کے ذکر پر مداومت کرتا کہ تو انتہائی مقاصد حاصل کر لے اور افضل موجودات پر صلوة و سلام ہو۔



مکتوبات

اسوۃ العلماء المحدثین سید زین العابدینؑ کی طرف عارف کی فنا کے بیان میں ارسال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً للہ العظیم ومصلیاً علی رسولہ الکریم جناب عالی ستارہ توراتیٰ روز و شب کی شادمانی، سید و فاضل، کامل و محدث و عالم و عامل نہایت عزت و احترام کے ساتھ کامل و مکمل سلام و کثیر تسلیات کے ساتھ مخصوص ہیں اُن کی ہدایت کے آفتاب ہمیشہ طلوع ہوتے رہیں اور ان کے فیض رسانی کے انوار ہمیشہ چمکتے رہیں۔ اما بعد، پس جبکہ آپ نے ازراہ ہر بابی ہمارا حال دریافت کیا ہے اور ہماری آرزوؤں کی جستجو کے ساتھ نوازش فرمائی ہے تو (جواباً عرض ہے کہ) ہم خیر و عافیت سے ہیں اور دوستوں کی ملاقات کا شوق رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو محبت کی آگ میں غوطہ زن ہیں اور اشترکیم سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کی درازی عمر کی برکات سے مسلمانوں کو مستفید فرمائے اور ہمیں دوبارہ آپ کی ملاقات کے شرف سے مشرف فرمائے، آپ کے فضلِ عمیم سے امید کی جاتی ہے کہ ہمیں اپنے دل و خارج اور اپنی دعاؤں سے فراموش نہیں فرمائیں گے، ہم محتاج فقرا ہیں اور (مخلج و فقیروں کیوں نہ ہوں جبکہ عالم، امکان سب کا سب فقر و حاجت ہے، ممکن کا فقر ذاتی ہے اور اس کا فاقہ دائمی ہے، مطلوب حقیقی سے اس کا نصیب استہلاک (فنا) ہے اور اس بلند بارگاہ سے اُس کا حصہ فنا و اضمحلال ہے پس وہ اس کے کمال کو کیسے پاسکتا ہے اور اس (بارگاہ مقدس) کے جلال (بزرگی) کی حقیقت کی طرف اس کے لئے کہاں راستہ ہے اور بلاشبہ یہ عدم ہے اور اس کی حقیقت خیر (بھلائی) کی نفی کرنا ہے اور کمال اس کے حق میں عاریتی ہے اور حسن و جمال اس کے اندر ظلی و انعکاسی ہے اور وہ اس متعارف (عاریتی) کمال اور مستفاد (انعکاسی) جمال کی وجہ سے خیالِ فاسد کے ساتھ اپنے آپ کو کامل خیال کرتا ہے اور دعویٰ باطل کے ساتھ اپنے لئے خیر و جمال کا دعویٰ کرتا ہے اور اس نے اس فاسد بنیاد پر بلند عمارت بنا کی ہے اور درخت پھل کی خیر دیتا ہے پس اگر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت اس کا تدارک نہ کرے اور (اللہ تعالیٰ کے) کرم و لطف کی سبقت اس کے شامل حال نہ ہو تو اس کے لئے نہایت افسوس ہے پس کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرتا ہے اور خیریت (بھلائی) خیریت کے سلب (نفی) میں ہے، اگر وہ خیر و کمال کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرے تو خائن ہوگا اور اپنی اصل کے ساتھ شرکت کا مدعی ہوگا لیکن اگر اس کو عدم (فنایت) کے بعد وجودِ مہموب کے ساتھ

موجود کیا جائے اور ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا کیا جائے تو اس وقت (یہ نسبت و دعویٰ درست ہے) لا یجمل عطایا الملك الامطایا (بادشاہوں کے عطیات اُبتی کی سواریاں اُٹھاتی ہیں) اللہ سبحانہ اپنے نبی اُمّی اور اُن کی آلِ کرام علیہ وعلیہم الصلوٰت والتحیات والبرکات کے طفیل آپ کی دعائے خیر سے ہمیں ان معافی کے ساتھ ایمان اور اس مشرب سے کچھ شربت عطا فرمائے۔

مکتوب ۲۲

شیخ بایزید ولد شیخ بدیع الدین سہارنپوری کے نام حالتِ نماز کی فضیلت اور ایزلئے خلق پر صبر کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۵۰ حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض رساں ہے کہ آپ کے مکتوبات گرامی موصول ہوئے چونکہ پسندیدہ احوال پر مشتمل اور جمعیتِ باطن کی خبر دینے والے تھے (اس لئے مسرت و شادمانی کا باعث ہوئے) وہ حالت جو آپ کی نماز میں میسر ہوتی ہے اور اس کا حضور ولذت نسبت کے اصلی ہونے کی خبر دیتا ہے اور کام کے انجام کا پتہ دینے والا ہے، اس نعمت کا شکر بجالائیں اور اس کی کیفیت و کمیت (مقدار) کے زیادہ ہونے میں کوشش کریں اور نماز کو طولِ قیام اور اس کے آداب و شرائط کے ساتھ بجالائیں اور اس نعمتِ عظمیٰ کے حاصل ہونے پر شکر گزار رہیں اور تمام ماقات (وقت شدہ امور) کا عوض اس کو جائیں اور زمانہ کی تلخیوں (تکلیفوں اور سختیوں) کا علاج اس شیرینی کے ساتھ کریں۔

بر شکر غلطید لے صفرا دیاں از برائے کوری سودایاں

[۱] صغریٰ مزاج والو! تم سوازی مزاج والوں کے اندر صبر کیلئے یعنی ان کی طبیعت کے برخلاف شکر پر تو طبعی خوب استعمال کرو [۲] وَأَمْرٌ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا تَسْأَلْكَ رِزْقًا فَأَنفَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ [۳] (اپنے اہل و عیال کو) (بھی) نماز کا حکم کرتے رہتے اور خود بھی اس کے پابند رہتے ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے ہم ہی آپ کو رزق دیتے ہیں اور عاقبت (اچھا انجام) پر ہمیز کاروں کے لئے ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ نماز کے باہر اس خوبی کے ساتھ نسبت ظاہر نہیں ہوتی اس کا کیا سبب ہے؟ میرے مخدوم! جس مکتوب میں ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) نے تحریر فرمایا ہے کہ نماز کے باہر گویا معطل و بیکار ہے! اگر آپ اس کا مطالعہ کریں تو بظاہر کامل تشفی ہو جائے گی اور حلقہ ذکر میں کبھی دوستوں کی طرف متوجہ ہوں اور کبھی اپنے احوال کے ساتھ مشغول ہوں تاکہ خودی (انانیت) سے

پوری طرح نکل جائیں۔ مختصر یہ ہے کہ مقتضائے وقت کے مطابق عمل کریں۔ آپ نے قرابت داروں کی ایذا اور اہل شہر کی جفا کے متعلق لکھا تھا، املاک (جائیدادوں) کے تبدیل ہو جانے اور رزقوں (آمدنیوں) کے کم ہو جانے کے بارے میں (بھی) لکھا ہے (یہ امر) دوستوں کی تکلیف کا باعث ہوا، حتیٰ سچانہ ظالموں کے شر سے محفوظ رکھے اور اپنے پاس سے فراخی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **لَتُبْلَوُنَّ فِيْ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيْرًا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ** [تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور ان لوگوں سے جو کہ مشرک ہیں بہت سی دل آزاری کی باتیں ضرور سنو گے اور اگر تم صبر کرو گے اور پرہیزگاری اختیار کرو گے تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے] مسیبت اسی کی طرف سے آئے اور مسیبت کا دور ہونا بھی اسی سے ہے، ہر چیز کا وقت معین ہے کہ (اس سے) تقدیم و تاخیر کی گنجائش نہیں ہے۔ **لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ** [ہر زمانہ کے لئے مخصوص احکام ہیں] بے چینی کوئی فائدہ نہیں رکھتی۔ **وَلَنْ يَّمْسَسَكَ اللَّهُ بِضَرْفٍ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِذْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ** [اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف لاحق کرے تو اُس کے سوا اور کوئی اُس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تجھ کو کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنا فضل نصیب کر دیتا ہے۔] اگر غمگسار وہ ہے تو تمام غم ہیچ ہیں اور اگر نہیں ہے تو اس غم کی فکر کرنی چاہئے جو کہ تمام غموں سے بڑھ کر ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے سہ اگر ہزار غم است از جہانیاں بردل ہمیں بس است کہ او غمگسار یا باشد

[اگر دنیا والوں کی طرف سے دل پر ہزار غم ہیں تو یہی کافی ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہمارا غمگسار ہے] کاش وہ شیریں و راضی ہو جائے اگرچہ دنیا تمام تلخ (ناراض) ہو، وہ مراد (مطلوب) بن جائے اور تمام دنیا نامراد (غیر مطلوب) ہو جائے۔ سہ

لِتَكْ تَحْلُوا وَالْحَيَاتِ مَرِيْرَةٌ

وَلَيْتَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَكَ عَامِرٌ

اِذَا صَمَّ الْوُدَّ مِنْكَ يَا غَايَةَ الْمُنَى

[کاش تو شیریں ہو جائے اگرچہ زندگی تلخ ہو اور کاش تو راضی ہو جائے اگرچہ مخلوق ناراض ہو اور کاش جو میرے او

تیرے درمیان ہے وہ آباد ہو اور جو میرے اور جہانوں کے درمیان ہے وہ برباد ہو، اے آرزوؤں کی انتہا (محبوب) ! جب تجھ سے محبت درست ہوگئی تو پھر جو کچھ مٹی کے اوپر ہے وہ مٹی ہے۔]

اور یہ جواب نے لکھا ہے کہ پریشانی کے ان تمام اسباب کے باوجود باطنی جمعیت میں کوئی خلل نہیں ہے بلکہ جب (ان) سب کو خدائے تعالیٰ (کی طرف) سے دیکھا ہے اور اس کے فعل کو ان کے درمیان میں جلوہ گر کیا ہے تو شوق اور زیادہ ہو جاتا ہے اور دل جمعی میں ترقی رونما ہو جاتی ہے اور اس شوق و جمعیت کو بھی اسی سے جانتا ہے اور اپنے آپ کو خالی محض دیکھتا ہے۔ اس کے مطالعہ نے بہت مسرور کیا اور تمام تکلیفوں کو زائل کرنے والا ہو گیا، حق سبحانہ اس دید کے کمال تک پہنچائے اور نیستی (فنائیت) کی حقیقت و تحقق کرے۔ اور آپ نے شاہجاں آباد کے سفر کے بارے میں لکھا تھا اس بارے میں چند بار استخارہ کر لی اور التجار و تضرع بجالائیں شرح صدر حاصل ہونے کے بعد اگر متوجہ ہوں تو گنجائش ہے۔

مکتوب ۳۳

میرزا محمد صادق کے نام اُن کے واقعہ کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد فرمائے، اور اپنی بارگاہ مقدس کی طرف راستہ کھول دے جو گرامی نامہ آپ نے اس مسکین کے نام لکھا تھا اس کے صادر ہونے سے مسرور ہوا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ میں ایک روز اس بات کی فکر میں تھا کہ روح کس طرح کی ہوگی، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بندہ کے نزدیک بیٹھا ہے اس کے ہاتھ میں سرخ رنگ کی چمکتی ہوئی کوئی چیز ہے جو بعینہ لعل بدشاں ہے کہ جس کو بادشاہ اپنے سر پر رکھتے ہیں، وہ شخص مجھ سے کہتا ہے کہ روح یہ ہے، فقیر کے منہ کے قریب لایا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ابر کی طرح پھیل کر وجود کے اندر آجاتی ہے اور کھینچے جاتے وقت پھر اسی طرح سمٹ جاتی ہے۔ میرے مخدوم! آپ کا یہ خواب درست ہے بزرگوں نے روح کے نور کو سرخ قرار دیا ہے اس کی سرخی اسی لحاظ سے ہے اور اس کی چمک اس کی نورانیت کی وجہ سے ہے، روح بے چونی (بے کیفی) سے کچھ حصہ رکھتی ہے اس کا پھیلنا اور سمٹنا اس کے تمثل کی رو سے ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ روح نیر میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے اور متصل ہے نہ منفصل، اس کو بدن کے ساتھ تدبیر و تصرف کا تعلق ہے، روح کی حقیقت کو جاننے والا علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہے، وَقَالُوا تَتْلُمُ الْإِنَّمَاءَ أَنتَ لَا تَعْلَمُ [اور تم کو اس کا محض تصور اس علم پر کیا ہے]۔

اور ذکر نفعی اثبات کی تعداد و وقت معین نہیں ہے جس وقت چاہے کرے اور جب تک سانس (روکنا) ساتھ دے کہتا ہے خواہ کسی عدد تک پہنچے لیکن طاق کہے جفت نہ کہے اور اسی وجہ سے

اس ذکر کو قوتِ عددی کہتے ہیں اور اگر کسی وقت جس دم (سانس روکنا) نہ کر سکے تو جس دم کے بغیر کہے کیونکہ جس دم لازمی شرط نہیں ہے اس ذکر پر اس قدر مداومت کریں کہ سینہ کی وسعت میں حق سبحانہ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے اور اس تعالیٰ شانہ کے مقصود ہونے کے سوا کوئی اور مراد نہ ہونا کہ بندگی کی حقیقت ظاہر ہو جائے، ورنہ خطر القنادر [اور اس کے علاوہ بیفائدہ کوشش کرنا ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲

میرا بانی بخاری کے نام صوفیائے اہل طریقت کے بیان میں اور ان اکابر قدس سرہم کی توفیق میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ عافیت و جمعیت کے ساتھ رکھے اور شرعِ محمدی و سنتِ احمدی علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے راستہ پر استقامت و دوام عطا فرمائے اور دنیا کے تعلقات اور ماسویٰ کی گرفتاری سے آزاد کر کے اپنی معرفت کے شامیانوں اور قرب کے سراپدوں میں انس و الفت نصیب فرمائے اور یہ حقیقت عالم اسباب میں صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلنے کے ساتھ وابستہ ہے، یہ اکابر حق جبل و علما کی محبت میں اپنے آپ سے (بھی) اور اپنے علاوہ دوسروں سے (بھی) قطع تعلق کر چکے ہیں اور اس کے عشق (کی وجہ) سے آفاق و انفس سے گزر کر (اور) ماسویٰ اللہ کو اس کی راہ میں قربان کر کے اس کے ساتھ موافقت کر لی ہے اگر حاصل رکھتے ہیں تو اسی کو رکھتے ہیں اور اگر واصل ہیں تو اسی کے ساتھ واصل ہیں، ان کے باطن کو ماسویٰ اللہ تعالیٰ سے اس حد تک انقطاع حاصل ہو گیا ہے کہ (اگر) وہ ساہا سال (بھی) ماسوا کو یاد کریں تو وہ ان کو یاد نہ آئے اور وہ نفس کی انانیت (میں ہیں) سے اس قدر آزاد ہو چکے ہیں کہ اپنے اوپر کلمہ انا (میں) کے اطلاق کو شرک جانتے ہیں، رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ [یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کر دیا] اور رجال لا تلیہم تجارت و لا بیع عن ذکر اللہ [یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت و خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں روک سکتی] لے اللہ! مجھے اس قوم میں سے کر دے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے کر دے کہ میں دوسری قوم کی طاقت نہیں رکھتا۔ جو شخص بھی اس راستہ کی خواہش رکھتا اور اس فکر کا بیج (اپنے) دل میں بوتا ہے اس کو چاہئے کہ ہر چیز کو چھوڑ کر ان اکابر کی صحبت اختیار کرے اور جان کو طلبکاری کے لوازم (شرائط) پر شاکرے اور جس جگہ سے اس نعمت کی خوشبو دماغ میں پہنچے اس کے لئے کوشش کرے کسی نے خوب کہا ہے

بعد ازین مصلحت کار در اں می بینم کہ روم بر در میخانه و خوش بنشینم
 (اس کے بعد کام کی مصلحت اس بات میں دیکھتا ہوں کہ میں میخانہ کے دروازے پر جاؤں اور وہاں خوش و خرم بیٹھ جاؤں)
 دوستوں سے سلامتی خاتمہ کے لئے دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع
 الهدی والترم متابعتہ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات العلی۔

مکتوب ۲۵

میرزا محمد شاہ کے نام کہیں دنیا کی خدمت میں اور معرفت الہی کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بابے
 میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله العلی الاعلی والصلوة والسلام علی رسولہ المصطفیٰ ونبیہ المجتبیٰ وعلیٰ الوصیہ
 البرۃ النقی، آپ کا گرامی نام پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا۔ میرے مخدوم! دنیا بظاہر شیریں ہے،
 ظاہر کے اعتبار سے ترقی و تازگی رکھتی ہے، حقیقت میں ایک زہر قاتل اور ایک قتل باطل اور ایک
 بے فائدہ تعلق ہے، اس کا قتل کیا ہوا ذلیل اور اس پر فریقہ دیوانہ ہے، یہ ایک سونے میں لپیٹی ہوئی نجات
 اور ایک شکر آلود زہر ہے، عقلمند وہ ہے جو اس قسم کی کھوٹی پونجی پر فریقہ نہ ہو اور اس قسم کے بیکار ساز و
 سامان کے ساتھ گرفتار نہ ہو اور اس قلیل فرصت میں مولائے حقیقی جل شانہ کی رضا مندی حاصل
 کرے اور آخرت کا زادِ راہ تیار کرے، اس عالم فانی میں مقصودِ زندگی کے وظائف (اعمال) کا بجالانا
 اور معرفت الہی کا حاصل کرنا ہے، افسوس ہے کہ جو کچھ اس دنیا میں اس شخص سے طلب کیا گیا ہے
 بجا نہ لائے اور دوسرے امور میں مشغول ہو جائے۔

ترسم کہ یارِ با مانا آشنا بماند تا دامن قیامت این غم بجا ماند
 (دوستا ہوں کہ رہا دارا محبوب ہمارے (حال سے نا آشنا ہی) رہے اور یہ غم دامن قیامت تک ہمارے ساتھ رہے)
 والسلام

مکتوب ۲۶

محمد معین کے نام اس بابے میں تحریر فرمایا کہ طالب کو ہمیشہ طلب میں بے قرار رہنا چاہئے۔
 الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ نے جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، ذکرِ قلبی میں بکثرت مشغول ہونا

بہت ہی بڑی نعمت ہے اس کا شکر بجالائیں: **لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ** اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور تم کو اور زیادہ دے گا [امید ہے کہ یہ ذکر مذکور (میں کا ذکر کیا جائے) کے لئے وسیلہ بن جائے اور معرفت کی کوئی کھڑکی کھول دے اور ذکر خدا کو درمیان سے ہٹا دے اور حضور خود بخود ظاہر ہو جائے ولا یدکر اللہ الا اللہ] (اللہ کا ذکر اللہ ہی کرتا ہے) پردہ کھول دے۔ طالب کو چاہئے کہ طلب میں اپنے آپ کو آرام نہ دے اور ہمیشہ بے چین اور پیاسا رہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ مرید کو اس صفت کا ہونا چاہئے جو کہ اس آیت کریمہ میں مذکور ہے: **حَتَّىٰ إِذَا ضَلَّاتِ عَلَيْهِنَّ** **الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَلَّاتِ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنَّهُ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ** [یہاں تک کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود اُن پر تنگ ہو گئی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انہوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے اسی کی طرف رجوع کرنے کے سوا کہیں پناہ نہیں ہے] جب محبت صادق اس صفت کا ہو جائے تو امید ہے کہ دیہائے رحمت جوش میں آجائے اور **ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا** [پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے مال پر خاص توجہ فرمائی تاکہ وہ آئندہ بھی رجوع رکھیں] کی خوشخبری کے ساتھ نوازے اور کام انجام کو پہنچ جائے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی۔

مکتوبات

محرم باقراہوری کے نام اُن کے اُن واقعات کی تعبیر میں جو انہوں نے لکھے تھے تحریر فرمایا۔
الحمد لله العلیٰ الاعلیٰ والصلوة والسلام علی رسولہ کما یجری علی الہ وصحبہ البررة الثقا،
ہرچہ جز عشق خدائے احسن است گر شکر خور دن بود جان کنان است
[خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکر (مٹھائی) کا کھانا ہی وہ بھی جان کو ہلاک کرنا (یعنی زہر قاتل) ہے]
میرے مخدوم! حق جل وعلا کے ماسوا کی گرفتاری (محبت و تعلق) دل کے شدید ترین امراض میں سے ہے اس کے زائل کرنے کی فکر اسم کاموں میں سے ہے۔
درخانہ اگر کس است یک حرف میں است [اگر کھڑی کوئی ہے تو ایک حرف (ہی) کافی ہے]
دو واقعے جو آپ نے دیکھے اور اُن کی تعبیر دریافت کی تھی، اول یہ کہ "گویا ایک بچہ ہے جو آواز دے
مٹھ ایک چوپایہ پر پڑا ہے کہ جس کے ابھی تک دانت بھی نہیں نکلے ہیں، سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلبہ فصل
الصوات و اشمل البرکات اس کے سر ہانے کھڑے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ بچہ دوزخی ہے، ایک لمحہ نہیں گذرے گا

کہ وہ بچہ حرکت میں آیا اور اس کے دونوں پہلو جنبش میں آئے، اُس نے اپنا رخ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب کیا اور (آپ کے) روئے مبارک پر ٹٹکی باندھ کر دیکھتا رہا، اُس سے ایک تبسم ظاہر ہوا اور ہنسی تک نوبت آگئی شاید کہ جمال و کمال کے شہود سے لذت اندوز ہوا۔ ایک لمحہ بعد آنسور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر فرمایا کہ یہ بہشتی ہے، تمام لوگ حیرت زدہ رہ گئے الخ۔ آپ جان لیں کہ ہوسکتا ہے بچہ نفس انسانی سے عبارت ہو، النفس کا لطف [نفس بچہ کی مانند ہے] آپ نے سنا ہوگا اور چونکہ نفس فی نفسہ آسمانی (خداوندی) احکام کا متکرم ہے اور حق جل شانہ کی دشمنی پر قائم ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے عاد نفسک فانھا انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس کو دشمن سمجھ کر بندہ میری دشمنی میں کمر بستہ ہے] اور وہ اس اعتبار سے دوزخ کا مستحق ہے (اس لئے) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو دوزخی فرمایا، جب اُس نے آنکھ کھولی اور غفلت و گمراہی کے پردے سے نکل گیا اور جمال و کمال سروری پر نظر ڈالی اور اس مشاہدہ سے لذت اندوز ہو کر ہنسنا اور کھلنا یعنی رضا مند ہوا اور ظاہر و باطن کی قربان داری کے ساتھ پیش آیا تو اس کو بہشت کی بشارت دی گئی بیشک نفس جب تک امارہ ہے خائب و خاسر ہے، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا [یعنی گندہ کا میاب ہوا جس نے اس نفس کو پاک کیا اور وہ ناکام ہوا جس نے اس نفس کو گندہ میں (دبا دیا) اور جب (نفس) مطمئن ہو گیا اور راضی و مرضی (پسندیدہ) بن گیا تو اس کو جنت و قرب و وصال کی بشارت دی گئی، يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي] [اے نفس مطمئنہ! تو اپنے پروردگار کی طرف اس حالت میں جا کہ تو اُس سے خوش ہو اور وہ تجھ سے خوش ہو پھر تومیرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا] شاید کہ یہ بچہ چونکہ نفس کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے آپ کا لطیف ہوا اور آپ کے (نفس) امارہ نے اطمینان کی خوشخبری پائی ہو اور بعد (دوسری) کی دوزخ سے وصال کی جنت کے ساتھ بشارت دیا گیا ہو۔ لیکن جاننا چاہئے کہ خواب استعداد (قابلیت) کی خبر اور قوت کی بشارت دینے والے ہے جو کہ فعل کے قریب ہے، سخت محنت کرنی چاہئے تاکہ اس کی استعداد ظاہر ہو جائے اور قوت سے فعل میں اور گوش سے آغوش میں آجائے۔

می تواند کہ دہلا شک مرا حسن قبول آنکہ در ساحتہ است قطره بارانی را

[جس (اللہ) نے بارش کے قطرہ کو موتی بنایا ہے وہ میرے آنسوؤں کو بھی شرف قبولیت بخش سکتا ہے]

اور دوسرے واقعہ کی تعبیر جو کہ اُس (خط) میں لکھا ہوا ہے (یعنی یہ کہ) "فقر آپ سے کہتا ہے"

اے فلاں شخص! ہمارا دل و جان تیری طرف متوجہ ہے" ظاہر ہے کہ دونوں کے مابین مناسبت کا

کی خبر دینے والا ہے حق سبحانہ اس کے آثار کو ظہور میں لائے، اندہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنے والا ہے]

مکتوب

مولانا محسن سیالکوٹی کے نام اس کمال کے ذکر میں جو کہ مقام جمع کے مناسب ہر اور جو جمع بعد الفرق کے ساتھ
مناسبت رکھتا ہے اور عین الیقین و حق الیقین کے بیان میں تحریر فرمایا۔

محمد اللہ علی تعالیٰ والصلوة والسلام علی افضل رسلہ وانبیاءہ علیٰ الصلوٰۃ والسلام
آپ کے مکتوب گرامی نے وصول ہو کر خوش وقت و لطف اندوز کیا، وجود کی نفی اور عدمیت ذاتیہ کے ویدان
کی بابت لکھا ہوا تھا نیک و مبارک ہے، حق تعالیٰ اس دید کو اور زیادہ فرمائے اور اس سے (وجود کے) عین و اثر
کو دور کرے۔ آپ نے لکھا تھا کہ اپنے احوال لکھنا وجود کا اثبات بخشتا ہے، اور یہ بھی لکھا تھا کہ اپنے آپ کو
کچھ نہیں پانا دوست کا نشان کس طرح پائے، اگر ہے تو اپنے آپ کو ہستی حق کا نشان پانا ہے اور اگر نہیں ہے
اور عدم محض اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے صورت پذیر ہے تو کیا پائے، وہ پاک ذات اور میں مخلوق
میں اپنے کاروبار سے حیران ہوں، میں کسی چیز کو سمجھنا چاہتا ہوں (لیکن) جو کچھ میں سمجھتا ہوں حق تعالیٰ
اس سے پاک اور ماوراء ہے پس میں، سچ کیا کروں؟ میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے لکھا ہے سب درست
سنجیدہ ہے، سالک ہستی حق کے ظہور و غلبہ کے وقت اپنی ہستی مہوم کو لاشی و نا چیز پاتا ہے جس
بیچارہ نے اپنے آپ کو گم (فنا) کر دیا ہے اپنی ہستی سے خبر نہیں رکھتا، وہ ہستی مطلق سے کیا خبر رکھے گا
اول اس کے جمال و کمال سے کیا حصہ حاصل کرے گا، کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرتا ہے اور مجبانی
(اس کے لئے) بھلائی کی نفی میں ہے، اُس بارگاہ عالی سے اُس کا نصیب استہلاک و بے نصیبی ہے
ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا ہے

از حضرت ذات بہرہ استہلاک است استہلاک کے کہ از تصور پاک است

[حضرت ذات سے (صرف) استہلاک نصیب (ہوتا) ہے، استہلاک (بھی) وہ جو کہ تصور پاک ہے]

بیچارہ سالک اس وقت میں کیا کرے اور مطلوب کا علم کہاں سے لائے کہ علم عین کے منافی ہے۔
جاننا چاہئے کہ یہ کمال مقام جمع کے مناسب ہے اور جب عارف اس مقام سے ترقی کرتا ہے اور
فرق بعد الجمع (کے مقام) تک پہنچتا ہے اور بقا و شعور کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے اُس وقت علم و عین
دونوں جمع ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے منافی نہیں ہوتا اس وقت باقی کے علم کے ساتھ پایگانہ کہ فانی
کے علم کے ساتھ من قتلہ فانادیتہ [جس کو میرا قتل کرتا ہوں تو میں (خود) اس کا خون بہا ہوتا ہوں] سے

گر بر سر کوئے عشق من کشتہ شوی شکرانہ بدہ کہ خونہائے تو منم

(۱) تیرے عشق کے کوچے میں قتل ہو جائے تو شکرانہ ادا کر کیونکہ تیرا خونہا میں ہوں

عین فنا میں باقی اور عین بقا میں قانی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ حق الیقین کس کو کہتے ہیں اور عین الیقین کیا ہے اور میں بندہ کون ہوں اور کیا ہوں۔ میرے مخدوم! آپ عدم میں اور بندہ ہیں کہ اس (تعالیٰ شانہ) کے پرتو کی وجہ سے تمام عداوت سے جدا ہو گئے ہیں اور عدم مطلق سے ممتاز ہو کر وجود نما ہو گئے ہیں اور جب ہستی مطاق اس وجودِ عدم پر غلبہ پالیتی ہے اور یہ موصوم ہستی اس کے پرتو میں پوشیدہ و ناجیز ہو جاتی ہے اور اس کے شہود و تجلی میں مدہوش و حیرت زدہ ہو جاتی ہے، نہ اپنا علم رہتا ہے اور نہ مطلوب کا علم رہتا ہے تو یہ عین الیقین اور کفر طریقت ہوتا ہے۔

حسن تو چنان ساخت مرا زیر و زبر کز خال و خط و زلف تو ام نیست خبر

(تیرے حسن نے مجھ کو ایسا نہ وبالا کر دیا کہ مجھ کو تیرے خال و خط اور زلف کی (بھی) خبر نہیں ہے)

اسلام کی خوبی اور کفر کی بُرائی اس وقت میں پوشیدہ ہو جاتی ہے، اس مقام میں کسی سالک نے کہا ہے۔

بکفر و باسلام یکساں نگر کہ ہر یک ز دیوان اور قریب است

(تو کفر و اسلام کو یکساں دیکھ کیونکہ (دونوں میں سے) ہر ایک اس کے دیوان کا ایک دفتر (باب) ہے)

اس مقام سے جب ترقی واقع ہوتی ہے اور جس چیز میں کہ وہ گم ہوا تھا اس کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور اس (تعالیٰ شانہ) کے اخلاق و اوصاف کے ساتھ متعلق ہو جاتا ہے تو حق الیقین پیدا ہوتا ہے، اس وقت اسلام کا حسن جلوہ گر ہو جاتا ہے اور اسلام حقیقی تک جو کمزوال اور کفر کی بُرائی سے محفوظ ہے پہنچ جاتا ہے اور حیرت و مدہوشی سے نکل آتا ہے اور علم خود کراتا ہے اور عین کا حجاب نہیں رہتا جیسا کہ گذرا، اس وقت میں اس کو اس کے ساتھ پائے گا نہ کہ اپنے ساتھ اول اپنے علم کے ساتھ جو کہ قانی ہو گیا ہے۔

آپ جان لیں کہ عین الیقین و حق الیقین قوم (صوفیہ) کے نزدیک شہودِ انفسی میں داخل ہے کیونکہ یاقوت (پانا) ان کے نزدیک انفس تک محدود ہے اپنے باہر شہود نہیں ہے اور شہودِ آفاقی معتبر نہیں ہے اور ہمارے حضرتِ عالی قدس الشہداء، سرہ کے نزدیک شہودِ انفسی شہودِ آفاقی کی طرح احاطہ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ حق سبحانہ جس طرح کہ آفاق سے ماوراء ہے (اسی طرح) انفس سے بھی ماوراء ہے، اس جہل و علو کو آفاق و انفس کے ماوراء ڈھونڈنا چاہئے پس جو کچھ کہ عین الیقین و حق الیقین میں سالک کو مشہود ہوتا ہے وہ ذاتِ حق تعالیٰ و تقدس نہیں ہے، وہ تعالیٰ شانہ، اس آئینے سے پاک اور اس شہود سے منزہ و بلند ہے۔

در کدام آئینہ در آید او [وہ کونسے آئینہ میں سماتا ہے]

بلکہ یہ شہود اس عزیمت کے وجود پر دلالت کرنے والی آیات (نشانیوں) میں سے ہے اور آیات کا شہود مشاہد ہونا علم الیقین میں داخل ہے کہ (یہ) اثر سے مؤثر کی طرف استدلال ہے پس جو کچھ قوم کے نزدیک علم الیقین وحق الیقین ہے وہ حضرت عالی (قدس سرہ) کے نزدیک علم الیقین کی قسم میں داخل ہے اور عین الیقین وحق الیقین اس کے ماوراء ہے، جہتک آفاق و انفس کی قید سے کلی طور پر آزاد نہ ہو جائے اور شہود سے غیب میں نہ آجائے (اس وقت تک) اس کمال کا جمال پرتو نہیں ڈالتا اور مشکل ہے کہ وہ ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان (یقین) حاصل کرے، عین الیقین وحق الیقین کے بارے میں کیا لکھے اور کون سمجھے گا، یَصْنِقُ صَدْرِي وَلَا يَمُطُّ لِسَانِي [میرا سینہ تنگ ہوا جاتا ہے اور میری زبان نہیں ہلاتی]۔ ص ۷۰

سخن از لب تو گفتم بلم سخن گرہ شد [میں نے تیرے ہونٹ کی بابت بات کی تو بات میرے ہونٹ پر گر رہی گئی] یہ نسبت عالیہ جو کہ نہایت نادر ہونے کی وجہ سے عقائے نادر کا حکم رکھتی ہے، آج حضرت پیر و شگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارِ فالص الاوار سے افاضہ و استفاضہ کی جاتی ہے اور اس بقعہ مبارک کے نائبرین کہ جن کی بصیرت کی آنکھ اس بارگاہِ عالی کی خاک پاک کے ساتھ سرمہ آلود ہے اس قسم کے معانی اُن پر ظاہر و نمایاں ہیں اور وہ ان اسرار کے انوار سے مستفیض و منور ہیں رَبَّنَا آتِنَا زُكْرًا وَ اُخْرًا لَّنَا اِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ہمارے نور کو کامل فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک ہر چیز پر قادر ہے]

مکتوب ۴۹

سیادت پناہ حاجی حرمین شریفین میر غصنف کے نام حج کی مبارکباد کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله ذي الشان عظيم البرهان والصلوة والسلام على رسول المبعوث الى الانس والجن وعلى الموصحين ذوي الاكرام والاحسان [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو بڑی شان اور عظیم برہان والا ہے اور صلوة و سلام اس کے رسول پر جو کہ انسانوں اور جنوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ان کی آل اور ان کے اصحاب پر] ہر جو زندگی اور نیکی والے ہیں۔ آپ کے مکتوب گرامی نے سرور و خوش وقت کیا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ یہ سعادت عظمیٰ کو پہنچے اور عمر کا فریضہ (حج) اور عمرہ واجب ادا کیا اور متبرک مقامات اور مزارِ قدس سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحيات کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس مقام انوار و برکات سے بہرہ ور ہو گئے پھر عافیت سے جماعت کے ساتھ واپس آگئے اور بدایت (ابتداء)

کی طرف جو کہ نہایت کی خبر دینے والی ہے رجوع واقع ہوا، آپ جلدی تشریف لائیں کہ مشتاقین زیر بار
انتظار ہیں اور کعبہ مقصود کے زائرین کی برکات کے امیدوار ہیں۔ ع
نشان اشتاداری یا نزدیک من بنشین [تو دوست کی نشانی رکھتا ہوا آجا اور میر نزدیک بیٹھ جا] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۵

محمد عارف لاہوری کے نام اُن کے عرضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ احوال و کیفیات پر مشتمل تھا۔

الحمد لله ذي الانعام والهملوة والسلام على رسول الله سبدا لانامواله الكرام وصحبه العظام
آپ کے مکتوب شریف نے جو کہ ملاقات کے شوق کی خبر دینے والا اور غمہائے جدائی کا پتہ دینے والا تھا، پھر
خوش وقت و لطف اندوز کیا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کے ذوق و شوق کو زیادہ کرے، آپ نے اپنے پسندیدہ
احوال میں سے جو یہ لکھا تھا کہ اپنے آپ کو ذات و صفات و افعال سے اس حد تک خالی پاتا ہے کہ اس
مقام میں انا کا اطلاق مفقود ہے اور آپ نے علم حضوری کے جو کہ نفس حاضر سے عبارت ہے زائل ہونے
کا بھی اظہار کیا تھا اس کے مطالعہ نے سرور و لطف اندوز کیا اور نیز شہود معیت و احاطہ ذاتی اور اس کا
آیات متشابہات کی مانند پانا بھی واضح ہوا۔ اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ ”حق تعالیٰ کے ماسوا کے لئے
ذات و صفات و افعال عاریت کے طور پر ہیں“ (یہ) قابل غور ہے کیونکہ ممکن کے لئے ذات نہیں ہے سب کے
سب وجوہ و اعتبارات ہیں اور اگر ذات ہے تو عدم ہے جو کہ لاشیء ہے ممکن ذات اقدس تعالیٰ کے مرتبہ سے
ہمت کم حصہ رکھتا ہے، بیشک صفات و افعال جو بمنزلہ اس کی ذات کے ہیں عاریتی ہیں، ہاں جائز ہے کہ کسی
کامل عارف کو کامل فنا حاصل ہونے کے بعد اپنے پاس سے ایک ذات عطا فرمائیں کہ افراد عالم کا قیام
اس ذات کے ساتھ ہو اور اس قسم کے عارف ایک زمانہ میں متعدد نہیں ہوتے بلکہ کئی قرون اور طویل
زمانوں کے بعد کوئی ایک ظہور میں آتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”حق ہر خیر کا منشا ہے اور ماسوا کے حق ہر شر کا منشا ہے
کیونکہ وہ معدوم مطلق ہے اور معدوم مطلق سے شر کے سوا اور کچھ صادر نہیں ہوتا۔“ یہ بھی غور طلب ہے
اس لئے کہ ممکنات تمام کے تمام عداوت مقبوضہ ہیں معدوم مطلق نہیں ہیں، ہاں عارف کامل اُن (اعدام) کے
اصول کی طرف اپنے تعلقات کے بقدر اور کمالات مقبوضہ کے اطلاق کے ساتھ مل جانے کے مطابق اپنے
عدم مقید کو پاتا ہے جو کہ اس کی ذات کے طور پر عدم مطلق اور نفی محض جو کہ غیر مقید ہے کے ساتھ ملتی ہے
اور اعتبار اس میں ایک لحاظ سے ہے اس لئے کہ اس عدم کا تمام اعدام سے متمیز ہونا اس میں منتسبات کے

ظہور اور کمالات کے انعکاس کی وجہ سے تھا پس جب کمالات اپنے اصول کے ساتھ جاملے تو عدم مقید کیلئے تمام اعدام سے امتیاز دینے والی کوئی چیز نہ رہی اور وہ عدم محض کے ساتھ مل گیا، صفات ذمیرہ سے انکل جانے اور صفات حمیرہ میں داخل ہونے کے جو واقعات آپ نے دیکھے اور لکھے تھے اور ایک دوسرے واقعہ میں جو آواز آپ نے سنی تھی کہ میں تجھ سے جدا نہیں ہوں اور تو مجھ سے جدا نہیں ہے، اس کی تعبیر ہی احوال میں جو کہ آپ نے لکھے ہیں اور دوسرا واقعہ کہ آپ نے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما رہے ہیں "تیرا شیخ (پیر) میرے ہمراہ کھانا کھاتا ہے" مبارک ہے اور چونکہ اس ناکارہ کے لئے بھی بشارت ہے (اس لئے) اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجا لایا۔ الحمد للہ الذی ہدانا لهذا وما كنا لنهتدی لولا ان ہدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق علیہم ود علی آل کل الصلوٰۃ والتسلیمات والبرکات اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ جس نے ہمیں اس چیز کی طرف ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات کے ساتھ آئے ہیں اُن سب پر اور اُن سب کی آل پر درود و تسلیمات و برکات ہوں

مکتوبات

ایک لایق صالح قانون کی طرف حضرت رسالت خاتمت علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی بعض عادات شریفہ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: سوال: اپنی زندگی میں قبر تیار کر لینا مسنون طریقہ ہے یا نہیں؟ جواب: یہ عمل حضرت رسالت خاتمت علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات خلفائے راشدین و تمام اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں ہوا ہے ہاں بعض سلف مثلاً (حضرت) عمر بن عبد العزیزؓ وغیرہ سے منقول ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں قبر تیار کرائی ہے اور علماء کا بھی اس بارے میں اختلاف ہے بعض کراہت کے قائل ہیں اور بعض بلا کراہت جواز کے اور بعض مستحب ہونے کے قائل ہیں۔

سوال: کھانا کھانے میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ کیا تھی؟ جواب: آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) بقدر ضرورت اور اس قدر کہ جس سے بدن قائم رہے اور اول فراتے تھے پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے اور (حضرت) عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت (رسول اللہ) علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی شکم سیر نہیں ہوتے اور آنحضرت

علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ اپنے اہل میں (اس طرح رہتے) تھے کہ آپ اُن سے کسی کھانے کا سوال نہیں کرتے تھے اگر وہ لوگ کھانا لے آتے تو آپ کھا لیتے اور جو کچھ لے آتے آپ قبول فرما لیتے تھے اور مشروبات میں سے جو کچھ یہ لوگ دے دیتے آپ پی لیتے تھے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک سب سے مرغوب کھانا وہ ہوتا تھا کہ جس پر بہت سے ہاتھ (داخل) ہوں یعنی جماعت کے ساتھ کھاتے تھے تنہا نہیں۔ اور معدی کرنا کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا کہ اولادِ آدم (انسان) کے لئے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو درست (قائم) رکھیں پس اگر اس پر صبر نہ کر سکے تو اس کے پیٹ کا ایک تہائی حصہ اس کے پانی کے لئے ہو اور تہائی حصہ سانس لینے کے لئے ہو، کھانے کے شروع میں بسم اللہ کہتے تھے اور یہ عمل سنتِ موکرہ ہے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص کھانا کھائے اور اس کے بعد کہے "الحمد لله الذی اطعمنی هذا الطعام ورزقنیہ من غیر حول منی ولا قوۃ" تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں پچھلے اور اگلے کا لفظ آیا ہے اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سونا صبرِ اعتدال پر اور قلیل تھا اس کے باوجود آپ کا دلِ مبارک نہیں سوتا تھا بلکہ آنحضرت علیہ وعلی آلہ الف الف صلوٰۃ والتحیۃ کی آنکھ سوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کم کرنے (فصل لے جانے) کی تاریخ حبشہ کی سترہ یا انیس یا اکیس تاریخ تھی، اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کا لباس چند قسم کا ہوتا تھا نفیس بھی پہتا ہے یعنی رد نہیں فرمایا ہے اور اس کے علاوہ بھی پہتا ہے اور روئی کا (سوتی) کپڑا اکثر پہتا ہے اور شمشینہ (اونی کپڑا) بھی پہتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ لباس کے بارے میں آپ کی عادت شریفہ تکلف کی نہیں تھی جس قسم کا حاضر ہو جانا قبول فرما لیتے اور کپڑا کاٹنے کے لئے کسی دن کا معین ہونا ثابت نہیں ہوا ہے، اور خیر البریہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کا یومِ پیدائش و یومِ وفاتِ دو شنبہ (پیر ہے) اس دن کے آخری حصہ میں وفات پائی اور اس روز جو کہ شنبہ (منگل) تھا اُن (کے جدِ مبارک) کی حفاظت کی گئی اور بدھ کی نصف شب اور ایک روایت میں اخیر شب میں آنحضرت علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ واکمل البرکات کو دفن کیا گیا۔ ریاضی :-

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِي التُّرَابِ اَعْظَمُ قَطَابٍ مِنْ طَيْبِ هَيْئِ الْقَاعِ وَالْاَكْمَدِ
رُوحِي الْفِدَاءُ لِقَبْرِ اَنْتَ مَسَاكِنُهُ فَيَا الْعَفَافُ وَفِي الْجُودِ وَالْكَرَمِ

(لے وہ ذاتِ جوان لوگوں میں سب سے بہتر ہے جن کی ہڈیاں مٹی میں دفن ہو گئیں اور اُن کی خوشبو سے میدان اور پہاڑیاں معطر ہو گئیں میری رُوح اُس قبرِ مبارک پر فدا ہو جس میں آپ سکونت پذیر ہیں اس میں (حقیقت) پاکیزگی، سخاوت اور بزرگی (مدفون) ہے) آپ نے حضرت حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی عمرِ مبارک کے بارے میں

پوچھا تھا، آپ جان لیں کہ اس بارے میں چند قول ہیں، ایک قول کے مطابق ساٹھویں سال کے وائل میں وفات پائی اور ایک قول کے مطابق تریسٹھ سال میں اور یہ قول سب اقوال سے زیادہ صحیح ہے اور ایک قول کے مطابق پینسٹھ سال کی عمر میں، اور علمائے ان اقوال میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ جس نے تریسٹھ سال کہا ہے اس نے سالِ پیدائش اور سالِ وفات کو حساب میں نہیں لیا اور جس نے پینسٹھ سال کہا اس نے سالِ ولادت و سالِ وفات کو بھی شمار کیا ہے اور جس نے ساٹھ سال کہی ہے اس نے عشرات (دہائیوں) کو شمار کیا ہے اور کسور (اکائیوں) کو شمار نہیں کیا۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

مکتوب ۵۲

شیخ مصطفیٰ کی طرف ہر اسم الہی کے تمام اسماء و صفات کا جامع ہونے کی کیفیت کے بیان میں اور مرتبہ ذات تک وصول کی کیفیت کے بیان میں اور ہمہ اوست و ہمہ ازواست کے قول کی تحقیق میں اور اس بیان میں کہ صفتِ ارادہ کا زائل ہونا ولایت کے طریقوں میں شرط ہے نہ کہ نبوت (کے طریقوں) میں اور فناء کے لطائف اور ان کے اتوار کے تعین کے بیان میں اور اس بیان میں کہ قلب جو کہ شعور کا محل ہے اس کی فنایت کے بعد کون ہے جو صاحبِ شعور ہے اور اسباب کو اختیار کرنے اور رب الارباب (اللہ تعالیٰ) کی طرف اور کو تفویض (سپردہ) کرنے کے درمیان تطبیق کی کیفیت اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم افا بعد، پس برادرِ اعز و ارشد کا مکتوبِ مرغوب موصول ہوا اور اس کے وصول نے مجھ کو مسرور کیا اور وہ (مکتوب) چند سوالات پر مشتمل تھا پس ہم ان کے جوابات شروع کرتے ہیں اور اللہ سبحانہ ہی درست جواب کا الہام کرنے والا ہے۔

آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ (حضرت محمد رالف ثانی قدس سرہ کے) بعض مکتوبات میں واقع ہے کہ ہر اسم الہی اسماء و صفات کا جامع ہے اگر اس سے مراد یہ ہے کہ ہر اسم اسماء و صفات کے ساتھ منصف ہے تو اس سے ذات کا متعدد ہونا یا عرض کا عرض کے ساتھ قائم ہونا لازم آتا ہے اور یہ لازم آتا ہے کہ اس اسم کا اسم بھی اسماء و صفات کا جامع ہو اور اسی طرح اسم الام اسم کا اسم (بھی) اسماء و صفات کا جامع ہو اسی طرح بے انتہا درجہ تک لے جائیے پس اس سے تسلسل لازم آتا ہے اور جواب ہے کہ بلاشبہ صفت اور صفتِ صفت دونوں کا ذاتِ واجبی تعالیٰ و تقدس کے ساتھ قائم ہونا جائز ہے پس اس سے انقلاب (تسلسل) لازم نہیں آتا اور نہ ہی عرض کا عرض کے ساتھ قائم ہونا لازم آتا ہے

جیسا کہ (علمائے) اعراض کے بقا کے بارے میں کہا ہے کہ بیشک اعراض اور بقا جو کہ اس کی صفت ہر دونوں جوہر کے ساتھ قائم ہیں اور (یہ بھی) کیوں نہ جائز ہو کہ اسماء سے مراد وہ اسماء ہیں جو کہ علم واجبی تعالیٰ میں جبراً ہیں اور مخلوقات کے مبادی تعینات ہو گئے ہیں نہ کہ وہ اسماء جو ان میں مندرج ہیں اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ کمالات الہیہ لامتناہی ہیں پس اس بارے میں بھی کوئی دشواری نہیں ہے کہ اسماء مندرجہ بھی جامع ہوں اور تسلسل محال لامتناہی امور کا مجتمع ہوتا ہے اور وہ یہاں مفقود ہے اور نیز اسم کے اسماء و صفات کا جامع ہونے سے مراد اُس (سالک) کا اُن کے ساتھ موصوف ہونا نہیں ہے بلکہ اُن کا اس میں ملحوظ ہونا ہے یا اُس کا اُن کے ساتھ متعلق ہونا یا اُس کا اُن کے ساتھ مشروط ہونا ہے جیسا کہ بلاشبہ (صفت) علم تمام اسماء کے ساتھ اس کا تعلق ہونے کی وجہ سے تمام اسماء سے زیادہ جامعیت رکھتی ہے اور (صفت) تکوین صفات کمال یعنی علم و قدرت و ارادہ وغیرہ کے ساتھ مشروط ہونے کے اعتبار سے جامع ہے (کہ) ان کے بغیر وہ کامل نہیں ہوتی پس گویا کہ وہ صفات اس (تکوین) میں ماخوذہ ہیں اور قدرت و ارادہ (دونوں) حیات و علم کے ساتھ مشروط ہیں اور اسی طرح سمع و بصر دونوں حیات کے ساتھ مشروط ہیں اور علم کی تابع و ملزوم ہیں، پس علم کی جامعیت ان صفات میں ماخوذہ ہے اور کلام ان (صفات) پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے جامع ہے اور صوفیائے موحدہ (توحید و جود والے حضرات) کہتے ہیں کہ ذات تعالیٰ و تقدس اپنے تمام اسماء و صفات کے ساتھ تمام اعیان علیہ و خارجیہ میں ساری متجلی (سرایت کرنے والا اور جلوہ فرما) ہے اور اسی لئے وہ کہتے ہیں کُلُّ شَیْءٍ فِی کُلِّ شَیْءٍ [ہر چیز ہر چیز میں (ساری) ہے]

آپ نے مجھ سے یہ بھی پوچھا ہے کہ (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے) مکتوب شریف میں یہ بھی واقع ہے کہ "سالک کے لئے فنا و بقا حقیقت میں بلاشبہ اس اسم میں ہے جو کہ سالک کا مبرا تعین ہے یا اس اسم کے اصول میں ہے نہ کہ ذات بحت میں تو پھر ذات بحت کا طالب ذات کے بغیر کس طرح مطمئن ہوگا اور اس کو صبر و قرار کیسے ہوگا؟ جواب :- طالب مذکور کی کوشش کا کمال یہ ہے کہ وہ ظلمانی و نورانی حجابات سے نکل جائے اور اس کی بصیرت سے پردے اٹھا دیئے جائیں یہاں تک کہ اس کو وصل عرفانی حاصل ہو جائے نہ یہ کہ وہ غشا کو شکار کر لے اور جس چیز کی نہایت کو حاصل نہیں کیا جاسکتا اس کو احاطہ کر لے، اور اس کے بارے میں فارسی شعر میں کسی نے کیا اچھا کہا ہے :-

غشا شکار کس نشود دام باز چیں کا میں جا ہمیشہ باد بدست است ام را
[غشا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھالے کیونکہ بیان ہمیشہ ایسا ہے جیسا کہ ہوا کو ہاتھ میں لینا یعنی اس کو کچھ حاصل نہیں ہے]
اور یہاں ایک متر (بھید) ہے جو بالمشافہ گفتگو سے تعلق رکھتا ہے -

یہ آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ سالک کے لئے مقصدِ اعلیٰ اور تہائی مطلب یہ ہے کہ ماسوی الشریعہ بانی اور اس (تعالیٰ شاء) کے علاوہ ہر چیز کی غلامی سے آزادی حاصل کرے اور اس کو ذاتِ تعالیٰ کے ساتھ استہلاک و اضمحلال حاصل ہو جائے یہاں تک کہ وہ شرکِ خفی کے گرداب سے نکل جائے اور اسی لئے اکثر صوفیائے عالیہ کلمہ ہمہ اوست (سب کچھ وہ ہے) کے قائل ہو گئے اور ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الف ثانی) کلمہ ہمہ ازوست (سب کچھ اس سے ہے) کے قائل ہو گئے اور حق یہ ہے کہ اس مقصد کے حاصل ہونے میں یہ کافی ہے کہ سالک اپنے آپ کی اور اپنے ماسوا کی نفی کر دے اور اس کے شہود و شعور میں حق تعالیٰ و تقدس کے سوا کچھ باقی نہ رہے اور اس کے لئے اس بات کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ معدوم محض پر موجود محض کا حکم لگائے اور ہمہ اوست کہے، اور لیکن میرے دل میں یہ بات کھٹکتی ہے کہ بلاشبہ اس مقام کے مناسب یہ ہے ہمہ نیست موجود اوست (سب نہیں ہیں موجود ہی ہے) کا کلمہ کہے کیونکہ ظلال جب اصول کے ساتھ مل گئے تو اس کو یہ کہے بغیر چارہ نہیں ہے کہ ہمہ نیست موجود اوست۔ پس ہمہ ازوست کا قول اگرچہ شرکِ خفی سے خارج ہے لیکن وہ شرکِ اخفی کے دائرے سے خارج نہیں ہے جیسا کہ بلاشبہ علماء شرکِ خفی سے بچے ہوئے نہیں ہیں مگر یہ کہ ہم یہ کہیں کہ یہ قول بتدیوں کی نسبت سے ہے۔ جواب استہلاک و اضمحلال مذکور کو توحیدِ شہودی کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ فنا اور حق جل و علا کے ماسوا کے شہود و وجود کے شعور کے زائل ہو جانے کا مقام ہے پس اس حال والے کے لئے کلمہ ہمہ اوست اور ہمہ ازوست کہنے کی گنجائش نہیں ہے جبکہ وحدتِ حقیقی کے مشاہدہ کے باعث کثرت و افرادِ عالم اس کی نظر سے بالکل دور ہو جاتے ہیں تو پھر وہ کیسے حکم لگاتا ہے کہ بلاشبہ یہ افراد حق تعالیٰ کا عین ہیں یا اس سچائے کا غیر ہیں، یہ توجہ و حیرت کا مقام ہے اور اس قسم کے کلمات کہنا علم و تمیز کا مقتضی ہے اور صاحبِ فنا کو اپنی فنا کا شعور نہیں ہے بلکہ اس کو اپنے مطلوب کا (بھی) ادراک نہیں تو اس کو اپنے مطلوب کے ماسوا کا شعور کیسے ہو گا۔

آن معرفتے ست نامش ادراک بسیط آنجا چہ محل دانش و ادراک است

(وہ ایک ایسی معرفت ہے جس کا نام ادراک بسیط (بسیط کو پانا) ہے، اس جگہ دانش و ادراک کا کیا موقع ہے)۔ بیشک ہمہ نیست موجود اوست اگرچہ اس کے حال کے قریب ہے لیکن اس کے لئے مذکورہ وجہ کی بنا پر اس قسم کے کلمات کہنے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر وہ کہتا ہے تو اس کے حال میں نقص ہے اور اس کے اطوار میں شرک ہے کیونکہ یہ عین الیقین کا مقام ہے اور قوم (صوفیہ) کے مسلما اصول کی بنا پر اس مقام میں علم (الیقین) و عین (الیقین) دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے بجا ہے۔

اور یہاں سے آپ نے معلوم کر لیا کہ صاحب ہمہ اوست علم الیقین کے دائرہ سے نہیں نکلا اور اس نے کثرت کے شہود سے رہائی نہیں پائی اور وہ فتاویٰ عین الیقین کے ساتھ متحقق نہیں ہوا اور اگر چاہے کثرت کو حقانیت کے عنوان کے ساتھ تصور کیا ہے لیکن اس کا مشہود کثرت ہے وحدت نہیں ہے اور آپ کا یہ حکم لگانا کہ مقصد اعلیٰ اور انتہائی مطلب فتاویٰ اور اس (تعالیٰ شانہ) کے ماسوا کے شعور کا زائل ہونا ہے تو سوائے اس کے نہیں کہ یہ مقصد اعلیٰ تک پہنچنے کے لئے شرط ہے اور مقصد اعلیٰ کا حاصل ہونا ہے

یہ کس رات تا نگر در او قیا نیست رہ در بارگاہ کبریا

[جب تک کوئی شخص (مقام) قائل نہ کرے اس کے بارگاہ کبریا میں باریابی نہیں ہے]

بندگان نے کہا ہے جب تک تو (ماسوی اللہ سے) رہائی حاصل نہیں کرے گا نہیں پائے گا۔ ذی ذالک فلیتئنا فیہ لکننا فیسون [اور اس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہئے]۔

۵۳/۲۶

۸۹

تنبیہ کا۔ جب سالک اس فتاویٰ عین الیقین سے عروج کرتا ہے (اور بقا اور حق الیقین کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اور سکرو عدم شعور سے صحو شعور کی طرف ترقی کرتا ہے تو علم و عین میں سے کوئی ایک دوسرے کے لئے حجاب نہیں ہوتا اور وہ (سالک) ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا اور وجودِ مہیوبی حقانی کے ساتھ موجود ہو جاتا ہے اس مقام میں عالم کا شہود حق جل و علا سے جدا ہو جاتا ہے پس اوست ہمہ ازوست کا حکم لگایا جاتا ہے اور اس حکم میں اقسامِ شرک سے بری ہوتا ہے کیونکہ وہ فنا کے ساتھ اس (جل شانہ) کے ماسوا کی محبت بے تعلق اور اس کے غیر کی غلامی سے آزاد اور نفسِ امارہ کے مکرو فریب سے باہر ہو چکا ہے بلکہ اس کا (نفس) امارہ مطمئن ہو گیا ہے اور وہ اللہ عزوجل کے اخلاق (صفات) کے ساتھ متعلق ہو چکا ہے اور وہ تکمیل و ارشاد کے لئے عالم کی طرف لوٹ چکا ہے اور عالم کو اس تعالیٰ شانہ کا مصنوع (اور اس سبحانہ کے کمالات کا مظہر و مکتبہ ہے اور جبکہ مظاہر کا صدور اس سبحانہ سے ہے اس لئے وہ ہمہ ازوست کا حکم لگاتا ہے۔ اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ بتدیوں کے اعتبار سے ہے بیشک اسی طرح ہے لیکن کیا آپ نے نہیں سنا کہ نہایت ابتداء کی طرف رجوع کرنا ہی ہے، پس یہ قول بتدیوں اور مشتمیوں (دونوں) کی نسبت سے ہے اور عالم کا شہود ان دونوں کا حصہ ہے اور متوسطین جو کہ مغلوب الحال ہیں اپنے استغراق و استہلاک کی وجہ سے عالم کے شہود سے عاری رکھتے ہیں ان کو اس تعالیٰ شانہ کے ماسوا کا علم اور اس کے غیر کا شعور نہیں ہے اور وہ نہیں جانتے کہ عالم حق عزوجل کے لئے معلوم اور اس تعالیٰ کے لئے مشہود ہے اور اس کا علم و شہود صفاتِ کمال میں سے ہے ہاں اس (عالم) کی محبت اور اس کے ساتھ تعلق نقص و شرک خفی ہے اور اس بات سے عوام (بتدیوں) کے شہود عالم اور

اخص انخواص کے شہودِ عالم کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا پس عوام کا شہود اور ان کا علم اُس (عالم) کیلئے تعلق و محبت کے ساتھ ملا ہوا ہے پس ناچار وہ محبوب و محروم ہو گئے اور اخص انخواص (مستہیوں) کا شہود اس تعلق و محبت سے خالی ہے پس انھوں نے (دنیا کی) محبت کے مرض سے نجات حاصل کر لی ہے اور وہ صفتِ کمال کے ساتھ جو کہ علم و شعور ہے متحقق ہو گئے ہیں اور خواص (متوسطین) اگرچہ تعلق کے مرض سے رہائی پا چکے ہیں لیکن صفتِ کمال سے خالی ہیں، اس کے علاوہ یہ ہے کہ ہمارے شیخ و پیشوا بھی کلمہ ”ہم نہ نیست موجودا دست“ کے قائل ہیں جیسا اُن کے کلام میں غور کرنے والے پر مخفی نہیں ہے اور یہ جواب دے کہا ہے ”جیسا کہ بلاشبہ علمائے ظواہر شرکِ خفی سے بچے ہوئے نہیں ہیں“ اس (قول) سے تعجب ہے، بیشک علماء بھی ہمہ ازوست کے قائل ہیں پس ان پر یہ حکم لگانا کہ وہ شرکِ خفی میں ہیں اور ہمہ ازوست کے قائل پر شرکِ اخفی کا حکم لگانا دعویٰ بلا دلیل ہے اور یہ (اعتراض حقیقتِ حال کو نہ جاننے اور بات کی کتہ تک نہ پہنچنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے اور اسی کا فیض و کرم ہے، رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيتَا اَوْ اَخْطَا نَا لَنْ نَذَرَّ ہمارے رب! اگر ہم سے نسیان و خطا ہوئی ہے تو تو ہمیں نہ پکڑ)

۹۰
۹۱
۲۸۶

نیز آپ نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ صفتِ ارادہ کا زوال نبی اور ولی دونوں کے حق میں محمود ہے یا صرف ولی کے حق میں ہے انہم“ جواب: صفتِ ارادہ کے زائل ہونے سے مقصود اُس (ارادہ) کے بُرے متعلقات کا دور ہونا ہے اور جبکہ صفتِ ارادہ کی بقا کے باوجود اُس کے متعلقات کا دور ہونا طریقہ ولایت میں مشکل بلکہ دشوار ہے اس لئے اہل ولایت نفسِ ارادہ کے زوال میں کوشش کرتے ہیں بلکہ اس (ارادہ) کا زوال ولایت کے طریقوں میں شرط ہے اور یہ اس لئے کہ قُرب ولایت ظلی ہے اور قُرب ظلی اتنا قوی نہیں ہوتا کہ نفسِ ارادہ کی بقا کے باوجود اُس کے بُرے متعلقات کو دور کر دے اور طریقہ (قُرب) نبوت میں اس کے بُرے متعلقات کو دور کرنے میں کوشش کرتے ہیں نہ کہ نفسِ ارادہ کے دور کرنے میں اس لئے کہ وہ فی نفسہ کمال کی صفت ہے اور برائی وہ ہے جو کہ اس میں اُس کے بُرے متعلقات سے آئی ہے پس جب اس کے بُرے متعلقات دور ہو گئے تو نفسِ ارادہ کے دور ہونے کی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ قُرب نبوت اصلی ہے اور یہ قُرب اتنا قوی ہے کہ اس (ارادہ) کی ذات کے بقا کے باوجود اُس کے متعلقات کو دور کر دیتا ہے پس طریقہ ولایت میں ارادہ کا زوال مطلوب و محمود ہے طریقہ نبوت میں نہیں اور یہ جو سائل (آپ) نے کہا ہے کہ ارادہ کا باقی رہنا رضا و بندگی کے مقام کے متافی ہے تو یہ غیر مسلم ہے اس لئے کہ متافی ہونا اس کے بُرے متعلقات کے لئے ہے اس طرح کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ارادہ کرتا ہے نہ کہ نفسِ ارادہ کے لئے، پس اگر ارادے کی بقا کے باوجود اس کے مقاصد حق تعالیٰ کی مرضیات کے موافق ہوں تو کوئی منافات نہیں ہے۔

نیز آپ نے مجھ سے جو ہر خمسہ کی فتنے کے بارے میں دریافت کیا ہے جو کہ عالم امر کے لطائف ہیں اور ان کے انوار کے تعین کے بارے میں بھی پوچھا ہے پس آپ جان لیں کہ پانچوں لطائف میں سے ہر لطیفہ کے لئے مراتب و درجہ جو اب میں ایک اصل ہے اور ان میں سے ہر لطیفہ کی فتنائیں اس لطیفہ کے اپنی اصل تک پہنچنے اور اس میں فنا ہونے سے وابستہ ہے اور قلب کی اصل صفات افعال سے ہے پس اس کی فتنائیں افعال سے وابستہ ہے اور اس کی اصل صفات حقیقہ سے ہے پس اس کی فتنائیں صفات سے متعلق ہے اور میر کی اصل شہونات سے ہے جو کہ صفات کے اصول ہیں پس اس کی فتنائیں شہونات پر موقوف ہے اور خفی کی اصل صفات تنزیہیہ (سلبیہ) سے ہے پس اس کی فتنائیں اس درجہ عالیہ تک پہنچنے سے ہے اور اخفی کی اصل مقام جہل و حیرت سے ہے جو کہ تجلی ذاتی (عمومی) سے پیدا ہوتا ہے پس اس کی فتنائیں تجلی کے ساتھ مربوط ہے اور باقی رہے لطائف کے انوار تو زوہ یہ ہیں کہ صوفیہ کے قول پر قلب کا نور زرد اور روح کا نور سرخ اور ستر کا نور سفید اور خفی کا نور سیاہ اور اخفی کا بنزہ ہے۔

۹

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ طالب وصال تو سالک کا قلب ہے پس اس کو فناء کا حاصل ہونے کے بعد مطلوب سے وصل کوئی چیز ہے اور اس کے عدم شعور کے بعد وہ کون ہے جو صاحب شعور ہے پس اگر ہم یہ کہیں کہ فناء کا حاصل کے بعد طالب کو اس قلب و ادراک و شعور کے علاوہ ایک اور قلب و ادراک و شعور دیا جاتا ہے اور یہ دوسرا قلب واصل و واقف ہوتا ہے تو اس صورت میں طالب مطلوب تک ہرگز نہیں پہنچتا۔ جواب: مثلاً وصل وہی قلب ہے جو کہ طالب تھا اور جس کو فنا حاصل ہوئی ہے اور صاحب شعور بھی وہی معدوم ہے پس اس کا عدم شعور مطلوب کے ماسوا کے اعتبار سے ہے اور اس کا شعور مطلوب کے ساتھ ہے یعنی اس کے ساتھ ادراک بسیط ہے اور بقا کے بعد اس کو ادراک مرکب حاصل ہوتا ہے، اور یہ سوال صاحب زہمت کے اعتراض کے قریب ہے جو اس نے فنا کی بات کرتے ہوئے قوم (صوفیہ) پر کیا ہے جیسا کہ اس نے فارسی اشعار میں کہا ہے

گو بند عنان خود چہ تابانی گم شو کہ چو گم شوی بیابی
ایں نکتہ نمود تا صوابم چوں گم شوم آنکے چہ یابم
یا بندہ اگر کسے دگر خواست از گم شدنم پس او چہ میخواست

[لوگ کہتے ہیں کہ تو اپنی باگ کیا مڑتا ہے (بلکہ) تو گم ہو جا کہ جب تو گم ہو جائیگا تو پائیگا، مجھ کو یہ نکتہ درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ جب میں گم ہو جاؤں گا تو اس وقت میں کیا پاؤں گا، پانے والا اگر کسی دوسرے کو چاہتا تھا تو بھروہ میرے گم ہونے سے کیا چاہتا تھا۔] اور میں نے اپنے کسی مکتوب میں اس شبہ کے حل میں کچھ لکھا ہے پس وہاں سے طلب کیا جائے۔

دفعہ اول
مکتوبہ
۳۱۱

اور آپ نے مجھ سے یہ بھی پوچھا ہے کہ مؤثر حقیقی (اللہ تعالیٰ پر نظر اور ظاہری اسباب و وسائل پر نظر ایک ہی وقت میں ہوتی ہے پس فقدان اکمل (فنایت) کے ساتھ وجدانِ اتم (کامل طور پر باطن) کس طرح جمع ہوگا؟ جواب: یہ ہے کہ جب وہ سالک دیکھتا ہے کہ تمام اشیاء میں مؤثر حقیقی تو حق عزوجل ہی ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ اسباب علیٰ غار یہ ہیں جن کے وجود میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ (ان میں) اثر پیدا فرمادیتا ہے پس یہ وجدان کے منافی نہیں ہیں اور (ان کی وجہ سے) فقدان (گم شدگی) ہرگز حاصل نہیں ہوا اور کیسے ہو سکتا ہے جبکہ بعض اسباب وہ ہیں جن کا استعمال کرنا واجب ہے اگر ان کو ترک کر لیا تو گنہگار ہوگا۔

آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ ”ذکر نفی اثبات کے فوائد کچھ عرصہ تک اہم ذات کے ساتھ وابستہ ہو گئے تھے اور نفی اثبات سے میری احتیاج زائل ہو گئی تھی اور اب اہم ذات سے بھی احتیاج زائل ہو گئی ہے اور محض توجہ و مراقبہ اس کا قائم مقام ہو گیا ہے“ جواب یہ ہے کہ یہ سب طریقے موصول (اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے) ہیں پس جس طریقے سے بھی شرح صدر ہو جائے اور ترقی حاصل ہو جائے اسی میں مشغول رہے لیکن نفی و اثبات کی تکرار ترک نہ کرے اس لئے کہ اس کے فائدے بعد میں بھی متوقع ہیں اور وہ پورے نہیں ہوتے۔

آپ نے مجھ سے یہ دریافت کیا ہے کہ ”ذاتِ واجبی تعالیٰ اور اس سبحانہ کی صفات و اسماء سے ^{۹۳} حیرت و حسرت اور غم و سوز کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے“ جواب: معاملہ اسی طرح ہو ممکن واجب کی گتہ کو کس طرح پاسکتا ہے اور حادث کے لئے قدیم کا احاطہ کرنا محال ہے پس لامحالہ اس کی محرومی الٰہی و اللہ عزاب و رب الارباب [چہیت خاک را با عالم پاک]، اس مرتبہ مقدمہ سے اس کا نصیب اس کی استعداد کے مطابق مفقود ہوتا ہے اور اس کا حصول و وصول اس کے تعین کی قید کے ساتھ مفقود ہے اور ذاتِ مطلق اس تقدیر سے پاک (اور اس تقید سے بالا ہے اور کسی نے فارسی شعر میں کیا اچھا کہا ہے۔

تواز خوبی نمی گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش
(رجب، تو عالم میں خوبی کی وجہ سے نہیں ساسکتا تو پھر میری آغوش میں کہاں ساسکتا ہے)
اور یہ اس مکتوب کا آخر ہے۔

والحمد لله اولاً و آخراً والصلوة والسلام علی رسولہ دائماً و سرمداً و علیٰ الہ الکرام و صحبہ
العظام و علی سائر الانبیاء و الملائکۃ و الصالحین۔

مکتوب ۵۳

حاجی شریف خادم کے نام اُن کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: برادرِ محترم حاجی محمد شریف نے چند سوالات کئے تھے ہر ایک کے جواب کو گوشِ ہوش کے ساتھ سماعت فرمائیں، دوامِ آگاہی کے لئے بیداری و خواب (نیند) اور تلاوت و نماز وغیرہ یکساں ہیں، اس مقام میں حضور و آگاہی دل کا ملکہ (صفتِ راستہ) اور اس کی صفتِ لازمہ ہو جاتی ہے جو کہ جدا ہونے والی نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جَوْفَا خَاوَاتٍ اَنْ يَفْتُلُوْنَ [پس میں ڈرتا ہوں کہ (کہیں وہ اس کے بدلے میں) مجھ کو قتل نہ کریں] فرمایا یہ تبلیغ سے عذر و انکار نہیں تھا بلکہ حال کا بیان تھا اور نیز اس طرف اشارہ ہے کہ میرے قتل کر دیئے جانے کے بعد رسالت کی تبلیغ جیسا کہ اس کا حق ہے مجھ سے ادا نہیں ہوگی (یعنی تبلیغ کا کام نامکمل رہ جائے گا) میں اس بات سے ڈرتا ہوں، اور اگر عذر و انکار ہوتا تو یہ کیوں فرماتے: وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ يَّسَارِيٍّ يَفْقَهُوا قَوْلِي وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِ هَارُوْنَ اَخِيْ اَشَدُّ دِيْهَا زُرِّيْ وَاَشْرَكَ لِيْ اَهْرِيْ ط [اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے اہل میں سے ایک شخص یعنی ہارون کو جو کہ میرا بھائی ہے میرا معاون مقرر فرما دے اس کے ذریعہ میری قوت کو مضبوط کر دے اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے] اور دعائے اللہم اغفر لمحمد اور اللہم اجعلہ عن اکرم عبادك [اے اللہ! حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مغفرت فرما اور اے اللہ! اُن کو اپنے بزرگترین بندوں میں سے بنادے] کا ثمرہ محض دعا کرنے والے کے لئے ثواب و درجات کا حاصل ہونا ہے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى النَّبِيِّ [بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں] اس کے بعد مومنوں کے لئے حکم ہے کہ یہ کہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ [اے اللہ! محمد پر رحمت نازل فرما] اور نیز اذان کے بعد یہ کہنا حدیث شریف میں آیا ہے وابعث مقاماً محموداً الذی وعدتہ انک لا تخلف الميعاد [اور ان کو مقامِ محمود عطا فرما جس کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا]۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جس چیز کا وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور واقع ہوگی۔ اور غایتِ اعمال میں جو حدیث وارد ہوئی ہے وہ اس پر دلیل ہے (اور وہ یہ ہے) اے لوگو! بلاشبہ قیامت کے روز اس کے احوال و مقامات میں سے تم کو سب سے زیادہ

۹۳

۱۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

نجات دلانے والی چیز تمہارا دنیا میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا (درود بھیجنا) ہی کافی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا** [بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں] پھر بھی مومنوں کو اس بات کا حکم دیا تاکہ ان کو اس پر ثواب عطا فرمائے، اس کو دینی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ممکن اگرچہ ہستی کا وجود مستقل نہیں رکھنا اور جو کچھ رکھنا ہے عاریتی رکھنا ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس عاریتی ہستی کو اپنی قدرت کاملہ سے ثبات و قرار دیدیا ہے اور احکام صادقہ اس پر مرتب فرمادیئے اور احکام شرعیہ اسی مرتبہ میں فرمائیے اور دائمی عذاب و ثواب ان کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے کہ جو شخص ان کا انکار کرے وہ لمحہ و زندیق (بے دین) ہے اور تمام اشیاء کا مالک حقیقی وہ تعالیٰ شانہ ہے لیکن ظاہر میں اپنے بندوں میں سے ہر شخص کو مالک بنا دیا ہے اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو اس میں تصرف کرنا حرام قرار دیا ہے اور اس پر مواخذہ (گرفت) مرتب کر دیا ہے **فَلَا تَكُن مِّنَ الْقَاصِرِينَ** [پس تو قصور کرنے والوں میں سے نہ بن] تمام انبیائے کرام علی نبینا و سائر الانبیاء الصلوٰت والتسلیمات کے درمیان (اس درود شریف) کما صلیت علی ابراہیم [جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر رحمت بھیجی] سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تخصیص ات کی بزرگی کی وجہ سے ہے جو نبی بھی ان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے بعد آیا وہ ان حضرت کی متابعت پر مامور ہوا ہے: **إِتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا** [آپ ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کیجئے] اس معنی پر شاہد ہے اور اس بارے میں تفصیل ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کے مکتوبات میں تلاش کرنی چاہئے۔ ایمان و اسلام حقیقت میں ایک ہی چیز ہے لیکن جہاں کہیں اسلام کا عطف ایمان پر کیا ہے وہاں ایمان سے مراد تصدیق قلبی قرار دینی چاہئے اور اسلام سے ظاہری فرمانبرداری (مراد ہونی چاہئے) جو کہ اعضاء بدن سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ اطلاقا شرع میں ایمان و اسلام اسی معنی میں بھی آیا، آیت کریمہ **لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ** [اور بلاشبہ بدر کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کر چکا ہے حالانکہ تم بے مروت سامان تھے] سے مقصود اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کا گنونا اور ان پر احسان رکھنا اور ان سے شکر طلب کرنا ہے جیسا کہ آیت **فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ** [پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرنے رہو تاکہ شکر گزار بنو] اس پر دلالت کرتی ہے کہ خبر یا فائدہ خبر ہے۔ دوام حضور کے وقت میں اگر ظاہر سے غفلت ہو جائے یا گناہ سرزد ہو جائے تو ممکن بلکہ واقع ہے اس سے باطن کی حضور میں کوئی کمی نہیں آتی۔

مکتوب ۵۴

شیخ محمد علیم جلال آبادی کے نام اللہ سبحانہ کی طرف ہمیشہ متوجہ رہنے اور اسوار سے قطع تعلق پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۹۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سیدنا لوری صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ الہ وصحبہ البررة المتقی افا بعد، آپ کی جانب سے ہماری طرف مکتوب گرامی پہنچا ایسا مکتوب جو کہ لذت بہشت کی طرف بلانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کی عنایات اور اللہ کی طرف دائمی توجہ اور اسوی اللہ سے انقطاع ہمیشہ آپ کے شامل حال رہیں، عاشقوں کے دل اس کی محبت کی آگ سے جلتے ہیں اور مجہین کے جگر اس کی تمنائیں پیاسے ہیں پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کو اس (حق تعالیٰ) کے سوا اور کوئی فکر نہیں ہے اور اس شخص کے لئے بشارت ہے جس کو اس کے ماسوا کے ساتھ شعور باقی نہیں ہے، پس وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں سے موافقت کی اور اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کیلئے (اعلیٰ) درجات پر پہنچنے اور مقاصد کی انتہا کے شہود کے متعلق رسولوں میں افضل اور مخلوقات میں اکمل علیہ وعلیٰ آلہ اشمال الصلوات والعلی البرکات کے طفیل دعا کی گئی ہے میرے مخدوم! برادر دینی ملا شاہ حسین چند روز یہاں رہے ہم ان کی صحبت سے نہایت بہرہ مند و لطف اندوز ہوئے اور آپ کی اجازت کی موافقت پر ہم نے بھی (ان کو) اجازت دی وقفہ اللہ سبحانہ لمرضیائہ [اللہ سبحانہ ان کو اپنی خوشنودی کے کاموں کی توفیق عطا فرمائے] چونکہ آپ کا محب و خادم ہے (اس لئے) اس کے ساتھ شفقت و عنایت کے طریقہ کی زیادہ سے زیادہ رعایت رکھیں۔

مکتوب ۵۵

حاجی سلیم ملکی کے نام نصیحت کرنے اور اپنے طریقہ کا التزام کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام الاکمل ان علی سیدنا لمرسلین محمد والہ وصحبہ اجمعین میرے برادر عزیز حاجی حرمین شریفین اس دور افتادہ مکیں سے سلام و دعا مطالعہ کریں اور

اذکار و طاعات کے وظائف میں مشغول رہیں اور موت کی تیاری سے فارغ نہ رہیں اور آخرت کا زادِ راہ تیار کریں، مختصر یہ ہے کہ دین سے روگرداں اور آخرت کی طرف متوجہ رہیں اور خط و کتابت کا راستہ کھلا رکھیں کیونکہ یہ غائبانہ توجہ کا ذریعہ ہے اور طریقہ کے دوستوں کو عزت دیکھیں اور ایک دوسرے میں فانی رہیں اپنے رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكُمْ وہ آپس میں بہت ہریان ہیں پڑھا ہوگا، اور اپنے طریقہ کو لازم پکڑیں اور طریقہ میں کوئی نیا امر پیدا نہ کریں طریقہ کے فیوض و برکات اس وقت تک جاری ہیں جب تک کہ طریقہ میں کوئی نیا امر پیدا نہ ہو، ورنہ فیوض کا راستہ بند ہو جائے اور طریقہ سکھانے کی اجازت بھی طریقہ میں نئی بات پیدا کرنے اور ۹۵ اہل سنت اور مشائخ (سلسلہ کے پیروں) کی محبت پر استحکام کے ساتھ مشروط ہے، یہ محبت جس قدر زیادہ ہوگی شیخ کے باطن سے فیض کا اخذ اسی قدر زیادہ ہوگا چونکہ جہر و بلند آواز سے ذکر کرنا ہمارے طریقہ میں نہیں ہے (اس لئے) دوستوں کو جہر کی طرف رہنمائی نہیں کرنی چاہئے اور ذکر جہر کا حلقہ منقطع نہیں کرنا چاہئے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتمزم متابعتا لمصطفیٰ و علیٰ الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۵۷

ارشاد پناہ حقیق و معارف آگاہ خواجہ عبدالغفار بلخی کی خدمت میں ان کے مکتوب کے جواب میں جو کہ بشارت پر مشتمل تھا اور اہل کی سبقت و استقلال اور اہل کی تبعیت و محبت کے بیان میں تحریر فرمایا۔
الحمد لله العلیٰ الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد خیر الوریٰ صاحب قوسین اوادنیٰ علیٰ صحبہ الذیۃ النقی، اما بعد، (دیہ) ذریعہ حق ولایت پناہ ارشاد واقادت و شگاہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ نامی و مکتوب گرامی جو کہ شفقت و مہربانی کی وجہ سے اس بے مایہ کے نام ارسال فرمایا تھا اس کے صادر ہونے سے سعادت مند و سر بلند ہوا،
بوسیدم و بر مرد یک دیدہ تہا دم (میں نے اس کو بوسہ دیا اور آنکھ کی پتلی پر رکھا)
امیدوار ہے کہ اسی طرح اس ناکارہ کو بھی کسی دلچسپ (اپنے) آفتاب کی طرح منور دل کے حاشیہ میں راہ دیتے رہیں گے اور خاص کیفیات کے ساتھ نوازش فرماتے رہیں گے، اس عنایت نامہ کا وارد ہونا جو کہ خط و کتابت کی سبقت کے بغیر عین کرم سے تھا ایک نعمت غیر حرقہ تھا اس کے پہنچنے سے کشائشوں اور زرقوں کا امیدوار ہوا، حق یہ ہے کہ سبقت بندگوں (کی طرف) سے ہوتی چاہئے اور کرم کریوں ہی کو زیب یتاہے۔

درخانہ بکدر خدائی ماند ہمہ چیز [گھر کی ہر چیز گھر کے مالک کی ہوتی ہے] پہلے سے اسی طرح ہوتا آیا ہے اور اشد شوق اصل کی طرف منسوب ہوا ہے، ابتداً ابتدا کی طرف سے اور شروع اصل کی جانب سے ہے، یُحِبُّهُمُ اللَّهُ وَيُحِبُّونَهُ [وہ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اُس سے محبت کرتے ہیں] جو خیر و کمال کہ ظل رکھتا ہے وہ سب اصل سے مستعار و مستفاد ہے اور ظل کسی چیز میں بھی اپنے ساتھ استقلال نہیں رکھتا اور اگر وہ خیر و کمال کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے تو خائن ہے اور اصل کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتا ہے کمال اس کے حق میں کمال کی نفی کرتا ہے اور خیریت (بھلائی) خیریت کے سلب میں ہے، ظل جو حصہ کہ اصل سے رکھتا ہے وہ منتبات کو اس (اصل) کی طرف لوٹا دینے کے بعد محو (فانی) و لاشیٰ ہوتا ہے جس قدر اصل کا ظہور زیادہ ہوگا ظل کا محو و لاشیٰ ہونا (بھی) اسی قدر زیادہ ہوگا۔

معشوق اگرچہ بہت ہمت خانہ ما ویران ترا تا ول است ویرانہ ما [معشوق اگرچہ ہمارا ہمت خانہ ہے (لیکن) ہمارا ویرانہ پہلے سے بھی زیادہ ویران ہے] بیچارہ ظل، نفی ہو جانے کے سوا اصل سے کچھ حصہ نہیں رکھتا، وہ اس کے کمال کی کیا خبر پائے گا اور اس کے جمال کا کس طرح سراغ لگائے گا۔

گیرم کہ بنمخائے بایار خسرا مد کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد [میں مانتا ہوں کہ ہمارے غمخانہ دل میں محبوب خوش خرام ہے لیکن اُس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے] زبیر العارفين قدوة المحققين حضرت مخدومی اعظم قدس سرہ کی تسبیح اور عصائے مبارک جو کہ آپ نے ازراہ مہربانی ارسال فرمایا تھا اور اس مسکین کو اس کے ساتھ نوازا تھا پہنچا سر اور آنکھوں پر رکھ کر ان کی برکات سے بہرہ مند و مستفیض ہوا، الہی! یہ سلامت رہیں۔ آپ نے جو اس مسکین کے بارے میں قطبیت کی بشارت دیکھی اور قلم مشکیں رقم سے تحریر فرمائی ہے اس کا مطالعہ باعث فخر و ناز ہوا، اس ناکارہ کے لئے اسی قدر بہت ہے کہ آپ کے دیہ صفت دل میں راہ پاتی ہے اور (آپ کے) حضور پر نور میں ذکر کیا جاتا ہے، اس معنی کو کتنی ہی بشارتوں کے برابر تصور کرتا ہے اور حسی قدر خوشی و مسرت کہ اس سے حاصل ہوتی ہے اس سے زیادہ ہے جو کہ بشارت سے حاصل ہوتی ہے۔

ماسرینی تبشیرکم لی مثلاً قدس رنی انی خطرت ببالکم

[آپ کے بشارت دینے کی مجھے اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی کہ اس بات سے خوشی ہوئی ہو کہ آپ کے دل میں میرا گزر ہوا] نبی اُمّی اور اُن کی بزرگ آل علیہم الصلوٰات والتسلیمات والتحیات والبرکات کے طفیل شفقتوں اور ہدایات کے سائے دوستوں اور خیر خواہوں کے سروں پر دراز و فراخ رہیں۔

مکتوب ۵

میرزا شاہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ممکنات کی حقیقت عدم ہے اور ممکن کیلئے واجب الی کی حقیقت کے پائے سے عاجزی و ناامیدی ناگزیر ہے مگر یہ کہ وجودِ مہبوب سے متحقق ہو کر مطلب کو تلاش کرے۔

الحمد لله ذي الانعام والصلوة والسلام على رسول سيد الانام وعلى اهل الكرام وحبب العظام الى يوم القيام هميرى مخدوم الانسان اور تمام ممکنات کی حقیقت عدم ہے جو کہ لاشی محض ہے اور وجود اور اس کے تابع کمالات ربِ معبود کے لئے خاص ہیں، ممکن کا وجود واجب کے وجود کے بالمقابل مہوبات و متخیلات (وہم و خیال کی باتوں) کا حکم رکھتا ہے، معدوم موجود کی حقیقت کو کیا پائے اور مہوم ثابت و متحقق کی کُنہ (حقیقت) کو کیا حاصل کرے پس ناچار معرفت سے عاجز ہونا ہی معرفت ہوگی اور ناامیدی ہمیشہ دامگیر رہے گی، کسی نے خوب کہا ہے ۵

کو غبارِ نازِ لیلیٰ کہ مجنوں سا ہوا چشم برہ داشت گرے از بیاباں برنخاست
[لیلیٰ کی اوٹنی کا قبار کہاں ہے کہ مجنوں برسوں چشم براہ رہا لیکن مہرا سے کوئی گرد نہ اٹھی]
اس بیچارہ کی انتہائی کوشش یہ ہے کہ اپنے عدم ہونے کی حقیقت پر آگاہ ہو جائے اور ہستی مہوم سے خالی ہو جائے لیکن وہ واجبی تعالیٰ و تقدس کی حقیقت کے ادراک کا کس طرح سراغ لگائے اور یا یوسی و عاجزی کے سوا کیا حصہ پائے ۵

عاشقانِ راضیہ از معشوق جز خرابی و جاں گدازی نیست
[عاشقوں کو معشوق سے سوائے خرابی اور جاں کو بچلانے کے اور کچھ نصیب نہیں ہے]
ہاں عارف کے عدم (فنا) ہو جانے اور اس کے اس مہوم ہستی سے خالی ہو جانے کے بعد آیتِ کریمہ
اَوْ مِنْ كَانْ مَيْتًا فَآخِیْتُهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا یَمْشِیْ بِہِ الْاَیَّہِ [کیا دایا نہیں ہے کہ جو شخص مرہ تھا
پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا جس کے ساتھ وہ چلتا ہے] کے مطابق ہو سکتا ہے کہ اس
وجودِ مہبوب اور نورِ مذکور کے ذریعہ مطلبِ اعلیٰ کا سراغ لگائے اور عزت و جلال کے سراپردوں میں
داخل ہو جائے، لا یجھل عطا یا المملک الامطایا ہ [بادشاہوں کے عطیات بادشاہوں کی سواریاں
ہی اٹھاتی ہیں] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی۔

مکتوب

محمد مومن گیلانی برہانپوری کے نام اُنہی کے عریضہ کے جواب میں اور اس بارے میں کہ مقامِ اُذنی کا حاصل ہونا تجلی ذاتی کا اثر ہے اور قابِ قوسین تجلی صفاتی سے تعلق رکھتا ہے اور تحقیقاتِ لائقہ اور اس کے مناسب بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، میرے پیارے بھائی کے مکتوبِ مرغوب نے موصول ہو کر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت و استقامت کے ساتھ ہیں اور فقرہ کی یاد سے خالی نہیں ہیں، آپ نے وجودِ مہربان کے ساتھ کہ جس سے صفات کا قیام ہے متحقق ہونے کے بعد صفات سے عاری ذاتی عدمیت اور فطری نیستی کے ظہور کے متعلق لکھا تھا، واضح ہوا، بیشک ممکن کی ذاتِ عدم ہے کہ صفاتِ کمال کے انعکاس کے ذریعے اس (کمال) کے مراتب میں وجود نما ہو گیا ہو، جب صاحبِ استعدادِ سالک کی نظر عدمیتِ ذاتیہ پر پڑتی ہے اور کمالاتِ منعکسہ کو پوری طرح ان کمالات کے مالک کے سپرد کرتا ہے تو وہ فنا و نیستی کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے اور اس موت کے ساتھ جو کہ موت سے پہلے ہے مشرف ہو جاتا ہے اَوْ مَنْ كَانَ مَيِّثًا فَاحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ نُورًا اَلَا يَرَى كَيْفَ (ایسا نہیں ہے کہ) جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ایک نور بنایا) کے بموجب اگر اُس مردے کو زندگی بخشا اور محبت کی شراب کے اس مدہوش کو ہوش میں لانا چاہیں تو اس کو اپنے پاس سے حیات و علم وغیرہ صفاتِ کمال عطا فرماتے ہیں پس اس وقت وہ اس کی حیات کے ساتھ زندہ اُس کے علم کے ساتھ عالم، اس کی قدرت و ارادہ کے ساتھ قادر و مرید (ارادہ کرنے والا) ہو جاتا ہے۔

یہاں ایک نکتہ ہے، جانتا چاہئے کہ ممکنات کے خالقِ عبادات مقیدہ ہیں جو کہ کمالاتِ وجود کے انعکاس کے ساتھ متمیز ہو گئے ہیں اور ہر ایک عدم دوسرے عدم سے جدا ہو گیا ہے اور حیاتِ کمالاتِ وجودی اپنے اصول کی طرف رجوع کرتے ہیں اور عدم کے آئینے کو خالی چھوڑ دیتے ہیں تو اُس کو تمام اعدا سے امتیاز دینے والی چیز نہیں رہتی اور عدم بھی اپنی اصل کے ساتھ جو کہ عدمِ مطلق ہے مل جاتا ہے اس وقت کامل و مکمل طور پر عارف سے عینِ رتبہ ہے نہ اثر لَا يَبْقَى وَلَا تَذَرُ (نہ باقی رہنے دیگی اور نہ چھوڑے گی) کمالاتِ وجودیہ جس طرح اُس سے رخصت ہوئے تھے اور اُس کو عدم کے حوالہ کر دیا تھا عدم بھی (اسی طرح) اس سے جدا ہو گیا اور عدمِ مطلق کے ساتھ جا ملا، شاید کہ یہ کمال اُذنی کا ہے بلکہ تجلی ذاتی کا اثر ہے

جیسا کہ سابقہ کمال کہ (جس میں) عارف کمالات کے اپنی اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد اپنے آپ کو جماد و عدم پاتا تھا قَابِ قَوْسَیْنِ سے تھا اور تجلی صفات کے ساتھ تعلق رکھتا تھا، اگر یہ ہما جائے کہ جب عدم کی تمیز صفات کے ظہور کے ساتھ ہے تو جب صفات اپنے اصول کی طرف راجع ہو جائیں عدم کو بھی عدم مطلق کی طرف لوٹ جانا چاہئے کیونکہ عدم کو امتیاز دینے والی چیز نہیں رہی پس دونوں کمال ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہوں گے اور ان کا جدا ہونا مفقود ہوگا تو پھر کیوں ایک کمال تو تجلی صفات سے متعلق ہو اور دوسرا کمال تجلی ذات سے ظاہر ہو؟ میں کہتا ہوں کہ اپنی صفات و کمالات کو حق تعالیٰ تقدس کی صفات و کمالات کے ظلال دیکھنا تجلی صفات سے ہے اور اس تجلی کا کمال یہ ہے کہ یہ ظلال اپنے اصول کی طرف لوٹ جائیں اور عارف اپنے آپ کو صفات کمال سے خالی پائے اور صحرائے عدم کی طرف سامان لے جائے لیکن جس وقت کہ سالک کی یہ صفات کے دائرے میں ہے اگرچہ ظلال اصل کے ساتھ مل جائیں اور عدم کا آئینہ کمالات سے خالی نظر آئے (پھر بھی) اس عدم کے عدم مطلق کے ساتھ مل جانے کا مانع ہوتا ہے جب وہ دائرہ صفات کو آخری نقطہ تک پہنچا لیتا ہے تو تجلی ذات پر تو ڈالتی ہے کیونکہ ہر مقام کی انتہا تک پہنچنے کی علامت اس کے اوپر کے مقام کا ظہور ہے اس وقت مذکورہ تعلق جو کہ مذکورہ کجی کا مانع تھا ہمیں رہتا اور عدم مقید عدم مطلق کے ساتھ مل جاتا ہے پس اس لئے مطلق طور پر دونوں کمالات کے درمیان تلازم اور جبر نہ ہونا مطلقاً غیر مسلم ہے بلکہ دائرہ صفات کے نقطہ آخر تک وصول کے ساتھ مقید ہے۔ جانا چاہئے کہ یہ معاملہ تجلی ذات کے پر تو سے ہے اور اس کا اثر ہے اور تجلی ذات کا معاملہ ایک ذوقی امر ہے جو کہ کہنے اور لکھنے میں درست نہیں آتا جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا۔

قلم این جار سید و سر بشکست [قلم بیان شک پہنچا اور اس کی (ٹوک ٹوٹ گئی)] ۹۹

آپ نے لکھا تھا کہ نماز میں کبھی ایسا حضور پیش آتا ہے کہ اس (نماز) کے باہر پیش نہیں آتا۔ میرے مخدوم! جو حالت کہ نماز میں پیدا ہوتی ہے اس کو غیر نماز (کی حالت) پر فضیلت ہے اور یہ حضور اصل ہونے کی خبر دیتا ہے۔ والسلام



شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ مشائخ کی نسبت ان کے محضرعات میں سے نہیں ہے بلکہ انوار نبوت سے افغذ کی گئی ہے اور اس بیان میں کہ نسبت نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر تک

اور دوسرے تمام سلسلوں کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہما تک کس طرح پہنچتی ہے۔
 لئے اللہ! تو پاک ہے اور سب تعریف تیرے لئے ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود
 نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے بندے اور رسول ہیں۔ لئے اللہ! تو ان پر اور ان کی آل و اصحاب
 و ازواج و اہل بیت پر اپنی معلومات کی تعداد کے مطابق اپنی سب سے افضل رحمت اور بکثرت برکت
 سلامتی بھیج۔ آپ کے گرامی نامے ہمیں موصول ہوئے جو دوستوں کی سلامتی اور پسندیدہ طریقہ پر آپ کی
 استقامت اور مشائخ کی محبت اور فانی المثلخ ہونے کی خبر دینے والے تھے، اُس پر اور ہر حال پر اللہ سبحانہ
 کا کامل ترین حمد و شکر ہے۔

آپ نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ اس طریقہ نقشبندیہ میں جو تمام اوقات میں احادیث صرفہ
 کی طرف متوجہ رہنا پھر (ذکر) نفی و اثبات و مراقبہ کرنا اگر آنحضرت علیہ و علی آلہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن
 التسلیمات اکملہا اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں ہونا تو ان کے بعد کے حضرات آنحضرت کی سنتوں
 اور آپ کے بعد خلفائے راشدین جہدین کی سنتوں پر مشتمل مدوۃ کتابوں میں ان امور کو ضرور نقل کرتے
 کیونکہ یہ حضرات ان (مسنون) امور کی طرف از حد راغب تھے اس لئے یہ امور محض اولیائے عظام کی اختراعات
 میں سے ہیں، پس اس طریقہ علیہ میں ہر قسم کی بدعت سے اجتناب کا دعویٰ کرنا اور یہ کہنا کس طرح صحیح ہے
 کہ بدعت میں نہ کوئی خوبی ہے اور نہ کوئی نوری ہے اور نہ اس میں بیمار کے لئے کوئی شفا ہے اور نہ اس میں کسی
 بیماری کا علاج ہے، اور سلسلہ نقشبندیہ کے سوا (تمام) سلسلوں کا انتساب (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ
 کی طرف اور اس سلسلہ عالیہ کا انتساب (حضرت) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کس معنی سے ہے؟
 پس ہم پہلے سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ بلاشبہ ظاہری کمالات اور باطنی مقامات سب کے سب
 بارگاہ نبوی علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام سے مستفاد ہیں پس بدنی (ظاہری) احکام و اعمال ہم تک
 علمائے کرام کی روایت سے پہنچے ہیں اور اسرار و باطنی معاملات صوفیائے عظام کی روایت سے پہنچے ہیں۔
 فکلہم من رسول اللہ ملتقم غفران البحر و رشحان الدیم
 [پس سب انبیاء علیہم السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہی) سے سمندر کے کچھ چلویا بارش کا کچھ پانی مانگتے ہیں]

وکلہم
رشقا

(حضرت) ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے (علم کے) دو ظروف یاد کئے پس البتہ ان میں سے ایک کو تو میں تم لوگوں میں
 پھیلاتا ہوں اور دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں تو یہ (میرا) گلا کاٹ دیا جائے۔ اس کو امام بخاری نے روایت
 کیا ہے، اور روایت کیا گیا ہے کہ جب (حضرت) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پاگئے تو ان کے صاحبزادہ

عبد اللہ بن عباسؓ کے نام میں بھی لکھی محض ہیں کہ اگر کسی سے نوحہ نہ کرے
 جب انہوں نے جفا کی طرف سے اس بارے میں توقع دیکھی تو یہ میرا ارادہ نہ رہا تھا کہ اس سے
 جس دن اس کا علم ہوا نہیں۔ پس تمام مسئلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو رہا تھا کہ اس
 پہنچے ہیں، میرا مذبح و اس سلسلہ میں نسبت باطنی اپنے شیوخ کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 علی آلہ وسلم سے بھی کہ جس نے ان کی نسبت ان کی خود اذیت نہیں ہے البتہ اس نسبت کو ذوق و بوقا و ذوق
 سکوت اور میرا اللہ وغیرہ سے موسوم کرنا صوفیہ کی فقرات میں سے ہے۔ نوحہ میں سے کہ سب سے
 جس نے فتاویٰ کے الفاظ استعمال کیے، جو سعید بن اشقر اقدس سرہ ہیں، پس اصل نسبت مشکوٰۃ نبوت سے
 لی گئی ہے اور اس نسبت کے لئے نام کا وضع کرنا بعد کی اشترک ہے اور ذکر قلبی بھی را آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 مروی ہے جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بعثت سے پہلے ذکر قلبی میں مسنون رہا
 تھے۔ اور ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ احادیث صرفہ کی طرف متوجہ رہنا اور نفی و اثبات و مراقبہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا اور نہ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے زمانہ
 میں تھا بلکہ ظاہر ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سکوت (تفکر) ان امور سے ہر گز خالی نہیں تھا
 اگرچہ وہ ان ناموں سے موسوم نہیں تھا، آنحضرت علیہ وسلم علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام ذکر اور آپ کے
 سکوت فکر ہے اور وجہ و مراقبہ وغیرہ فکریں داخل ہے، تفکر کے معنی باطل سے حق کی طرف جانا ہے،
 ایک ساعت و تھوڑی دیر کا تفکر ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے پس تعجب ہے کہ ان امور کے صدور
 میں ہونے کی نفی کس طرح کی گئی ہے اور اس پر کیا دلیل ہے پس اس مکتوب میں یہ کہنا کہ یہ امور محض
 اولیاء کے مختصات ہیں سے ہیں ناقابل تسلیم ہے۔ اور نقل کیا گیا ہے کہ جس آدم (سائنس روئے کار کے ساتھ
 نفی و اثبات کا ذکر جو ہمارے طریقہ میں معروف ہے اس کو حضرت خضر علیہ السلام نے خواجہ عبدالغنی بن غزالی
 قدس سرہ کو سکھایا تھا اور ظاہر ہے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام ایسی بدعت کی چیز نہ سکھاتے جس میں
 نہ کوئی توجہ و ضیاء ہو اور نہ اس سے بیمار کے لئے کوئی شفا ہو پھر اگر یہ کہا جائے کہ جب تمام نسبتیں آنحضرت
 علیہ وسلم علی آلہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات کے انور سے ماخوذ اور آپ کے اسرار سے مترشح ہوں تو اولیاء
 کے اندر ان نسبتوں میں اختلاف اور صحو و شکر و طوبی و تمکین اور خلاف شرع باتوں کا کہنا یا نہ کہنا وغیرہ
 امور کے ساتھ طریقوں کے مختلف ہونے کی کیا وجہ ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ اس اختلاف کی وجہ اصلاحتوں
 و تناف ہونا اور محل و اوقات کا الگ الگ ہونا اور ظروف و مظاہر (جائے ظہور) کا جدا جدا ہونا ہے
 اور ان امور کے مختلف ہونے کی وجہ سے ماخوذہ نسبت کے آثار کمیت و مقدار و کیفیت کے اعتبار سے

مختلف ہوتے ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ ایک ہی غذا اور ایک ہی دوا کے اثرات لوگوں اور مزاجوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں اور (اسی طرح) ایک شخص کے عادات و اطوار مظاہر (مواقع) اور آئینوں (مقامات) کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔ ع

بقدر آئینہ حسن قومی نماید زوئے (تیرا حسن بقدر آئینہ رونما ہوتا ہے) پس ہر شخص مشکوٰۃ نبوت سے کمال اخذ کرتا ہے لیکن اپنی استعداد کے مطابق (اخذ کرتا ہے) اور اس کا اثر منظر و محل (جائے ظہور) کے مطابق ظاہر ہوتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم استعداد کے مطابق اور ظروف کے موافق معانی و اسرار کا افادہ و الفاظ فرماتے تھے، کلموا الناس علی قدر عقولہم (لوگوں سے اُن کی عقلوں کے مطابق بات کرو)۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتسلیمات سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اسرار کی باتیں فرما رہے تھے پس جب (حضرت) عمرؓ آگے تو آپؐ نے بات کرنے کا طرز بدل دیا اور اسرار کی تشریح کو تبدیل فرما دیا اور جب (حضرت) عثمانؓ آئے تو اس طرز کو بھی بدل دیا اور جب (حضرت) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آئے تو دوسرے طریقہ سے کلام فرمایا اور یہاں استعداد کے اختلاف اور فطرت کے مختلف ہونے کی وجہ سے تھا۔

اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مشائخ (کرام) کے سلسلے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہیں اور امام (موصوف) کے لئے دو نسبتیں ہیں، ایک نسبت آپ کے آبائے کرام کی طرف سے ہے جو (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتی ہے اور ایک نسبت ماں کی جانب سے اُن کے اجداد (نہیال کے واسطے سے) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ماخوذ ہے اور ظاہری و باطنی دونوں ولادتوں کے اعتبار سے امام (موصوف) نے کہا ہے کہ مجھ کو ابوبکر (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) نے دو دفعہ جنم (اور یہ) دونوں نسبتیں امام (موصوف) میں ممتاز ہیں اور امام (موصوف) سے مشائخ نقشبندیہ تک صدیق اکبرؓ کی نسبت پہنچی ہے اور (دوسرے) تمام سلاسل کے مشائخ کیلئے اُن (امام موصوف) سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اخذ کی ہوئی نسبت پہنچی ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔

مکتوب

مکتوب

حاجی سلیم پنچ کے نام اس وارد کی شرح میں جو کہ انھوں نے لکھا تھا اور عالم امر کے پانچوں لطیفوں کی سیر و عروج کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالبین کے اجتماع سے دُرتے اور لڑتے رہتا جاوے گا۔

حد و صلوة و ارسال تسلیمات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے قمار کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کی عاقبت و استقامت کی دعا کی گئی ہے، آپ کا مکتوب مرغوب جو کہ پسندیدہ احوال پر مشتمل تھا اس کے مطالعہ نے فرحت و خوشی بخشی۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”ایک جوان کی تقریب سے جس کو میں نے حلقہ ذکر میں خانقاہ کے دروازے پر دیکھا تھا میں آپ کی جانب متوجہ ہوا، اچانک آپ مسجد کی محراب میں ظاہر ہوئے (او) میری طرف متوجہ ہوئے، نسبت عالی نے مجھ پر پرتو ڈالا، اس اثنا میں (ایک) دائرہ نظر آیا جو چودہویں رات کے چاند کی مانند بلکہ اس سے زیادہ روشن و درخشاں تھا، میں نے اپنے آپ کو اس دائرہ میں اس حد تک فنا پایا کہ میں نے اپنے وجود کا کوئی نشان نہیں پایا۔“ میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ یہ نورانی دائرہ اُس اسم الہی سے عبارت ہو جو کہ آپ کا مبرا تعین ہے، اور یہ جو آپ نے اپنے وجود کا کوئی نشان نہیں پایا (یہ) اُس اسم میں فنا کی علامت ہے۔ جانتا چاہئے کہ اس اسم تک وصول اور اس کمال میں فنا ہونا انسان کا مرتبہ ہے اور ولایت اس کے ساتھ مربوط ہے لیکن اس اصول میں بہت سے مراتب ہیں اور اس اسم کے بہت سے ظلال ہیں ہر ظل تک پہنچنے کے وقت وہ ظل اصل کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے اور سالک کو اصل ہونے کے گمان میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دیکھئے کون صاحب نصیب ہے جو کہ اصل کے ساتھ واصل ہو جائے اور ظلال سے پوری طرح رہائی حاصل کر لے، یہ سالکوں کے قدم ڈمگا جانے اور اُن کے غلطی میں مبتلا ہو جانے کا مقام ہے، حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ تیس سات سال تک مولانا عارف (دیک کرانی) کے ہمراہ اس کوشش میں رہا کہ اصل سے آگاہی حاصل کر دوں تین بار حجاز کے سفر پر گیا اگر میں وہاں مولانا کی مثل یا مولانا کے مقامات کا ذرا سا منظر بھی کسی کو پاتا تو وہاں سے ہرگز واپس نہ آتا۔“

آپ نے لکھا تھا کہ ”اس کے بعد میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ فقیر کے تمام لطیف مقام اخفیٰ میں جمع ہو گئے اور سینہ کو چیر کر عالم علوی کی طرف پرواز کر گئے اور فقیر کا جسم مسجد میں خالی رہ گیا ساتوں آسمانوں کے طبقات سے ترتیب کے ساتھ گزر گئے اور عرش کے کنگرہ (چوٹی) تک پہنچ کر بیٹھ گئے لیکن ۱۰۳ عرش کی طرف توجہ نہیں رکھتے تھے، اور پھر وہاں سے پرواز کی اُسی قدر راہ عرش سے ادا پڑے، میں نے سمجھا کہ یہ عالم لامکانی ہو گا اور وہاں اس حد تک فنا ہو گئے کہ ان کو کوئی اثر معلوم نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ اس کے بعد پھر عالم سفلی کی طرف واپس ہوئے اور بدن کی طرف متوجہ ہوئے اور مقام اخفیٰ میں اکٹھے ہو گئے، اس کے بعد ہر لطیف نے اپنے مقام میں قرار پکڑا۔“ میرے مخدوم! الطائف کا عروج اور اُن کا بدن سے پرواز کرنا اور بدن کو خالی چھوڑ دینا اعلیٰ درجہ کے احوال میں سے ہے اور اُس کو فنا کے جسری سے

تعبہ کیا جاتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل حضرت عالی (قدس سرہ) کے رسائل میں مذکور ہے۔ میرے مخدوم! عالم امر کے پانچوں لطیفہ جو کہ عالم صغیر کے اجزاء ہیں کہ انسان ہے ان کے اصول عالم کثیر ہیں جو کہ انسان کے سوا علویات و سفلیات ہیں اور ان اصول کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت سے کچھ حصہ رکھتا ہے اور بیچونی کی آمیزش لئے ہوئے ہے، ان لطائف پاک کو اس بدن حادثہ کے ساتھ عشق و گرفتاری کی گئی ہے اور اس سبب سے اُن نورانی لطائف کو اس ظلمانی پیکر کے ساتھ خاص تعلق ہو گیا ہے جیسا کہ ان لطائف میں سے ہر لطیفہ کو انسان کے جسم میں معین مقام اور جدا آشنا مقرر ہو گیا ہے اور اعلیٰ علیین سے اسفل سافین میں نزول کیا ہے، افسوس ہے اگر وہ اس قفس میں قید رہے اور عالم اسفل کی گرفتاری کے جال سے رہائی حاصل نہ کرے اور اس پر خطر سفر سے رجوع نہ کرے، اُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿۱۶۹﴾ اور سعادت ازنی جس شخص کی دستگیری فرمائی ہو وہ اس کو اس ظلمت کدہ کی قید رہائی دلاتی ہے اور اصل کا شوق اس کا دامگیر ہو جاتا ہے اور کشاں کشاں اپنے ساتھ لیجاتا ہے۔

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش باز جوید روزگار وصل خویش

[جو شخص اپنی اصل سے دور ہو، وہ اپنے وصل کا زمانہ پھر سے ڈھونڈے]

لطائف کا یہ عروج جو آپ نے لکھا ہے اُس کشش کا نتیجہ ہے اور اصل کے جذبہ کر لینے کے باعث ہے اور چونکہ ان لطائف کے فطری مقامات اور ان کا ظہور عرش کے اوپر ہے اس لئے ان کا عروج عرش سے اوپر ہو گا جو کہ ان کے ظہور کا مقام ہے، دائرہ امکانی ان لطائف کے اصول کی نہایت پر ختم ہوتا ہے اور سالک اُن کے منتہا تک پہنچنے کے ساتھ فنا حاصل کرتا ہے جو کہ دائرہ امکانی کے طے ہونے سے وابستہ ہے اور سیر الی اللہ کو انجام تک پہنچانا ہے اور سلوک کو پورا کرتا ہے اس کے بعد معاملہ جذبہ سے تعلق رکھتا ہے جس کو سیر فی اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سالک کا ہمدان تعین اس سیر میں شامل ہے۔

بوصلش نارسم صد بار از پافگند شوقم کہ نو پروازم و شاخ بلند آشیان دارم ﴿۱۷۰﴾
[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار پاؤں سے گرادیاتا ہے کیونکہ میں بنیا آٹھنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیان ملے گا۔] آپ نے مطالبین کی کثرت ہجوم کے بارے میں لکھا تھا اور اُن سے عجیب و غریب احوال ظاہر ہونے کی بابت اظہار فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اور اُن کے احوال میں اچھی طرح مشغول رہیں اور ان کے حق میں توجہات کرتے رہیں اور حلقہ ذکر کو آباد رکھیں لیکن اس ہجوم و اجتماع سے ڈرتے اور لڑتے رہیں اور ہمیشہ التجا و عاجزی کرتے رہیں (کہیں) اس اجتماع میں اس شخص کی خرابی نہ چاہتے ہوں اور

ظاہر کی بہ کثرت باطن کی وحدت میں اثر انداز نہ ہو جائے اور بعض نفسانی وسوسے جو اس اجتماع میں پیدا ہوں ان سے توبہ و استغفار لازمی جائیں۔ مختصر یہ ہے کہ اس کام میں سرگرم بھی رہیں اور ڈرتے اور استغفار بھی کرتے رہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے **اعمل واستغفر** [عمل کرو اور استغفار کرو] اوقات کو ذکر و فکر سے معمور رکھیں اور خلوت کی طرف رغبت میں اور نفی و اثبات کی اس قدر تکرار کریں کہ وجود و توابع وجود کا کچھ اثر باقی نہ رہے، اور حضور خود بخود ظاہر ہو جائے اور لایزال اللہ اکبر اللہ [اللہ کو یاد کرتا ہے] پرتو ڈالے، اس محنت میں نہیں کہ اس وقت میں بندہ حق جلی و علایہ ہو جاتا ہے بلکہ اس معنی میں کہ بندہ ہستی موموم سے خالی ہو جاتا ہے اور نفس امارہ کی انانیت (میں پن) جڑ سے اکھڑ جاتی ہے اور معشوق خود بخود اپنے اوپر جلوہ گر ہو جاتا ہے، دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہو والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی والتم متابعنا مصطفیٰ علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلامات والبرکات العلی۔

مکتوبات

فضائل آجی ابوالقاسم بن مراد لاہوری کے نام ان وجوہ کے بیان میں جو علماء کرام کی بیان فرمائی ہوئی معرفت اور اس معرفت کے درمیان فرق کرنے والی ہیں جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں اور اس معرفت کو حاصل کرنے کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ گرامی نامہ نے مشرف کیا اور مسرت بخشی، چونکہ قصور کی دید اور باطنی و حال کے احوال و اطوار پر افسوس کرنے کی خبر دینے والا تھا اور مطلوب تک پہنچنے کی آرزو کی طرف اشارہ رکھنا تھا (اس لئے) مزید مسرت کا باعث ہوا، حق سبحانہ اس دید کو اور زیادہ کرے اور خود پسندی و غرور سے نجات دے اور دل میں شوق کی آگ بھڑکائے تاکہ وصول سے روکنے والے امور سے یکسو کر دے اور اس کی طلب و محبت میں یک جانب و یک رخ بنادے۔ اللہ قریب عجیب (بیشک قریب ہے) اور قبول کرنے والا ہے [میرے شفقت آتا رہے] اس فانی دنیا میں مقصد اعلیٰ حق جل و علا کی معرفت حاصل کرنا ہے اور معرفت دو قسم کی ہے، قسم اول وہ معرفت ہے جس کو علمائے عظام نے بیان فرمایا ہے اور قسم دوم وہ (معرفت) ہے جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں، پہلی قسم نظر و استدلال کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسری قسم کشف و شہود سے مربوط ہے، پہلی قسم دائرہ علم میں داخل ہے جو کہ تصور و تعقل و تفکر کی قسم ہے اور دوسری قسم دائرہ حال میں داخل

اور تحقیق (متصف ہونے) کی جس سے ہے، پہلی قسم عارف کے وجود کو فنا کرنے والی نہیں ہے اور دوسری قسم سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے کیونکہ معرفت اس طریقہ میں معروف (اللہ تعالیٰ) میں فنا ہونے سے عبارت ہے۔

قرب نے بالاویستی رفتن است قرب حق از قید ہستی رستن است

[اوپر اور نیچے جانے کا نام قرب نہیں ہے، حق تعالیٰ کا قرب ہستی (وجود) کی قید و رہائی پانا ہے]

پہلی قسم علم حصولی کی قسم سے ہے اور ادراک مرکب ہے اور دوسری قسم علم حضوری کی قسم سے ہے اور ادراک بسیط ہے کیونکہ اس مقام میں حاضر حق سبحانہ ہے بجائے نفس سالک کے کہ وہ فنا حاصل کر چکا ہو۔

قسم اول نفس کی مخالفت و انکار کے باوجود معرفت کا حصول ہے کیونکہ نفس اس مقام میں اپنی صفات رذیلیہ پر قائم ہے، امارگی اور سرکشی سے جو کہ اس کی ذات میں ہے نہیں نکلا ہے اور ظلم و سرکشی سے جو کہ اس کی فطرت میں ہے باز نہیں آیا ہے اس مقام میں اگر ایمان ہے تو وہ ایمان کی صورت ہے اور اگر اعمال صالحہ ہیں تو اعمال کی صورت ہیں کیونکہ نفس ابھی تک اپنے کفر پر ہے اور اپنے آقا کی مخالفت پر قائم ہے، حدیث قدسی میں ہے: عاد نفسك فانها انتصبت بمعاداتی (تو اپنے نفس کی مخالفت کر کیونکہ بلاشبہ وہ میری مخالفت پر کہہ رہی ہے) اس لئے اس ایمان کو مجازی ایمان کہتے ہیں، یہ ایمان زوال و خلل سے محفوظ نہیں ہے المجازی بنفی (مجاز کی نفی ہو جاتی ہے)۔ اور معرفت کی دوسری قسم چونکہ سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے اور نفس کے مطیع ہو جانے کا ثمرہ دینے والی ہے اس لئے اس مقام کا ایمان زوال سے محفوظ اور خلل سے مامون ہے، ایمان کی حقیقت اس جگہ میں ہے اور اعمال صالحہ کی حقیقت اس مقام میں ثابت ہے، حقیقت کی نفی نہیں ہوتی اور بقا اس کے لئے لازم ہے گویا حدیث شریف میں اللہم اانی اسئلك ایمانا لیس بعدہ کفر [اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو] اور آیت کریمہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ^ﷺ (الایہ) [اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ]

میں اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے، امام احمد حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) اس معرفت کے طالب رہے ہیں کہ استقامت علم و اجتہاد کے باوجود بشرحانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ہم کاب جاتے تھے، لوگوں ان کے سبب پوچھا، انھوں نے فرمایا کہ وہ خدا (تعالیٰ) کو مجھ سے بہتر پہچانتے ہیں، شاید کہ امام اعظم کو فی قدس سرہ نے عمر کے آخری دو سال میں جو اجتہاد و استنباط ترک کر کے خلوت اختیار کی جیسا کہ انھوں نے خواب میں (کسی سے) فرمایا

لولا السنن لهلك النعمان [اگر وہ سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا] وہ (آخری دو سال میں) اسی معرفت کی تحصیل و تکمیل اور اسی ایمان کے مکمل کرنے میں (مصروف) رہے جو کہ اس معرفت کا ثمرہ ہے ورنہ وہ اعمال میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے، کونسا عمل ہے جو اجتہاد و استنباط کے درجہ کو پہنچتا ہے

اور کونسی عبادت ہے جو تدریس و تعلیم کے مرتبہ تک جاتی ہے، اور جانتا چاہئے کہ کامل طور پر اعمال کی قیامت ۱۰۶
کمال ایمان کے مطابق ہے اور اعمال کی نورانیت کمال اخلاص سے ہے ایمان حقیقتاً زیادہ کامل اور اخلاص
جتنا زیادہ مکمل ہوگا اعمال کا نور و قبول و کمال کچھ اور ہی ہوگا، اور اس ایمان کا کمال اور اخلاص کی
تکمیل معرفت کے ساتھ وابستہ ہے اور چونکہ یہ معرفت اور ایمان حقیقی فنا اور موت قبل الموت سے وابستہ
اس لئے جس شخص کا قدم فنا میں جتنا زیادہ راسخ ہوگا وہ ایمان میں اسی قدر زیادہ کامل ہوگا اسی لئے
(حضرت) صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کا ایمان اُمت کے ایمان پر فوقیت لے کیا، لواتزن ایمان ابی بکر
مع امتی لزجہ ایمان ابی بکر (اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ایمان کو میری امت کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ابوبکر
(رضی اللہ عنہ) کا ایمان بڑھ جائے گا (الحديث) کیونکہ وہ فنایت میں فرد کامل تھے۔ من اراد ان ينظر الى
میت ہمیشی علی وجه الارض فليتنظر الى ابن ابی قحافہ (الحديث) جو شخص زمین پر چلتی پھرتی لاش کو
دیکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لے (یہ حدیث) اس
معنی کی تائید کرتی ہے کیونکہ تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) میں حصول فنا کے باوجود (حضرت)
ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی حصول فنا میں تخصیص بھی ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اس معنی (فنایت) کے کمال پر
دلیل ہے۔ اس تحریر سے مقصود اور طول کلامی سے مطلوب یہ ہے کہ غفلت مندوں اور ذہین لوگوں پر ضروری
ولازمی ہے کہ اپنے انجام کار (مستقبل) اور زمانہ حال کے بارے میں اچھی طرح غور کریں، جس کسی کو مذکورہ بات پر
معرفت حاصل ہے تو اس کے لئے خوشی و خوشخبری ہے جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ بجالایا، اور اس
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۚ اے یسوع فون (اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی
عبادت کے لئے پیدا کیا ہے یعنی تاکہ میری معرفت حاصل کریں) کے مطابق اپنی زندگی
بسر کی کیونکہ عبادت کا کمال معرفت سے وابستہ ہے اور جس شخص کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے اس کو چاہئے
کہ اس کی طلب میں جان کے ساتھ کوشش کرے اور جس جگہ سے مطلوب کی بُو پائے اس کا پیچھا کرے،
افسوس ہے کہ اس دنیا کے فانی میں جس چیز کا اس شخص سے مطالبہ کیا گیا ہے اس کو بجانہ لائے اور دوسرے
امور میں مشغول ہو جائے اور جس چیز کی تخریب کے لئے (اس کو) امر کیا گیا ہے اس کی تعمیر کرے، کل دنیا
کے لئے کس منہ اور کون سے جیلہ سے عذر کی زبان کھولے گا۔

ترسم کہ یاربامانا آشنا بماند تا دامن قیامت این غم بماند

[میں ڈرتا ہوں کہ (مبارک) محبوب ہمارے (حال) سے نا آشنا (ہی) رہے (اور) یہ غم دامن قیامت تک ہمارے ساتھ رہے]

مکتوبہ

ص مبی مصطفیٰ کے نام اس بیان میں کہ ولایات کا حاصل ہونا اور ان کا علم وہی چیز ہے اور ان کے متعلق
(واردات) کسی ہیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حائذاً لک العظیہ ومصائباً عنی رسولہ الکریم اللہ تعالیٰ فیرض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے،
مکتوبہ مرغوب پہنچ کر مسرت کا سبب ہوا اور اس کی بعض کیفیات کے مطالعہ نے ذوق بخشا، آپ نے بعض
ظاہری مطالب کے حاصل نہ ہونے کے بارے میں لکھا تھا الخیر فیما صنعہ اللہ سبحانہ لکھنا ہی نہ
جو کچھ کرتا ہے اس میں بہتری ہے تمام امور کو حق جمل و علا کے سپرد کر دیں اور ان کے حصول میں رنج نہ اٹھائیں
آلہیں اللہ یکاف عبادہ [کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے] ہم لوگوں کی عزت ایمان و معرفت
سے ہے نہ مال و جاہ سے، ایمان کی تکمیل میں کوشش کریں اور معرفت کے مراتب حاصل کرنے میں سعی کامل
ملفوظ رکھیں، اس اعلیٰ مطلب کے حاصل کرنے میں جب قدر مشقت اٹھائیں مناسب و عمدہ ہر حدیث شریف
میں ہے کہ جس شخص نے اپنے غموں کو ایک غم یعنی آخرت کا غم بنالیا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام غموں سے
کفایت کرے گا اور جس شخص کو دنیوی حالات کے غموں نے پرانگندہ کیا اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ
ان (غموں) کی کسی بھی ادی میں مرے اگر کوئی شخص حصول معاش میں صبر نہ کر سکے تو وہ کسی قدر کوشش کرے
اگر کامیاب ہو گیا تو اچھا ہے ورنہ اس کے پیچھے نہ پڑے کہ اس چکر میں پھنس جائیگا اور پریشانی لاحق ہوگی۔
آپ نے لکھا تھا کہ اس بات کا علم کہ مرید صغریٰ یا کبریٰ یا علیا وغیرہ کونسی ولایت میں ہے الخ
میرے مخدوم! ان اشیاء کا علم خود ان اشیاء کی طرح ہو ہی ہے اگرچہ ان کے مقدمات (فائدات) کسی
ہیں، صاحب معاملہ اگر صاحب تفصیل علم ہے تو اپنے وجدان سے ان ولایتوں کو پہچانتا ہے اور ایک
ولایت سے دوسری ولایت میں اپنا منتقل ہونا پاتا ہے اور اسی طرح صاحب علم پیر (بھی) مرید کی ولایت
کو اور اس کے ایک ولایت سے دوسری ولایت میں منتقل ہونے کو مشاہدہ کرتا ہے، اور اگر مرید صاحب علم
نہیں ہے تو اس کو پیر کا علم کافی ہے، مختصر یہ ہے کہ ولایت حاصل ہونی چاہئے اگر اس کا علم (بھی) دیدیں
تو ایک نعمت ہے ورنہ (عدم علم) نفس ولایت میں کچھ نقص نہیں رکھتا فنا من علم و فنا من جمل (پس
ہم میں سے وہ لوگ بھی ہیں جن کو علم ہے اور وہ بھی ہیں جن کو علم نہیں ہے)۔

آپ نے لکھا تھا کہ اگر یہ علم وہی ہے تو توجہ کریں تاکہ اس سے کچھ حصہ نصیب ہو جائے انشاء اللہ تعالیٰ

توجہ کی جائیگی، بعلم ارشاد و تمہیل کے لئے شرط نہیں ہے اگرچہ مستحسن ہے لیکن جس صاحب کمال نے ان
 روایتوں (ولایات ثنائہ وغیرہ) کی تفسیر کی ہے اور زمانہ کی طرف (ابداً گیلے اور تکمیل وار شاد پر مقرر ہوا ہے اگر
 پورے ہمت کے ساتھ اس امر عظیم کی حرمت متوجہ ہو جائے اور توجہات کرے اگرچہ وہ صاحب تفصیل علم نہ ہو
 اغلب یہ سب وہ طائیفہ کے فقہ و کمال اور ان کی متقی اور ایک ولایت سے دوسری ولایت میں منتقل
 ہونے کے احوال سے بے خبر نہیں رہتے گا اگرچہ اجمالی طور پر ہوا اور اگرچہ بعض علامات کے ذریعہ سے ہی اقتضا
 اور (اگرچہ) بعض اُن امور سے جو کہ اس امر عظیم میں لازمی ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ کے علم کرانے سے ہی مطلع ہو جائے
 سے تو کار بکفایت کار داں کن خود کار بگویرت کہ آں کن
 (تو کام جاننے والے کے کہنے کے مطابق کام کرنا کام خود سمجھ کو بتائے گا کہ یوں کر)
 والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الهدی۔

مکتوب ۶۳

۱۵

شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بار میں تحریر فرمایا کہ نوافل کے اوقات میں احتیاط کے طور پر قضا
 نمازیں پڑھنا ان نوافل کی جگہ واقع ہو جائیں گی۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصحطے، آپ نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ جس
 مریض کی بیماری کے کچھ دنوں کی فرض نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور وہ ان کو بعد میں ادا کرے اور اپنی
 اُن قضا نمازوں کی تعداد نہیں جانتا اور نیز اگر تہجد و اشراق کے اوقات میں ان دونوں نمازوں کے
 بدلے میں اور سنن موکدہ کے علاوہ جو نوافل بعض اوقات میں پڑھنے مروی ہیں ان کے بدلے میں ان
 قضا نمازوں کو پڑھتا رہتا رہتا تمام عمر اسی طرح کرتا رہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی بیماری
 کے دن ایک سال تک نہیں پہنچتے تو اس صورت میں کیا اس کو ثواب عظیم حاصل ہوگا جو ان (نوافل)
 نمازوں (کے پڑھنے) کے بارے میں وارد ہوا ہے یا نہیں حاصل ہوگا۔ پس ظاہر قول یہ ہے کہ قضا
 نمازیں پوری ہونے کے بعد در کی نمازوں میں یہ ثواب حاصل ہوگا اس لئے کہ (اب) یہ نمازیں
 نفل میں تبدیل ہو جائیں گی اور نوافل موقتہ میں تعین نیت شرط نہیں ہے پس وہ نمازیں نوافل موقتہ
 کی جگہ واقع ہوں گی۔

۵

مکتوب ۶۲

شرف الدین حسین لاہوری کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا انھوں نے لکھا تھا کہ ہمہ دوست کی واردات دل پر غالب آجاتی ہیں۔

فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں (آپ کے) مکتوب شریف کے مطالعہ نے شادمان و مسرور کیا آپ نے لکھا تھا کہ ”ہمہ دوست کی کیفیت دل پر چھا جاتی اور غالب آجاتی ہے اور اس عاجز نے شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کر دیا ہے تاکہ جو کچھ حکم فرمائیں حتیٰ الوسع اس پر قائم رہے، ع
ہے سجادہ رنگیں کن گرت پیرمغاں گوید (اگر تجھ کو پیرمغاں کہے تو اپنے مصلے کو شراب کے ساتھ رنگین کر لے)
میرے مخدوم! یہ وارد اور اس قسم کی دوسری کیفیات محبت کے غلبہ کے باعث ہیں محبت کے نشہ
(کی وجہ) سے محب کی نظر میں محبوب کے سوا کچھ نہیں آتا اور شوق کی زیادتی کے باعث کثرت کو جمال وحدت کا
آئینہ پاتا ہے۔

دردیوار چو آئینہ شد از کثرت شوق ہر گجامی نگر م روئے ترا می بینم

[چونکہ کثرت شوق کی وجہ سے دردیوار آئینہ کی مانند ہو گئے ہیں (اس لئے) میں جس طرف بھی دیکھتا ہوں تیرا ہی چہرہ دیکھتا ہوں]
اور قاعدہ ہے کہ آئینہ شہود سے پوشیدہ ہو جاتا ہے ظاہر وہی صورت ہے اس لئے اُس وقت میں وحدت و جو
کا حکم کرتا ہے اور کثرت مخفی و پوشیدہ ہو جاتی ہے اس وقت سالک کو چاہئے کہ شریعت کو ہاتھ سے نہ جانے
دے اور اپنے آپ کو تکلف کے ساتھ بندگی (شریعت) کے احکام پر (قائم) رکھے، باطن کے ساتھ وحدت میں
فنا رہے اور ظاہر میں احکام شریعہ کے ساتھ آراستہ رہے، ع

اس کا بدولت است کنوں تا کرادہند [پنسیب کی بات ہو دیکھیے اب کس کو غایت فرماتے ہیں]
جب سُکرے صحو میں آجائے اور جمع سے فرق کی طرف مائل ہو جائے تو اس وقت اسلام حقیقی کے ساتھ
مشرف ہو جاتا ہے اور دعوت و ارشاد کے لائق بن جاتا ہے۔

مکتوب ۶۵

نیز شرف الدین حسین لاہوری کے نام بلند ہمتی کے بارسا میں اور جو حیر مشہود ہوا اس کی طرف

النفات نہ کرنے اور اس کے مناسب بیان میں تخریر فرمایا۔

حمد و صلوة و ارسال تسلیات کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مکتوب مرغوب حافظ محمد ضیاء کے ہمراہ ارسال کیا تھا موصول ہو کر مسرت کا باعث ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ ”جو کچھ دید و دانش تھا سب کو وہم و خیال پایا اور جو کچھ یافت و بینش رکھتا تھا سب کو نقص دیکھا الخ“ اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ صراطِ مستقیم کی ہدایت پا گئے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی شاہراہ پر آگئے ہیں، ایک بزرگ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، عرض کیا یا رسول اللہ! توحید کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جب بھی تیرے دل میں کوئی تصور آئے یا تیرے خیال میں کوئی بات آئے تو اللہ سبحانہ اس سے ماوراء ہے، ہمت کو بلند رکھیں اور جو کچھ اس راستہ میں حاصل ہو اس پر قناعت نہ کریں، اس راستہ کا ہر خس و خاشاک انی انا اللہ (بیشک میں ہی اللہ ہوں) کی صدا لگاتا ہے اور سالک بیچارہ کو اپنی پرستش کی طرف بلاتا ہے کوئی ایسا بلند پرواز شاہباز چاہے جو نگاہ کی کجی میں مبتلا نہ ہو اور لَا أَحِبُّ الْآفِلِينَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] کا ترانہ گاتا ہو اور آیت کریمہ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا اَلَاۤیْہ [بیشک میں نے اپنا منہ کسی کو نہیں کیا، کئے بغیر خالص اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا] کو اپنا پیشوا بنائے، فَاَزَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی [اس کی آنکھ نے نہ کجی کی اور نہ وہ حد سے آگے بڑھی] حبیب کی صفت ہے اور لَا أَحِبُّ الْآفِلِينَ [میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا] خلیل علیہا الصلوٰۃ والسلام کا مقولہ ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ تمہاری اور اس تعالیٰ شانہ کی محبت میں فرق نہیں دیکھتا ہے

بنشینم و با غم تو سازم یہاں ز تو با تو عشق بازم اے

[میں بیٹھ جاتا ہوں اور تیرے غم کے ساتھ موافقت کرتا ہوں] تجھ سے پوشیدہ (بے خبر) ہوں (اور) تیرے ساتھ محبت کرتا ہوں [بیشک حق جل و علا کی محبت ہے جو کہ پیروم رشد کے واسطے سے متعلق ہے، حدیث شریف من اجہم فی حبی اجہم [جس نے اُن سے محبت کی تو اُس نے میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کی] اس معنی کی شاہد ہے کسی نے خوب کہا ہے

یک نغمہ نشستہ درد و پردہ یک نشاۃ دو جا ظہور کردہ

[ایک نغمہ (راگ) دو پردوں (مردوں) میں جاگزیں ہے، ایک وجود نے دو جگہ ظہور کیا ہے]

آپ نے جو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور لکھا ہے اس کے مطالعہ نے بہت خوشوقت کیا، حق سبحانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالاتِ خاصہ سے بہرہ مند فرمائے۔

مکتوب ۶۶

شیخ عرب بخاری کے نام نصیحت کے بارے میں اور واقعات کے جواب میں تحریر فرمایا

میرے برادر عزیز شیخ عرب اس خستہ دل درویش کا سلام غایت انجام پڑھیں، آپ کے ارسال کے ہوئے مکتوب نے موصول ہو کر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ ظاہری نسبت و باطنی جمعیت کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ ترقیات نصیب فرمائے اور بیش از بیش عطا کرے و من استوی دوماہ فہو مغبون (جس شخص کے دُورن یکساں گزرے یعنی اُس نے ترقی نہ کی تو وہ غارت میں ہے) بہترین اوقات (جوانی کے اوقات) کو عبادات کے معمولات میں صرف کریں اسی قلیل فرصت میں باطن کی تعمیر و تنویر میں مشغول رہیں، انوس در انوس ظاہر کی تعمیر باطن کی تخریب کا سبب ہے اور اسی طرح اس کے برعکس ہے (یعنی ظاہر کی تخریب باطن کی تعمیر کا سبب ہے) اور ہم ہیں پرست ظاہر کی تعمیر کے درپے ہیں پس ہمیں باطن کیا خبر ہوگی۔ حدیث شریف میں آیا ہے فانی بعثت الخراب الدنیا ولم یبعث لعمار تھال پس بیشک میں دنیا حوزہ اقلی سے بٹانے والی چیزوں کی برادری کے لئے بھیجا گیا ہوں اور اس کی تعمیر کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ پنجوقتہ نمازوں کے دوران عجیب کیفیت ظاہر ہوتی ہے اور ہستی رفتاریت کا دیکھنا دوام کے طور پر ہے بالخصوص ذکر و مراقبہ کے وقت نہ رہو کا کوئی اثر نظر میں آتا ہے اور شعور کا کسی امر کا ارادہ دل میں نہیں آتا۔ میرے محترم ایہ احوال سنجیدہ و پسندیدہ ہیں جو حالت کہ نماز ادا کرتے وقت ظاہر ہوتی ہے بہت ہی عمدہ ہے اور اس کی کیفیات انتہا کی خبر دینے والی ہیں۔ والسلام (ہم) اولاً و آخراً۔

مکتوب ۶۷

صلاح آثار حافظ محمد حسن کے نام اُن کے حال کی شرح میں مع ان احادیث کے بیان کے جن میں

نماز و وضو تلاوت قرآن مجید کے فضائل وارد ہوئے ہیں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے، آپ کا مکتوب مرغوب ہو کہ آپ نے صحبت کی وجہ سے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے صادر ہونے سے شادمان و مسرور ہوا چونکہ

اعلیٰ احوال اور بڑے کیفیات پر مشتمل تمام سر میں اضافہ کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”اس سے پہلے جبکہ معاملہ فتاویٰ بقاء سے وابستہ تھا نجیب و غریب احوال و اذواق رونما ہوتے تھے اور نادار قسم کے حالات و احوال ظاہر ہوتے تھے اب جبکہ معاملہ جن تک پہنچ گیا ہے مجز و انکسار کے سوا کچھ نہیں رہا اور جو عمل بھی واقع ہوتا ہے اس کو رد و دفع کے لائق جانتا ہے اور اپنے آپ کو کسی وجہ سے بھی اس بارگاہ مقدس کے لائق نہیں پاتا اور خالق و مخلوق ہونے کی نسبت کے سوا نہیں جانتا۔ آپ جانیں کہ جب تک سالک کا معاملہ اصول اور اصول میں ہے الی ماشاء اللہ تعالیٰ۔ (اس وقت تک) فتاویٰ بقاء و اصالت و ظلیت و مرآتیت (آئینہ ہونا) وغیرہ متصور ہے اور اذواق و اذواق لذات و کیفیات و وصل اتصال موجود و ثابت ہے اور جب معاملہ اصول سے اوپر جاتا ہے اور اصل ظل کی طرح راہ میں رہ جاتی ہے اور کمالات نبوت پر ٹوٹ جاتے ہیں اور تیز جاتی رہتی ہے تو جبل و نادانی ظاہر ہوتی ہے اور حیرت و تعجب شریعہ جاتا ہے شوق و ذوق راہ میں رہ جاتا ہے اور وصل و اتصال کا خیال مرنے کل جاتا ہے اور اتحاد و ظلیت و مرآتیت کی نسبت پوشیدہ ہو جاتی ہے خالص خالقیت و مخلوقیت کی نسبت جلوہ گر ہوتی ہے۔

۱۲۵ علامہ سید کاظم رشتی صاحب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی شان و شان میں کتب و کتب

آپ نے لکھا تھا کہ کبھی کبھی ایک نسبت وارد ہوتی ہے اور تو بصرہ۔ ظاہر ہوتا ہے اور اپنے آپ کو اس نور میں مصحح و رفا اور لائے پاتا ہے اور اس وقت اپنے آپ سے کوئی نام و نشان نہیں سمجھتا اور اس مرتبہ پر نور کا اطلاق اس کی حقیقت کو نہ پانے کی وجہ سے ہے ورنہ وہ ایک ایسا امر ہے جو احاطہ تحریر و تقریر سے باہر ہے اور اس کو کسی چیز کے ساتھ تعبیر نہیں کر سکتا اور اس مرتبہ مقدمہ سے بجز وحیرت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے۔ ”میرے مخدم! ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسر ہونے مراتب تعینات کے اوپر ایک مرتبہ تحریر فرمایا ہے اور اس کو تو بصرہ سے تعبیر کیا ہے اور اس کو حقیقت کعبہ فرمایا ہے، جو کچھ آپ نے لکھا اور پایا ہے اگر وہی حقیقت ہے جو کہ حضرت عالی (قدس سرہ) نے فرمائی ہے تو بہت بڑی سعادت ہے فطویٰ ملک و بشری [پس آپ کے لئے خوشی و بشارت ہے] اور اگر اس حقیقت کے ظلال میں سے کوئی ظل تھا تو بھی غنیمت ہے مختصر یہ ہے کہ اس نسبت کے اصل داعی ہونے کی وجہ سے جو کچھ ہے بریت احمر (سرخ گندہ کسا یعنی تار) ہے۔ یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اکثر اوقات یہ نسبت نماز میں وارد ہوتی ہے خاص طور پر اس فرض نماز میں جو کہ جماعت سے ادا کرتا ہے اور (نماز سے) فارغ ہونے کے بعد جب تک نماز کی جگہ میں پابند بیٹھا رہتا ہے وہ حالت بھی باقی رہتی ہے اس کے بعد پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ ”میرے مخدم! نماز جو کہ تمہیں کی معراج ہے اصل کے ظہور کا مقام اور حالت معراجیہ کا نمونہ ہے۔ حدیث الساجد مسجد علی قدس سرہ فی سأل و لی رغب (سجد کرنے والا

اللہ تعالیٰ کے دونوں قایموں پر سجدہ کرتا ہے اس کی طلب و شوق کرتا پائے آپ نے سنا ہوگا اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندہ کی کوئی حالت اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اُس (بندہ) کو اپنا چہرہ خاک آلود کر کے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب بندہ اپنی نماز میں داخل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے پس اُس (بندہ) سے رُخ نہیں پھیرتا یہاں تک کہ وہ بندہ اپنا رُخ پھیر لے یا کوئی بُری بات کہے۔ پھر فرض نمازوں کی خصوصیت تو علیحدہ ہے اور جماعت نور علی نور ہے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بیشک اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے لئے جو اندھیروں میں مسیحا کی طرف جاتے ہیں قیامت کے روز ایک باند نور کے ساتھ روشنی کرے گا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اندھیروں میں مساجد کی طرف چلنے والے وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہونے والے ہیں۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی بندہ جماعت میں نماز پڑھتا ہے پھر وہ کسی حاجت کا سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے کہ وہ (بے مراد) واپس لوٹے یہاں تک کہ اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک نماز کے برابر ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانسو نمازوں کی برابر اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا پانچ ہزار نمازوں کے برابر ہے اور میری اس مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے ان پانچ نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے پر محافظت کی وہ پل صراط پر چلنے والی بجلی کی مانند گزرنے والوں میں سب سے پہلا شخص ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کا حشر بافتن کے پہلا گروہ میں فرما جائے گا اور روز و شب میں ان نمازوں پر محافظت کرنے والے کے لئے ایسے ہزار شہید کی مانند اجر ہوگا جو اللہ کے راستہ میں قتل کئے گئے ہوں۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے تم میں سے جو شخص وضو کرتا ہے پس اچھی طرح دستو کرتا ہے اور اس کو پوری طرح کرتا ہے پھر وہ مسجد میں آتا ہے اس کا مقصد نماز کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو خوشخبری دیتا ہے جیسا کہ ان لوگوں کو جن کا کوئی آدمی گم ہو گیا ہو اپنے غائب کے آجانے سے خوشی ہوتی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "جو ترقی کہ قرآن مجید کی تلاوت میں مفہوم ہوتی ہے (ایسی ترقی) جو سب چیزوں میں کم ہے خاص طور پر وہ تلاوت جو کہ نماز میں طویل قیام کے اندر کی جاتی ہے" بیشک جب معاملہ اصول سے اوپر چلا جاتا ہے اور ترمیم جاتی رہتی ہے تو اس مقام میں ترقی قرآن مجید کی تلاوت

اور نماز کے ساتھ ہوتی ہے، کلام صفت حقیقہ ہے اور اپنے موصوف سے کسی قسم کی علیحدگی وجدائی نہیں رکھتی اور اس کے ساتھ مل جانا اور اس کو اختیار کرنا اس کے موصوف کے ساتھ کمال تقرب کا سبب ہے، حدیث شریف میں آیا ہے اهل القرآن اهل الله وخاصته اهل قرآن اهل الله اور ان کے خاص بندے ہیں [ہو سکتا ہے کہ اہل قرآن سے مراد یہی لوگ ہوں جو کہ اس درجہ تک پہنچے ہیں اور رسول سے گزر چکے اور فتاویٰ کی حقیقت کے ساتھ پاک (غیر اللہ سے خالی) ہو گئے ہوں اور بندہ جہتک ما سوا سے اس طرح پاک و مطہر ہو جائے اہل قرآن اور اس کی تلاوت کے لائق نہیں ہوتا جو تلاوت کہ اس حالت سے پہلے واقع ہوتی ہے ابراہیم کے اعمال میں داخل ہے نہ کہ مقررین کے اعمال میں^{۱۳} اُس مقام میں کلمہ طیبہ کا تکرار فائدہ دینے اور ترقی بخشنے والا ہے، اور جب اس کلمہ مبارکہ کی برکت سے باطن کی طہارت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ تلاوت کے قابل ہو جاتا ہے، آیت کریمہ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ [اس کو پاکیزہ لوگ ہی چھوتے ہیں] اس معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے، یعنی قرآن کو وہی لوگ پڑھتے ہیں جو (ما سوا کے) تعلقات کی میل کچیل سے پاک ہو چکے ہیں، قرآن کریم کی قرأت کو مبالغہ کے طور پر چھونے سے تعبیر کیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے آگاہ رہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اشتیاق رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اللہ کا کلام سنا کرے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے، جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنے رب سے بات کرے تو اس کو قرآن پڑھنا چاہئے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے قرآن کے حاملین (رُحَمَاءُ) والے اولیاء اللہ ہیں، پس جس نے ان سے دشمنی کی تو اُس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی اور جس نے اُن سے دوستی کی تو بیشک اس نے اللہ تعالیٰ سے دوستی کی۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے، اللہ عزوجل (قرآن مجید کی) جس آیت کو بھی نازل فرماتا ہے اس کا ظاہر و باطن ہوتا ہے اور ہر حرف کے لئے حد ہے اور ہر حد کے لئے مَطْلَع ہے۔ والسلام

مکتوب ۶۸

شیخ غازی کے نام اس بیان میں کہ رویت قلبی دنیا میں واقع ہے یا نہیں اور سلطان العارفین کے اس کلام کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا کہ جس جگہ سالہا سال میں نہیں پہنچتا سلطان خیال ایک لمحہ میں پہنچا دیتا ہے۔

۱۳۱۵ھ اس آیت کی مزید تشریح مکتوبات امام ربانی قدس سرہ جلد سوم کے مکتوب ۱۱۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔
۱۳۱۶ھ حدیث کی شرح مکتوبات امام ربانی قدس سرہ دفتر سوم مکتوب ۱۱۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

الحمد للہ رب العالمین، عیدہ الذیہ: اے اللہ! اور عزیر شیخ غازی نے چند سوال کے لئے ر کے جواب میں چند سطور لکھی جاتی ہیں واللہ اعلم: اے سبیل الرشاد! اللہ تعالیٰ یہ رہے راستہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے! آپ جانتے ہیں کہ متاخرین صوفیائے کرام دنیا میں مشاہدہ کے و نور کے قائل ہیں جو کہ روایت قلبی سے عبارت ہے اور اس عام قافی میں اسے تسلیم کرتے ہیں اور (اس کا) وقوع مانتے ہیں، اور ص حبت معرفت فرمانے پر اور اس بات پر اجماع ہے کہ اس عالمی شانہ کو دنیا میں قائم رہنے سے دیکھا جاسکتا ہے ورنہ قلب سے: شاید کہ اس اجماع سے مراد صوفیائے متقدمین کا اجماع ہے اس صوفیانہ عقیدہ میں دنیا میں رویت قلبی کے قائل نہیں ہیں اور ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سرہ کا مذہب بھی اس اجماع کے موافق ہے اس معنی میں کہ مشاہدہ ذات حق قبول و مٹا دیا نہیں ہے کہ وہ آخرت کی رویت سے تعلق ہی ہوتا ہے اتصال میں سے کسی ظل کے مشاہدہ سے تعلق رکھتا ہے کہ جس نے ساتھ لایق ترقی نہیں ہے، ساتھ ساتھ (فنا) ہے ذات عزیرانہ کا طالب اس میں بھٹنا نہیں رہتا اور مشاہدہ اپنے پستی کی طرف نہیں اتار دیتا جو عزیرانہ خواجہ نقشبند قدس سرہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جو کچھ کہ دیکھا، منار رحمانا گیا ہے وہ سب غیر ہے کہ لا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرتی ہے یہ بھی اس اجماع کے مطابق ہے اور اس کی تائید کرنے والا وہ واقعہ بھی ہے جو لغوات میں بیان کیا گیا ہے کہ کسی بزرگ نے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، عرض کیا یا رسول اللہ! توجہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جب بھی تیرے دل میں کوئی تصور آئے یا تیرے خیال میں کوئی بات آئے تو اللہ تعالیٰ اس سے ماوراء ہے اور بعض اکابر سے مشاہدہ کے اقبالیات ہیں تو کچھ نقل کیا گیا ہے کہاں سے ثابت ہے کہ ان کو اس مقام سے ترقی واقع نہیں ہوئی ہے اور وہ آخر تک اس مشاہدہ میں رُکے رہے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ ایک روز اس فخر کو الہام والد اگر توجہ جذبہ صفت رہتا، چاہتا ہے تو اپنے آپ میں مشغول ہو جاتا، اپنے آپ میں مشغول ہونا کیا چیز ہے؟ اور جذبہ صفت اس معنی پر ہے؟ میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ اپنے آپ میں مشغول ہونے سے مراد سیرِ انفسی ہو جس کو جذبہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سلوک سیرِ آفاقی ہے یعنی توسلک سے جذبہ پیرا آجا اور آفاق سے انفس میں داخل ہو جاتا کیونکہ یافت راپا اپنے سے خارج میں نہیں ہے۔

ہمچونا بدینا میر نہیں سوتے دست با تو در زیر گسیلاست ہرچہ ہست

[تواندے کی بات نہ بھڑکتا، ہاتھ نہ لیجا جو کچھ ہے وہ تیرے ساتھ ہی کھل کے بیچے ہے]

اور یہ سیرِ انفسی ولایت کے طریقوں میں نہایت ہے اور جذبہ صفت (مراد) اُن قدس سرہ کے کمال کے

ساتھ متصف ہونا ہے جو کہ سیرِ انفسی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”سلطان العارفین بایرید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جس جگہ سالک کئی سال میں نہیں پہنچا سلطانِ خیال ایک لمحہ میں پہنچا دیتا ہے اور اپنے اس قول پر تعجب کیا کہ خیال کیا چیز ہے جو کسی شخص کو کسی جگہ پہنچائے اور اگر بالفرض وہ کوئی چیز سالک کے سامنے لائے تو وہ اُس پر کس طرح اعتماد کرے، خواب و خیال کا کیا اعتبار ہے“ میرے محترم! جو کچھ سلطان العارفین نے فرمایا ہے وہ حق ہے اس معنی میں کہ سلطانِ خیال کی مدرسے برسوں کا راستہ ایک لمحہ میں طے ہو جاتا ہے، غیبِ الغیب کا راستہ وہم (خیال) کی مدرسے طے ہوتا ہے اور بچوٹی (بے کیفی) کے معاملات خیال کی مدرسے صورت پذیر ہوتے اور ادراک میں آجاتے ہیں۔ ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ بسرہ نے لکھا ہے کہ ”اس راستہ کے طے کرنے کا مدار توہم و تخیل پر ہے، احوال و مواجید کیفیت جو کہ اس راستہ کے جزئی معانی ہیں وہم ہی کے ساتھ ادراک میں آتے ہیں اور سالکوں کی تجلیات و تلویحات خیال کے آئینے میں مشہود ہوتی ہیں پس اگر وہم نہ ہوتا تو ہم قاصر رہ جاتے اور اگر خیال نہ ہوتا تو حال پوشیدہ رہ جاتا، اس راستہ میں وہم و خیال سے زیادہ نفع دینے والی کوئی چیز نہیں پائی گئی اور اُن کا اکثر ادراک و انکشاف واقع کے مطابق ظاہر ہوا، وہم (خیال) ہی ہے جو کہ پچاس ہزار سال کی راہ کو جو کہ بندہ اور رب کے درمیان ہے اللہ تعالیٰ کے کرم سے نفوذی مدت میں طے کر دیتا ہے اور وصول کے درجات تک پہنچا دیتا ہے اور خیال ہی ہے جو کہ غیبِ الغیب کے دقائق و اسرار کو اپنے آئینہ میں منکشف کرتا ہے اور صاحبِ استوداد سالک کو مطلع کر دیتا ہے۔“

یہ ان (مجدد الفِ ثانی) قدس سرہ کا کلام ہے۔ والسلام

۱۱۵

مکتوب

محمد باقر فتح آبادی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ عشق حقیقی موسیٰ پر اور باطن کا حصہ ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ حضرت حق سبحانہ کا عشق دیکھنے کے طور پر ہے یا جاننے کے طور پر؟ دیکھنے کے طور پر نہیں ہے کیونکہ دیدار کا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے بلکہ سننے اور جاننے کے طور پر ہے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد

[عشق صرف دیدار ہی سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اکثر دولت گفتار سے بھی پیدا ہوتی ہے]

آپ نے لکھا تھا اگر جاننے کے طور پر ہے تو ہم خدا تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے اس کو پہچانا ہے

جیسا کہ وہ اپنے اسماء و صفات کے ساتھ ہے پس کیا (سبب) ہے اور کیا مصیبت ہے کہ یہ سب کچھ جانے اور پہچاننے کے باوجود ہماری طبیعت میں عشق مجازی کے برابر کامل بیقاری و بے آرامی پیدا نہیں ہوتی اور شوق کی آگ ہمارے دلوں میں نہیں بھڑکتی؟ (اس کا) جواب دو طرح پر ہے، ایک وجہ یہ ہے کہ محض جاننا عشق و گرفتاری کا سبب نہیں ہے، اگر عشق میں محض جاننا کافی ہو تو تمام مومنوں کو شیدا و عاشق ہونا اور اپنے آپ سے اور اپنے ماسوا سے آزاد ہونا چاہیے کہ (یہ عشق کا لازمہ ہے بلکہ عشق و محبت حق جل و علا کا عطیہ ہے جو کہ جاننے پر مرتب (ہوتا) ہے اور عالم اسباب میں سلوک و ریاضت اور شیخ مقتدا کی صحبت پر کہ جس نے سلوک و جذبہ کے مقامات کو طے کیا ہے موقوف ہے اور علم و معرفت کہ صوفیائے کرام جس سے ممتاز ہیں اس عشق و ولولہ کا نتیجہ ہے اور اس کا ثمرہ حق الیقین ہے جو کہ بقا کا مقام ہے (حدیث قدسی) من قتلته فانا دیتہ [جس کو ہر قتل کرتا ہوں] تو اس کا خوشہاں خود ہوں] اس بات کی گواہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو عشق و محبت بچپنی سے تعلق رکھتا ہے وہ بے کیفی سے کچھ حصہ لکھتا ہے اور وہ باطن کا حصہ ہے کیونکہ جو سر اسر چون (بیشمل) ہے اُس کا ظاہر میں سراپت کرنا کیا ہے اور عشق مجازی جو کہ چون و چند سے تعلق رکھتا ہے ظاہر کا حصہ ہے اس لئے اس کے آثار یعنی بیقاری و بے آرامی و آہ و نعرہ اور لاغر و زرد ہو جانا ظاہر میں بہت زیادہ ہیں، عشق حقیقی کے برخلاف جو کہ بے کیف ہے اور یہ آثار اس میں بہت کم ہیں، اس کا اثر معشوق میں فتا ہونا اور ماسوا سے آزاد ہو جانا ہے یہ عشق کی حقیقت ہے اور وہ عشق کی صورت ہے، لوگوں نے شلی (قدس سرہ) سے کہا کہ آپ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور حالانکہ فرہی اس کے منافی ہے (حضرت شلیؒ نے فرمایا ہے

احب قلبی و مادر می بدنی و لودری ما اقام فی السمن

[میرے دل نے محبت کی اور میرا بدن بے خبر ہے اور اگر وہ جانتا تو فریب نہ رہتا]

مختصر یہ ہے کہ عشق مجازی میں چونکہ عاشق و معشوق کے درمیان ظاہری مناسبت موجود ہے (اس لئے) اس کے آثار ظاہر میں زیادہ نمایاں ہیں اور عشق حقیقی میں چونکہ یہ مناسبت مفقود ہے (اس لئے) اس کا اثر ظاہر میں بہت کم پایا جاتا ہے اور فنا و بقا تک جو کہ باطن کی صفات ہیں سے ہے پہچانا ہے بیشک ظلال کے مقامات میں اصالت و ظہور کی مناسبت محب اور محبوب کے درمیان موجود ہے (پس) اگر اس کے آثار ظاہر میں اگرچہ اجمالاً ہوں تو گنجائش رکھتا ہے اور نالہ و فغاں وغیرہ واقع ہوتا ہے، جب معاملہ ظلال سے اوپر چلا جاتا ہے بلکہ اصل بھی ظل کی مانند راستہ میں رہ جاتی ہے اور معاملہ غیب الغیب سے پڑتا ہے تو محبت کی سوزش و بے چینی بہت کم ہو جاتی ہے اس لئے کمالات نبوت

میں محبت کے معنی ارادہ طاعت کے ہیں نہ کما س کے علاوہ کچھ اور کہ جو بے حسنی کا باعث ہو، یہ محبت اس محبت کی مانند ہے جو کہ ہر شخص کو اپنی ذات کے ساتھ ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نازک ہے کیونکہ وہ تعالیٰ شانہ بندہ کے اس کی ذات سے بھی زیادہ قریب ہے اور (اس میں) کوئی شک نہیں ہے کہ اپنے سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے الا ماشاء اللہ تعالیٰ (مگر جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے) اور کوئی بے حسنی اس محبت میں ثابت نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”حق جل و علا کی عبادت کی توفیق میں اپنے آپ کو بہت قاصر و عاجز پایا ہے اور آخرت کے کاموں کو سراسر انجام دینے کی قدرت اپنے اندر بہت کم دیکھتا ہے ناچار اپنی بیماری کا علاج طلب کرتا ہے میرے مخدوم! آپ نے جو کچھ لکھا ہے فقیر کی زبان سے لکھا ہے، (یہ فقیر) اپنی بے توفیقیوں کا کیا ظہار کرے اس ناکارہ سے علاج مطلب کرنے کی جستجو عاریتی مالک سے مستعار مانگنے اور محتاج فقیر سے سوال کرنے کی مانند ہے، مرض لا طہار و طبیب خود ہی بیمار ہیں) اس جگہ صادق آتا ہے، حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور آپ حضرات کو اپنی خوشنودیوں کے حصول کی توفیق عطا فرمائے اور کمال کے مراتب کی طرف ہدایت نصیب فرمائے۔

مکتوبات

میر عبد الرحمن کے نام حقیقت جامعہ و مضغہ قلب و وجوہ اشتراک کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 حامداً للہ العظیم و مصلیاً علی رسولہ الکریم، اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، گرامی نامہ جو آپ نے اس ناکارہ کے نام ارسال کیا تھا اس کے وارد ہونے سے مشرف و مسرور ہوا، آپ نے طلب کے درد اور مطلب کے شوق کا اظہار کیا تھا، حق سبحانہ اس درد کو اندر زیادہ کرے اور شوق کی چنگاری کو اور بڑھ جائے یہاں تک کہ ماسوئی سے بالکل رہا کرے اور علمی و حقیقی تعلقات کو اس کے ساتھ بالکل جنادے اور فنا و نیستی تک پہنچا دے۔

سچ کس را تا نگر د او فنا نیست رہ در بار گاہ کبریا
 [جب تک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے اس کیلئے بارگاہ الہی میں باریابی نہیں ہے]
 میرے مخدوم! کبھی (لفظ) قلب بولتے ہیں اور (اس سے) قلب کی حقیقت جامعہ مراد لیتے ہیں جو کہ عالم امر سے ہے اور ذکر و تاثر و التذاذ و سکرو فنا و استہلاک جو کہ یکے بعد دیگرے آتے ہیں (یہ سب) اس کا کام ہے، اور کبھی (یہ لفظ) بولتے ہیں اور (اس سے) وہ مضغہ گوشت کا لکڑا کہ عالم خلق سے ہے مراد لیتے ہیں جو بائیں پہلو میں واقع ہے اور قلب کی حقیقت جامعہ کو اس مضغہ کے ساتھ خاص تعلق ہے کہ گویا اس کا

آشیانہ وسکن اور بھکانا ہے اور ایک قسم کا اتحاد ان کے درمیان موجود ہو گیا ہے کہ امتیاز گویا مفقود ہو گیا ہے اور بعض احکام میں شرکت حاصل ہو گئی ہے اور حقیقت جامعہ کے ذکر سے مضغہ میں بھی حرکت پیدا ہو گئی ہے روح کی طرح جو کس عالم امر سے ہے اور بچوٹی سے کچھ حصہ رکھتی ہے۔ (اور وہ) بدن کے ساتھ عشق و محبت ہونے کی وجہ سے بدن میں فانی ہو گئی ہے اور بدن کے احکام کے ساتھ ہم رنگ و ہم صفت ہو گئی ہے اور بدن کے توسط سے سمیع و بصیر و متکلم ہو گئی ہے اور بدن کی لذت کے ساتھ لذت یاب اور اس سے غم کے ساتھ غمزدہ اور اس کی حرکت و سکون کے ساتھ متحرک و ساکن ہو گئی ہے، پس جو ذکر قلبی کہ بتدیو کو حاصل ہوتا ہے وہ حقیقت جامعہ کا ذکر ہے شروع میں اس کے وسیلہ و ہمایلی کی وجہ سے مضغہ (جسمانی دل) بھی ذاکر و متحرک ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ایک ذکر ہے جو کہ دونوں سے منسوب ہے اور ان کے اتصال و اتحاد اور عدم امتیاز کی وجہ سے ایک کا ذکر دوسرے کی طرف منسوب ہو گیا اور ایک کی حرکت کے ساتھ دوسرا متحرک ہو گیا۔ مولوی جنوی قدس سرہ نے فرمایا ہے ۵

چونکہ اورش گوش چشم و دست و پائے خیر و ام در چشم بندی خدائے

(چونکہ وہ کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں ہو گیا ہے (اس لئے) میں خدائے تعالیٰ کی نظر بندی میں حیرت زدہ ہوں)

جس وقت بندہ کو حق جل و علا کے ساتھ یہ دید حاصل ہو جاتی ہے اگر روح و قلب کو جو کہ بچوٹی سے کچھ حصہ رکھتے ہیں یہ معاملہ پیش آجائے تو نجائش ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ذکر معده جو کہ بعض اکابر کی عبارت میں آیا ہے کس معنی میں اور دل کا ذکر کونسا ہے اور ان دونوں قسم کے ذکر میں امتیاز کیا ہے؟ میرے مخدوم امعدہ کا ایک مقام ہے اور دل کا مقام دوسرا ہے اور جو ذکر حرکت کہ مقام معده سے ظاہر ہوتی ہے وہ ذکر معده سے منسوب ہے اور جو ذکر کہ دل کے مقام سے ظاہر ہوتا ہے وہ دل کا ذکر ہے پس ان دونوں میں امتیاز مقام کے امتیاز سے ہے۔

مکتوب

شیخ مظفر علی پوری کے نام میں نصلح و مواعظ کے اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فرع جو کچھ رکھتی ہے وہ سب اہل سے ہے حتیٰ کہ شوق و محبت بھی۔

الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے گرامی نامہ پہنچ کر خوشی کا باعث ہوا آپ نے ملاقات کے شوق کا اظہار کیا تھا اس طرف کے دوستوں کو بھی

مشتاق جانیں وانا الیہم کلاشد شوقا [اور میں اُن کی طرف زیادہ شدید شوق والا ہوں] آپ نے سنا ہوگا، عظمت و استغنائے ذاتی کے باوجود اشد شوق اُس طرف منسوب ہوا کیونکہ جو کچھ اصل کی طرف منسوب ہے اصالت و غلبہ رکھتا ہے فرع طفیلی ہے جو کچھ رکھتی ہے اصل سے رکھتی ہے (اور کسی معاملہ میں اپنے ساتھ استقلال نہیں رکھتی) اس کا شوق و محبت اُس جانب کے شوق و محبت کا پرتو ہے اور اس نثر پربرانہ کے شوق کے بے انتہا سمندر کا ایک قطرہ ہے۔

ادائے حق محبت عنایت است زدوست و گرنہ عاشق مسکین پیچ خور سداست
[محبت کا حق ادا کرنا دوست کی طرف سے ایک عنایت ہے ورنہ مسکین عاشق کچھ نہ ہونے کے باوجود خوش ہے]
فرع کے شوق کو اصل کے شوق و محبت کے ساتھ کیا نسبت اور کونسی مساوات ہے، اس کی محبت کا اثر ہے کہ بساط کائنات کو پردہ عدم سے نکال کر اور وجود ایجاد کے سلسلہ کو حرکت دیکر اور غیب ہوتن کے پردہ والوں کو ظہور کے میدان میں لا کر اپنے کمال و جمال کا آئینہ بنایا، اس کی محبت کی کشش ہی ہے جو کہ بے پروا محب کو تعلقات کے گرداب سے نکال کر عظمت و کبریائی کے سرایروں میں پہنچاتی ہے اور پیاس ہزار سال کے راستہ کو تھوڑے عرصہ میں قطع کر دیتی ہے ورنہ محب بیچارے کی سعی و کوشش سے کیا بلتا واپس کی محبت سے کیا حاصل ہوتا ہے۔

مرا گرتوسن دل نیست در راہ کمنڈ زلف او ہم نیست کوتاہ
[اگر میرے دل کا گھوڑا راستہ میں نہیں چڑھتا تو کیا ہوا] اس کی زلف کی کمند بھی تو کوتاہ نہیں ہے
بات دوسری طرف چلی گئی۔ آپ نے نصیحتیں طلب کی تھیں، میرے مخدوم! سنت کی اتباع میں جان (دل) کے ساتھ کوشش کریں، جزوی و کلی (امور) اور عادات و عبادات میں سرور دین و دنیا علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کو بہت بڑی سعادت جانیں اور بہکات کا پھل اور بلند درجات کا نتیجہ دینے والا تصور کریں، محبوب کی مشابہت کرنے والے محبوب اور اس کی پیروی کرنے والے بہت پسندیدہ (ہوتے) ہیں، آیت کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمُ اللّٰهُ [آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا] اس معنی کی شاہد ہے، اوقات کو (ذکر سے) آباد رکھیں اور خلوت کی طرف راغب رہیں اور نماز کو طول قیام کے ساتھ ادا کریں اور اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ متور رکھیں، کلمہ طیبہ کی تکرار اس قدر کریں کہ تمام خواہشات سے خالی ہو جائیں اور حق جل و علا کے ارادہ کے ساتھ قائم ہو جائیں اور وجود و وجود کے تابع کمالات کی اپنے آپ سے نفی کریں یہاں تک کہ سب کی نفی ہو جائے اور ذاتی عدمیت رونما

ہو جائے اور نفس، امار کی اتانیت (سرکشی) جڑ سے اکھڑ جائے اور تمام کمالات اصل کی طرف لوٹ جائیں یہاں تک کہ ذکر و حضور بھی نہ ہے، ولاین کرا اللہ الا اللہ [اور اللہ ہی اللہ کو یاد کرنا ہے] درمیان میں آجائے جو واقعات کہ آپ نے دیکھے اور لکھے ہیں نیک و واضح ہیں اور خوشخبریاں ہیں۔ والسلام اولاد آخراً۔

مکتوبات

محمد سعید سہارنپوری کے نام بلند ہمت ہونے اور شہادت مکاشفات کی طرف توجہ نہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
 حامداً للہ العظیم ومصلیاً علی رسولہ الکریم ط اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، آپ کے مکتوبات گرامی یکے بعد دیگرے پہنچ کر مسرت بخش ہوئے، آپ نے ملاقات کے شوق اور جدائی کے درد کا اظہار کیا تھا ابد ہے کہ اس شوق کی آگ سر بلند ہوگی اور عشق کا شعلہ اور زیادہ بھڑکے گا تاکہ ماسوا پوری طرح رہائی دلا دے اور اس تعالیٰ شانہ کے ماسوا کے ساتھ علمی و حسی تعلقات کو بالکل جلا دے اور موبہم ہستی جو کہ حقیقی نیستی (فنا) کے لئے حجاب ہے دور ہو جائے اور حقیقی فنا و تحقیقی نیستی ظاہر ہو جائے اور اس نیستی کے جال سے ہستی کو شکار کرے۔ میرے مخدوم! ہمارے بزرگوں کے طریقہ میں فائدہ پہنچانا اور فائدہ حاصل کرنا انعکاسی و انصباعی (عکس قبول کرنے اور رنگا جانے کے طور پر) ہے مرید صادق اس رابطہ محبت کی وجہ سے جو کہ وہ شیخ مقدس کے ساتھ رکھتا ہے ساعت بساعت اس رنگ میں رنگا جاتا ہے اور حضور و غیبت میں اس عشق کی کشش سے اس کے پوشیدہ معانی (اسرار) کو حاصل کر لیتا ہے خواہ وہ اس حقیقت کو جانے یا نہ جانے لیکن حضور و صحبت کی تاثیر زیادہ قوی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ نفی و اثبات سے گزر کر (ایسا) معلوم ہوتا ہے کہ (معاملہ) مذکور کے مشابہت تک پہنچا ہے۔ میرے مخدوم! اس قسم کے مکاشفات و تجلیات (اس) راستہ کے سالکوں کو پیش آنے میں انجام کار میں ان سب سے گزر جانا چاہئے اور چہل و چیرت میں آ جانا چاہئے، بلند ہمت (کو چاہئے) ان ظہورات پر فریقہ نہ ہو جائے اور اس قسم کے شہادت کے ساتھ مطلب اعلیٰ سے رک نہ جائے حفظ خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا، سنا اور جانا گیا ہے وہ سب غیر داسوی اللہ کے کلمہ لا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہئے جس قدر ہو سکے نفی و اثبات کا تکرار کرتے رہیں اور مشہودات و متخیلات کو لا کے تحت میں لائیں اور جب آپ مغلوب ہو جائیں اور دیر غالب آجائے اور آپ کو اپنے آپ سے بخود کر دے تو اور بات ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ میں اس کو غیبت کہوں یا حضور

(یہ) شوقی صورت اور ذوقی لذت ہے۔ چونکہ اس وقت میں ماسوی سے غیبت اور حق جل و علا کا حضور اور شوق کی صورت اور ذوق کی لذت اس غیبت و حضور میں لے آئی ہے (اس لئے) جو کچھ کہا جا گنجائش رکھتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ اکثر اوقات سُکرا لاتی ہے اس انعام کا بھی شکر بجالائیں اور ہلّ منّ قَرْنِید (کیا اور ہے) کہتے ہوئے اس سے لگے کوشش کریں اور صحو و بندگی کا مقام تلاش کریں۔

مکتوب

شیخ بایزید کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ باطنی احوال کا علم زائد خوبیوں میں سے ہے، نفس

وصول میں ارباب علم و ارباب چہل برابر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، مکتوب شریف نے پہنچ کر خوش وقت کہا، آپ نے حیران و یاس آمیز واردات لکھی تھیں کیا کیا جاسکتا ہے آپ (نسبت کے) علم سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں، آپ کا باطن اخذ کی ہوئی نسبت سے معمور ہے اور قرب کے درجات میں محو یا ہے ہمارے حضرت عالی قدس اللہ تعالیٰ بسرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ نسبت جسد زبایدہ بلند ہو جاتی ہے جہالت (عدم علم) سے زیادہ نزدیک ہو جاتی ہے۔ آپ غم نہ کھائیں اور ذکر و فکر میں ہمیشہ مشغول رہیں اور ان کے ساتھ نسبت باطن کو قوی کریں کیونکہ باطن کی ترقی اعمال ظاہر کے ساتھ وابستہ ہے، ارباب علم و ارباب چہل نفس وصول و قرب میں برابر ہیں فرق صرف وصول و قرب کے علم کے ہونے یا نہ ہونے کا ہے جو کہ زائد خوبیوں میں سے ہے اگر آپ کو (نسبت کا) علم کم ہے تو کسی دوسرے کے علم کو کافی جائیں اور خواب و خیال کے عدم اور استخارہ میں کسی امر کے ظاہر نہ ہونے سے غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ولایت و قرب اس کے ساتھ وابستہ نہیں ہے اور ان میں سے کسی ایک کے نہ ہونے سے کمال میں نقصان نہیں آتا اور ہمت بلند رکھیں اور مقصدِ اعلیٰ میں لگ جائیں زائد خواہیاں اگرچہ نہ پائی جائیں سے

تو مباح اصل کمال این ست و بس روز و گم شو وصال این ست و بس

(تو ہرگز نہ رہ کمال یہی ہے اور بس - جا اس میں گم رہنا ہو جا وصال یہی ہے اور بس)

اور اگر آپ کام کی حقیقت کے متعلق پوچھتے ہیں (تو جواب یہ ہے کہ) تمام لوگ ذاتِ اقدس کے مرتبہ (تک رسائی) سے محرومی و چہل کے ساتھ موصوف ہیں اور ارباب علم و چہل کو اس بلند بارگاہ (کی رسائی) سے بایوسی دامگیر ہے، علم و شہور اور تمام گفتگو ظلال کے مراتب اور صفات و افعال کے مراتب میں ہے

اور ذات مقدس کے مرتبہ میں حیرت و حیل کے سوا کوئی چیز نہیں ہے اعرفہم باللہ اشد ہم تحیرا فیہ
 [اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پہچانتے والا اُس (اللہ) کے بارے میں سب سے زیادہ حیرت میں ہے] ۷
 ازیں خانہ آواز سے پائے نخواست
 ہمیں دست من حلقہ بردر شکست
 [اس گھر سے کسی پاؤں کی آواز نہیں آئی، میرے ہی ہاتھ نے دروازے کی زنجیر توڑ دی] والسلام اولاً و آخراً

مکتوبات

نیر شیخ بایزید کے نام سفر حج اختیار کرنے کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تصوف
 کی حقیقت اضطراب و بیقراری ہے۔

اللہ تعالیٰ ماسویٰ کی گرفتاری سے آزاد کرے اور باطنی جذبات (کیفیات) کے ساتھ لذت اندوز
 و خوشوقت رکھے، گرامی نامہ پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا۔ میرے مخدوم! ہم امید رکھتے ہیں کہ اس مہینے کے
 آخری دنوں میں جو کہ ماہ ذی الحجہ ہے بائیس سے اسیس تاریخ تک کسی روز سرحد سے روانگی واقع ہو جائے اور
 سورت کی بندرگاہ سے کعبہ مقصود تک پہنچا حاصل ہو جائے۔ رع

نادر میانہ خواستہ کردگار صیت [دیکھئے اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا مرضی ہے]
 اگرچہ محدود عقل عالم اسباب پر نظر کرنے کی پابند ہوتی ہے لیکن عشق کے راستے میں عقل کی پابندی و قدر
 باہر آج ناچا ہے اور نگاہ اسباب پیدا کرنے والے (حق تعالیٰ) پر مرکوز کر دینی چاہئے کسی نے خوب کہا ہے
 دل اندر ز لہذا لیلیٰ بشد کار عقل مجوں کن کہ عاشق را زیاں دارد مقالات خروندی
 [دل کو سلی کی زلف کا اسیر بنا اور مجوں کی عقل سے کام لے کر کیونکہ عقلی کی باتیں کرنا عاشق کے لئے نقصان دہ ہے]
 جو واقعہ کہ آپ نے دیکھا اور لکھا تقانیک و واضح ہے حق سبحانہ متوقع امور کو قوت سے
 فعل میں لائے اور طلب میں ذوق و شوق عطا فرمائے تاکہ ماسوا سے رہا کر دے اندہ شریب عجیب
 [بیشک وہ قریب ہے (اور قبول کرنے والا ہے)] کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون
 آگیا تو تصوف نہیں رہا۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ سالک کو اس صفت کے ساتھ ہونا چاہئے جو کہ اس
 آیت کریمہ میں مذکور ہے: حَقُّ اِذَا ضَاغَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاغَتْ عَلَيْهِمْ
 اَنْفُسُهُمْ وَظَنُوْا اَنْ لَا مَلْجَا مِنْ اِلٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ^{طہ} [یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود
 ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں (بھی) ان پر تنگ ہو گئیں اور انھوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی جگہ پناہ نہیں ہے]

دیگر یہ کہ ہم نے آپ کو خدائے تعالیٰ کے سپرد کیا آپ کہاں رحمت اٹھائیں گے آپ ہمیں بھی خدائے جل و علا کے سپرد کریں اور خاتمہ کی سلامتی کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں۔

۱۲۲
گر باندیم زندہ بردوزیم دامنے کز فراق چاک شدہ
ور بگردیم عذر ما بپذیر لے بسا آرزو کہ خاک شدہ

(اگر ہم زندہ رہے تو اس دامن کو جو کہ جدائی سے پھٹ گیا ہے سی لیں گے اور اگر ہم مر گئے تو ہمارا عذر قبول کر کیونکہ بہت سی آرزوئیں ہیں جو خاک ہوئی ہیں) والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۷۵

ایک اہل طریقت خاقان کے نام تعزیت و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد ہمیشہ عقیقہ مخمرہ سے عرض کرتا ہے کہ خبر و حشت اثر سننے کی وجہ سے کیا لکھے کہ کس قدر غم و اندوہ پیدا ہوا لیکن جو تکہ مولائے حقیقی جل شانہ کی تقدیر و ارادے سے ہے (اس لیے) صبر و شکیبائی کے بغیر چارہ نہیں ہے اور تسلیم و رضا کے سوا اندازہ نہیں ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (بلاشبہ ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں) چونکہ آپ کی دنیا چلی گئی ہے حق سبحانہ آپ کو آخرت نصیب فرمائے اور اپنی محبت عطا فرمائے اور اپنے ساتھ آشنائی اور ماسوائے رہائی نصیب کرے، اوقات کو اللہ تعالیٰ شانہ کی یاد کے ساتھ آباد رکھیں اور اموات کو دعا و فاتحہ کے ساتھ یاد کریں آجکل میں ہم بھی اُس جماعت کے ساتھ ملنے والے ہیں اور مال و اسباب سے جدا ہو جائیں گے اور اولاد و اقارب کو رخصت کریں گے آخرت کا توشہ تیار کریں اور قیامت کو نصیب العین بنائیں حق سبحانہ آپ کو اجر عظیم غایت فرمائے اور ظاہر و باطن کا اطمینان عطا فرمائے، اِنَّمَا قَرِیْبٌ مَّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے]۔

مکتوب ۷۶

فضیلت مآب شیخ آدم ٹھٹھی کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ نماز میں صرف نماز کی تکمیل ہی کی نوش کرینی چاہئے اور خاتم انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے زمانہ میں قطبیت و قیومیت کا منصب آنسر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تھا۔

حامداً لله العظیم ومصلياً على رسولنا الكريم، اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے
 (آپ کے) گرامی نامے کے بعد دیگرے پہنچ کر مسرت کا باعث ہوئے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”مقتدی امام کے پیچھے
 ذکر نفی اثبات کے ساتھ مشغول ہو یا نہ ہو؟“ میرے مخدوم! مقتدی وغیر مقتدی (سب) کو چاہئے کہ نماز میں
 نماز کے ارکان کے ساتھ پابند رہے اس کے آداب و سنن میں کوشش کرے، ذکر نفی و اثبات کے لئے اوقات بہت ہیں
 نماز کے اندر نماز کی تکمیل میں مشغول ہوں کہ (یہ) اعمال میں افضل اور مقربات میں اکمل ہے ہاں اگر حضورِ دل
 ۱۲۳ دوقوف قلبی میں کوشش کریں تو مستحسن معلوم ہوتا ہے لا صلوة الا بحضور القلب [حضورِ قلب کے بغیر
 نماز نہیں ہے] وارد ہوا ہے۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ کسی عبارت میں وارد ہوا ہے کہ بغیر خدا
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے وقت کے قطبِ ارشاد ہوئے ہیں کیا اس وقت میں قیومیت کی نسبت
 کوئی رکھتا تھا؟ اگر آنسور علی آلہ الصلوٰۃ والسلام رکھتے تھے تو آپ کو قیوم ہونے کے باوجود قطبِ ارشاد
 کیوں کہتے ہیں اور کونسا فائدہ اس میں ہے حالانکہ قطبیت کی نسبت قیومیت کی نسبت سے نیچے ہے۔ آپ
 جان لیں کہ لفظ قطبِ ارشاد و مدار و غیر اہل شرع کی زبان میں وارد نہیں ہیں اور صوفیائے کرام کی
 اصطلاحات و کشوفات میں سے ہیں، اور نسبتِ قیومیت حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ)
 کا مکشوف ہے، معلوم نہیں ہے کہ اُن حضرتِ عالی سے پہلے اولیا یا مشائخ سے کسی نے یہ بات کہی ہو (اور)
 اس کے اسرار کے ساتھ متحقق ہوا ہو، صوفیہ کچھ مطابق۔ ولایت کے طریقوں میں کمال الکمال قطبیتِ ارشاد
 ہے جس کو بزرگوں نے آنسور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ساتھ نسبت دی ہے۔ نسبتِ قیومیت جبکہ اُس
 میں ظاہر نہیں ہوتی تھی وہ حضرات کہاں سے (اس کا) اطلاق کرتے، اب جبکہ ظاہر ہو گئی ہے، ہم کہتے
 ہیں کہ یہ نسبتِ عالیہ آنسور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے زمانہ میں آنسور علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کو
 تفویض ہوئی تھی اور شایان نہیں ہے کہ نسبتِ قیومیت اس وقت میں آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے ہو اور
 کسی دوسرے سے منسوب ہو۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ ”میں مراقبہ میں بیٹھا ہوا تھا یہ
 عبارت ظاہر ہوئی کہ تجلی ذاتی اس سے عبارت ہے کہ متجلی لہ (جس کے لئے تجلی ظاہر ہوئی ہو) کو بیچونی
 سے کچھ حصہ دیدیں“ میرے مخدوم! جو کچھ ظاہر ہوا ہے بہت اعلیٰ ہے، آپ کی موجودہ حالت سے
 وہ بلند معلوم ہوتا ہے بشارت ہے امیدوار رہیں۔

اگر ایں لحظہ ممکن کارِ شب نیست ز رختِ مقبالاں ایں ہم عجب نیست
 [اگرچہ اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہے لیکن اقبال مندوں کے نصیب سے یہ بھی عجب نہیں ہے]
 والسلام

مکتوب

نیز فضائل مآب مخدوم آدم (ٹھٹھی) کے نام ان کے سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا۔

حد و صلوة اور رسالہ تسلیمات کے بعد (عرض ہے) کہ آپ کا مکتوب شریف جو کہ دوستوں کی سلامتی اور ان کی دلچسپی کی خبر دینے والا تھا پہنچا اور اس سے خوشی و شادمانی حاصل ہوئی۔ آپ نے مجھ سے یہ دریافت کی ہے کہ جو شخص اموات کی ارواح کے لئے کلمہ توحید شہر ہزار مرتبہ پڑھے کیا اس کے لئے جائز ہے کہ اس (کلمہ توحید کے) تکرار سے اس کے ارادوں کی نفی ہو جائے اور اس کو وہ معنی جو صوفیہ نے مراد لئے ہیں (یعنی لامقصود الا اللہ) ملحوظ ہوتے ہیں یا نہیں اور علماء کے نزدیک جو معنی مسلم ہیں (یعنی لامعبود الا اللہ) ان کے ملحوظ ہونے کی صورت میں ان دونوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے بلکہ اس سے ارادوں کی نفی ہو جاتی ہے وہ قبولیت کے زیادہ قریب اور آقاؐ نفس سے زیادہ دور اور اس (نفس) کی فضا میں زیادہ دخل ہو جاتا ہے کسی عارف نے کہا ہے کہ وجود بشریت کی نفی میں ایک ساعت کوشش کرنا تکلف کے ساتھ عبادت کرنے والوں کی کئی سال کی عبادت سے بہتر ہے، اور علماء اس معنی کی نفی نہیں کرتے بلکہ قریب کہ وہ اس معنی کو پسند کریں اور وہ (علماء) اس معنی کی نفی کس طرح کریں گے (یعنی نہیں کریں گے) حالانکہ وہ معنی (وجود بشریت کی نفی میں کوشش کرنا) خلاصہ عبادت و مقصود طاعت اور جہاد اکبر کے لئے مستعمل اور حصول اخلاص کا ذریعہ ہے جو کہ شریعت کا تیسرا جزو ہے اور جو معنی علماء نے مراد لئے ہیں وہ صوفیہ نے بھی مراد لئے ہیں اور وہ (صوفیہ) مقصود و معبود دونوں کی نفی کرتے ہیں لیکن مقامات کے اختلاف کے ساتھ۔ نیز آپ نے دریافت کیا ہے کہ جو لوگ اپنے باپ دادا جو کہ مرشد ہیں، تھے کے مقلد و مرید ہیں بغیر اس کے کہ ان کے طریقہ پر چلیں ان کی جانشینی کی پگڑیاں باندھتے ہیں کیا ان کے لئے اپنے بزرگ باپ دادا کی طرح اپنی خلوت میں مصافحہ کے ساتھ لوگوں کو مرید بنانا اور توبہ کی تلقین کرنا جائز ہے؟ پس ہم کہتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں مرید کرنا سیکھنے، سکھانے اور تکمیل کے ساتھ ہے، پس جو شخص کہ (خود) کامل نہیں ہے وہ دوسروں کی تکمیل کیسے کرے گا جبکہ تکمیل کمال کی فرع ہے اور اس کو تقلید مرید بنانا کس طرح جائز ہوگا؟

۱۔ اس عربی مکتوب میں یہ لفظ المتعلمین باعنا ہم چھاپا ہوا ہے غالباً باعنا ہم یا بعنا ہم صحیح ہوگا کیونکہ عامہ کی جمع عام یا عام آتی ہے ہم نے اسی لحاظ سے ترجمہ کیا اور یہاں حاشیہ پر نسخہ المتعلمین باعنا ہم درج ہے اس لحاظ سے ترجمہ یہ ہوگا: ان (باب دلولہ) کے اعمال تصنع کے طور پر از خود سیکھتے ہیں بغیر اس کے کہ ان کے طریقہ پر چلیں۔ سوائے اہل علم بالصواب۔ (مترجم)

مکتوب

شیخ بدرالدین کے نام طالبین کی طرف توجہ کرنے اور امراض و تکالیف کے دفع اور اموات کے درجہ کی ترقی کے لئے توجہ کرنے کی کیفیت اور مختلف اشغال کے درمیان ترتیب اور اس کے مناسب میان میں تجربہ فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ: اما بعد پس بیشک برادرِ اعز و اکرم صاحب کمال و اصل درجات عالیہ، ہدایت کے سورج ہمیشہ اس پر طلوع کرتے رہیں اور اس کے افادہ کے انوارِ طابوہ چمکتے رہیں، آپ نے چند امور کے متعلق پوچھا ہے پس میں اپنی فہم و ادراک کے مطابق ان کے جوابات شروع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مددگار ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ پس ذکر و شغل کے اقسام ماہِ حیو کے (نام) مکتوب میں تفصیل کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں پس آپ اس سے استفادہ کریں، اور البتہ توجہ کی کیفیت ذکرِ اسم ذات تعالیٰ وغیرہ مختلف اشغال میں ایک ہی ہے اور اس بارے میں بہتر یہ ہے کہ توجہ کرنے والا شخص وحدانی التوجہ (یکجہت) ہو جائے اور جس امر کی طرف توجہ کرنی ہے اس کو اپنا مطلع نظر بنالے اور یہی طریقہ امراض و تکالیف کو دفع کرنے اور مراد کے پانے اور مقصد کے حاصل کرنے کے لئے توجہ کرنے میں ہے اور ہر ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف سالک کی ترقی میں توجہ کرنا تو (وہ یہ ہے کہ) مذکورہ طریقہ کے ساتھ اس کو اس مقام کی طرف کھینچے جو سالک چاہتا ہے اور اگر اس کی ترقی چاہے لیکن کوئی معین مقام ملحوظ نہ ہو تو اس کو اوپر (عروج) کی طرف کھینچے اور اسی طرح اموات کی طرف توجہ کرے اور اگر ان کی ترقی چاہے تو ان کو بھی اسی طرح (عروج کی جانب) کھینچے، اور البتہ (طالبین) صلاحیتوں کا پہچانا اور یہ پہچانا کہ ہر استعداد کو ذکر و شغل وغیرہ میں سے کونسی قسم کے ساتھ مناسبت ہے تو ان امور کا تفصیلی علم اور ان میں تمیز کرنا بلاشبہ صاحبِ علم ہی کی شان ہے جس کو اپنے احوال اور اپنے مریدوں کے احوال کا تفصیل کے ساتھ علم دیا گیا ہو لیکن اجمالی علم والا اور (یا) جس کو کہ بالکل علم نہیں ہے تو اس کے حال کے مناسب اس طریقہ پر ذکر کی تعلیم دینا ہے جو اس نے اپنے شیخ سے سنا ہے اور اپنے شیخ کے طریقوں سے سمجھا ہے اور ہر طریقہ اکثر حالات میں اسم ذات کو مقدم کرنا ہے، پس اگر طالب اس سے متاثر نہیں ہوتا تو ہم اس کو محض وقوف قلبی کا امر کہتے ہیں اور اس کی طرف توجہ کراتے ہیں یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اثر قبول کر لیتا ہے، پھر نفی و اثبات اور تمام اشغال (مراقبات وغیرہ) بتاتے ہیں۔ سالک کے اشغال (مراقبات) کا طریقہ دیکھنے کے بعد اس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تجھ کو ان (مراقبات) میں اختیار ہے پس جس شغل سے تجھ کو تفرقہ سے دوری

اور کچھ سے ترقی کی حاصل ہوتی ہے تو اس میں مشغول ہو جائیں نفی و اثبات میں مشغول ہونا ترقی میں زیادہ دخل رکھتا ہے اور باطن کو منور کرنے اور تعلقات و حرث نفس (خیالات و وساوس) سے رہائی دلانے کے زیادہ قریب ہے اور جب سالک پر حضور و استغراق غالب آجاتا ہے تو جتنک وہ اس حالت میں رہے اس کو اس کی حفاظت کرنے اور ذکر ترک کرنے کا امر کیا جاتا ہے، اور جن چیزوں کا جاننا ضروری ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الف ثانی) قدس سرہ الاقدس نے اگرچہ اپنے کسی رسالہ میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ کو چاہئے کہ طالب کو ذکر و شغل کے طریقوں میں سے وہ طریقہ سکھائے جو اس کے حال کے مناسب اور اس کی استعداد و قابلیت کے لائق ہو لیکن آخری زمانہ میں اُن (قدس سرہ) کا طریقہ تمام طالبین کے لئے اجماع ذات کی تعلیم کو مقدم کرنا تھا اُن کی صلاحیتوں کے اختلاف کے باوجود ان میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے الا ماشاء اللہ تعالیٰ، اور اس میں راز یہ تھا جو پہلے کسی مکتوب میں لکھا جا چکا ہے کہ آپ (قدس سرہ) کے ابتدائے حال میں آپ کی سیرا طوار و ولایت میں تھی اس لئے کہ ولایت کا کمال جذبہ و سلوک کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ دونوں ولایت کے دو کُن ہیں ولایت ان دونوں کے بغیر متحقق نہیں ہوتی، پس کمالات ولایت میں شیخ کے لئے ضروری ہے کہ مرید کے حال کا لحاظ رکھے اور اس کو اس کی استعداد کے مناسب طریقہ سکھائے اور جو طریقہ اس کی استعداد کے خلاف ہو وہ نہ سکھائے اس کے لئے سلوک کو آسان کرے تاکہ اس کے کام میں خلل نہ پڑے مثلاً جب کسی کی استعداد جذبہ کے مناسب ہو تو اس کو وہ طریقہ سکھائے جو جذبہ کے مناسب ہو ورنہ اگر وہ اس کو ایسا طریقہ سکھائے گا جو سلوک کے مناسب ہوگا تو اس کے کام میں خلل واقع ہوگا اور یہ لگے گی یا سلوک میں دشواری پیش آئے گی اور شیخ و سالک (دونوں) کو اس (سالک کے) امر کی اصلاح میں مشقت اٹھانی پڑے گی۔ اور جب (حضرت عالی) قدس سرہ اللہ تعالیٰ سرہ نے اطرار و ولایت سے ترقی کی اور تبعیت و ولایت کے ذریعہ کمالات نبوت تک پہنچے تو وہ جذبہ و سلوک کے دائرہ سے نکل گئے کیونکہ کمالات نبوت ان دونوں (جذبہ و سلوک) سے وابستہ نہیں ہیں بلکہ ان دونوں سے اوپر ہیں اور اس طریق میں سالک کی ترقی محض شیخ کی صحبت و محبت اور شریعت عالیہ و سنت نبویہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والنجۃ کے اطوار کے اتباع کے ساتھ اس (شیخ) کے آداب کو ملحوظ رکھنے سے ہے، پس طالب اس شیخ کی صحبت میں بتدریج اپنی استعداد کے کمال تک بلکہ اپنے شیخ کے کمالات تک بھی پہنچ جاتا ہے اور شیخ کو اس بات کی ضرورت نہیں رہتی کہ اس کو اس کی استعداد کے مناسب طریقہ کی طرف رہنمائی کرے، اس وقت طالب کو ذکر کی تعلیم کرنا تفسی کے لئے ہے اور اگرچہ ذکر فی نفسہ مفید بھی ہے لیکن وصول کا مدار نہیں ہے، بیشک مدار وصول وہ صحبت ہے جو

صاحبِ محبت میں فنا ہونے (یعنی فنا فی الشیخ ہونے) کے ساتھ ہو جیسا کہ صدر الاول (ابتداءً اسلام) پر ما جبکہ صحابہ اور تابعین (رضی اللہ عنہم اجمعین) محض محبت سے لانا تھا کمالات تک پہنچتے تھے، یہ بات تو یہاں ختم ہوئی۔ اور اس مکتوب کا مضمون لکھنے کے بعد دل میں خیال آیا کہ ماہِ حیو کے نام والے مکتوب کو عربی میں ترجمہ کر دوں اور اس میں دوسرے فوائد کا اضافہ کروں اور اس (اضافہ) کو اس مکتوب کا تتمہ بتا دوں کیونکہ وہ مکتوب فارسی زبان میں ہے اور اہل عرب اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں عربی کے علاوہ کسی اور زبان سے کم ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اور جب میں نے اس مکتوب کو تلاش کیا تو میں نے اس کو عربی میں پایا جس کو کسی دوست نے عربی میں ترجمہ کر دیا ہے پس اُس نے ہم کو عربی ترجمہ کرنے کی محنت سے بے نیاز کر دیا پس ہم اس کو کسی دوسرے پرچے میں ارسال کر رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ آپ کے مطالعہ میں آجائے گا۔

مکتوب

محمد بن محمد طیب مجاہد عامری تہامی کی جانب اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنے کے فضائل اور قلب کے ذکر کے ساتھ منور ہونے اور اس سے حدیثِ نفس کی نفی ہو جانے اور نفس کی فنا و بقا کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ اما بعد، پس آپ کا مکتوب گرامی جو شوق و محبت کی خبر دینے والا ہے پہنچا ہے اور اسی طرح ہم بھی دوستوں کی ملاقات کی طرف شوق و رغبت رکھتے ہیں۔

الاطال شوق الابرار الی لقائی وانا الیہم کلا شد شوقاً [آگاہ رہ کہ ابرار کا شوق میری ملاقات کے لئے بہت بڑھ گیا ہے اور میں ان (کی ملاقات) کے لئے بہت زیادہ شوق رکھتا ہوں، حدیثِ قدسی]۔ آپ کا مکتوب اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کے ذکر کے ساتھ حُب فی اللہ کو براہِ نکتہ کرنے والا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے چہروں میں کامیابی ہے اور ان کے لئے قیامت کے روز نور کے منبر رکھے جائیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے، کائنات کی کوئی چیز اس محبت کے برابر نہیں ہے پس محبت ہی کے ذریعہ قرب و معیت حاصل کی جاتی ہے اور محبت ہی کے ساتھ بارگاہِ صمدیت کے اسرار منکشف ہوتے ہیں

محبت ہی سے فنا حاصل کی جاتی ہے اور محبت ہی سے بقا کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور محبت ہی سے مریدِ صادق اپنے شیخ (پیر) کے کمالات اور اس کے مخفی معانی کو اخذ کرتا ہے اور محبت ہی سے اس کے روشن انوار اور بلند اسرار کے ساتھ متحقق ہوتا ہے، (چاہے کہ) تو اس محبت کے سمندر میں ہمیشہ غوطہ زن اور شوق و وجد کے جذبات کے ساتھ رقص گتا رہے۔ پس اے بھائی! تجھ پر لازم ہے کہ ذکر و مراقبہ پر ہمیشگی کرے

۱۲۴

یہاں تک کہ قلب ذکر سے منور ہو جائے اور حضور (اس کی) لازمی صفت ہو جائے جو اس سے ہرگز کبھی زائل نہ ہو جیسا کہ سنا قوتِ سامع کے لئے اور دیکھنا قوتِ باصرہ کے لئے (لازمی صفت) ہے اور تجھ پر اذکار و مراقبات کی مدرسے باطن سے خطرات و حدیثِ نفس (و ساوس) کی نفی کرنا لازم ہے یہاں تک باطن کی کتاب سے ماسوائے رحمن (غیر اللہ) محو ہو جائے اور اس (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا سب کچھ ایسا ہو جائے گویا کہ لبیان (بھول) کی بکڑیوں نے اس پر جالے تن دیئے ہیں، اور تجھ پر کلمہ نفی و اثبات کے ذریعہ مقاصد اور ارادوں کی نفی کرنا لازم ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ کے سوا تیرا کوئی مقصد نہ رہے اور اس (تعالیٰ شانہ) کی مراد و رضا طلب کرنے کے سوا اور کوئی مراد نہ رہے اور وجود و کمالات تابع وجود میں سے جو کچھ تیری طرف منسوب ہے اس کی نفی کرنے میں اس کلمہ طیبہ کی مدرسے کوشش کریں یہاں تک کہ ان کا تیری طرف منسوب ہونا جاتا رہے اور تو کمال و حسن و جمال سب کو ملکِ جبار صاحبِ حسن کمال (اللہ تعالیٰ) کی طرف راجع دیکھے اور تو اپنے نفس کو ان سب سے خالی اور ان کے لباس سے عاری دیکھے پس اس وقت ان کی حقیقت منکشف ہو جاتی اور ان کی ماہیت جلوہ گر ہوتی ہے کیونکہ ممکن کی حقیقت عدم ہے اور وجود و حیات اور تمام کمالات اس میں مرتبہ و جوب تعالیٰ سے مستفاد و مستعار ہیں پس عاریتی کمالات کا اپنی ذات کے لئے دعویٰ کرنا باطل ہے اور غیر سے عاریتاً لئے ہوئے کمال کے ساتھ اس (نفس) کے کامل ہونے کا خیال کرنا ایک فاسد تخیل ہے کسی نے فارسی شعر میں کیا اچھا کہا ہے رباعی

وصافی خود بر غم حاسد تا کے ترویج چنین متلع کاسد تا کے

تو معدومی خیال ہستی از تو فاسد باشد خیال فاسد تا کے

تو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف کب تک کرتا رہے گا تو ایسی کھوٹی پونجی کو کب تک رواج دیتا رہے گا تو معدوم (نہیں) ہے تیرا اپنی ہستی کا خیال کرنا فاسد ہے تو یہ خیال فاسد کب تک کرتا رہے گا۔ اور (نفس) اس دعویٰ و تخیل و امانیت (خودی) کے ساتھ اپنے رب کے دشمنی اور اس کے کمالات میں شرک کرنے والا ہو جائے گا، حدیث شریف میں وارد ہوا ہے تو اپنے نفس کو دشمن سمجھ کیونکہ وہ میری دشمنی پر کمر بستہ ہے۔ پس جب (نفس) کمالات کو صاحبِ کمالات کی طرف راجع اور اپنی ذات کو ان (کمالات) سے خالی (اور) عدم کے ساتھ بلا ہوا دیکھے تو اس وقت اُس کو فنا حاصل ہو جاتی ہے اور وہ شرکِ خفی اور مرضِ باطنی کے گرداب سے رہائی پالیتا ہے پھر جب وہ فنا کے بعد بقا کے ساتھ متحقق اور عدم کے بعد وجودِ مہیوبِ حقانی کے ساتھ موجود ہو جاتا اور من قتلہ فانادیتہ (جس کو پس قتل کرتا ہوں اس کا خونہا میں ہوں) کے مطابق ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ اسلامِ حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس کا نفس مطمئن ہو جاتا ہے جس کے حق میں راضیۃ قریضیۃ [تو اُس سے خوش ہے] وہ تجھ سے خوش ہے) وارد ہوا ہے۔ والسلام اولا و آخراً۔

مکتوب

۱۲۸

شیخ بایزید کے نام اُن کے واقعات کی تعبیر میں اور اس بیان میں کہ بشری تقلص ظاہر سے دور نہیں ہوتے اور استغفار کے فضائل میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچ کر باعث مسرت ہوا، چند واقعات جو آپ نے دیکھے اور تحریر فرمائے ہیں مطالعہ کے پہلا واقعہ بہت واضح ہے اور خوشخبری والا ہے۔ اس قسم کے بزرگوں کی امامت ایک بلند مرتبہ ہے **وَجَعَلْنَا الْمُتَّبِعِينَ إِمَامًا** (اور ہم کو متقیوں کا امام بنا) اور اسی طرح (یہ جو) فقیر آپ کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ میں کچھ لوگوں کو طریقہ بتانا ہوں اس سب کا مقصد ٹوپی ہے اور اس سے میں تجھ کو چاہتا ہوں (یہ واقعہ) ایک بہت بڑی بشارت ہے (ہمارے) ساتھ کامل اتحاد اور استعداد کی جامعیت کی خبر دینے والا ہے، دوسرا واقعہ جو کہ (حضرت) غوث الاعظم کے طریقہ کی اجازت کو شامل ہے، سامنے موجود ہونے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جو کچھ وقت و استعداد کے مناسب استخارہ کے بعد عمل میں لایا جائے، تیسرا واقعہ مجمل ہے آپ نے اس کو تفصیل سے نہیں لکھا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ نینوں واقعات واضح ہیں **رَبَّنَا آتِنَا زُكْرًا وَبُحْرًا وَغَيْرَ ذَلِكَ عَلَى كُلِّ مَنٍّ قَدِيرًا** (اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ہمارے نور کو کامل فرما دے اور ہمیں بخشدے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے)۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”حکام وغیرہ کی جانب (جو) ظلم و تشدد پہنچتا ہے سب کو حق کی طرف سے جانتا ہے بلکہ اُس تعالیٰ شانہ کا فعل یقین کرتا ہے اس کے باوجود طبیعت اس سے رنجیدہ ہوتی ہے اور غم لاحق ہو جاتا ہے حیرت رونما ہوتی ہے ساید یہ دید و مہی ہے کیونکہ اگر کچھ حقیقت رکھتی ہوتی تو غم و غصہ کا باعث کیوں ہوتی؟“ میرے مخدوم یہ دید حقیقی ہے وہی نہیں ہے لیکن بشریت کے لوازم بڑے سے منقطع نہیں ہو جاتے والقلب یحزن والعین تدمع وانا بفراقک یا ابراہیم لمحزونون (دل غمگین ہوتا ہے اور آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور اے ابراہیم! بیشک ہم تیری جدائی میں غمگین ہیں) (یہ حدیث) آپ نے سنی ہوگی، آخرت کا اجر اور باطن کی نورانیت اسی غم و اندوہ کے ساتھ وابستہ ہے یہ دید اور حق جل و علا کے فعل سے فرحت و مسرت ہونا باطن کا کام ہے اور غم و اندوہ ظاہر سے وابستہ ہے جو باطن سے منزول دور ہے۔ **لِكُلِّ وَجْهٍ مِّنْهُمْ مَّا يَفْتَقِدُوا الْخَيْرَاتِ** (ہر شخص کے لئے ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے پس نیک کاموں کی طرف سبقت کرو)۔ دیگر دیکھ مصائب و شدائد کے دور کرنے کیلئے استغفار

(پڑھنا) نفع بخش و محبوب ہے (اس کو) لازم پکڑنا چاہئے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے استغفار کو لازم پکڑا اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے استغفار کی کثرت کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا اور ہر غم سے کشادگی کا راستہ بنادے گا اور وہ اس کو بے گمان جگہ سے رزق عطا فرمائے گا۔ یہ فقیر شریعت نمازوں کے بعد ستر بار استغفار پڑھتا ہے اور حدیث شریف کے مطابق تین بار استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الہی القیوم واتوب الیہ باقی استغفر اللہ استغفر اللہ۔ شیخ علی بن ابی بکر قدس سرہ نے معارج الہدایہ میں کہا ہے ”اور باثور و مشہور استغفار کی قسم میں سے یہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الرحمن الرحیم الہی القیوم الذی لا یموت واتوب الیہ رب اغفر لی پچیس مرتبہ کہا وہ اپنے گھر اپنے اہل و عیال اپنے محلے اپنے شہر اور جس خطہ زمین میں وہ رہتا ہے ان میں کوئی ناپسندیدہ امر نہیں دیکھے گا پس اس استغفار پر صبح و شام مداومت کرنی چاہئے پس ہمارے مشائخ و علمائے اہل بیت میں ایک جماعت آپس میں ایک دوسرے کو اس کی تلقین کرتے تھے اور اپنے شاگردوں، اولادوں، خادموں اور اصحاب کو اس کی وصیت کرتے تھے اور اس پر مداومت و ہمیشگی کی ترغیب دلاتے تھے کیونکہ انھوں نے اس میں بہت زیادہ نفع اور بڑی برکت اور مسائب کا بہت زیادہ دفعہ دیکھا ہے۔

مکتوبات

مولانا محمد حنیف کے نام مراقبات کو خاص طرز میں بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
الحمد لله اعلى الاعلى والصلوة والسلام على رسوله المصطفى وعلى اله وصحبه
البررة التقى، مدت ہوئی کہ آپ نے اپنے ظاہری احوال اور باطنی کیفیات کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے
(خدا کرے) موانع خیریت ولے ہوں، میرے مخدوم! ع
از ہر چہ می رود سخن دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]
بزرگوں نے کہا ہے کہ مراقبہ (سے مراد) بندہ کے بارے میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی دائمی اطلاع کا اور اس
(بندہ کو اس تعالیٰ شانہ کے علم و حضور کا علم ہے، جانتا چلے ہے کہ (مراقبہ کا) یہ مرتبہ چند پے درپے
مراقبات کا مقتضی ہے پہلا مراقبہ یہ ہے کہ جب سالک اس نسبت شریفہ کی مشق کے لئے تیار ہوتا ہے

اور اس مراقبہ کو اپنا نصب العین بنالیتا ہے یہاں تک کہ سالک اس مراقبہ کے اثر میں آجاتا ہے اور یہ مراقبہ ملکہ (صفتِ راسخہ) کا رنگ اختیار کر لیتا ہے تو اس وقت اس تعلقِ علم کو اپنے شامل حال پاتا اور وجود کے ذرات میں سے ہر ذرہ کے ساتھ محیط دیکھتا ہے اور اس کا ظاہر و باطن میں سرایت کرنا محسوس کرتا ہے اور فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ (پس بیشک اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب ہے) کے مصداق اس صفت کا زور اس کے وجود پر غالب آجاتا ہے اور اس کے بالمقابل سالک کا وجود ضعیف و ناچیز معلوم ہوتا ہے۔
 دوسرا مراقبہ یہ ہے کہ اس تعلق سے غلبہ محبت و کمالِ درجہ کی کشش کے باعث علم کی صفت میں آجائے اور خبرنی (ظلی) علم سے کلی (اصلی) علم کی طرف مائل ہو جائے اور نمونہ سے حقیقت کی طرف بڑھے اور اس صفت کو بھی اُس تعلق کی طرح وجود کے ذرات کو محیط اور ظاہر و باطن میں سرایت کیا ہو دیکھے۔
 تیسرا مراقبہ یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ کی) بے حد عنایت سے اس صفت سے ترقی کر کے حضورِ ذاتی میں کہ جس مقام میں ذاتِ عز و جلالہ خود بخود حاضر ہے عروج کرے اور صفت کی راہ سے موصوف تک جائے اور اُس حضور میں گزریا نے کے بعد محدود فانی ہو جائے اور اپنے پُر نفرت حضور سے کل کر اس حضور کے ساتھ جو سراسر نور ہے متحقق ہو جائے۔ دوستوں سے دعا کی امید ہے، والسلام

مکتوب

حاجی نظام کو لابی کے نام اختصار کے طور پر طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى خصوصاً على سيد الوری صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلى اله واصحابہ اجمعین بالبررة الشفی، برادرِ عزیزِ محاجی ابو تراب نے ان فقرات کے ساتھ اُس عزیز (آپ) کے محبت و خلاص کا اظہار فرمایا اور باطنی تعلقات کو واضح کیا۔ میرے مخدوم! اس گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے اور ان کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہے المرء مع من احب (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام والتجہ کی حدیث ہے، جو طریقہ کہ آپ نے اخذ کیا ہے اس کی قدر کریں، اس پر اتنی مداومت کریں کہ یہ نسبت شریفہ دل کا ملکہ (صفتِ راسخہ) ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور اس کی صفت لازمہ بن جائے جو نفی کرنے سے نفی نہ ہو سکے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے، اس کے بعد (اللہ تعالیٰ کی) بے انتہا عنایت سے دل کو مطلوبِ حقیقی کے ماسوا سے اس قدر بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کو ہرگز

یاد نہیں آتا حتیٰ کہ اگر تکلف کے ساتھ ماسوا کو یاد کرنا چاہتے تب بھی اس کو یاد نہیں آتا، اس نسیان کی وجہ سے جو کہ دل کو ماسوا سے حاصل ہو گیا ہے وہ نہ کسی خوشی کے ساتھ خوش ہوتا ہے اور نہ کسی غم کے ساتھ غمگین ہوتا ہے اس حالت کو فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جانتا چاہئے کہ اس فنا میں اگرچہ اشیاء کا علم وسعتِ سینہ سے رخصت ہو چکا ہے اور اس کا علمی و جہتی تعلق ماسوا سے ختم ہو چکا ہے لیکن اس کا نفس حاضر اور علم حضور (اپنی ذات کا علم) ابھی تک موجود ہے (اور) ہماری کا دغوشی اور انانیت (میں اپنی) قائم ہے جب عنایت (الہی) کی سبقت سے عارف اپنی ذات کے عدم ہونے کو معلوم کر لیتا اور دیکھ لیتا ^{مثلاً} اور جان لیتا ہے کہ وجود اور توابع وجود خاص ربِ معبود کے کمال کے اوصاف میں سے ہے اگر ممکن ہیں ہیں تو اسی مقدس بارگاہ سے مستعار و مستفاد ہیں تو اس وقت بلاشبہ سعادت کی طہری اُس پر کھل جاتی ہے اور مطلوب کی خوشبو اُس کے دماغ میں جا پہنچتی ہے۔

چوں بدالستی کہ ظن کیستی فارغی گرمردی و گریزی

(جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مردہ ہو یا زندہ توبے فکر ہے)

یہ دینی صفت سے ہے جب یہ دید غالب آجائے تو ہو سکتا ہے کہ آیت کریمہ **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا** (بیشک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو واپس دو) کے اشارے کے مطابق ان عارفی کمالات یعنی توابع وجود اور تمام صفات کمال کو پوری طرح اُن کے اہل کے سپرد کر دیتا ہے اور ظلال کو اصول کے ساتھ ملا ہوا پاتا ہے اور اپنے آپ کو جو کہ اُن کمالات کا آئینہ تھا خالی اور عدم محض کے ساتھ ملحق دیکھتا ہے، اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا اس وقت حاصل ہو جاتا ہے اور اسلام حقیقی کی طرف راہ پالیتا ہے، یہ کمال فنائے نفس کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہ ہے سیر و سلوک کا فلا اور اہل کمال کے حال کا ثمرہ، اس طریقہ کا سلوک منتِ عالیہ کی پیروی اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب کے ساتھ وابستہ ہے اور شیخ مقتدا (پیر) کی محبت پر کامل استحکام کا ہوتا ہے، مرید محبت کے رابطہ کے ذریعہ جو کہ وہ شیخ مقتدا کے ساتھ رکھتا ہے لمحہ بہ لمحہ اس کے رنگ میں رنگا جاتا اور اس کے کمالات کے ساتھ رنگین ہو جاتا ہے۔



میرزا محمد صادق کے نام اس بارے میں کہ معاملہ دو چنیوں یعنی صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل و اولاد اور شیخ مقتدا کی محبت پر موقوف ہے اور قصداً و قدر کے مسئلہ کی تشریح میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب جو آپ نے قاصد کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا چونکہ دوستوں کی عافیت و سلامتی پر مشتمل تھا مسرت و شادمانی کا باعث ہوا، اللہ تعالیٰ شریعت عالیہ اور سنت نبویہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتجہ کے راستہ پر استقامت و مداومت نصیب فرمائے پس بلاشبہ یہی کام کی اصل ہے اور اسی پر نجات کا مدار ہے اور اس کے علاوہ بے فائدہ رحمت اٹھاتا ہے میرے مخدوم! اگر دو چیزوں یعنی صاحب شریعت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع اور شیخ مقتدا (پیر) کی محبت میں استقامت و استحکام ہے اور احوال و مواجید (کیفیات) میں سے کچھ بھی نہیں ہے تو غم نہیں ہے آخر کار اس کو سب کچھ دیدیں گے اور اکابر کے احوال و مواجید اس کو محروم نہیں چھوڑیں گے، اور اگر ان دو چیزوں میں سے کسی ایک میں ضل ہے اور اس کو احوال و مواجید حاصل ہیں تو خرابی کے سوا کچھ نہیں ہے اور وہ جو کچھ رکھتا ہے استدراج کی قسم سے ہے اس مقصد کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا چاہئے، ملاقات حاصل ہونے تک ذکر و فکر میں مشغول رہیں، اور غیر جنس اور طریقہ کے مخالف کی صحبت سے بچتے رہیں فرمنا کثرتا نفر من اکاسد [جتنا تو شیر سے بھاگتا ہے اس سے زیادہ ان سے بھاگ]

یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ ”اُسی دن سے ان کی خدمت سے پرہیز کیا اور اس کلام کے سننے سے توبہ کی“ اس پر اللہ سبحانہ کا شکر ہے، حق سبحانہ اس پر استقامت عطا فرمائے، اگر آپ اکابر کے کلام کا شوق رکھتے ہیں تو ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کے مکتوب و رسائل کا مطالعہ کریں میرے مخدوم آپ نے جو چار سوال وہاں کے شیوخ کے بارے میں کئے ہیں واضح ہوئے پہلا سوال قضا و قدر کے مسئلہ سے تعلق رکھتا ہے اگر آپ نے اس جماعت کے امتحان کی راہ سے لکھا ہے اور مقصود ان کو الزام دینا ہے تو بات کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر اس بارے میں کوئی شک و شبہ دل میں رہا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ قضا و قدر کا مسئلہ اللہ جل شانہ کے اسرار میں سے ایک سر ہے اس مسئلہ میں باہم گفتگو کرنا اور چھان بین کرنا ممنوع ہے اس معاملہ میں ممانعت کی حدیثیں بہت ہیں جو کچھ ہم پر لازم ہے وہ اوامر کو بجالانا اور نواہی سے بچنا ہے اس مسئلہ میں غور کرنے کے لئے فرمایا نہیں گیا ہے بلکہ منع کیا گیا ہے اس معاملہ کی حقیقت کو حق جل و علا کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے، جس چیز کے ساتھ (ہمیں) مکلف کیا گیا ہے تندی و احسان تندی کے ساتھ اس کے بجالانے میں کوشش کرنی چاہئے، یہ ہے سب سے زیادہ سلامتی کا راستہ۔ میرے مخدوم! اس مسئلہ میں جو کچھ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے اس کے موافق اعتقاد درست رکھنا چاہئے اور شک میں ڈالنے والی باتوں اور چون و چرا میں نہیں جانا چاہئے کہ (یہ) منع ہے۔

آپ جان لیں کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ بندہ کے تمام افعال خیر میں یا شر میں حق سبحانہ کی تقدیر و ارادہ سے ہیں، والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ [اور اس کے خیر و شر کا مقدر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے] اور تقدیر خلق و ایجاد سے عبارت ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ خالق و موجد اس تعالیٰ شانہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدْهُ [اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر چیز کا خالق ہے پس اسی کی عبادت کرو] اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاللَّهُ مَخْلَقُكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ [اور اللہ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا] معتزلیہ و قدریہ نے نہایت جہالت و حماقت کی وجہ سے قضا و قدر کا انکار کر کے بندہ کے افعال کو بندہ کی قدرت و اختیار سے منسوب کیا ہے اور بندہ کو افعال کا خالق کہا ہے ضلوا فاضلوا [وہ خود بھی گمراہ ہوئے پس انھوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا] علمائے کہا ہے کہ جو اس اُن سے بہتر حالت والے ہیں کہ وہ ایک شریک کہتے ہیں اور یہ لوگ لاتعداد و بیشمار شرکاء ثابت کرتے ہیں ہم اصل بات کی طرف جاتے اور کہتے ہیں کہ خیر و شر کی تقدیر اور نسبت خلق حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کے باوجود بندہ کے ارادہ و اختیار کو بھی اس کے وجود و فعل میں دخل دیا گیا ہے، اول صرف ارادہ بندہ کی جانب سے ہوتا ہے اس کے بعد اس کے موافق حق تعالیٰ خلق (پیدا) فرماتا ہے اور ارادہ کے اس استعمال ہی کو کسب کہتے ہیں پس خلق حق جل و علا کا فعل ہے اور اس کا کسب بندہ کی طرف سے ہے۔ اور یہ جو آپ نے لا تتحى ذرة الا باذنہ [اس (اللہ تعالیٰ) کی اجازت کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کرتا] وغیرہ لکھا ہے تو یہ حق تعالیٰ کے پیدا کرنے کے اعتبار سے ہے اور مقتول کے عوض میں قاتل کو قتل کرنا اور گنہگار کو ملامت کرنا اور اس کو سزا کا عذاب دینا کسب کے اعتبار سے ہے اور (فرقہ) جبریہ ارادہ و اختیار کو بندہ سے نفی کرتے ہیں اور اس کو افعال کے صادر ہونے میں مجبور جانتے ہیں جیسا کہ درخت کی شاخوں کو کوئی شخص ہلائے بلکہ فعل کی نسبت بندہ کی طرف نہیں کرتے اور ان افعال کا فاعل حق (تعالیٰ) کو جانتے ہیں اور یہ کفر ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے، وہ لوگ کہتے ہیں کہ نیک فعل پر ثواب (مصل) ہوگا اور بُرے فعل پر عذاب نہیں ہوگا اور کافر و گنہگار لوگ معذور ہیں، ان سب کے لئے کوئی پریش اند کوئی سزا نہیں ہے کیونکہ تمام افعال حق (تعالیٰ) کی طرف سے ہیں اور یہ لوگ مجبور ہیں اور یہ (عقیدہ) کفر ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے وَفَوَهِمُ لَهَا تَتَمَنَّوْنَ [ان کو ذرا ٹھہراؤ بیشک ان سے پوچھا جائے گا] فَوَرَبِّكَ لَنَسْتَلِفَنَّ مِنْهُمُ الْجَمِيعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ [پس آپ کے رب کی قسم ہم ان سے ان کے اعمال کے متعلق ضرور پوچھیں گے]۔ (فرقہ) مرجئیہ یہی لوگ ہیں جو کہ ستر پیغمبروں کی زبان سے لعنت کئے گئے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، ان بد اطواروں کا مذہب

ظاہری عقل سے بھی باطل ہے کیونکہ ریشہ والے کی حرکت میں کہ جس کا ہاتھ اس کے اختیار کے بغیر ہوتا ہے اور اس شخص کی حرکت میں جو اپنا ہاتھ خود ہلاتا ہے واضح فرق ہے کہ پہلی حرکت اختیاری نہیں ہے اور دوسری حرکت اختیاری ہے اور نصوص قطعیہ (آیات قرآنی و احادیث متواترہ) اس مذہب کی نفی کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جَزَاءُ يَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ [یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے] اور اللہ سبحانہ فرماتا ہے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا اَحَاطَ بِهِنَّ سُرَادِقُهَا [پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر رہے، بیشک ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ جس کے سر پر دے اُن کو گھیرے ہوئے ہوں گے]۔ اگر بندوں سے اختیار بالکل چھین لیا گیا ہوتا تو حق تعالیٰ ظلم کی نسبت ان کی طرف کیوں فرماتا، وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ كَانُوا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ [اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے] بہت سے ملحد بے دین لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے اختیار کے سلب کے بہانہ سے احکام شرعیہ کی پابندی سے چھوٹ جائیں اور آخرت کی پرستش و جزا سے جو حرام امور کے ارتکاب پر موعود ہے اپنے آپ کو آزاد کر لیں اور اپنے آپ کو معذور و مجبور جانیں، (یہ بات ظاہر ہے کہ بندہ کو اس قدر اختیار و طاقت حاصل ہے کہ اوامر و نواہی کی ذمہ داری سے عہدہ بردار ہو سکے اس لئے کہ کسی چیز کو پکڑ کر ہلانے اور ریشہ کی حرکت میں فرق واضح ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، حق تعالیٰ کریم ہے، بندوں کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا ہے اسی قدر افعال کا مکلف کیا ہے کہ جس کو پورا کر سکیں لَا يَكُفُّ اَنْفُسًا اِلَّا وَشَعْرًا [اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی طاقت و اختیار کے مطابق ہی مکلف بناتا ہے]۔ اس جماعت کا عجیب معاملہ ہے کہ جو لوگ اس جماعت کی اطاعت نہیں کرتے اور ان کو ایذا پہنچاتے ہیں یا ان کو برا قرار دیتے ہیں اور ان مقام کے درپے ہوتے ہیں اور اپنے بیٹوں اور اپنی لونڈی اور غلام کو مارنے اور سزا دیتے ہیں اور اگر کسی غیر آدمی کو اپنی عورت کے ساتھ دیکھتے ہیں تو بگڑ جاتے ہیں اور اس کو اذیت پہنچاتے ہیں اور معذور و مجبور کہہ کر اس سے چشم پوشی نہیں کرتے اور ان باتوں کے باوجود وہ اس بہانہ (عذر مجبوری) سے آخرت کے عذاب سے جو نصوص (دلائل) قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے چاہتے ہیں کہ رہائی حاصل کریں اور جو کچھ چاہیں کریں، حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ [بیشک آپ کے رب کا عذاب ضرور آکر رہے گا کوئی اسے ٹال نہیں سکتا] اگر لوگ کسی دیوانہ کو گھر میں دیکھتے ہیں تو معذور قرار دیتے ہیں اور اسی طرح جو گناہ بھی دیوانہ کرتا ہے کوئی شخص اُس سے باز نہیں کرتا سب کہتے ہیں کہ دیوانہ ہے اور عقل و اختیار سے خارج ہے عجب نمود گر گناہ می کند دیوانہ [اگر کوئی دیوانہ کوئی گناہ کرے تو عیب نہیں ہے]

اور جو شخص دیوانہ نہیں ہے اس سے باز پرس کرتے ہیں اور مترادفیت میں اور (اس کو) معذور قرار نہیں دیتے اور یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ (غیر دیوانہ) صاحب اختیار ہے اور وہ (دیوانہ) اختیار سے خارج ہے پس ثابت ہوا کہ قدریہ جو کہ قضا و قدر کے منکر ہیں اور جبر یہ جو کہ بندہ سے اختیار کی نفی کرتے ہیں دونوں حق سے دور جا پڑے ہیں اور اہل بدعت اور خود گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں اور حق معتدل وہ ہے کہ جس کی طرف اس سنت و جماعت نے ہدایت پائی ہے مروی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا ہے ابن رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے امر بندوں کے حوالہ کر دیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس بات سے بہت ارفع ہے کہ وہ (اپنی) ربوبیت بندوں کے حوالہ کرے۔ پھر انھوں نے کہا کیا (اللہ تعالیٰ) اس پرستندوں کو مجبور کرتا ہے؟ انھوں (حضرت امام جعفر صادقؑ) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سر پریات بہت بعید ہے کہ وہ بندوں پر جبر کرے پھر ان کو عذاب دے۔ انھوں نے کہا تو پھر کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا، ان دونوں باتوں کے بین میں ہے نہ جبر ہے نہ تفویض اور نہ زبردستی ہے نہ (کامل) خود مختاری کافر اور مشرک لوگ دلیل لائے تھے کہ ہمارا کفر و شرک حق تعالیٰ کے مشیت وارادہ سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْلَا إِذْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ [یہ مشرک لوگ عنقریب یوں کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا (شرک کرتے) اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے] حق تعالیٰ نے اس عذر کو ان سے قبول نہیں کیا اور ان کے قول کو ان کی جہالت پر محمول کیا اور ان کی تکذیب کی دلیل قرار دیا جیسا کہ فرمایا كَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا فَبِئْسَ الَّذِي يَنْقَلِبُونَ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا آيَةٌ [اسی طرح ان (کافر) لوگوں نے بھی جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں (رسولوں کو) جھٹلایا تھا یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا عذاب چکھا آپ کہہ دیجئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی علم (دلیل) ہے تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو] اگر وہ لوگ یہ کہیں کہ خیر و شر سب حق جل و علا کی تقدیر سے اس سبحانہ کے ارادہ و مشیت کے ماتحت ہے پس کافروں کا شرک بھی اس تعالیٰ شاء کی مشیت و ارادے سے ہے اور یہ لوگ اس قول میں حتیٰ پر ہیں تو ان کا قول مقبول کیوں نہیں ہوا۔ جواب، ہم کہتے ہیں کہ سرکشوں کا یہ قول معذرت کے طور پر نہیں ہے کہ ہم اس برے عمل میں مشیت کے تابع ہیں کیونکہ وہ لوگ اپنے کردار کو برا نہیں جانتے بلکہ ان کا مقصود اس فعل کے برا ہونے کی نفی کرنا ہے اس لئے کہ جو کچھ حق جلّ شأنہ کا چاہا ہو اور اس تعالیٰ شاء کی مشیت کے متعلق ہے وہ اس سبحانہ کا پسندیدہ ہے کیونکہ اگر پسندیدہ نہ ہوتا تو وہ نہ چاہتا پس ہمارا یہ شرک پسندیدہ ہے اور اس فعل کا قائل عذاب کا مستحق ہونے سے دور ہے، حق تعالیٰ نے اس قول و اعتقاد کو تکذیب کے ساتھ ذکر کیا ہے كَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا فَبِئْسَ الَّذِي يَنْقَلِبُونَ [اسی طرح ان سے پہلے

لوگوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی) کیونکہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام (قرآن مجید) میں ارادہ پنے انبیاء علیہم السلام کی زبان پر کفر کو ناپسندیدہ اور بُرا فرمایا ہے اور کافروں کو ملعون اور اپنی رحمت سے مایوس قرار دیا ہے اور دائمی عذاب جو کہ ختم ہونے والا نہیں ہے ان کی جزا ٹھہرائی ہے اور نیز اس اعتقاد کو جہالت ٹھہرایا ہے، کسی چیز کے ارادہ سے رضامندی لازم نہیں آتی کیونکہ کفر و گناہ حق جل و علا کے ارادہ سے ہیں اس کے پسندیدہ نہیں ہیں جیسا کہ قرآن مجید سے واضح و روشن ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مشرکوں کا یہ قول (جو آیت مذکورہ میں ہے) جبریت کے مذہب کے موافق ہے اور ان کی غرض اس فعل میں اپنے آپ سے اختیار کی نفی کرنا ہے تو بعید نہیں ہے حق تعالیٰ نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے کیونکہ یہ اعتقاد باطل ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور نیز ہو سکتا ہے کہ ان مردودوں کا یہ قول استہزاء و ہنسی مذاق کے طور پر ہو نہ کہ اعتقاد کی رو سے جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے اور اس سے جو کہ ہم نے آیہ کریمہ کے بارے میں بیان کیا ہے معتزلہ کا استدلال جو کہ انھوں نے اس آیت سے اپنے مذہب پر کیا ہے ساقط ہو گیا کیونکہ ان کا استدلال یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے کافروں کی معذرت کو قبول نہیں کیا جو انھوں نے کی ہے کہ ہمارا شرک اللہ تعالیٰ کے ارادہ و مشیت سے ہے اور ان کو اس قول کے ساتھ عذاب کا مستحق ٹھہرایا (اور) فرمایا حتیٰ خافوا سنا (ہاں تک کہ وہ ہمارا عذاب چکیں گے) پس معلوم ہوا کہ تقدیر خیر و شر حق سبحانہ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ بندہ اپنے فعل کی ایجاد میں مستقل (با اختیار) ہے، اور اس استدلال کے ساقط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کلام سے ان کی غرض اپنے فعل سے معذرت کرنا نہیں ہے کیونکہ وہ اس کو برا نہیں جانتے تھے بلکہ ان کا مطلب اپنے فعل کو سراہنا ہے کہ ہمارا فعل حق تعالیٰ کے ارادہ کے مطابق اور اس کا پسندیدہ ہے اور یہ اعتقاد باطل ہے کیونکہ ارادہ کے مطابق تو ہو گا لیکن پسندیدہ نہیں ہو گا جیسا کہ گذر چکا ہے، اگر کہا جائے کہ جب بندوں کے افعال حق تعالیٰ کے ارادہ سے ہیں اور خیر و شر کا مقدر ہونا ازل میں طے ہو چکا ہے تو بندہ کو اختیار نہیں رہا اور ان (بندوں) سے خیر و شر کے افعال کا صادر ہونا واجب ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ ازل میں چاہا اور مقدر کیا ہے کہ بندہ اپنے اختیار سے یہ فعل کرے یا زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ یہ تقدیر اختیار کا باعث ہے اور یہ معنی اختیار کو ثابت کرنے والے ہیں نہ کہ اختیار کی نفی کرنے والے اور نیز ہم کہتے ہیں کہ اگر قصائے ازل اختیار کے منافی ہو تو چاہئے کہ حق تعالیٰ اپنے افعال میں روزانہ پیش آنے والے واقعات کی ایجاد میں مختار نہ ہو کیونکہ ان افعال کو ضرورت تقدیر و ارادہ کے موافق واقع ہونا چاہئے جب ویسا نہیں ہے تو ایسا بھی نہیں ہے، والسلام علی من اتبع الهدی والترم متابعة المصطفیٰ علیہ وعلى آله الصلوات والتسلیمات والرحمات والبرکات العلی۔

مکتوبات

مولانا عارف لاہوری کے نام قلمی لطافت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوات و ارسال تسلیات کے بعد عرض کرنا ہے کہ جو مکتوب مرغوب آپ نے ان دنوں میں بھیجا تھا پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا، اثر کے زائل ہونے اور عین کے زوال کے آغاز کے بارے میں آپ نے لکھا تھا کہ آپ نے میرے حق میں ایسی ہی بشارت دی تھی۔ میرے مخدوم! عین کا زائل ہونا اثر کے زائل ہونے کی نسبت زیادہ آسان ہے پس عین کا زائل ہونا مقدم ہوگا اسی لئے بعض کو عین کے زوال کے بعد اثر کا زوال بھی ہوتا ہے اور بعض کو نہیں ہوتا اس لئے اثر کے زائل ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ سالک کو فنا حاصل ہونے کے بعد بعض عین و اثر (دونوں) کے زائل ہونے کے قابل ہو گئے ہیں اور بعض نے اثر کے زائل ہونے کو جائز نہیں رکھا اور حق اس بارے میں یہ ہے کہ اگر سالک کا مبدأ عین مرتبہ شیون سے ہے تو اس کے عین ثابتہ تک وصول اور اس میں فنا حاصل ہونے کے بعد اس کے حق میں عین و اثر کا زائل ہونا واقع ہے کیونکہ شیون کو عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے اس لئے کہ عالم صفات کا ظل ہے نہ کہ شیون کا ظل، پس کسی شان میں فنا حاصل ہونے سے مطلق فنا لازم آئے گی اور عین و اثر کو زائل کرنے والی ہوگی، اور اگر سالک کا عین ثابتہ مقام صفات سے ہے تو صفت میں سالک کا وصول و فنا ہونا اس کے وجود کو بالکل محو (فنا) کرنے والا نہیں ہوتا اور اس کا اثر زائل نہیں ہوتا کیونکہ سالک کا وجود اسی صفت کا اثر و ظل ہے۔ آپ نے جو کچھ بشارت اس فقیر سے نقل کی ہے آپ کے دل سے بھول ہوئی ہے، فقیر نے اس طرح سے ہرگز نہیں کہا ہوگا۔ اور شیخ ابو سعید ابوالخیر (قدس سرہ) عین و اثر کے زوال کے قائل ہیں جیسا کہ انھوں نے اثر کے زوال کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا ہے وَلَا تَبْتَغِي وَلَا تَنْتَهِرْ [ادبہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی] عین نہیں رہتا اثر کہاں سے رہے گا۔ رباعی

جسم ہمہ اشک گشت چشم بگریست در عشق تو بے جسم ہی باید زیست

از من اثرے نماں دای عشق از چہیت چوں من ہمہ معشوق خدم عاشق کیست

[میرا تمام جسم آنسو بن گیا اور میری آنکھ نے گریہ کیا تیرے عشق میں جسم کے بغیر ہی زندہ رہنا چاہئے، مجھ سے کوئی اثر

باقی نہیں رہا تو میرے یہ عشق کس چیز سے ہے، جب میں سراسر معشوق ہو گیا تو عاشق کون ہے]

لیکن اس رباعی کے آخری مصرع میں کلام کی گنجائش ہے کیونکہ عاشق اس وقت میں صحرائے عدم کی طرف

کوچ کر چکا ہے اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہا اور وہ انانیت کو رو بڑوال لا چکا ہے انا الحق (میں حق ہوں) کون کہے اور من ہمہ معشوق شدم (میں ہر امر معشوق ہو گیا) کی کیا گنجائش ہے، اس مقام سے عارف کا نصیب فنا و نیستی ہے اور اہل ایمان کو امانتیں واپس کرنا ہے اور کلمہ انا نہیں کے مورد کائنات ہونا ہے۔
تو اونشوی و لیک گرجہ کئی جائے ہر سی کز تو توئی بر خیزد

[تو وہ تو نہیں ہو جائے گا لیکن اگر کوشش کرے تو ایسی جگہ پہنچ جائے گا کہ تجھ سے تیرا ہونا جا مارے گا]
آپ نے لکھا تھا کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے مکتوبات میں واقع ہے کہ ”یہ تمام راستہ پانچ قدم ہے تین عالم امر کے اور دو عالم خلق کے۔ تین قدم جو عالم امر کے ہیں کون سے ہیں اور عالم خلق کے دو قدم کیا چیز ہیں“ میرے مخدوم عبارت کے نقل کرنے میں فرق ہو گیا ہے مکتوبات میں اس طرح ہے کہ ”یہ راہ کہ ہم جسے طے کرنے کے درپے ہیں کل سات قدم ہے دو عالم خلق سے اور پانچ عالم امر سے“ آپ جان لیں کہ عالم امر کے پانچ قدم (لطائف) قالب و روح و سر و خفی و اخفی ہیں اور عالم خلق کے دو قدم (قدم) قالب و نفس ہیں۔ آپ نے پوچھا تھا کہ فنائے روح کس چیز سے عبارت ہے اور اس کی علامت کیا ہے اور وہ فنائے نفس پر مقدم ہے یا نہیں؟ آپ جان لیں کہ ہر لطیفہ کی فنا اس لطیفہ کے اپنی اصل تک پہنچنے سے وابستہ ہے اور چونکہ روح کی اصل صفات بلکہ ظلال صفات کے تقاضے سے ہے کیونکہ عالم امر کے پانچوں لطائف کے اصول اسماء و صفات کے ظلال کے دائرہ میں داخل ہیں کہ ان میں سیر واقع ہونا ولایت صغریٰ ہے جو کہ اولیاء اللہ کی ولایت ہے، پس فنائے روح صفات کے ظلال تک وصول سے عبارت ہے جیسا کہ قالب کی اصل افعال و واجبی تعالیٰ کے مقام سے ہے اور اس کی فنا اس کے اس مقام تک وصول سے وابستہ ہے اس دائرہ ظلال سے گزر جانے کے بعد اسماء و صفات و شیون و تنزیہات کا دائرہ ہے کہ اس میں سیر واقع ہوتا (ولایت کبریٰ) ہے جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے، عالم امر کے پانچوں جواہر (لطائف) کے عروج کی انتہا اس دائرہ کی نہایت تک ہے اور اس دائرہ سے گزرنے کے بعد ان کے اصول کا دائرہ ہے اور اس سے گزرنے کے بعد ان اصول کے اصول کا دائرہ ہے اور اس سے گزرنے کے بعد دائرہ کی ایک قوس (نصف دائرہ) ہے جو کہ ان سب (تینوں) دائروں کی اصل ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ نے بیان فرمایا ہے کہ ان تینوں قسم کے کمالات کا حصول نفس مطمئنہ کے ساتھ مخصوص ہے اور اس (نفس) کو اطمینان کا حصول اس مقام میں میسر ہوتا ہے الخ اور اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس کا کمال عالم امر کے کمالات سے اوپر ہے اور اس کا کمال طور سے فنا ہو جانا ان تینوں قسم کے

اصول تک وصول سے وابستہ ہے پس فناء نفس فناء روح کے بعد بلکہ عالم امر کے لطائف کی فناء کے بعد ہوگی، اور یہ جو ہم نے اس کا کمال طور سے قنا ہوتا کہا ہے یہ اس لئے ہے کہ فناء نفس اور اس کے اطمینان کی ابتداء اسما و صفات کے مٹالال کے دائرہ سے ہے جو کہ ولایت صغریٰ ہے لیکن اس مقام میں فنا کی صورت ہے فنا کی حقیقت ان تینوں قسم کے اصول کے ساتھ وابستہ ہے ارباب ولایت صغریٰ بھی نفس کے فنا اور مطمئنہ ہوجانے کی خبر دیتے ہیں لیکن چونکہ اس مقام میں فنا کی حقیقت نہیں ہے اس لئے کہتے ہیں ۷

ہر چند کہ مطمئنہ گردد ہرگز صفات خود نہ گردد

(اگرچہ نفس مطمئنہ ہوجائے (پھر بھی) اپنی صفات (عادات) سے ہرگز باز نہیں آتا) اور جو شخص کہ فنا کی حقیقت کو پہنچ چکا ہے وہ کہتا ہے کہ فنا و اطمینان کے بعد اس میں بال بھر مخالفت (بھی) نہیں رہتی اطاعت و تسلیم کے سوا اس کا کوئی کام نہیں ہے، والسلام۔

مکتوب ۸۵

شیخ باذریہ ہارپوری کے نام اطمینان نفس کی تحقیق اور ان کے واقعات کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔
الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: آپ کا مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ عین و اثر کا زائل ہونا ولایت کبریٰ کا کمال ہے اور جو فناء نفس کہ ولایت صغریٰ میں پیش آتی ہے ان دونوں میں فرق واضح نہیں ہوتا امیدوار ہے کہ اس فرق کی بابت رہنمائی فرمائیں گے۔
میرے مخدوم! فناء نفس عین و اثر کے زائل ہونے سے وابستہ ہے لیکن ایک کو ولایت کبریٰ کے ساتھ اور دوسرے کو ولایت صغریٰ کے ساتھ خاص کرنا آپ نے کہاں دیکھا ہے اور کس سے سنا ہے فقیر نے خود نہیں کہا ہے اور حضرت عالی (قدس سرہ) کے مکتوبات میں (بھی) نہیں ہے جس شخص سے آپ نے سنا ہے اسی سے اس کا حل طلب کریں، ہاں اگر اس معنی میں کہیں کہ فناء نفس کی ابتداء ولایت صغریٰ میں ہے اور اس کا کمال ولایت کبریٰ تک پہنچنے سے بلکہ غاصراریعہ کے اعتدال کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ کمالات نبوت سے تعلق رکھتے ہیں تو درست ہے کیونکہ ولایت صغریٰ میں اگرچہ ایک گونہ فنا و اطمینان حاصل ہوجاتا ہے لیکن اس حد تک نہیں کہ نفس اپنے بُرے اوصاف سے بالکل متبرا ہوجائے اور اخلاق ذمیہ سے پوری طرح خالی ہوجائے اسی لئے اس ولایت والے حضرات کہتے ہیں ۷

ہر چند کہ مطمئنہ گردد ہرگز نہ صفات خود نگر د

(اگرچہ نفس مطمئنہ ہو جائے پھر بھی یہی صفات (عادات) سے ہرگز باز نہیں آتے)

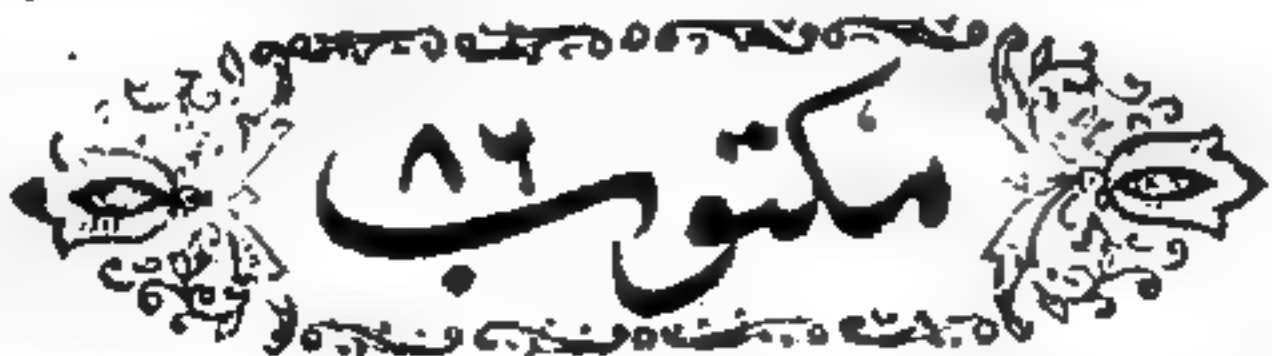
۱۳۹

حضرت عالی (قدس سرہ) جو کہ ولایت کبریٰ تک پہنچے ہیں بلکہ کمالات نبوت کے ساتھ مشرف ہوئے ہیں فرماتے ہیں کہ نفس کو فنا و اطمینان (حاصل ہونے) کے بعد مخالفت کی مجال نہیں رہتی اور اس سے بال بھر بھی (اللہ کی) مرضی کے خلاف تصور نہیں ہے اور وہ مستہلک و مستغرق ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کا اور اپنے ماسوا کا کوئی شعور نہیں رکھتا جس واقعہ میں آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کو دیکھا ہے اور حضرت امیر (علی) کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو بھی دیکھا، نیک و مبارک ہے بظاہر آپ کو حضرت امیر المومنین (کرم اللہ وجہہ) سے حصہ ہوا اور دوسری مرتبہ جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کو ازواج مطہرات کے ساتھ دیکھا ہے اور ان اہمات المومنین کی جانب سے عنایات شاہدہ کی ہیں گویا آپ ان کے فیوض و برکات سے بھی بہرہ مند ہوئے ہیں اور کمالات ولایت کو اس کمال کے ساتھ جو کہ کمالات نبوت کے مناسب ہے جمع کیا ہے اور دوسرے واقعات میں کہ فقیر نے آپ کو ایک خاص گھوڑا دیا اور سوار کیا اور اپنے ساتھ لے گیا اور حضرت میکائیل سے مہربانی و عنایت کا شاہدہ کرنا اور ان کا یہ کہنا کہ میرا بھیانی جبرئیل تیرے ساتھ بہت ملاقات کرتا ہے اور یہ محبوبیت کے سبب سے ہے یا آپ میں محبوبیت کی شان ہے اور فرشتوں کو حسین صورتوں اور شاندار لباس میں دیکھنا اور آسمان سے چاند کی چاندنی کی مانند کسی چیز کا نیچے آکر آپ کے سامنے گر پڑنا اور روئے زمین کا اس کی چمک سے روشن ہو جانا بہت واضح و بلند واقعات ہیں اور ان میں سے بعض بظاہر اس سے زیادہ بلند ہیں جو کچھ کہ آپ کو اس وقت حاصل ہے۔ مختصر یہ ہے کہ (یہ) واقعات بشارات ہیں امیدوار ہیں، ے

چشم دارم کہ دہی اشک مرا حسن قبول لے کہ در ساختہ قطرہ بارانی را

(اے وہ دانشور کہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا، میں امید کرتا ہوں کہ وہ میرے آنسوؤں کو حسن قبول عطا فرمائے گا)

والسلام الاول و الآخر



سیادت پناہ میر مظفر حسین کے نام عشق و شوق اور عدم حصول کے درد کے بیان میں اور محبت

جو کہ معیت کا ثمرہ دینے والی ہے اس کی تکمیل پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، اے سیادت پناہ! آپ نے عشق کے شوق اور شوق کے

ولولہ کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا تھا اور عدم حصول کے درد کا اظہار فرمایا تھا واضح ہوا اور لذت بخش مسرت افزا ہوا، سہ

خوش آنکہ براہ عشق جان داد عشق است کہ جان با تو ادا داد
[وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے کہ عشق کے راستہ میں جان دی، عشق (ایسی ہی چیز ہے جس کیلئے جان ی جاکتی ہے) اللہ تعالیٰ شوق کے شعلہ کو بلند کرے اور عشق کی آگ کو بکھر جائے تاکہ آفاق و انفس کی قید سے پوری طرح رہا کر دے اور مطلب کے ساتھ خاص معیت پیدا کر دے محبت کوئی لمحہ ایسا نہیں چھوڑتی جو کہ محب صادق کے نصیب نہ ہو، المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] محبت جس قدر زیادہ قوی ہوگی معیت اسی قدر زیادہ کامل ہوگی، محبت کا زیادہ ہونا حسن و جمال کے علم کی فراوانی کے مطابق ہے، حسن کے دقائق اور جمال و کمال کی باریکیوں کا علم جس قدر زیادہ ہوگا اسی قدر شوق کی آگ زیادہ اور محبت کا شعلہ تیز ہوگا سہ

آنرا کہ بحسن دیدہ تیز است این عشق بلائے خانہ خیر است
[جس شخص کی آنکھ حسن کے ساتھ تیز ہے، یہ عشق (اس کیلئے) گھرے اٹھنے والی بلا ہے]
عشق کو حسن کے ساتھ موافقت ہے اور اول (ازل) ہی سے ہم صحبت ہونے کا عہد موجود ہے، حدیث کنت کتراً مخفياً [میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا] اس پر دلالت کرتی ہے۔ سہ

ہر کجا حسن می نماید روے می نہد سر بسجده عشق آں سوے

[جہاں بھی حسن اپنا جلوہ دکھاتا ہے عشق اسی طرف سر بسجود ہو جاتا ہے]
اُس کے حسن کی شہرت سے دنیا مال مال ہے اس لئے اس کے عشق کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہوا ہے سہ
افسانہ عشق او بہر سوے دیوانہ حسن او بہر کوے
[اس کے عشق کا چرچا ہر طرف ہے، اس کے حسن کا دیوانہ ہر کوچے میں ہے]

عدم حصول کے درد سے غمگین نہ ہوں، ع

بتاریکی دروں آب حیات است [آب حیات تاریکی میں ہے]

اُس مقام کا حصول عین عدم حصول ہے اور جہل عین معرفت ہے اعرفہم یا اللہ اشد تعجباً فیہ [اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پہچاننے والا اس کے بارے میں سب سے شدید حیرت زدہ ہے] بیشک معروف کی کُنہ کو پانے اور احاطہ کرنے کی حقیقت بشر کی طاقت سے باہر ہے اور سب ہی لوگ اس عدم حصول کے درد میں مبتلا ہیں، بشریت سے نکل جانا اور ذات مطلق کے ساتھ متحقق ہونا ممکن نہیں ہے کہ وہ ذات مطلق کے

سویہ ہر مند ہو جاتا۔ شیخ عطار قدس سرہ فرماتے ہیں:

ہی بینی کہ شاہے چوں پیمبر نیافت او فقر کل تورنج کم بر

[کیا تو نہیں دیکھا کہ پیغمبر جیسی عظیم الشان ہستی کو کامل فقر (بشریت کی انتظام) حاصل نہیں ہوا (اسے) تو بھی کس کچھ نہ کر] ممکن واجب (کی حقیقت) سے اور مفید مطلق (کی حقیقت) سے کیا پائے اور کیا حاصل کرے، اس سے جو کچھ حاصل کرے اور پائے گا وہ ذات مطلق کی بلند بارگاہ سے نیچے اور قیصر کی پستی میں داخل ہے، اس کے طالب کو اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ اپنے آپ کو یا کسی میں رکھے، اس چارہ کی تہا نیست ہے کہ اپنے آپ کو گم و محو کر دے اور اپنا کوئی نام و نشان باقی نہ رکھے نہ یہ کہ غنا کو شکار کرے اور سیرغ کو جال میں پھنسے۔

غنا شکار کس نہ شود دام باز چیں کی بچا ہمیشہ بار بست است دام را

[غنا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھانے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال لگانا ایسا ہے جیسا کہ ہوا کو ہاتھ میں لینا (یعنی جو کچھ حاصل نہیں کرتا) اس جدائی کی شام کے لئے وصال کی صبح کی کوئی امید نہیں کی گئی ہے، افسوس در افسوس کہ اس غم کی کوئی حد نہیں ہے اور اس درد کا کوئی علاج نہیں ہے۔]

ہم صبح وصل جو رہاں من و شاہنا امید کی سیاہ بخت ہجرم شب من سحر نزارد

[سب لوگ صبح کی صبح تلاش کر رہے ہیں (لیکن) میں ہوں اور شاہنا امید کی کیونکہ میں ہجرت کا مارا ہوا سیاہ بخت ہوں (اسے) میری نا آپ نے عاشق کی آرزو مندی اور معشوق کی بے نیازی کی بابت لکھا تھا، بیشک یہ دونوں صفتیں عاشقی و معشوقی کے لوازم ہیں سے ہیں یہ جدا نہیں ہوتیں درد مند عاشق جب تک جان رکھتا ہے آرزو کے بغیر نہیں رہتا کہ (یہ) اس کی جان کے ساتھ والا ہے اور اس کے سارے سامان کے ساتھ پیوستہ ہے اور معشوق ہر وقت بے نیازی کی صفت کے ساتھ ہے (جو کہ) نائل ہونے والی نہیں ہے۔]

بنازم این چه استغنا و نا راست گذارم این چه امید دراز است

[میں ناز کرتا ہوں کہ یہ کیا بے نیازی و نا راست ہے، میں گھٹل رہا ہوں، یہ کیسی طویل امید ہے]

معشوق کی جانب سے جس قدر بے نیازی و لاپرواہی زیادہ ہوگی عاشق کی جانب سے عشق کا جوش و آرزو مندی میں گھٹنا اسی قدر زیادہ ہوگا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

نہ نہا آفتم ز بیانی اوست بلائے من ز ناپرواہی اوست

[میں اس کی خوبصورتی ہی میرے لئے آفت نہیں ہے (بلکہ) میرے لئے اس کی لاپرواہی کی وجہ سے (میں) مصیبت ہے]

آپ نے اس بے پرواہی سے کمال کی درخواست کی تھی یہ ناکارہ خود کس قابل ہے جو کچھ ہے بزرگوں کے باطن سے ہے مختصر یہ ہے کہ جن بعض کمالات کی آپ کو بشارت دی گئی ہے ان کا شکر ادا نہیں

اور دوسرے مراتب جن کی امید کی گئی ہے اُن کے امیدوار ہیں فان المرء مع من احب [پس بیشک آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] محبت کو زیادہ کرنے میں کوشش کریں تاکہ کمال درجہ کی معیت حاصل کر لیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتمزم متابعہ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۸

فقیر حقیر شرف الدین حسین کے نام مطلوب کی حقیقت سے ناامیدی اور غیب و شہود کی تفصیل اور کمال اللہ نماز کے متعلق بعض امور اور اس کی حقیقت کے متعلق اشارات کے بیان میں تحریر فرمایا۔
الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، میرے مخدوم! آپ نے احوال کی شرح اور بیغیات کے اظہار میں جو کچھ تحریر فرمایا تھا واضح ہوا اور باطنی اشارات کا سبب ہوا، اللہ تعالیٰ ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، ہمت کو بلند رکھیں جو کچھ میرا اس پر قانع نہ ہوں۔ رخ

آن لقمہ کہ در دہاں نہ گنجد طلبید [وہ لقمہ طلب کرتا ہے جو منہ میں نہیں سماتا]
۱۴۲ مکن واجب تعالیٰ سے کیا پائے اور مقید مطلق سے کیا حاصل کرے، مقید جو کچھ مطلق سے حاصل کرتا ہے یا شاہدہ و ادراک کرتا ہے درجہ اطلاق سے نیچے ہے اور اس کی استعداد و ادراک کے ساتھ مقید ہے، مطلق ان فیور سے پاک اور اس ادراک و شہود سے مبرا ہے پس اس مرتبہ مقید سے ناامیدی نہ سوا کچھ نصیب نہیں ہے۔
عاشقان را نصیب از معشوق جز خرابی و جاں گدازی نیست
[عاشقوں کو معشوق سے بربادی و جاں گدازی کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہوتا]

شہود و مشاہدہ ظلال کے ساتھ وابستہ ہے اور درک و وصل اس جگہ تک ہے کہ (جس پر) وصل کا اطلاق ہو و جب معاملہ ظلال سے بڑھ جاتا ہے اور اصل بھی ظل کی مانند راہ میں رہ جاتی ہے تو معاملہ غیب لغیب سے جا پڑتا ہے اور سابقہ معاملات پر گذر ہو جاتے ہیں اور ایمان شہودی ایمان بالغیب کے ساتھ بدل جاتا ہے اور لذت و ملاوت و ذوق و شوق کی بجائے بے کیفی اور درد و غم آجاتا ہے، کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم دائرہ الحزن متواصل الفکر [رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمیشہ مغموم اور متواتر گرنہ رہتے تھے] ان بزرگوں کی لذت محبوب کی مطاعت میں ہے اور پس اور اُن کا انس اس کی بندگی پر موقوف ہے ارحنی یا بلال! [اے بلال مجھے راحت پہنچا] اسی کی طرف اشارہ ہے اور قرعہ عینی فی الصلوٰۃ

[میری آنکھ کی ٹھنڈک نمازیں ہے] اسی کا ایک رمز ہے، دوسرے حضرات شہود کی لذت کے ساتھ نصف اندوز ہوتے ہیں اور وصال کے خیال پر فریقہ ہیں اور ان حضرات نے اس شہود سے آنکھ بند کی ہوئی ہے اور اس وصال کو خیال تصور کر کے غیب کے ساتھ جو کہ شہود پر ہزاروں درجے فضیلت رکھتا ہے مطمئن ہیں اور کمر ہمت اس کی بندگی پر حسیّت باندھے ہوئے ہیں۔ تحریر اولیٰ (تکبیر اولیٰ) کو جسے وہ امام کے ساتھ پاتے ہیں تجلیات ظہورات سے بہتر جانتے ہیں اور خشوع (عاجزی) اور سجدہ کی جگہ پر نگاہ جمانے کو کہ حدیث شریف منع بصرہ بموضع سجودك [تو اپنی نگاہ کو اپنے سجدوں کی جگہ پر رکھ] جس پر دال ہے اور آیت کریمہ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِینَ هُمْ فِی صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ [وہ مومنین کامیاب ہوئے جو اپنی نمازیں خشوع کرنے والے ہیں جس کی منجربہ شہود و مشاہدہ سے زیادہ تصور فرماتے ہیں، نماز اسی (ظاہری) صورت پر موقوف نہیں ہے (بلکہ) عالم غیب لغیب میں ایک حقیقت رکھتی ہے جو کہ تمام حقیقتوں سے اوپر اور مشاہدات و تجلیات سے بالا تر ہے شاید کہ حدیث شریف (قدسی) قَفْ یَا عَمَّحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَعْمَلُ [اے محمد! ٹھہر جائے پس بیشک اللہ تعالیٰ نمازیں پر] میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے، جس قدر اس (نماز) کی (ظاہری) صورت کی تکمیل میں کوشش کی جائے اور خشوع و آداب کو کامل طور پر ادا کرنے میں جدوجہد کی جائے اس حقیقت کے ساتھ (اسی قدر) مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اس کی برکات سے بہت زیادہ بہرہ ور ہو جاتا ہے اور جو شخص کہ شہود کی بندش اور ظہورات کی قید میں ہے اس حقیقت سے محروم و مستور ہے اسی بنا پر اس کی صورت کی تکمیل کو جو کہ حقیقت کی طرف ایک راستہ رکھتی ہے مشاہدات و تجلیات سے بہتر سمجھا کر اور بلند ہمتی کے باعث ان پر قناعت نہیں کرتا۔

بات دوسری طرف چلی گئی، ہم (اصل) مطلب پر آتے ہیں جو احوال کہ آپ نے لکھے ہیں سب مقبول و اعلیٰ ہیں اور لذات کا نہ ہونا، سابقہ احوال و مواجید کو پرانہ پانا اور عالم (دنیا) اور صانع عالم (دنیا کو بنانے والے) کے درمیان خالق و مخلوق اور صانع و مصنوع ہونے کی نسبت کے علاوہ کسی اور نسبت کا ثابت نہ ہونا یہ سب کمالات مرتبہ نبوت سے ظاہر ہوئے ہیں اور اس مقام سے کامل مناسبت رکھتے ہیں، حتیٰ سبحانہ ہم جیسے محروموں کو ان کمالات سے کامل حصہ عطا فرمائے اندہ قریب بھیب [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنے والا ہے] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الهدی والتمتع متابعت المصطفیٰ علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰات والتسلیمات و التمجیات والبرکات العلیٰ،

مکتوب ۸۸

سیادت پناہ سید علی یارمہ کے نام اوقات کو معمور رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، جناب سیادت و نقابت پناہ! (اس) دور افتادہ سے سلام عاقبت انجام پڑھیں، اس حدود کے فراق کے احوال حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہ سے آپ کی عاقبت اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والتجۃ کی شریعت عالیہ اور سنت منورہ کے راستہ پر استغفار کی دعا کی گئی ہے، اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ آباد رکھیں اور مولائے حقیقی جل شانہ کی خوشنودیوں کے حاصل کرنے میں جان (دول) سے کوشش کریں، اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کرتے سے متور رکھیں اور اس قلیل مدت میں آخرت کا زاد راہ تیار کریں اور دور افتادہ دوستوں کو خاتمہ کی سلامتی کی دعا کیساتھ یاد رکھیں، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی۔

مکتوب ۸۹

میرک معین الدین کے نام اس بیان میں کہ طالب کر اپنے شیخ سے طلب کو ظاہر کرنا گزیر ہے اور اس طریق وصول کا تعین کرنا ایک فضول بات اور اہل بدعت کی محبت بچنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله ذی الجلال والاکرام والصلوة والسلام علی رسولہ سید الانام وعلیٰ المالکرام وصحبہ العظام، (آپ کا) گرمی نامہ پہنچ کر مسرت بخش ہوا چونکہ شوق کا ٹمچر اور درد و طلب پر مشتمل تھا (اس لئے) مزید خوشی حاصل ہوئی، حق سبحانہ اس شوق کی آگ کو شعلہ زن بنائے اور طلب کے شعلہ کو سر بلند کرے تاکہ ماسوا سے بالکل رہا کر دے اور مطلوب کی خوشبودار غ میں پہنچائے،

عشق آن شعلہ است کہ چوں بر فروخت ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

[عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ بھڑک اٹھتا ہے تو معشوق کے علاوہ باقی سب کو جلا دیتا ہے]

اس تمام مشغولیت کے باوجود جب قدر طلب و شوق بھی میسر ہو غنیمت اور امید بخش ہے، ایک بزرگ نے کہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ دینا چاہتا تو طلب نہ دیتا۔ آپ نے گم شدہ نسبت کے حاصل ہونے کی خواہش

ملہ ان سے مراد خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہ ہیں۔

ظاہر کی تھی۔ میرے مخدوم! جو کچھ طالب کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ طلب اور لوازم طلب کا اظہار شیخ سے کرے اور وصول کے طریقہ کا متعین کرنا شیخ کے سپرد کرے، مریض کو حکیم حازق سے مرض کا بیان کرنا ناگزیر ہے اس سے ازالہ مرض کے طریقہ کا تعین طلب کرنا فضول بات ہے جو فیض کہ شیخ مرحوم سے پہنچا تھا وہ شیخ کے سیر و سلوک و مبادیاتین کے موافق تھا اگر دوسری جگہ سے (فیض) پہنچے گا تو وہ اس (دوسرے شیخ) کے سیر و سلوک کے مطابق ہوگا اور اس کی ولایت کی حقیقت کے سرچشمہ سے جوش مارے گا ہر چشمہ کا مرہ دوسرا ہے اور ہر حقیقت کے اثرات جدا ہیں۔

ہر خوش پسرے را حرکتے دگر است [ہر اچھے بیٹے کی حرکات دوسری ہیں] سے
اگرچہ اصل سرچشمہ ایک ہی ہو لیکن جگہوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے اثرات مختلف ہو جاتے ہیں، ہر لحاظ اتحاد محال ہے، میرے مکرم! ہمارے طریقہ میں افادہ و استفادہ کا مدار صحت پر ہے، صاحب استعداد طالب صحت کی برکت سے اپنی استعداد و محبت کے موافق شیخ مقتدا کے باطن سے فیضیاب ہوتا ہے، ہر وقت صفاتِ ربیہ و خالی ہو کر شیخ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے، فنا فی الشیخ ہونا فنا فی اللہ کا مقدمہ ہے، ۵
زاں روے کہ چشم تست احوال معبود تو پیر تست اول

[چونکہ تیری آنکھ بھینگی (ایک کو دو دکھانے والی) ہے اس لئے اول تیرا معبود تیرا پیر ہے] اگر پیر کی صحت بے سرنہ ہو تو محض محبت سے بھی شیخ کی توجہ کے مطابق فیضیاب ہو جاتا ہے لیکن ان دونوں میں بہت فرق ہے شتان مابینہما۔ اوّل قرنی اگرچہ آنسو و علی آکہ الصلوٰۃ والسلام کے باطن سے فیضیاب ہوئے ہیں اور ولایت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوئے ہیں لیکن صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے مرتبہ کو نہیں پہنچے اور خیر التابعین [تابعین میں بہتر] ہو گئے ہیں، جو محبت کہ آپ فقرا سے رکھتے ہیں اس کو بہت بڑی نعمت تصور فرمائیں اور اس نعمت میں اضافہ طلب کریں، المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] آپ نے سنا ہوگا امید ہے کہ ان کے باطن سے کامل حصہ حاصل کریں گے اور فیضیاب ہوں گے، یہ حقیر اپنے اندر اس بات کی قابلیت نہیں پاتا کہ اس سے بہت بڑے کام کی درخواست کریں لیکن چونکہ آپ نے حسن ظن کی وجہ سے لکھا ہے امید ہے کہ اس ظن کے مطابق آپ کے ساتھ معاملہ فرمائیں اور ویرانہ سے کوئی خزانہ نکالیں، حدیثِ قدسی ہے انا عند ظن عبدی بنی [میں اپنے بند کے گمان کے ساتھ ہوں] بہر حال انشاء اللہ تعالیٰ غائبانہ قوصے سے متعلق اپنی جانب سے دریغ نہیں کرے گا، اوقات کو طاعات کے معمولات کے ساتھ استوار رکھیں اور لہو و لعب سے بچتے رہیں اور دنیا کی بے وفائی اور قبر و قیامت کے احوال کو بد نظر رکھیں اور نجات کو سنت کی پیروی

اور بدعت سے بچنے میں یقین کریں اور بدعتیوں اور ملحوظوں کے ساتھ صحبت نہ رکھیں کہ وہ دین کے چور ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام والتجہ کی حدیث ہے اہل البدع کلاب اہل النار [اہل بدعت اہل دوزخ کے گتے ہیں] جو فقیر کہ شرعی طریقوں پر نہیں ہے اور سنت کے زور سے آراستہ نہیں ہے اس کو اپنی مجلس میں نہ آنے دیں مختصر یہ ہے کہ وفا اتکم الرسول فخذوه و ما تنہکم عنہ فانتهوا واتقوا اللہ [اور رسول جو کچھ تم کو دے تم اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کرے تم اس سے باز رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو] والسلام علیکم وعلیٰ سائرین اتبع الہدی۔

مکتوب ۹۰

صلاح آثار حافظ پیر محمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ وحدت طالب کو وحدانی ہوتا چاہئے۔
الحمد للہ العلیٰ الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ المصطفیٰ علی آلہ وصحبہ البرۃ النقی،
مکتوب شریف پہنچا چونکہ اشواق و کیفیات پر مشتمل تھا اس لئے ہسرت و شادمانی کا باعث ہوا، حق سبحانہ اس شوق کے شعلہ کو بھڑکائے اور محبت کی آگ کو سر بلند کرے تاکہ کثیر در کثیر تعلقات سے کامل رہائی میسر آئے اور وحدت حقیقی کا جمال پردہ کھول دے۔ وحدت اور کثرت ایک دوسرے کی ضد ہیں، سالک اگر چہ جہات کثرت اپنے ساتھ رکھتا ہے اور کثرت کے احکام میں اُلجھا ہوا ہے، وحدت سے دور و محروم ہے، وحدانی ہوتا چاہئے طلب و محبت کی راہ سے بھی اور دید و دانش کی رو سے بھی تاکہ وحدت ذاتی سے زیادہ قریب ہو جائے اور حقیقی توحید تک پہنچ جائے، التوحید امقاط الاضافات [توحید اضافات کو مافقہ کرنا ہی] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۱

سیادت مآب سید محمد اسرئیل کے نام اس بیان میں کہ نفس کی شرارت عدم کی شرارت اور ابلیس کی شرارت زیادہ ہے اور قیاد طمینان نفس کی تحقیق اور عین و اثر کے زائل ہونے کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔
الحمد للہ ذی الانعام والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید الانام علیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام، اما بعد، گرامی نام نے مشرف کیا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عاقبت کے ساتھ ہیں اور فقر کی محبت روز افزوں ہے اور محبت کے پیش نظر اعلیٰ مطلب ہے، آپ نے شوق کی بات لکھی تھی، فقر کو بھی مشتاق جانیں بلکہ حدیث وانا الیہم کلاشد شوقا [اور میں ان کی طرف بہت زیادہ شوق رکھتا ہوں] پر ہیں

کیونکہ جو کچھ اصل کی طرف منسوب ہے وہ زیادہ شدید اور زیادہ قوی ہے، فرع (شاخ) جو کچھ رکھتی ہے وہ اصل (جڑ) سے حاصل کئے ہوئے کمال کی قسم سے ہے، خود کسی چیز میں مستقل نہیں ہے اور اصل کے ساتھ کسی طرح کی برابری نہیں کر سکتی ہاں عدم ہے جو کہ اصل کے واسطے کے بغیر فرع کو نصیب ہے اور وہ شروع و نقص ہے اور بذات خود خیریت (بھلائی) کی ذرا بھی پونہیں رکھتا اور اگر خیریت ہے تو وہ انعکاسی و عاریتی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اس عاریتی کمال کے باوجود خیر و کامل تصور کیا ہے اور امانت میں خیانت کی ہے اور شرارت پر شرارت بڑھائی ہے پس نفس کی شرارت (برائی) عدم کی شرارت سے بھی زیادہ ہے کیونکہ عدم ذاتی شرارت رکھتا اور اپنی نیستی و نامرادی کے ساتھ موافقت کئے ہوئے ہے اور نفس نے اس ذاتی شرارت کے باوجود جو کہ عدم کے واسطے سے اس کی ذات کی مانند ہو گئی ہے خیانت مذکورہ کے باعث انانیت (خودی) اور سرداری کا جنون اور اصل کے ساتھ شرکت کا دعویٰ پیدا کیا ہے اور اس راستے سے مولائے حقیقی تعالیٰ کی دشمنی پر قائم ہوا ہے، نفس امارہ کی حقیقت بھی اگرچہ عدم ہے اور شرارت کو اس سے کسب کر کے اس کا جانشین بیٹا بن گیا ہے لیکن جہل مرکب اور سرداری کے جنون کے ذریعہ سے جو کہ عدم مطلق سے اس کے امتیاز کا سبب ہے شرارت میں اپنے باپ اور مبداء سے سبقت لے گیا ہے اور شریعہ ہونے کا حق ادا کر دیا ہے، عدم بچا رہا اگر برسوں اس کی شاگردی کرے اس حد تک نہیں پہنچ سکتا اور نیز اس شرارت و سرکشی میں اس کا استاد ابلیس لعین ہے لیکن وہ شرارت میں آگے نکل گیا اور سرکشی و انانیت (خودی) میں ابلیس سے کسی منزل آگے چلا گیا، ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور انا خیر ممتنع [میں اس سے بہتر ہوں] کی صدا اس کے باطن سے نکلی اور بنی آدم کو بہکانے کے بعد ان سے (اپنی) یرمیت ظاہر کی اور کہا اِنِّیْ بِرَبِّیْٓ اِمْنٌ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ [بیشک میں تجھ سے بری ہوں بلاشبہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو کہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے] اور اس (نفس) نے فدائی کا دعویٰ کیا اَنَا رَبُّکُمْ الْاَعْلٰی [میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں] کہا، شتان مابینہما (ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے)۔ ابلیس اس کا استاد ہونے کے باوجود اس کی شاگردی کے لائق ہے اور اس کا پیشوا ہونے کے باوجود اس کی پیروی کے قابل ہے، سبحان اللہ یہی (نفس) امارہ اس شرارت اور برائیوں کے باوجود اطمینان و شرح صدر حاصل ہونے کے بعد عالم امر کے لطائف کا جو کہ پاکی اور بلندی کے ساتھ موصوف میں سردار ہو جاتا ہے اور قرب و معرفت کے مدارج میں اُن پر فوقیت پیدا کر لیتا ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے لکھا ہے کہ ”(نفس) مطمئنہ شرح صدر حاصل ہونے کے بعد جو کہ ولایت کبریٰ (یعنی ولایت انبیاء کرام) کے لازم ہے“

تکمہ دفتر اول مکتوب منہ ۲۶ حصہ چارم فارسی منہ ۹۔

اپنے مقام سے عروج کر کے تختِ صدر (میں) پرتقی حاصل کر لیتا ہے اور وہاں تسلط قائم کر لیتا ہے اور قریب کے ممالک (مقامات) پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے، یہ تختِ صدر حقیقت میں مرتبہ ولایتِ کبریٰ کے عروج کے تمام مقامات سے بڑھ کر اس تخت پر متمکن ہونے والے کی نظرِ باطنِ بطون (اصل بالاصل) تک نفوذ کر جاتی ہے۔ اس (نفس) مطمئنہ کے لئے (اب) مخالفت کی گنجائش اور سرکشی کی مجال نہیں رہی ہے (کیونکہ اب) وہ کلی طور پر مطلوب کی طرف متوجہ اور پوری طرح مقصود میں مشغول ہے اس کا ارادہ پروردگار جل سلطانہ کی خوشنوری حاصل کرنے کے سوا نہیں ہے اور اس کا مطلب اس تعالیٰ شانہ کی طاعت و عبادت کے علاوہ کچھ نہیں ہے یہ ہے حضرت (قدس سرہ) کا کلام شریف۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”بعض وقت اپنے آپ کو اس طرح گم پاتا ہے کہ گویا بکھرا ہوا موہوم بخار ہے باطن جو کہ ظاہر کے لباس میں بلبوس ہے محض وہم و خیال کے سوا ادراک میں نہیں آتا، بعض اوقات (یہ فقیر) اگرچہ آنکھ کو ملتا ہے کہ شاید خیرگی کا اثر ہو اور نیز اسی طرح پر تکلم واستماع الخ“ میرے مخدوم! یہ عدمیت کی دیدِ حواسِ ظل ہونے کے تعلق سے ہے مبارک و مسعود ہے اور وصول (پہنچنے) کی تمہید ہے بلکہ نفس و صول ہے کیونکہ جب تک نہیں پائے گا اس وقت تک رہائی (فنائیت) حاصل نہیں کرے گا، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ پھر کبھی واپس نہ آؤں۔ ذکر و فکر کا نتیجہ اور سیر و سلوک کا ثمرہ یہ ہے کہ سالک اپنی ذات کے عدم ہونے سے واقف ہو جائے اور (اپنی) ہستی اور اس کے تابع کمالات کو بالکل اصل سے جانے اور اصل کے سپرد کر دے، مولوی (معنوی) قدس سرہ نے کہا ہے کہ

چوں بدراستی کہ ظل کیستی فارغی گر مردی و گرزستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے تو پھر خواہ مرہ ہو یا زندہ ہو توبے فکر ہے]

آپ نے عین و اثر کے زائل ہونے کے بارے میں جو یہ لکھا تھا کہ ”یہ زوال و فنا کا معاملہ صفاتِ نفس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے نہ کہ اس کی ذات کے ساتھ کیونکہ اس کی ذات باقی ہے اور زائل و تبدیل ہونا صفات میں (ہوتا) ہے اور پس، اور صفات کی اس تبدیلی سے اس کی ذات کا تزکیہ و طہارت ہو جاتی ہے اور وہ اطمینان تک پہنچ جاتی ہے“ بیشک تحقیق یہ ہے کہ فنا و بقا بری صفات۔

تبدیل ہو جانا ہے لیکن اس تحقیق کی صورت میں کہ افرادِ عالم سب کے سب اسماء و صفات کا ظہور میں کوئی ذات ان کے درمیان موجود نہیں ہے پس ذات کے بغیر ان سب کا وجود کلی طور پر وجوہ و اعتبارات ہوگا

۱۔ تزکیہ سے قبل نفس کی مرکزیت دماغ میں ہوتی ہے اور مطمئن ہونے کے بعد تختِ میں متمکن ہو جاتا ہے اور رضائے الہی کے مقام سے مشرف ہو جاتا ہے اور تمام مقدراتِ خداوندی کو برضا و رغبت قبول کر لیتا ہے (شرح مکتوبات قدسی آیات مولانا نصر اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ) مکتوب مذکور (میں) میں یہ عبارت چند سطروں کے بعد ہے۔

۱۲۸

صفات کی فنا کی صورت میں عین و اثر کا زائل ہونا حقیقت کے طور پر ہوتا چاہئے نہ کہ مجاز کے طور پر، جیسا کہ آپ نے لکھا ہے، شیخ محمد الدین بن عربی (قدس سرہ) نے بھی عالم کو اعراض مجتمعه (ایسے وجودوں کا مجموعہ جو جوہر کے بغیر قائم ہیں) کہا ہے پس ان کے مذہب پر بھی افرادِ عالم کے لئے ذات نہیں ہوگی اور اگر ہوگی تو اطلاق و تقیید کے طور پر اسی ذاتِ جل و علا کا وجود ہوگا پس افرادِ ممکنات یا محض اعراض ہیں یا ان اعراض سے اخذ کی ہوئی ذات ہیں، اگر (یہ) کہیں کہ نفس جیسا کہ صفاتِ ردیہ رکھتا ہے ایسے ہی علم و قدرتِ ارادت و غیرہ صفاتِ حمیدہ بھی رکھتا ہے پس صفاتِ ردیہ کے زائل ہو جانے کی صورت میں صفاتِ حمیدہ باقی ہیں جو کہ عین و اثر کے زائل ہونے کے منافی ہیں۔ ہم (جواب میں) کہتے ہیں کہ جو چیز نفس کی ذاتی ہے وہ شرارت و نقص ہے اس میں صفاتِ کمال کا ہونا اس کا اپنا نہیں ہے بلکہ مرتبہ و جوب سے مستعار ہے کہ اس نے ان کمالات کو چہالت کی وجہ سے اپنے ذاتی تصور کر لیا ہے اور اپنے آپ کو اس واسطہ سے خیر و کامل اور خیرات (بھلائیوں) کا مبداء جان لیا ہے اور اپنے مالک کے ساتھ شرکت کا دعویٰ پیدا کیا ہے اور امانت میں خیانت کی ہے پس اس کی حقیقت وہی جہل مرکب و علم کاذب ہے جو کہ اس کی شرارت و انانیت کا سبب بنا ہے۔ مولوی (رومی قدس سرہ) نے کہا ہے،

اے برادر تو ہمیں اندیشہ نہ [اے بھائی! تو یہی وہم و خیال ہے]

بھلائی کی کچھ بھی ہو اس کی ذات میں نہیں ہے پس جہل مرکب و غلبہ دیدِ عاریت کے فنا اور زائل ہونے کے بعد اس کا کوئی اثر نہیں رہتا اور حقیقت گویا بدل جاتی ہے اور اتارگی (سرکشی) سے اطمینان تک پہنچ جاتا ہے اور اکابر کے اس کلام سے جو کہ عین و اثر کے فنا و زوال کے بارے میں آیا ہے یہی معنی قریب الفہم ہیں اور نصوص (آیات و احادیث) بھی اس کی نشاندہی سے خالی نہیں ہیں، من قتلته فانا دیتہ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کا خوتہا میں خود ہوں] اَوْ مِنْ كَانْ مَيْتًا فَاحْيَيْنَاهُ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا ہم نے اس کو زندہ کر دیا] اور

مکتوب ۹۲

شیخ حسین منصور کے نام ان کے بلند احوال و اذواق کی شرح میں مع ولایتِ علیا کی بشارت کے تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ مدارجِ قرب میں بے اندازہ ترقیات عطا فرمائے، مکتوبِ مرغوب جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت کا باعث ہوا، آپ نے توجہات کی تاثیر کے بارے میں جو کہ طالبین کی بابت واقع ہوتی ہے اور اس امرِ عظیم پر قدرتِ قوت کے بارے میں لکھا تھا، واضح ہوا، اللہ تعالیٰ اجل شانہ کا شکر

بجالاتیں اس کو نادر نعمت جانیں اور آیت کریمہ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ [جو اللہ چاہے اللہ کے سوا کوئی قوت نہیں ہے] پڑھیں، لکھا ہوا تھا کہ ”پہلے جب میں اپنے احوال کی چھان بین کرتا تھا اپنے آپ کو ولایت کبریٰ میں پاتا تھا اور اگرچہ فوق کی طرف متوجہ ہوتا تھا (لیکن) ہوتے ہوئے نہ تھا، مدت و رزق تک اسی حال میں رہا اب جو متوجہ ہوتا ہوں تو اپنے آپ کو ولایت علیا میں پاتا ہوں بارہا غور کیا اور بارہا سوچا (لیکن) اس امر میں کوئی شک و شبہ پیش نہیں آتا۔ میرے مخدوم! یہ حال اور یہ دید اعلیٰ ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ حال کے صحیح ہونے کی علامت کامل درجہ کا یقین حاصل ہوتا ہے فقیر بھی جب متوجہ ہوا تو آپ ہی کی دیہ کے مطابق پایا اور آپ کو اس ولایت میں ملاحظہ کیا اس پر اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس کی حمد ہے، اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ ”پہلے عالم امر کے لطائف کا عروج واقع ہوتا تھا اب عالم خلق کے لطائف میں بھی جو کہ نفس و عناصر رابعہ میں عروج معلوم ہوتا ہے۔“ میرے مخدوم! یہ عروج جو کہ عالم خلق کے لطائف کے لئے ہے سابقہ (یعنی ولایت علیا) کی تائید کرنے والا ہے کیونکہ عالم خلق کے لطائف کا عروج ولایت علیا کے مناسب ہے سوائے لطیفہ خاک کے کہ اس کا کمال کمالات نبوت سے وابستہ ہے اور لطیفہ نفس عالم امر کے لطائف کی طرح ولایت کبریٰ میں فنا و بقا کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے اور اطمینان کے کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ولایت علیا میں ترقی بلا واسطہ طور پر عالم خلق کے لطائف میں سے تین عنصر یعنی عنصر آبی، عنصر ہوائی، عنصر ناری کا حصہ ہے، دوستوں دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام اوکلا و آخراً۔

مکتوب ۹۳

بربرگ سمرقندی کے نام ذکر پر ہمیشگی کی ترغیب اور جو کچھ اس پر مرتب ہوتا اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔
حامد اللہ العظیم و مصلیٰ علی رسولہ الکریم: اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لمحہ بھی اپنے بغیر نہ چھوڑے، جو مکتوب آپ نے محبت کی راہ سے ارسال کیا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، آئندہ بھی اسی طریق پر احوال نیک انجام لکھتے رہنا چاہئے کہ یہ غایبۂ توجہ کا سبب ہے، بیوگان کے بارے میں آپ جو کچھ سنی جمیل کرتے ہیں وہ ثواب کا مقام ہے، حق سبحانہ عز و جل خیر عطا فرمائے، جو واقعات آپ نے دیکھے اور لکھے تھے سب واضح اور اچھے ہیں بشرات ہیں، اپنے کام میں مشغول رہیں، آپ نے باطن کے احوال اور ذکر و فکر اور جو کچھ اس پر مرتب ہوتا ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں لکھا، پہلے اس کو

لکھنا اور دوسری چیزوں کو مانع بنانا چاہئے۔ ع

طفیل دوست باشد ہرچہ باشد [جو کچھ ہوتا ہے دوست کے طفیل میں ہوتا ہے]
مختصر یہ ہے کہ ذکر پر اس قدر ہمیشگی کریں کہ ذکر و حضور دل کا ملکہ ہو جائے اور اس کی صفت لازمہ (طبیعت
ثابہ) بن جائے کہ نفی کرنے سے بھی اس کی نفی نہ ہو، اور یا سوائے مذکور (یا سوائے اللہ) بیعت کی وسعت سے
رخصت ہو جائے اور حق سبحانہ کے سوا اور کوئی مراد مقصد نہ رہے۔ ع

ایں کارِ دولت است کنون تا کرد بند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو غایت کرتے ہیں]
دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۲

خواجہ امان اللہ و خواجہ محمد مومن برہان پوری کے نام فناء قلب فناء نفس کی تحقیق اور لایذ کر اللہ
الا اللہ کی حقیقت اور حالت نماز کے غیر حالت نماز پر فوقیت رکھنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، سعادت آثار خواجہ امان اللہ نے، اللہ سبحانہ اس کی
اپنی رضامندیوں کی توفیق بخشے، جس کا غرض (مکتوب) میں اپنے احوال و مذاق و واقعات و مقامات تحریر
کئے اس مسکین کو بھیجا تھا اُس نے پہنچ کر خوشوقت کیا اور اسی طرح جو کاغذ (مکتوب) کہ محبت اطوار
خواجہ محمد مومن، اللہ تعالیٰ اس کی امیدوں کو پورا فرمائے کہ احوال و واقعات پر مشتمل تھا وہ بھی مسرت افزا
ہوا۔ دونوں عزیزوں کے احوال عمدہ اور کیفیات پسندیدہ اور واقعات و خواب واضح و مبارک ہیں، آپ
حضرات نے فناء قلب فناء نفس اور قلب و دماغ و دھیم و خیال سے خطرہ (دوسرے) کے دور ہونے اور
نیستی و عدمیت کی دید اور کلمہ انا کے مقام درود کے زائل ہونے اور ذکر اور اس کے اثر کے نفی ہو جانے اور
مذکور کے نہ پانے اور لایذ کر اللہ الا اللہ [اللہ کو اللہ ہی یاد کرتا ہے] کا مقام حاصل ہونے کے بارے
میں جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، آپ جان لیں کہ لایذ کر اللہ الا اللہ کو وحدت وجود والے بھی
کہتے ہیں اور فناء اکمل کے بعد بھی یہ حالت پیش آتی ہے لیکن ان دونوں مقاموں میں زمین و
آسمان کا فرق ہے، وحدت وجود والے تعین امکانی کو حق کہتے ہیں اور اللہ ان کے نزدیک اسی تعین پر
اطلاق پاتا ہے اُس تعین کو اس حالت کے تحقق (پائے جانے) سے پہلے کسی دوسرے عنوان سے جانتے
تھے اور اس حالت کے تحقق کے بعد اسی کو حقانیت کے عنوان کے ساتھ مشاہدہ کرتے ہیں کسی خوب کہا ہے

ع بخواب اندر نگر موٹے شتر شد [شاید کوئی چوہا خواب میں اونٹ ہو گیا] اور ہم جس تعین کی گفتگو کر رہے ہیں اس میں فائے اکمل کے بعد اس تعین (امکانی) کا کوئی اثر باقی نہیں رہا ہے اور نہ کرد توجہ و حضور سب اس بارگاہِ قدس کی طرف منسوب ہو گئے ہیں اور ذکر رہے والا بھی صحرائے عدم کی طرف کھینچ کر گیا ہے، ان دونوں میں بہت فرق ہے لایزال اللہ، لا اللہ (اللہ کو اللہ ہی یاد کرتا ہے) کی حقیقت اس مقام میں صورت پذیر ہوتی ہے نہ کہ اس مقام میں کہ (وہاں) ذکر کا وجود درمیان میں ہے اور لا اللہ کا اطلاق دوسرے پر اور نفی عتوان کی طرف راجع ہے اور آپ نے جو دماغ و ہم و خیال سے خطرہ دور ہو جانے کی بابت لکھا ہے غور طلب ہے، یہ تمام واقعات و احوال جو کہ آپ نے لکھے ہیں و ساوس ہیں جو کہ وہم و خیال کی راہ سے (پیدا) ہو کر کاغذ کی سطح پر آئے ہیں یا کوئی اور چیز ہیں؟ جب تک یہ دنیا قائم ہے وہم و خیال کے چنگل سے رہائی پانا مشکل ہے البتہ جب اس عالم میں خلل آجاتا ہے اور موت کی ابتدائی حالت پیش آجاتی ہے تو احتمال ہے کہ وہم و خیال کے چنگل سے نجات میسر آجائے جیسا کہ مولوی روم قدس سرہ فرماتے ہیں

من شدم عریاں ز تن اواز خیال می خرامم در نہایات الوصال

(میں بدن سے عاری ہو گیا اور وہ خیال دور ہو گیا اب) میں وصال کی انتہاؤں میں موجرام ہوں)

ہاں کالمیں میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو کہ اس عالم فانی میں خیال کی قید سے رہائی اور وہم کے جال سے نجات پالیتے ہیں اور مطلوب کو خیال سے تراشے بغیر آغوش میں لے لیتے ہیں، جو کچھ دوسروں کے لئے کل (قیامت) پر وعدہ کیا گیا ہے ان بزرگوں کو آج (اس دنیا میں) حاصل ہے اور ایسے لوگ کم ہی ہیں

اگر این لحظہ ممکن کا ریشہ نیست ز سخت مقبلاں این ہم عجب نیست

(اگرچہ اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہے (لیکن) اقبال مندوں کے نصیب یہ بھی عجب نہیں ہے)

ہاں خطرہ کا قلب سے رفع ہونا ممکن بلکہ واقع ہے اس مقام میں خطرہ قلب سے ایک طرح پر منتفی ہو جاتا ہے کہ اگر ایسے قلب والے کو ہزار سال کی عمر دیدیں تو اس نسیان کی وجہ سے جو کہ (اس کے) دل کو ماسوا سے حاصل ہو گیا ہے ہرگز کوئی خطرہ (اس کے) دل پر نہ آئے اور دنیا کی خوشی و رنج اس میں نہ سمائے، جاننا چاہئے کہ فنائے قلب تجلی افعال کا نتیجہ ہے اور فنائے نفس تجلی صفات پر موقوف ہے اور اس فنا کا کمال تجلی ذات سے وابستہ ہے کیونکہ ہر مقام کا کمال اس مقام سے گذر جانے اور اوپر کے مقام تک پہنچ جانے سے مربوط ہے ان تجلیات ثلاثہ (صفات افعالیہ و صفات ثبوتیہ و شیون ذاتیہ) میں سے ہر ایک کے

آثار و علامات جدا ہیں، اور ہر فن کے احکام علیحدہ ہیں، اور ہر فن میں امر معتبر و قدر مشترک یہ ہے کہ دا
جونا کہ دائمی نہ ہو وہ احاطہ اعتبار سے ساقط ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اسی روز سے جو نماز کہ
فقیر ادا کرتا ہے (اس میں) حلاوت و محبت و خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے خاص طور پر فرض نماز میں
کبھی کبھی ایسی حالت پیش آتی ہے کہ بیان میں نہیں آسکتی بہت عمدہ اور بلند حالت ہے، نماز کی حالت
غیر نماز کی حالت پر فوقیت ہے نماز مومن کی معراج ہے اور اس کی حالت معراج کی حالت کے سا
مناسبت رکھتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت
دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اور اس کے پروردگار کے درمیان کے پردے اٹھا دیئے جاتے
ہیں الحدیث۔ اور یہ جو آپ فنا حاصل ہونے کے بعد اپنے آپ کو نور پاتے ہیں اور نورانی دیکھتے ہیں یہ
بقا کے آثار میں سے ہے، آیت کریمہ اَوْ مِنْ كَانْ مِثْنًا فَاَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ نُورًا يَمْشِي بِهٖ فِي
النَّاسِ الْآیہ [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا تو ہم نے اس کو زندگی دی اور اس کے لئے ایک نور بنایا جس
ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے] میں اس کی طرف اشارہ ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی
الترم متابعہ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والتسلیمات والقیات والبرکات العلی۔

مکتوب ۹۵

سید علی بارہہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عمل میں اخلاص اور اطمینان نفس صوفیائے گرام
کی صحبت سے وابستہ ہے۔

صمد صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد شرافت آثار کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس نواح کے
فقر کے احوال حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہ سے آپ کی عافیت اور شریعت عالیہ و سنت منورہ کے طر
پر آپ کی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ گرامی نامہ پیچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے شوق ملاقات کا
اظہار کیا تھا، وقت آنے پر موقوف ہے لَکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ [ہر کام کا وقت معین ہے] دنیا جہانی کی جگہ
دعا کریں کہ حق سبحانہ آخرت میں جمع کرے اور اس تعالیٰ شانہ کے دیدار کا بھی آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے
مَنْ کَانَ یَرْجُو الْیَقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَا یَمُوتُ [جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تمنا رکھتا ہے تو درجہ کی
بیشک اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی وہ ساد موت ضرور آنے والی ہے] موت آخرت کے مقدمات میں سے ہے جس چیز کو
آخرت کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے موت اس کی کھڑکی ہے، دنیا کعبیتی سے زیادہ نہیں ہے، عمل کی جگہ ہے

جس قدر عمل میں اخلاص کے ساتھ کوشش کی جائے اسی قدر آخرت کے ثمرات و نتائج زیادہ ہوتے کی توقع اور قرب کے درجات بیشتر ہونے کی امید کی جاتی ہے عمل کتب شرعیہ کے مطابق ہونا چاہئے اور اخلاص عمل کی حقیقت جو کہ حقیقی اسلام و اطمینان نفس پر موقوف ہے صوفیائے کرام کی صحبت کے ساتھ وابستہ ہے اخلاص کے بغیر عمل بے روح کے جسم کی مانند ہے والسلام علیکم وعلیٰ سائرین اتبع الہدی۔

مکتوب ۹۶

سید نور بکر کے نام معرفت پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۱۵۳

الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ جناب سیادت پناہ اس مسکین (کی جانب) سے سلام عاقبت انجام پڑھیں، جو مکتوب کہ آپ نے ازراہ محبت ارسال کیا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا چاہئے کہ اسی طریق پر اپنے ظاہر و باطن کے احوال لکھتے رہیں کہ دیم غائبانہ توجہ کا باعث ہے۔ میرے مخدوم! عمر کا بہترین حصہ جو کہ جوانی کا زمانہ ہے گزر چکا ہے اور عمر کا سب سے زیادہ ناقص حصہ قریب آ رہا ہے افسوس ہے کہ اشرف چیز جو کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے عمر کے سب سے ناقص حصہ کے حوالہ کیا جائے اور عمر کا اشرف حصہ سب سے ناقص چیز میں کہ ہوا و ہوس اور زینت دنیا ہے صرف ہو چاہئے کہ اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ آباد رکھیں اور آخرت کا زاد راہ تیار کریں۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائرین اتبع الہدی۔

مکتوب ۹۷

مولانا جان محمد و سکی کے نام ولایات سہ گانہ کی تحقیق اور اطمینان نفس کی حقیقت اور شرح صد اور عالم امر و عالم خلق کے لطائف کے کمالات اور شخص کے نصیب کے تعین اور کمالات نبوت کی تحقیق اور کمالات ولایت پر اس کی فضیلت کے بارے میں اور ازکار و تلاوت قرآن و نماز کے نتیجہ کے بیان اور اس مقام کے بیان میں کہ جس میں کمالات کا افاضہ محض فضل کے ساتھ ہے نہ کہ عمل کے ساتھ اور اس مقام کے بیان میں جو کہ اس کے اوپر ہے تحریر فرمایا۔

الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، فضائل مآب برادر م مولانا محمد جان و سکی جان ہیں کہ فنائے نفس اور اس کا اطمینان کہ اسلام حقیقی جس کے ساتھ وابستہ ہے اگرچہ اس کی ابتداء ولایت صغریٰ

۵ ہے لیکن اس کا کمال ولایت کبریٰ کے کمالات حاصل ہونے کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ اصول سے گانہ جو کہ
 دائرہ اسماء و صفات و شئون و اعتبارات سے اوپر ہیں کہ ولایت کبریٰ ان اصول سے گانہ کے مجموعہ اور
 اس دائرہ سے عبارت ہے اور یہ دائرہ عالم امر کے پانچوں لطائف کے عروج کا منتہا ہے اس سے اوپر
 عالم امر کو اصالت کے طور پر (یعنی بلا واسطہ) گذر نہیں ہے، نفس ان سے گانہ (اصول کے) کمالات سے
 امیدوار ہے، حقیقتِ اطمینان و شرح صدر اس مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ
 سبحانہ بسرہ الاقدس نے لکھا ہے کہ ”نفس مطمئنہ شرح صدر حاصل ہونے کے بعد جو کہ ولایت کبریٰ
 (یعنی ولایتِ انبیائے کرامؑ) کے لوازم سے ہے اپنے مقام سے عروج کر کے تختِ صدر (سینہ) پر ترقی کرتا ہے
 اور اس جگہ (لطائفِ عالم امر میں) تسلط قائم کر لیتا ہے اور قرب کے ممالک (مقاماتِ قرب) پر غلبہ
 حاصل کر لیتا ہے اور یہ تختِ حقیقت میں مرتبہ ولایت کبریٰ کے عروج کے تمام مقامات سے برتر ہے۔“ اگر
 کہا جائے کہ نفس کا مقام دماغ میں ہے اور اس کو صدر (سینہ) پر فوقیت ہے اس کا صدر پر نیچے آنا
 بظاہر منزل ہے اس کو ارتقا کس طرح کہہ سکتے ہیں، ہم جواب دیتے ہیں کہ دماغ کو اگرچہ صدر (سینہ) پر
 صورت و ظاہر کے اعتبار سے فوقیت ہے لیکن حقیقت میں معاملہ برعکس ہے اور معنوی طور پر سینہ کو
 دماغ پر فوقیت ہے کیونکہ سر غرور و خودی و انانیت (سرکشی) کا محل ہے اور ڈرائی، تکبر اور خیالاتِ فاسدہ
 کا مقام ہے اور سینہ ایمان و الہام و واردات کا محل اور انوار و اسرار کا مقام ہے، آیت کریمہ
 ﴿فَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ﴾ [یہاں جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے
 اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور (ہدایت) پر ہے] اور حدیث النور اذا دخل الصدر
 انفتح الحدیث [جب نور سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ کھل جاتا ہے] اس پر دلیل ہے اور نفس جب اوصافِ
 رذیلیہ سے پاک ہو جاتا ہے تو ہم سری اور انانیت (سرکشی) کے دعویٰ سے بری اور تائب ہو جاتا ہے اور
 مطمئنہ و مقبول ہو جاتا ہے اور آیت کریمہ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا الْآیۃ
 [اے ہمارے رب! ہمیں اس ظالموں کی بستی سے نکال دے] کے مقتضائے مطابق اپنی جگہ چھوڑ دیتا ہے اور
 اور گناہ کی زمین سے ہجرت کر جاتا ہے اور نیکیوں کی ہمسایگی جو کہ عالم امر کے لطائف ہیں اختیار کر لیتا ہے،
 خیارِ کم فی الجاہلیۃ خیارِ کم فی الاسلام اذا فقهوا [تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہتر ہیں وہ اسلام
 میں (آنے کے بعد بھی) بہتر ہیں جبکہ انہوں نے (دین کو) سمجھ لیا ہو] کے مطابق عالم امر کے لطائف کا سردار ہو جاتا
 ہے اور تختِ صدر (سینہ) پر قرار پکڑ کر تسلط قائم کر لیتا ہے، جب (نفس) اپنی ہستی و انانیت سے غربت
 نیستی میں آیا اور خواہشات و تعلقات سے خالی و یکسو ہو گیا اور ان چیزوں کو ان کے اہل کے سپرد کر دیا

مکتوب چہارم
 فارسی منہ
 ص ۱۵۴

۲۹

۳۰

اور موت اور عدم ہونے کے ساتھ موافقت کر لی تو حق تعالیٰ نے اُس کو اس عزت کے ساتھ نوازا اور خلعتِ سلطنت کے ساتھ مشرف کر دیا فَانْظُرْ اِلٰی اٰثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا [پس تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے] اس وقت اوصافِ ذمیمہ اخلاقِ سیئہ (برے اخلاق) کی بجائے اوصافِ حمیدہ و اخلاقِ حسہ اس کو عطا ہو جاتے ہیں کہ اس سے نیکی کے سوا اور کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی اور وہ حق کی طرف بلاتا ہے فَاولٰئِكَ يَبْدِلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا [وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے]۔

میرے مخدوم! یہ جو کچھ بیان ہوا انبیاء علیہم الصلوٰت والبرکات کی ولایت کے کمالات سے ہے اور جو معاملہ کہ ان بزرگوں کی نبوت سے تعلق رکھتا ہے وہ اس سے ماوراء ہے اور ان دونوں کمالات کے درمیان ایسی نسبت ہے جیسی کہ قطرہ کو دریائے محیط (سمندر) کے ساتھ ہے کیونکہ کمالاتِ ولایت اگرچہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰت ہی کی ولایت ہو کمالاتِ نبوت کے مقابل کسی شمار میں نہیں ہیں، سب سے پہلے انبیاء کو دعوت دی گئی اور مقصود و خلاصہ تخلیق بھی یہی بزرگ ہیں، جو نعمت بھی آتی ہے انہی حضرات علیہم التسلیمات کے لئے آتی ہے، اولیاء اللہ ان کے طفیلی اور ان کا پس خوردہ کھانے والے ہیں، اولیاء کے حق میں کمال یہ ہے کہ اپنے ایمان کو انبیاء (علیہم السلام) کے ساتھ درست کریں تاکہ کل کو قیامت کے روز نجات پا جائیں اور ان کے جہنم کے سایہ میں جگہ حاصل کر لیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَاتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اَتَقْتُلُوْهُمْ اَلَمْ نُنْصُرُوْهُمْ وَاَنْتَ جُنْدٌ لِّهٖمَا الْغَالِبُوْنَ [اور اللہ نے تحقیق ہمارے ان بندوں کے لئے جو کہ پیغمبر ہیں ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے کہ بیشک وہی مدد کئے گئے ہیں اور بیشک ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے] پس ان کی افضلیتِ نبوت کے تعلق سے ہونی چاہئے اور نبوت کو ولایت سے افضل ہونا چاہئے اگرچہ ان بزرگوں ہی کی ولایت ہو، نبوت کے لئے ایک عروج ہے جو کہ حق تعالیٰ کی طرف رخ رکھتا ہے اور ایک نزول ہے کہ اس کا رخ مخلوق کی جانب ہے، جیسا کہ ولایت کیلئے (بھی) ایک عروج اور ایک نزول ہے نہ یہ کہ ولایت روحانی ہے اور نبوت روحانی، جیسا کہ اکثر گمان کیا جاتا ہے لے بھائی! کمالاتِ نبوت سے بہت زیادہ حصہ عالمِ خلق کے لئے ہے، عالمِ امر نے کمالاتِ ولایت سے اپنا پورا حصہ حاصل کر لیا ہے اور فنا و بقا کو پہنچ گیا ہے اب عالمِ خلق کی باری آتی ہے اور اس کی پستی اس کی بلندی کا سبب بن گئی ہے۔

خاک شو خاک تا برویدر گل کہ بجز خاک نیست منظر گل
[بالکل مٹی ہو جانا کہ پھول اُگیں کیونکہ مٹی کے بغیر پھول پیدا نہیں ہوتا]

جاننا چاہئے کہ عالم خلق کی کامل طہارت اور اس کا اعتدال اس کمال کے ساتھ وابستہ ہے اگر چنانچہ لطائف میں سے بعض کو ولایت کبریٰ و ولایت علیا میں بھی طہارت حاصل ہو جاتی ہے لیکن مجموعی طور پر تمام لطائف کو اس عجیب مقام میں اعتدال حاصل ہوتا ہے اور ہمارے عنصر کہ جس کی طینت سے انا خیرِ مینہ (میں اس سے بہتر ہوں) کی صدا نکلتی ہے اور ہمارے عنصر جو کہ ذنات و خست کے ساتھ متصف ہے (دونوں) ان رذائل سے پاک ہو جاتے اور اعتدال پر آ جاتے ہیں۔ میرے مخدوم! قرآن مجید کی تلاوت اور نمازوں (نوافل) کا ادا کرنا اس مقام میں ترقی بخشنے والا اور فائدہ مند ہے جیسا کہ دوسرے اذکار یعنی کلمہ طیبہ کا تکرار اور ذکر قلبی و مراقبہ سابقہ مقامات میں جو ولایت ثلاثہ (ولایات اولیا و انبیاء و ملائکہ) سے تعلق رکھتے ہیں نفع دینے اور نتیجہ بخشنے والے ہیں، جب اس اعلیٰ مقام سے ترقی واقع ہوتی ہے تو اُس مقام میں کمالات کا حاصل ہونا محض (اللہ تعالیٰ کے) فضل و احسان سے ہوتا ہے اس مقام میں نہ عمل کا کوئی اثر ہے نہ اعتقاد کا، عارف اس مقام میں اپنے آپ کو شریعت منورہ کے دائرہ سے باہر دیکھتا ہے لیکن چونکہ شریعت اصل و بنیاد ہے (اس لئے) اس سے بے نیازی تصور نہیں ہے کیونکہ اگر بنیاد میں خلل واقع ہو جائے تو اس کے درخت اور اس کی عمارات میں خلل اثر کرے گا اور جب معاملہ اس مقام سے بھی اوپر چلا جاتا ہے تو معاملہ فضل سے محبت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور کمالات کا حاصل ہونا محبت (کی راہ) سے ہوتا ہے، تفضل و احسان اور بات ہے اور عشق و محبت اور بات ہے، رع

قلم میں جا رہا سید و سر بشکست [قلم اس جگہ پہنچا اور اس کی نوک ٹوٹ گئی]

کوشش کریں کہ ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان (یقین) حاصل کریں اور ہمت اس بات پر صرف کریں کہ مخدوموں کے پس خوردہ سے (اپنی) استعداد کے مطابق حصہ پائیں، والسلام علیکم وعلیٰ سائرین اتبع الہدیٰ۔



حافظ محمد شریف لاہوری کے نام و عطا و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ درجات قرب میں بے اندازہ ترقیات نصیب فرمائے، گرامی نامہ نے پہنچ کر خوشوقت کیا اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عاقبت سے ہیں اور صنعت سے آرام ہے امید ہے کہ کئی طور پر آرام ہو جائیگا دل اکثر اوقات منتظر ہے۔ میرے مخدوم! مطیع و منقاد ہوتا اور گردن جھکا دیتا اور اپنے ارادہ سے پوری طرح رہائی حاصل کر لیتا اور اس تعالیٰ شانہ کی مراد کے ساتھ قائم ہونا بندگی ہے، محبوب کے جو کچھ پیچھے

(ود) محبوب و مرغوب ہے خواہ انعام ہو یا رنج و الم ہو، محب (اپنے) محبوب پر قرار ہے (محبوب کے) تمام افعال و کردار محب کی نظر میں حسین و عمدہ ہیں اور اس کی وفا و حفاقت بخشے والی ہے جو تلخی کہ اس (محبوب) کی طرف سے پہنچتی ہے (محب) اس کو قدر کی طرح چباتا ہے اور شیریں کام ہو جاتا ہے۔

مے تلخ ست جورِ گلِ عذراں کہ ہر چندش خوری باشد گواراں

[حسینوں کا ظلم تلخ شراب (کی مانند) ہے کہ تو اس کو جس قدر پیئے پسندیدہ ہے]

حدیث شریف میں ہے کہ میں مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی قضا سے تعجب میں ہوں کہ اگر اس کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کا حمد و شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا اور اس پر صبر کرتا ہے، مومن کو ہر چیز پر اجر (اچھا بدلہ) دیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس لقمہ پر بھی (اجر دیا جاتا ہے) جس کو وہ اپنی عورت کے منہ کی طرف اٹھاتا ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۹

سید نور بکر کے نام نصائح اور یادداشت کے معنی کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ: سیارتِ پناہ کا مکتوب مرغوب پہنچا کر مستر افرام
ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ اوقاتِ ذکر سے معمور ہیں اور ذکرِ نفی و اثبات پچیس (بار) تک پہنچ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ
جل شانہ کا شکر کیا لائیں اور زیادہ کے طالب ہیں اور ذکر و مراقبہ پر اس قدر مداومت کریں کہ ذکر دل کا
گھر ہو جائے اور حضور اس کی صفتِ لازمہ ہو جائے اس حد تک نفی کرنے سے نفی نہ ہو سکے اور یاد کر کے
سلف سے رہائی پا کر یادداشت کی صورت پیدا ہو جائے، اور یہ جو کہل ہے کہ یادداشت کی صورت پیدا
ہو جائے یہ اس لئے ہے کہ یادداشت کی حقیقت مقاماتِ سلوک کی تکمیل سے تعلق رکھتی ہے اور کام
کے نہایت تک پہنچنے سے مربوط ہے اور اس صورت کو جو کہ اندراجِ النہایت فی البدایت کا مقام بھی
ہے یادداشت کہا گیا ہے جو کہ یاد رکھنے کے بالمقابل ہے۔

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال در دل ز تو آند و در دیرہ خیال

[میں ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں دل کے اندر تیری آند و آندہ آنکھ میں تیرا خیال رکھتا ہوں]

سنت کی پیروی میں کوشش کرتے رہیں اور برعتِ اہل بدعت سے دور رہیں اور صالحین، درویشوں اور پابندِ شرع
لوگوں کی صحبت کی طرف راغب رہیں اور جس جگہ خلافِ شرع دامن دیکھیں اس سے گریز کریں اور الگ ہو جائیں۔

۵۔ باعاشقاں نشین و ہمہ عاشقی گزین باہر کہ نیست عاشق ہرگز مشوق قرب
 [عاشقوں کے ساتھ بیٹھ اور پوری طرح سے عاشقی اختیار کر جو شخص کہ عاشق نہیں ہو تو ہرگز اس کے قریب نہ جا]
 اور عاشق صادق وہ شخص ہو جو بغیر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر راسخ ہے آیہ کریمہ قُلْ
 اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمْ اللّٰهُ [آپ کہہ دیجئے گا اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی
 کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا] اس معنی کی تائید کرتی ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائرین اتبع الہدی۔

مکتوبات

سیادت پناہ امیر خاں کے نام معرفت حاصل کرنے پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
 الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰۃ افضلہا
 ومن التسلیمات املہا کے طفیل جو کہ آنکھ کی کچی سے پاک ہیں آپ کا مرتبہ بلند فرمائے اور آپ کے سینہ کو
 کھول دے اور آپ کے کام کو آسان کر دے، رع

از ہر چہ می رود سخن دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]
 میرے مخدوم و مکرم! ہم اور آپ سے اس دنیا کے فانی میں جو کچھ مطالبہ کیا گیا ہے وہ بندگی کے
 وظائف کا ادا کرنا اور عبادات و طاعات کا حاصل کرنا اور سر تسلیم خم کر دینا ہے اور اہل اللہ کے نزدیک
 مسلم ہے کہ عابد کا وجود جس عبادت کے درمیان ہے وہ ناقص ہے اور قبولِ فاقص کے لائق نہیں ہے،
 قبولیت کے لائق وہ عبادت ہے کہ عابد کا وجود جس کے درمیان میں نہ ہو، اور یہ معنی معرفت کے مترادف
 ہیں کیونکہ معرفت فنا فی المعروف سے عبارت ہے پس عبادت کی حقیقت معرفت کے پائے جانے کے بغیر
 صورت پذیر نہیں ہے اور کمالِ طاعت فنا کے حاصل ہونے بغیر ثابت نہیں ہے پس عقلمندوں اور
 دانائوں کے لئے ناگزیر یہ ہے کہ معرفت حاصل کرنے میں دل و جان سے کوشش کریں اور جس جگہ سے
 بھی اس نعمت کی بُو ان کے دماغ میں پہنچے اس کی طرف رجوع کریں

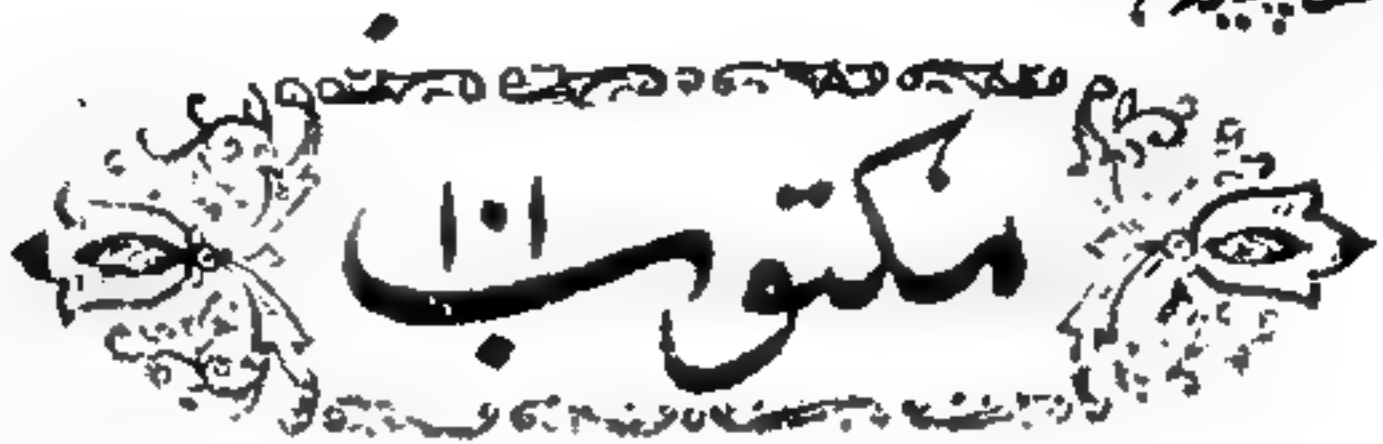
از تست حجاب تو یقین است شرط چہ رہ رواں ہمیں است

[یہ یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے تمام راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے]

افسوس ہے کہ جس چیز کا اس شخص سے اس قلیل فرصت میں مطالبہ کیا گیا ہے وہ بجا نہیں لاتا اور دوسرے
 امور میں مشغول ہوتا ہے اور اس چیز کی تعمیر کرتا ہے جس کی تخریب (دیر بادی) مطلوب ہے، کل

(قیامت) کے روز کس منہ سے اس کی بے نیاز بارگاہ میں حاضر ہوگا اور کس حیلہ کے ساتھ عذر کی زبان کھولے گا، دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے، اسے

ترسم کہ یارِ بامانا آتشنا ماند تا دامنِ قیامت این غم بہا ماند
(میں ڈرتا ہوں کہ) (مبادا) محبوب ہمارے حال سے نا آشنا ہی رہے (اور) یہ غمِ قیامت کے دامن تک ہمارے ساتھ رہے)
نبی کریم اور آپ کی بزرگ آل علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام والرحمات والبرکات کے طفیل ظاہری و باطنی نعمت ترقی پذیر رہے۔



سیادت و نقابت پناہ میرزاخان کے نام ارسال کردہ رسالہ کے مطالعہ پر غیب دینے کے بارے میں جو کہ اذکار و ادعیہ کے فضائل پر مشتمل ہے اور طریقہ امانت (سلوک) و طریقہ اجتناب (جذبہ) کے درمیان فرق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حد و صلوة و ارسال تحیات کے بعد سیادت و نقابت پناہ نجابت و معالی دستگاہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس نواح کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی اور شریعت عالیہ و سنت مشورہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ پر آپ کی استقامت اور آپ کے ظاہری و باطنی درجات کی ترقی کے لئے دعا کی گئی ہے، نامہ نامی و مکتوب گرامی کے ورد سے مشرف ہوا، آپ سلامت رہیں۔ میرے مکرم! جن دعاؤں اور اذکار کی فقیر نے رہنمائی کی تھی اس عنوان کے ساتھ نہیں تھے کہ اس طریقہ کی شرائط میں سے ہیں اور طریقہ کا سلوک ان کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ اس لئے تھے کہ آپ خالی نہ رہیں اور صحبت حاصل ہونے تک اوقات آباد رہیں غفلت میں نہ گزریں۔ اس فقیر نے اذکار و ادعیہ ماثورہ موقتہ و غیر موقتہ اور ان میں سے بعض کے فضائل کے بارے میں ایک رسالہ احادیث کی معتبر کتابوں سے لکھا ہے اس کی نقل بھجوائی ہے آپ مطالعہ فرمائیں گے اور اس میں سے جس قدر کر سکیں عمل میں لائیں گے، رسالہ کافی بڑا ہے فارسی زبان میں بہت سے فوائد پر مشتمل ہے اگر تمام رسالہ کو مطالعہ فرمائیں تو بہت بہتر ہوگا قرب کے سراپوں کے اسرار کا ایک خزانہ ہے بارگاہِ قدس کی منازل تک پہنچانے والا ایک سمندر ہے، کوئی غوطہ خور چاہے جو کاس کی گہرائی سے جواہرِ نفیسہ نکالے اور کوئی تیراک چاہے جو کہ اس میں تیر کر مطلوب کے شہر تک پہنچ جائے۔

اور آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ اگر چاس کام کا مدار صحت پر ہے لیکن اس سلسلہ عالیہ میں غائبانہ بھی افادہ و استفادہ کا سلسلہ جاری رہا ہے جیسا کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) اور حضرت خواجہ حبیب قدسنا اللہ سبحانہ باسرار ہما کے درمیان ارادت درست کرنے کے بعد افادہ و استفادہ کا طریقہ مراسلت (خط و کتابت) کے ذریعہ رہا اور وہی تحریریں ان کے سلوک کا باعث ہوتی تھیں۔ میرے مشفق! ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کے لئے مقامات ولایت کے سلوک اور منازل قرب کے وصول کے بارے میں جو کچھ درکار تھا وہ سب خواجہ حبیب کی خدمت میں رہتے ہوئے حاصل ہو گیا تھا اور کمال و تکمیل کے مراتب کا حصول ان کی صحبت پر نور میں میسر ہو گیا تھا جیسا کہ یہ بات ان حضرت عالی (قدس سرہ) کے طریق قدیم کے بیان والے مکتوب سے واضح و روشن ہے، القصہ حاصل مطلب یہ ہے کہ سلوک پورا ہونے کے بعد جب گھر جانے کی اجازت فرمائی تو آپس میں خط و کتابت کا سلسلہ قائم ہوا تھا اور سوال و جواب ہوتے تھے کہ اس ضمن میں افادہ و استفادہ بھی پیش آتا ہوگا (جو بحث سے خارج ہے کیونکہ یہ سلسلہ) کمال اور مراتب سلوک حاصل ہونے کے بعد ہے لیکن اصل کمال حاصل ہونے اور سلوک کی منزلیں طے کرنے کے لئے صحبت لازمی ہے ان دونوں بزرگوں کے درمیان طرفین سے یہ افادہ و استفادہ مراتب کمال کے حصول کے بعد رہا ہے جیسا کہ ان حضرات کے مکتوبات سے واضح ہے، اس کے باوجود ہمارے حضرت عالی محبوبیت کی نسبت رکھتے تھے اگر وہ صحبت کے بغیر غائبانہ طور پر بھی فیوض و برکات اخذ کریں تو گنجائش ہے، محبوبوں کا معاملہ جدا ہے ان کو اجتناب (جذبہ) کی راہ سے لیجاتے ہیں اور کشاں کشاں منزل پر پہنچا دیتے ہیں، ع

گر نہ آید بخوشی موئے کشاںش آرند (اگر وہ خوشی سے نہیں آتا تو اس کو بالکھینچ کر لاتے ہیں) اگر ظاہر میں پیر کا واسطہ نہ بھی ہو (تب بھی) ان کو لیجاتے ہیں اور راستہ میں نہیں چھوڑتے، مریدین انابت (توبہ و سلوک) کے راستہ سے جاتے ہیں اور وہ ظاہر میں پیر کی صحبت کے محتاج ہیں، خود جانے اور لیجانے میں بہت فرق ہے اور حضرت عالی (قدس سرہ) کی نسبت محبوبیت حضرت خواجہ حبیب (باقی باللہ قدس سرہ) کے حضور میں تسلیم پا چکی تھی، حضرت خواجہ حضرت عالی کے بارے میں یہ اشعار پڑھتے تھے:

۱۶

عشق معشوقاں تہاں ست و ستیر عشق عاشق باد و صد طبل و نغیر

لیک عشق عاشقاں تن زہ کند عشق معشوقاں خوش و غریہ کند

[معشوقوں کا عشق کرنا خفیہ و پوشیدہ ہے (راہ) عاشق کا عشق کرنا دوسو ڈھول اور نغیروں کے ساتھ ہے]

لے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ۔

لیکن عاشقوں کا عشق بدن کو کمان کی طرح کمزور ڈیڑھا کر دیتا ہے (اور معشوقوں کا عشق خوش اور موٹا کرتا ہے)۔ اور یہ جو کچھ اس فقیر نے صحبت کی ترغیب پر لکھا ہے (یہ) انابت (سلوک) کے راستہ میں ہے کہ مرید کا راستہ یہی ہے اسی لئے لکھا ہے کہ ترقی غالب طور پر اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ اے میرے بلجا و متفق و سعادت آثار! برادر ام ملا عبدالحق کو مستقبل قریب میں وطن روانہ کر دیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ، آپ طرفین کے استخارہ کی موافقت کے بعد مشارالہ کے ساتھ مجلس رکھیں اور وہ جس چیز کی طرف رہنمائی کریں آپ اس پر عمل کریں، زبانی اولاد و اذکار ان کے مشورہ سے کریں، ہمارے طریقہ میں اوقات ذکر اور باطنی شغل میں جو کہ طریقہ کے استاد (پیر) سے اخذ کیا ہے مشغول رکھتے ہیں اور فرض و سنت کے علاوہ اجازت نہیں دیتے کہ اس شغل کے ماسوا کسی دوسری چیز میں مشغول ہو، اُس ہر بان (آپ) کی غایات کرمیہ سے یہ امید کی جاتی ہے کہ اس ناکارہ کو سلامتی خاتمہ کی دعا سے یار کرتے رہیں گے۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع المہدی والتزم متابعتہ المصطفیٰ علیہ وعلی الصلوٰات والتسلیمات والبرکات العلیٰ،

مکتوبات ۱۰۲

مخدوم زادہ عالی منقبت شیخ ابوالقاسم کے نام بعض اُن احوال و اذواق کے جواب میں جو کہ حقیقت کعبہ ربانی سے تعلق رکھتے تھے اور اُن دو شہادت کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہے تھے۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، فرزند ابوالقاسم نے لکھا تھا کہ میں ان دنوں میں اپنے آپ کو محض نور یا تابوں اور وہ نور اس قسم کی چمک و روشنی رکھتا ہے کہ باطن کی آنکھ اس کے مشاہدہ سے خیرہ ہو جاتی ہے دیکھ نہیں سکتی جیسا کہ ظاہری آنکھ آفتاب کے دیکھنے سے خیرہ (ہو جاتی) ہے اور اسی نور کو مخلوقات کا سجد سمجھتا ہے۔ اُس فرزند (آپ) کو معلوم ہو کہ یہ دید بقا کے آثار میں سے ہے جو کہ کامل فتا پر مرتب ہوتی ہے، آیت کریمہ اَوْ مِنْ کَانَ مِیثًا فَاَحْيَيْنَاہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُورًا یَّمِشُ بِہِ فِی الظَّامِسِ، [کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا تو ہم نے اس کو زندگی دی اور اس کے لئے ہم نے نور یا تاب جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے] میں اس کی طرف ایک اشارہ ہے ادبیہ بات کہ آپ اس نور کو سجد الیہ جانتے ہیں اُس کے معنی کے ساتھ مشتبہ ہو جانے کی قسم سے ہے کیونکہ بقا اُس کے ساتھ ہوتی ہے اور (یہ) اصالت و ظلیت کے

تعلق سے اصول کے ساتھ متحقق ہوتا ہے اور مسجود الیہ مستحق ہے اور ایک مرتبہ ہے کہ وہاں سے اصل (بھی) ^{۱۶۱} ظل کی طرح راستہ میں ہے لیکن چونکہ اسم مسنی کا آئینہ ہے اور شہود کے وقت میں آئینہ پوشیدہ ہے اور ظاہر وہی (مسنی) ہے جو کہ آئینہ میں ہے (اس لئے سالک) اسم کے ساتھ متحقق ہونے کو ذات و مسنی کے ساتھ متحقق ہونا سمجھتا ہے اور اسی اشتباہ اور آئینہ کے پوشیدہ ہو جانے کی وجہ سے صوفیہ کی ایک بہت بڑی جماعت نے صفت کو عین ذات کہا ہے اور زیارتی کو علم کی طرف لوٹا یا ہے اور حق یہ ہے کہ صفات خارج ہیں وجودِ نازد کے ساتھ موجود ہیں جیسا کہ اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیم [اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے] کا مذہب ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے علیحدہ کاغذ پر جو یہ لکھا ہے کہ ”میں حیرت میں تھا کہ اس دید کا منشا (باعث) کیسا ہے، آواز دی گئی کہ اس دید کا سبب یہ ہے کہ چونکہ تجھ کو حقیقت کعبہ کے ساتھ جو کہ تو صرف اور مخلوقات کا مسجود الیہ ہے فنا و بقا حاصل ہو گئی ہے یہی وجہ ہے کہ تو اپنے آپ کو اس کا عین پاتا ہے اور اس کی صفت کے ساتھ متصف سمجھتا ہے“ واضح ہوا۔ جانتا چاہئے کہ یہ معاملہ اور یہ دید شہود کے تعلق رکھتی ہے لیکن اس شہود پر بہت سے آثار مرتب ہوتے ہیں اور اس حقیقت کے ساتھ متحقق ہونا بہت اعلیٰ بات ہے، اس تعالیٰ شاء کے کرم سے بعید نہیں ہے کہ کسی نامراد کو اس مراد تک پہنچا دے اور اس دید کے ساتھ مشرف فرما دے، ۵

می توانی کہ دیہی اشک مرا حسن قبول لے کہ در ساختہ قطرہ بارانی را

(اے وہ ذات کہ تونے بارش کے قطرہ کو موتی بنایا تو میرے آنسوؤں کو شرف قبولیت بخش سکتا ہے)

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) نے مکتوبات جلد ثالث کے ایک مکتوب میں تحقیق فرمائی ہے کہ جب عارف کا معاملہ ذات بحت سے پڑتا ہے (تو) رویت کا تخیل سر کی آنکھ یا قلب کی آنکھ سے نہیں ہوتا ہے انتہی، پس اس صورت میں چاہئے کہ ذات تک وصول کا علم بھی نہ ہو کیونکہ علم کا طریقہ ان دو امر سے باہر نہیں ہوگا۔ جواب: علم کے طریقہ کا آنکھ کی رویت یا دل کی رویت میں منحصر ہونا غیر مسلم ہے (بلکہ) جائز ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کسی شخص کو اس کیف وصول کو مشرف کر دے اور اس وصول کا ضروری علم اس میں پیدا کر دے اور کوئی رویت درمیان میں نہ آئے، بہت سے علوم بدیہی طور پر ہمارے اندر پیدا ہوتے ہیں مثلاً بھوک، پیاس، حرارت، برودت (ٹھنڈک) اور صحت و بیماری کا علم اور ان کی رویت قطعاً نہیں پائی جاتی۔ جو نابینا شخص کہ مکہ کے سفر پر جائے اور مکہ میں پہنچ جائے اس کو مکہ کا وصول حاصل ہے اور رویت حاصل نہیں ہے، بیشک رویت علم کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے لیکن (ای پر)

لہ فارسی نسخہ میں یہ عبارت درج ہے شاید یہ لفظ یہ براہت ہو۔ (مترجم)

انحصار نہیں ہے علم کے اسباب رویت کے علاوہ (بھی) ہیں جیسا کہ علم کلام کی کتابوں میں واضح کیا گیا ہے۔
 آپ نے لکھا تھا کہ ”حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ سرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حقیقتِ صلوٰۃ سے
 اوپر مرتبہ ذاتِ بحت ہے قدم کی وہاں گنجائش نہیں ہے لیکن اللہ سبحانہ کی حمد و ثناء ہے کہ نظر کو اس جگہ سے
 منع نہیں کیا گیا ہے اور استغداد کے مطابق گنجائش دی گئی ہے“ اس تحریر اور سابقہ تحقیق کے درمیان مطابقت
 کی کیا صورت ہے۔ جان لیں کہ اس مقام میں نظر کا اطلاق تمثیل و تشبیہ و تنظیر کے طور پر ہے حقیقت کے
 طور پر نہیں ہے جیسا کہ اسی جلد کے ایک مکتوب میں انھوں (حضرت عالی قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ ”یہ جواب پر
 مذکور ہوا کہ نظری وصول اصالت کے طور پر حضرت خلیل (علیہ السلام) کا حصہ ہے اور قدمی وصول اصالت
 کے طور پر حضرت حبیب علیہا الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اس معنی میں نہیں ہے کہ وہاں شہود و مشاہدہ ہے
 اور یا قدم کی گنجائش ہے وہاں بال کی بھی گنجائش نہیں ہے قدم تو کیا ہوگا بلکہ ایسا وصول ہے جس کی
 کیفیت معلوم نہیں ہے اگر صورتِ ثالیہ میں نظر کے اندر منقش ہو گیا تو (اس کو) وصولِ نظری کہتے ہیں اور
 اگر قدم کے ساتھ ظاہر ہوا تو وصولِ قدمی ہے ورنہ نظر و قدم اس بارگاہ سے دونوں بخود و حیران ہیں، والسلام
 علی من اتبع الهدی“

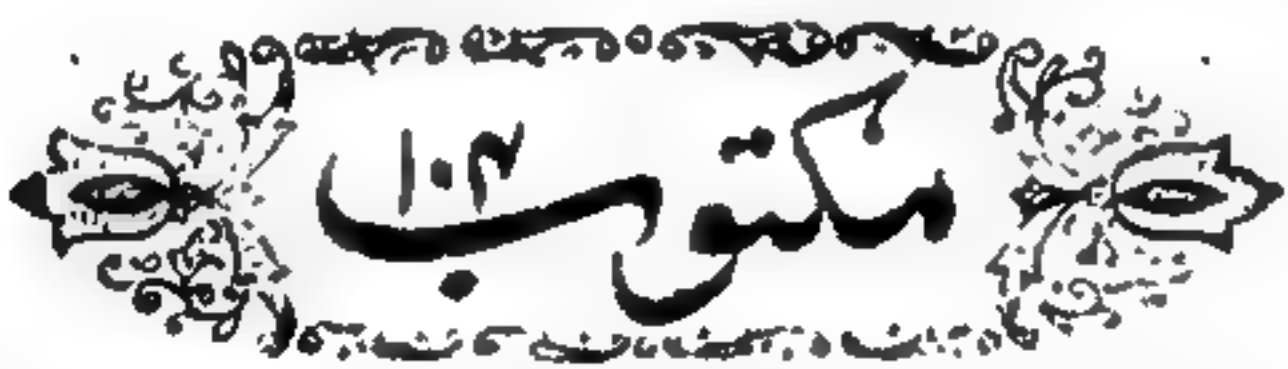
مکتوب ۱۰۳

سیادت پناہ میرفاخر حسین کے نام اس بیان میں تحریر فرمایا کہ انفس آفاق کی طرح مطلوب کو
 پانے سے محروم ہے انفس سے بھی گزر جانا چاہئے تاکہ وصل کے گلستاؤں سے کوئی پھول چن سکے۔
 حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیات کے بعد عرض ہے کہ جو مکتوب سیادت پناہ میرفاخر حسین نے
 اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، جدائی کی رعد واد اور اشتیاق کی بات جس کی آپ نے
 اطلاع دی تھی واضح ہوئی، اللہ تعالیٰ اس شوق کے شعلہ کو مشتعل کرے تاکہ آفاق و انفس کی قید سے
 کلی طور پر رہا کر دے اور منتہائے مقصد تک پہنچا دے، مطلوب چونکہ آفاق و انفس سے ماوراء ہوا (اس لئے)
 اس کے طالب کو بھی چاہئے کہ آفاق و انفس سے گزر جائے اور اپنے حصولی و حضوری علم سے باہر ہو جائے
 اس معنی میں نہیں کہ اپنے آپ کو حق تعالیٰ پائے کیونکہ یہ معاملہ (کیفیت) انفس کے ساتھ وابستہ ہے
 اور علم حضوری ابھی اپنی جگہ ہے لیکن اُس نے اس کو حقانیت کے عنوان کے ساتھ جانا ہے انفس کو راستہ
 میں چھوڑ دینا اور علم حضوری (اپنی ذات کا علم) سے باہر ہو جانا عقل و خیال و فکر کی سوچ میں دست
 نہیں آنا اور تدبیر (ادراک کرنے والے) پر تدبیر (جس کا ادراک کیا جائے یعنی ادراک کرنے والے کی اپنی ذات)

کا عدم حضور محال معلوم ہوتا ہے اسی لئے صوفیائے کرام نے مطلوب کے حصول کو انفس میں منحصر جانا اور اس کی سیر کو قرب در قرب فرمایا ہے اور انفس سے ماورایات نہیں کی ہے، انھوں نے کہا ہے

چوں جلوہ آں جال بیرون ز تو نیست پاد دایان و سز بجیب اندر کش

[چونکہ اُس جمال کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے (اس لئے) تو پاؤں دامن میں اور سر گریبان کے اندر کھینچ لے] ۱۶۳
اور شہود آفاقی کا اعتبار نہیں کیا اور اس کی سیر کو بُعد بعد کہا ہے اور انفس سے باہر کو آفاق میں شمار کیا ہے بیشک انفس سے باہر بُعد کی جانب میں آفاق کے دائرے میں ہے لیکن دوسرا (یعنی اقرابت کا) معاملہ انفس سے باہر قرب کی جانب میں ہے اور آیت کریمہ **فَحَقُّ اقْرَبِّ إِلَيْهِ** [ہم اس کے زیادہ قریب ہیں] میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ انفس اس معاملہ (اقرابت) کی بہ نسبت بُعد میں آفاق کا حکم رکھتا ہے، یافت (پانے) کی حقیقت اس مقام میں ہے انفس میں یافت کی صورت اور اس کا نمونہ ہے لیکن اس کا تصور کرنے میں عقل حیران ہے اور وہم و خیال اس کے تصور میں پریشان ہے اپنے سے زیادہ نزدیک کو نہیں پاسکتے اور قریب ہے کہ اس کے محال ہونے کا حکم لگائیں، آفاق و انفس وہم کی جولانگاہ ہیں شکل ہے کہ اس مقام کا مشہود وہم کی تراش و خراش سے نجات پلے اور اس معاملہ میں وہم کے پروبال شکستہ ہیں اور خیال راستہ میں رہ جاتا ہے، بیشک جب تک عقل کی سواری سے نیچے نہ اترے اور وہم و خیال کا ساتھ نہ چھوڑے اور محال ہونے کے دامن کو مضبوطی سے نہ پکڑے مطلوب کی خوشبو نہیں پلے گا اور وصل کے گلستانوں سے کوئی پھول نہیں چٹنے گا۔
آپ نے توجہ کی درخواست کی تھی، چونکہ باطنی رابطہ اور محبت کا رشتہ مضبوط ہے مثبتیت ایزدی کے حصول فیض کا راستہ کھلا ہوا ہے خاص طور پر جبکہ تو جو اس کے علاوہ ہو تو نور علی نور ہوگی، والسلام
اولاً و آخراً، دوستوں سے دعا کی امید ہے۔



سیادت پناہ میرزا خان کے نام اذکار و اوراد و اخذ طریقہ پر رغبت دلانے اور صحبت کی شرائط کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ، میرے بھائی و مشفق ابراہیم مولانا عبدالحق کے پیچھے اور باہم صحبت میراتے تک آپ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ذکر میں بہت زیادہ مشغول رہیں اور کوشش کریں کہ حضور کے ساتھ کہا جائے کم از کم اس قدر حضور ہو جائے کہ کہنے والا دیکھ جائے کہ میری

زبان سے کیا نکل رہا ہے ایک ہزار سے پانچ ہزار تک جس قدر ہو سکے کہیں۔ اور جو رسالہ بھیجا گیا ہے اگر ہو سکے تو اس کو اول سے آخر تک مطالعہ فرمائیں اور اس کے مواعظ و نصائح کو اچھی طرح غور کریں اور جس قدر بھی ہو سکے اور ہمت ساتھ دے عمل میں لائیں **مالا یدرک کلہ لا یتدرک کلہ** [جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اس کا بالکل ترک نہیں کر دینا چاہئے] اوقاتِ معینہ کے اذکار پر سرخ نقطے لگا دیئے گئے ہیں اگر ہو سکے تو ان کو عمل میں لائیں اور اگر اس سے بھی زیادہ اختیار کریں تو آپ مختار ہیں، اوقاتِ معینہ کے ان اذکار کے فضائل اختصار کے پیش نظر اس رسالہ میں ذکر نہیں کئے گئے ہیں، دوسرا رسالہ کہ جس میں اذکارِ اوقاتِ معینہ وغیرہ معینہ کے فضائل مذکور ہیں اگر مل گیا تو اس کی نقل بھی بھیج دیں گے، اوقاتِ غیر معینہ کے اذکار کے فضائل اس رسالہ میں مذکور ہیں مطالعہ کے بعد ان میں سے جس قدر ہو سکے عمل میں لائیں آپ کو اختیار ہے، جب برادرِ مشارالہ (مولانا عبدالحق) پہنچ جائیں تو ان کے ساتھ مجلس رکھیں اور وہ جو شغل باطن بتائیں فقیر کی زبان ہی سے تصور فرمائیں اور ان کی پُر تاثر صحبت و توجہ کو موثر و غنیمت جانیں اور صحبت کی شرائط کو اچھی طرح ملحوظ رکھیں اور طریقہ حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصہ زبانی و طائف بند کریں اس کے بعد برادرِ (مذکور) کے مشورہ سے تھوڑا تھوڑا پھر عمل میں لائیں، چند روزہ زندگی بہت قیمتی ہے چاہئے کہ اہم کاموں میں صرف ہو اور طالب ہونے کے لوازم کو بجالائیں تاکہ مطلب کی طرف کوئی راستہ کھل جائے۔

مصلحت دیدن آئست کہ یا ران ہر کار بگذارند و سر طرہ یارے گیرند
[میں مصلحت اس بات میں دیکھتا ہوں کہ یار دوست سب کام چھوڑ دیں اور ایک دوست کی زلف کے خیال میں لگ جائیں]
والسلام



صوفی محمد زاہد جدید و امین قدیم کے نام اُس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے واجبِ تعالیٰ کی صفات کی عینیت و غیریت پر کیا تھا اور یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے کس کو اختیار کیا کہ حمد و صلوة اور تبلیغِ دعوات کے بعد (یعنی فقیر) عرض کرتا ہے کہ آپ نے جو مکتوب مرغوب ان دنوں میں بھیجا تھا اس نے پہنچ کر مسرور کیا، آپ نے باطنی حلاوت و جمعیت و درستی احوال اور روشن واقعات کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا، حق جل و علا کا شکر بجالائیں، **لَیْسَ شُکْرُکُمْ لَایَزِیدُ تَکْمِلُہُ** (اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا) ہمت کو بلند رکھیں اور جو کچھ حاصل ہو جائے اس پر قناعت نہ کریں۔
آپ نے لکھا تھا کہ جو کچھ ذات کے ماسوا ہے وہ نفی کے تحت میں متقی ہو جاتا ہے اور ذات میں

نصیر ممنوع پس اس تعالیٰ شانہ کی صفات یعنی علم و قدرت وغیرہا کو عین ذات واجب جانے یا ذات سے خارج جانے، اگر عین ذات ہوں تو مرکب ہونا لازم آتا ہے اور اگر خارج ذات ہوں تو ذات کا محتاج ہونا لازم آتا ہے اور وہ عزیمت ہے ان دونوں سے مبرا ہے میرے مخدوم! صوفیائے کرام یعنی شیخ محی الدین ابن عربیؒ اور ان کے متبعین صفات کو عین ذات کہتے ہیں اس معنی میں نہیں کہ دو چیزیں ہیں جو کہ آپس میں مرکب ہیں کہ اس میں مرکب ہونا لازم آئے بلکہ اس معنی میں ہیں کہ خارج میں موجود ذات تعالیٰ ہے اور صفات کا وجود ذات سبحانہ کے وجود پر تائد نہیں ہے اور جو کچھ صفات پر مرتب ہے وہ ذات پر مرتب ہے اور ذات عز شانہ جانے دیکھنے اور سننے وغیرہ میں کافی ہے یعنی وہ اپنی ذات کے ساتھ جانتے والا اور اپنی ذات کے ساتھ دیکھنے والا سننے والا، ارادہ کرنے والا، قدرت رکھنے والا، زندہ کرنے والا اور کلام کرنے والا ہے، نہ کہ صفات کے ساتھ اور اس تحقیق پر مرکب ہونا ہرگز لازم نہیں آتا اور اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ صفات عین ذات نہیں ہیں بلکہ ذات تعالیٰ کے وجود پر وجود تائد کے ساتھ موجود ہیں اور اس مذہب پر احتیاج کا شبہ وارد ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی دوسرے کا محتاج ہونا اللہ تعالیٰ کے حق میں ناقابل تسلیم ہے اور صفات غیر ذات نہیں ہیں جیسا کہ عین ذات تعالیٰ (ذبی) نہیں ہیں کیونکہ ان کا ذات سے جدا ہونا محال ہے، اور حضرت عالی (قدس سرہ) نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ حق جل و علا کی صفات اس سبحانہ کی ذات پر تائد ہیں اس کے باوجود صفات کے لئے ایک مرتبہ ہے کہ اس مرتبہ میں جو کچھ صفات پر مرتب ہے ذات پر بھی مرتب ہے، اس مرتبہ میں صفات ذات تعالیٰ میں محض اعتبارات ہیں اور وہ (حضرت مجدد رحمہ اللہ) ان اعتبارات ذاتیہ کو شیون ذاتیہ قرار دیتے ہیں اور یہ شیون صفات کے اصول میں اس بات کو مان لینے کی صورت میں صفات کا اثبات بھی ہو جاتا ہے اور احتیاج کا شبہ بھی بالکل مٹ جاتا ہے، اور صوفیہ کے مذہب پر صفات کی نفی لازم آتی ہے اور علماء کے مذہب پر احتیاج کا شبہ پوری طرح زائل نہیں ہوتا کیونکہ صفات سے غیرت کی نفی اصطلاحی معنی میں ہو جاتی ہے جو کہ جبراً ہونے کا جواز ہوگی نہ مطلق غیرت، اگر کہیں کہ جب صفات پر جو کچھ مرتب ہے ذات پر بھی مرتب ہے اور صفات کے آثار مرتب ہونے میں ذات کافی ہے تو پھر ہم صفات تائدہ کا اثبات کیوں کریں اور بلا ضرورت ذات قدیم کے تعدد کے قائل کیوں ہوں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں عمدہ چیز کشف والہام ہے جو کہ وحی خفی ہے اور اہل الشریعہ کے ساتھ متاثر ہیں، (یہ کشف والہام) وحی واجتہاد سے ماوراء ہے اور حدیث اتقوا فراست المؤمن فانه یبطل بنور اللہ [تم مؤمن کی فراست سے ڈرو پس بیشک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے] میں اس کی طرف اشارہ ہے، اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ صفات کے اثبات سے چارہ نہیں ہے تاکہ اہل سنت و جماعت کی مخالفت نہ ہو، انھوں (اہل سنت و جماعت) نے

کہا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے آپ کو قادر و علیم فرمایا ہے اور شوق کو شے مقتضی پر محمول کرنا اُس شے کے اشتقاق کے ماخذ کا ثبوت ہے پس علم و قدرت کے ثبوت سے چارہ نہیں ہوگا اگرچہ یہ دلیل اعتراض سے خالی نہیں لیکن ان کا مذہب اس دلیل پر مبنی نہیں ہے (بلکہ) مشکوٰۃ نبوت علیٰ اربابہا الصلوات والتسلیمات و البرکات کے انوار سے لیا گیا ہے اور کمالات ذاتیہ کا اثبات بھی جو کہ شیون ذاتیہ ہیں ناگزیر ہے تاکہ مرتبہ ذات اقدس کا ان کمالات سے خالی ہونا لازم نہ آئے اور احتیاج کی بُو سے پاک ہو۔ ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ علم جو کہ رائد صفت ہے اس کا متعلق ماسوائے ذات تعالیٰ ہے پس وہ ذات سبحانہ کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ جس چیز نے زیادتی کا نام پیدا کیا ہے وہ اس مقدس مرتبہ کے لائق نہیں ہے اور اُس بارگاہ عالی سے متعلق نہیں ہو سکتی اور جو علم کہ ذات مقدس و مبارک کا کمال ہے وہ اس علم سے بہت برتر ہے جو کہ ماسوائے متعلق ہے اور کوئی مناسبت عالم کے ساتھ نہیں رکھتا افسوس درافسوس جبکہ ذات واجب کا علم جو کہ قدم کے ساتھ موصوف ہے مرتبہ ذات کے لائق نہیں ہوتا اور اُس بارگاہ قدس سے متعلق نہیں ہو سکتا (تو) ممکن کا علم جو کہ حدوث کے دارغ سے داغدار ہے کس طرح اس مرتبہ مقدس سے متعلق ہوگا اور کونسی مناسبت رکھتا ہوگا اور چہل و پاس کے سوا کیا نصیب ہوگا کسی نے خوب کہا ہے کہ

کو غبارِ بناقہ لیلیٰ کہ مجنوں سا ہوا چشم برہ داشت گردے از بیاباں بر نہ خاں

[لیلیٰ کی اونٹنی کا غبار کہاں ہے کیونکہ مجنوں کسی سال تک چشم براہ رہا (لیکن) صحرا سے کوئی گرد نہیں اٹھی]

مگر یہ کہ بندہ پروردی کے طریق پر فنائے کامل کے بعد علم کے ساتھ متحقق ہونے کے باعث انکشاف ذاتی کے ساتھ بقا حاصل ہو جائے اور (سالک کو) ظلال اور اصل کے مراتب طے کرادیے جائیں اور وہ اس وقت اُس انکشاف کی طرح اُس مرتبہ عالیہ کے ساتھ بے کیف تعلق پیدا کر لے اور اُس جگہ پہنچ جائے کہ اصل وہاں سے پیچھے رہ جائے۔

مکتوبات

مولانا بخار خوردار کا بلی کے نام واقعہ کی تعریف اور غائبانہ طریقہ طلب کرنے کی درخواست اور ضروری توضیحات کے بارے میں اور اس بات کے حل میں کہ بیش قیمت لباس پہننا سالک کے شغل کا مانع ہے یا نہیں اور باوجودیکہ خیمہ (ایک عمرہ قسم کا لباس) کو انجانیہ (ایک قسم کا معمولی لباس) سے بدلنے کی حدیث اور چہل کا تسمہ بدلنے کی حدیث سے اس (عمرہ لباس) کا منع ہونا مفہوم

ہوتا ہے اور اس بیان میں کنٹالوں اور بدعتیوں کے گھر سے کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں اور اس بیان میں کہ اس طریقہ میں پیری و مریدی کرنا بدعت ہے یا نہیں۔

الحمد لله العلی الاعلیٰ وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الوسی صاحب قلب قوسین اودنی وعلی الہ وصحبہ البرقا لمتقی نجوم الہدی افا بعد، آپ نے جو مکتوب مرغوب اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا اس کے موصول ہونے سے مشرف و شادماں ہوا، آپ نے مطلب اعلیٰ کی طلب اور مقصد اقصیٰ کے شوق کا جو اظہار کیا تھا وہ نیک و مبارک ہے اللہ تعالیٰ طلب کی آگ کو بجھ کر لے اور شوق کے شعلہ کو بلند کرے تاکہ ماسوائے پوری طرح رہائی دلا دے اور قرب و عزت کے سراپدے تک پہنچائے اندہ قریب عجیب [بیشک وہ قریب ہے (اور قبول کرنے والا ہے)] آپ نے جو واقعہ دیکھا اور لکھا تھا واضح ہوا، روشن ہے اور باطنی مناسبت کا پتہ اور فیض کے پہنچنے کی خبر دینے والا ہے آپ نے ذکر کی استدعا کی تھی تاکہ ملاقات حاصل ہوتے تک اس میں مشغول رہیں میرے مخدوم ہمارے طریقہ کا مدار صحبت پر ہے بہر حال ملاقات حاصل ہونے تک کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے تکرار میں مشغول رہیں اور اس ذکر کو جعفر بھی کہہ سکیں دل کی موافقت کے ساتھ کہیں اگر خلوت میں کہا جائے تو بہتر ہے یہ کلمہ مبارک باطن کو پاک کرنے میں بہت بڑی تاثیر رکھتا ہے اس کا ایک جزو حق جل و علا کے ماسوی کی نفی کرتا ہے اور دوسرا جزو معبود حقیقی کا اثبات کرتا ہے جو کہ سیر و سلوک کا حاصل ہے، حدیث شریف میں آیا ہے افضل الذکر لا الا لا اللہ [سب سے افضل ذکر لا الا لا اللہ ہے] گوشہ نشینی کی طرف رغبت رکھیں اور عبادت پر حریص رہیں اور نبی کریم علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو مضبوطی سے پکڑیں اور بدعت سے بچتے رہیں اور خلاف شرع امور سے دور رہیں، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ اعمال خیر تو اچھا اور بُرا (ہر شخص) کرتا ہے اور گناہوں سے صرف صدیق (بہت سچا آدمی) بچتا ہے اور اس مسکین کو خاتمہ کی سلامتی کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "باس میں تکلف کرنا اگرچہ حلال طریقہ سے ہو سالک کے شغل کا مانع ہوتا ہے یا نہیں اور ضمیمہ (ایک قسم کا قیمتی کپڑا) کو انجانہ (ایک قسم کا معمولی کپڑا) کے ساتھ بدلنے کی حدیث اور چیل کا تسمہ بدلنے کی حدیث اس کے مانع ہونے پر صراحتاً دلالت کرتی ہے کیونکہ جب (ماسوی اللہ) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلی عدم تعلق کے باوجود آپ کی توجہ کا مانع ہو تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غیر کے حق میں کیسے (جائز) ہوگا" آپ جان لیں کہ جو سالک اکمل فنا کے ساتھ مشرف ہو چکا ہے اور ماسوا کو کلی طور پر چھوڑ چکا ہے، ظاہر میں مشغول ہوتا اور قیمتی لباس پہنتا اس کے حق میں باطن کے شغل کا

مانع نہیں ہے کیونکہ باطن اس وقت میں ظاہر سے منقطع ہو چکا ہے اور اس (ظاہر) کا غافل و مشغول ہونا اس (باطن) میں اثر نہیں کرتا اور نیت و میداری باطن کے حضور آگاہی میں یکساں ہو جاتی ہے اس وقت دل کو ماسوا سے اس قسم کا نسیان ہو جاتا ہے کہ اگر کئی سال تک ماسوا کو یاد کرے تو اس استغراق و فنایت کے واسطے سے جو کہ اس نے مطلوب میں پیدا کر لی ہے اس کو یاد نہ آئے اور دل میں اس (ماسوا) کا خیال نہ گزرے ہاں جس سالک نے کہ اس کے حضور و درام کا ملکہ حاصل نہیں کیا ہے اگر اس کے حق میں شغل (حضور قلب) کا مانع ہو تو گنجائش رکھتا ہے کیونکہ اس کا ظاہر باطن کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ایک کی غفلت دوسرے میں سرایت کرتی ہے، قیمتی لباس کو مطلق طور پر شغل کا مانع کس طرح کہا جاسکتا ہے اور حالانکہ اکابر دین اور سلف صالحین مثل ائمہ اہل بیت و امام ابوحنیفہ و شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہم رضی اللہ عنہم نے قیمتی لباس پہنا ہے اور سرور کائنات فخر موجودات علیہ علی آلہ الصلوٰۃ و التسلیمات سے بھی منقول ہے، خزانۃ الروایۃ و مطالب المؤمنین میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ کسی بزرگ سے دنیا کی تربیت و تخیل کے بارے میں پوچھا گیا انہوں نے کہا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ کے اوپر ایک چادر تھی جس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی اور اکثر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز کے لئے کھڑے ہونے (اور) آپ کے اوپر چار ہزار درہم قیمت کی چادر ہوتی تھی اور ایک روز آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے اوپر ایک قیمتی چادر تھی پس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو کوئی نعمت دیتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس بندہ پر اس کی نعمت کے آثار دیکھے جائیں اور (امام) ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ) ایسی چادر اور تھے تھے جس کی قیمت چار سو دینار ہوتی تھی اور (امام) ابوحنیفہ اپنے شاگردوں سے فرماتے تھے کہ جب تم اپنے وطنوں کو واپس جاؤ تو تم پر لازم ہے کہ نفیس لباس پہنا کرو اور تم پر حقیر لباس سے پرہیز کرنا ضروری ہے ورنہ لوگ تمہاری طرف (غریب سمجھ کر) ترس کی نظر سے دیکھیں گے پس وہ (امام ابوحنیفہ) اپنے زہد تقویٰ کے باوجود ان (شاگردوں) کو اس بات کی وصیت کرتے تھے۔ ابن حجر مکی نے رسالہ مناقب امام ابوحنیفہ میں لباس کی فصل میں بیان کیا ہے کہ نصر نے کہا (امام) ابوحنیفہ نے جب ایک دفعہ سوار ہونے (سفر) کا ارادہ کیا تو مجھ سے فرمایا کہ تو اپنی چادر مجھے دیدے اور میری چادر لے لے پس میں نے ایسا کیا پھر جب وہ واپس آئے تو مجھ سے فرمایا کہ تو نے اپنی موٹی چادر کے ساتھ مجھ کو شرمندہ کیا اور (حالانکہ) وہ (چادر) پانچ دینار کی تھی پھر میں نے اُن کے اوپر ایک چادر دیکھی جس کی قیمت تیس دینار تھی اور اُن کی

ملہ مظاہر حق جلد ۳ ص ۵۴۵ پر اسی معنی کی حدیث ہے۔

چار قمیص کی قیمت کا اندازہ چار سو درہم کیا گیا ہے۔ مطالب المؤمنین میں شرعہ (الاسلام) منقول ہے کہ لباس فاخرہ کے پہننے میں مضائقہ نہیں ہے جبکہ وہ اس کی وجہ سے تکبر و فخر نہ کرے کیونکہ تکبر حرام ہے اور اس (تکبر نہ کرنے) کی تفسیر یہ ہے کہ اس (لباس) کے ساتھ بھی وہ ایسا ہی ہو جیسا کہ اس (کے پہننے) سے پہلے تھا، خزانۃ الروایۃ میں ہے کہ آنحضرت علی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میرے پاس رہو (تارک الدنیا لوگوں) کے کپڑوں میں آتے ہو اور (حالانکہ) تمہارے دل بھڑوں کے دلوں جیسے (سخت) ہیں، بادشاہوں کے لباس پہنو اور اللہ تعالیٰ کے خوف کے ساتھ اپنے دلوں کو نرم کرو۔ ابن سلمہ نے ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ لوگوں نے لباس و پینے اور سواری اور کھانے کی چیزوں کے بارے میں جو کچھ اختیار کیا ہوا ہے اس میں آپ کی کیا رائے ہے تو انھوں نے مجھ سے فرمایا، اے میرے بھائی! اللہ کے لئے کھا اور اللہ تعالیٰ کے لئے پی اور اللہ کے لئے پہن اور ان میں سے جس چیز میں فخر یا دکھانے یا سنانے کے لئے کرنا پایا جائے تو یہ گناہ ہے، اور محمد بن حسن (رضی اللہ عنہما) نفیس کپڑے پہنتے تھے پس ان کو اس کے بارے میں کہا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ میری بیویاں نو عمر ہیں پس میں اپنے آپ کو زیب و زینت میں رکھتا ہوں تاکہ وہ میرے سوا کسی غیر کی طرف نظر نہ کریں۔ اور دوسری حدیث شریف ”بیشک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے“ اور چاہتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندہ پر دیکھا جائے“ قادر ہونے کی صورت میں مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہے

۱۶۹

اور حدیث خمیسہ کی انجامیہ سے تبدیلی والی حدیث نماز کے بارے میں وارد ہوئی ہے اور نماز میں ظاہری خشوع بھی جو کہ مثلاً نظر کو سجدہ کی جگہ پر پھرانے سے عبارت ہے مطلوب ہے اس بنا پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے

لے و لنعم بافیل، درویش صفت باش و کلاہ تری دار۔ تہ مظاہر حق جلد ۴ ص ۱۷۷۔
تہ مظاہر حق جلد ۳ ص ۵۳۷ و ۵۴۵ پر اسی معنی کی حدیث ہے۔

تہ پوری حدیث کا اردو ترجمہ یہ ہے: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمیسہ ایک منقش چادر (اٹھ کر نماز پڑھی اس خمیسہ میں نقش و نگار تھے پس نماز کی حالت میں آپ کی نظر ان نقش و نگار پر پڑی جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میری اس خمیسہ کو ابو جہم کے پاس لیجئے اور اس کی انجامی (ایک قسم کی سادہ کالی) میرے پاس لے آئیں تحقیق اس خمیسہ نے مجھ کو اس وقت میری نماز میں حضور قلب سے باز رکھا اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم و امام احمد نے روایت کیا ہے اور امام بخاری کی روایت میں ہے کہ میں اس کے نقش و نگار کو دیکھتا تھا اور میں نماز میں تھا پس میں نے خوف کیا کہ یہ مجھ کو (یعنی میرے حضور قلب کی) خلل میں نہ ڈالے۔ خمیسہ اون یا ربہم کی سیاہ رنگ کی چادر کو کہتے ہیں جس میں خطوط یا نقش و نگار ہوتے ہیں۔ اور ایک صحابی نے جن کا نام ابو جہم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہدیہ پیش کی تھی اس کو اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز پڑھی اور اتنا بیابیک ساری کالی تھی جس میں بل بوتے وغیرہ تھے یہ انجامی شہر میں بنتی تھی جو شام میں ہے اور اس شہر کی طرف منسوب ہے، ابو جہم رضی اللہ عنہ سے انجامیہ کو اس لئے طلب فرمایا تاکہ ان کا ہدیہ واپس ہونے سے ان کی دل شکنی نہ ہو (واللہ اعلم بالصواب) مترجم

خمیسہ کو (انجانیہ کے ساتھ) تبدیل فرمایا کہ مبادا اس خشوع کا مانع ہو۔

جاننا چاہئے کہ اس حدیث کے راویوں نے (اس کو) دو طرح پر روایت کیا ہے، پہلے طریق میں فانھا الھتنی انفاعن صلوتی [پس بیشک اس نے مجھ کو اس وقت میری نماز (میں حضور قلب) سے باز رکھا] آیا ہے اور دوسرے طریق میں اخاف ان یفتنی [میں ڈرتا ہوں کہ یہ مجھ کو (یعنی میرے قلب کو) خلل میں نہ ڈال دے] وارد ہوا ہے۔ شارحین حدیث نے کہا ہے کہ یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کوئی چیز واقع نہیں ہوتی بلکہ واقع ہونے کا خوف تھا، پس پہلی روایت کو اس روایت کی طرف لوٹانا چاہئے اور ہو (عدم توجہ) کو خوف ہو پر محمول کرنا چاہئے تاکہ دونوں روایتوں میں مطابقت حاصل ہو جائے۔ ابن حجر شارح بخاری فرماتے ہیں "اور اس کو خمیسہ دیکر ابو جہم کے پاس بھیجئے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کو نماز میں استعمال کرے اور احتمال ہے کہ یہ آپ کے اس قول کی طرح ہو کہ "نوکھا پس بیشک میں اُس ذات (الشیافرشتہ) سے سرگوشی کرتا ہوں جس کے ساتھ تو سرگوشی نہیں کرتا" یہ توجیہ اس بات پر مبنی ہے کہ یہ آنسرو علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ پہلی توجیہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا پہننا اگر مکروہ تھا تو نماز میں تھا نہ کہ نماز کے علاوہ اسی لئے (فقہانے) کہا ہے کہ اس حدیث سے رنگ و نقش و نگار وغیرہ ہر چیز کے مکروہ ہونے کا استنباط کیا جاتا ہے جو کہ نماز (میں حضور قلب) سے باز رکھے۔ بعض شارحین نے کہا ہے کہ ابن حجر نے ہمارے بعض ائمہ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اس (نقش و نگار کی جگہ) میں یا اس کی طرف یا اس پر نماز پڑھے تو اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کو بند رکھے تاکہ وہ اس کے خشوع و حضور میں خلل انداز نہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اُن (ابن حجر) کا یہاں پہلے گزر چکا ہے کہ اس (نقش و نگار کی جگہ) میں یا اس کی طرف یا اس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور نماز میں آنکھوں کو بند رکھنا (بھی) مکروہات میں سے ہے تو مکروہ کو رد کرنے کے لئے مکروہ (کا ارتکاب) کیسے مسنون ہوگا جبکہ مکروہ اس کے ساتھ (بھی) دور نہیں ہوگا۔

سوال :- حدیث کے لفظ سے جو کہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ "میں اُس کے نقش و نگار کی طرف دیکھتا تھا اور میں نماز میں تھا پس ڈرتا ہوں کہ مجھ کو خلل میں ڈال دے" معلوم ہوتا ہے کہ خلل میں ڈالنا ڈالتا باطن کے میلان اور قلب کی محبت کی وجہ سے ہے کہ اس کے واقع ہونے کے خوف کی خبر دی ہے اور جبکہ باطن فنا کو پہنچ گیا ہو اور دل باسو کو دیکھنے اور جاننے سے رہائی حاصل کر چکا ہو تو اس کے حق میں خلل میں ڈالنا کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔ جواب :- میلان و محبت دو قسم کا ہے ایک وہ محبت جو ظاہر باطن و دل کو شامل ہے اور وہ عوام کا حصہ ہے، صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلنا اس آفت سے

رہائی پانے کے لئے ہے تالہ شرک خفی سے رہائی حاصل کریں اور اسلام حقیقی کے ساتھ کہ آیت کریمہ یَا أَيُّهَا
 الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (ایمان لے آؤ) میں جس کی طرف اشارہ ہے متحقق ہو جائے
 اور آیت کریمہ وَقَدْ وَظَّاهُ الْإِلَهِمَّ وَبَاطِنُهُ اور ظاہری اور باطنی گناہ کو چھوڑ دو اس تعالیٰ شانہ کے
 ماسوا کی طرف متوجہ ہونے سے باطن کو خالی کرنے کا پتہ دیتی ہے، جو دل کہ غیر اللہ کا گرفتار ہے اس سے خیر
 کی کیا امید ہے جو روح کہ ماسوا کی طرف مائل ہے وہ بارگاہِ صمدیت (الہی) میں خوار اور بے سرو سامان ہے
 اور جو محبت کظاہر تک محدود ہے اور اس نے باطن میں جو کہ فنا و محویت کے ساتھ متصف ہے سرایت
 نہیں کیا ہے اور اس میلان (محبت) کو طبعی میلان کہتے ہیں اور یہ محبت بیرونی محبت ہے نہ کہ اندرونی
 اس کا سبب عناصر کی خاصیتیں ہیں، اس قسم کی محبت و میلان جائز ہے کہ اہل فنا اور افراد انسانی
 میں سے کاملین کو ماسوا کے ساتھ پیدا ہو جائے بلکہ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم ٹھنڈی اور میٹھی چیز کو پسند فرماتے تھے اور حدیث شریف "تمہاری دنیا سے تین چیزوں کی
 محبت مجھ کو دی گئی ہے" مشہور ہے، اور شامل میں روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
 کے نزدیک اُن لباسوں میں جن کو آپ پہنتے تھے سب سے پسندیدہ لباس جبرہ چادر تھی "شارح نے ہروی
 سے نقل کیا ہے کہ جبرہ منقش و مخطوط ہوتی ہے، اور ابن بطال سے روایت کی گئی ہے کہ جبرہ یعنی چادر ہے
 جو روئی یا کتان (السی کا درخت) سے بنائی جاتی ہے اور وہ اہل عرب کے نزدیک بہترین لباس تھی اور
 بعض علماء سے منقول ہے کہ جبرہ یعنی کپڑا ہے جو کہ مزین و منقش ہوتا ہے کہا جاتا ہے ثوب محبرہ یعنی
 مزین و عمدہ کپڑا، اور نیز اس نے کہا ہے کہ حدیث میں مزین و منقش لباس کا پہننا مستحب ہونے اور مخطوط کے
 جائز ہونے پر دلیل موجود ہے اور اس بات پر اجماع ہو چکا ہے ہذا یہ بات تو ختم ہوئی۔ اور اس جگہ باطن
 سے مراد عالم امر کے پانچوں لطائف ہیں جو کہ انسان کے اجزاء ہیں اور نفس جب فنا سے مشرف ہو جاتا ہے
 اور مقامِ اطمینان میں آ جاتا ہے تو وہ بھی عالم امر کا حکم اختیار کر لیتا ہے اور مطلوب میں فنا ہو جانے کی
 وجہ سے ماسوا کی دید و دانش سے رہائی پالیتا ہے اس وقت جہاد کا معاملہ عناصر کے ساتھ جا پڑتا ہے
 اور حکمتوں اور مصلحتوں کے باعث بشری صفات اور مخالفت کی صورت ان (عناصر) میں باقی رکھی جاتی
 ہیں اور جس شخص کو اس فرق پر جس کی طرف مجھے رہنمائی ہوئی ہے اور جس کو میں نے واضح کیا ہے اطلاع
 نہیں ہوئی اس نے کہا کہ حدیث شریف میں اس بات سے آگاہ کیا گیا ہے کہ ظاہری صورتوں اور چیزوں
 کے لئے پاکیزہ قلوب اور تزکیہ یافتہ نفوس میں (کبھی) تاثیر ہے ان کے علاوہ دوسروں کا تو کیا ذکر ہے

اور کسی دوسرے (شارح) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ اثر نہیں لیا اور آپ نے امت کی تعلیم کے لئے اور ان پر نقش و نگار کی طرف متوجہ ہونے کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے ایسا کیا، لیکن امت میں سے جس شخص نے یہ گمان کیا کہ اس کا قلب اس سے متاثر نہیں ہوتا تو وہ سلوک کے طریقہ سے ناواقف ہے اس لئے کہ لوہاروں کو بادشاہوں پر قیاس نہیں کیا جاتا اور البتہ ابن حجر (رضی اللہ عنہ) کا یہ وثوق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک اس سے متاثر ہوا تو یہ صحیح نہیں ہے "یہاں تک اس (کسی دوسرے شارح) کا قول ہے اور سابقہ تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ اس بات کا قائل سلوک کے طریقہ سے ناواقف ہے اور تحقیق کے کمال تک نہیں پہنچا ہے اور تعجب ہے کہ اس نے سیر و سلوک کے عارفوں کی طرف جو کہ بادشاہوں کی مجلسوں میں پہنچنے کے باعث لوہار ہونے کی صفت سے باہر ہو چکے ہیں کس طرح جہالت کی نسبت کی ہے کیونکہ کامل نابعداروں کے لئے بتورع کے کمالات میں سے حصہ ہے۔

وللارض من کاس لکرام نصیب [بزرگوں کے پیالہ سے زمین کیلے بھی حصہ ہوتا ہے] حدیث کے بعض شارحین کہتے ہیں کہ یہ نماز میں خمیصہ پر نظر کرنا بغرض عبادت تھا اور معلوم ہے کہ عبرت تفکر ہے اور ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور اپنی طرف مشغول کرنے سے مشغول کرنے کا خدشہ مراد لیا ہے تاکہ دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جائے اور عبرت کے لئے مناسب ہو اور یہ بیان امت کی تعلیم کیلئے تھا اور خود آپ نے اثر نہیں لیا تھا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ لباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ کا مانع نہیں تھا بلکہ عبرت کا سبب تھا اور اس نے تفکر کے عبادت ہونے کی طرف دلالت کی۔ اور چیل کا تسمہ تبدیل کرنے کی حدیث صحیح ہونے کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ یہ تبدیل کرنا تواضع کی وجہ سے ہو یا کسی اور غرض سے ہو کیونکہ یہاں التہام (توجہ ہٹانا) یا خوف فتنہ کا لفظ نہیں آیا ہے اور جو مسئلہ ہمارے زیر بحث ہے اس کے ساتھ (یہ حدیث) بہت کم تعلق رکھتی ہے، امام حجتہ الاسلام نے اس حدیث کو کیمیائے سعادت میں بخل کے علاج میں ذکر کیا ہے اور تسلیم کر لینے کی صورت میں (اس) مقام کی تحقیق وہی ہے جو کہ پہلی حدیث میں بیان ہوئی۔ مختصر یہ ہے کہ اس قسم کے امور اگر ثابت ہو جائیں تو نماز کے ساتھ مخصوص ہیں جو کہ کمال قرب کا مقام ہے اور اگر مخصوص ہوں تو یہ حدیث اس حدیث سے معارض (مکراتی) ہے جس کو ابن عساکر نے ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا ہے۔ اور یہاں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمال کو پسند کرتا ہوں حتیٰ کہ اپنی چیل اور پائے

۱۔ پوری حدیث کا اردو ترجمہ یہ ہے: رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار تعلین شریف میں تیا تسمہ ڈالا نماز میں اس پر نظر پڑی، آپ نے فرمایا کہ وہی پرانا لاؤ، تیا تسمہ نکال کر وہی پرانا تسمہ ڈال دیا۔ (الکیرات اردو ترجمہ کیمیائے سعادت ص ۳۶)

کپڑے لٹکانے کی کھوٹی میں بھی (خوبصورتی کو پسند کرتا ہوں) تو کیا یہ تکبر سے ہے؟ پس آنحضرت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بیشک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے اور اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندہ پر دیکھا جائے (اور) تکبر حق کی ناقدری کرنا اور لوگوں کے اعمال میں عیب نکالنا ہے۔ اولایک روایت میں ہے کہ تکبر حق ناواقف ہونا اور لوگوں کو اپنی آنکھوں سے حقیر دیکھنا ہے۔

جاننا چاہئے کہ بعض حدیثیں اور روایتیں زیب و زینت کی کراہت پر دلالت کرتی ہیں اور سابقہ احادیث اور آیت کریمہ قل من حرم زینت اللہ الّتی اخرج لعبادہ والطّیبات من الرّزق (آپ کہہ دیجئے کہ جس زینت اور پاکیزہ رزق کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا ہے اس کو کس نے حرام کر دیا ہے) اور اکابر کا عمل اس کے مکروہ نہ ہونے بلکہ مستحب ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور حدیث مرفوعہ اور ابن عباس کے قول کے ساتھ جو کہ اس بارے میں وارد ہوا ہے (اُن میں) تطبیق دے سکتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا جو چیز کہ تو چاہے کھا اور جو چیز کہ تو چاہے پہن جب تک کہ تجھ کو دو چیزیں فضول خرچی اور تکبر نہ پہنچیں اس کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے ترجمہ باب میں روایت کیا ہے۔ اور عمرو بن شعب سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے اور وہ اس (عمرو) کے دادا (یعنی اپنے باپ) سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا (مباحات میں سے جو کچھ چاہو) کھاؤ، پیو، صدقہ کرو اور پہن جب تک اس میں فضول خرچی اور تکبر داخل نہ ہو جائے۔ اس کو امام احمد و نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ بدعتی اور رشوت لینے والے اور مختلف قسم کے فسق و گناہ کا کام علی الاعلان کرنے والے شخص کے گھر جانا اور اس کا کھانا کھانا اور عشر وصول کرنے والے کا کھانا مباح ہو گا یا نہیں؟ میرے مخدوم! اس میں شک نہیں ہے کہ اس قسم کے کھانے اور ایسے شخص کے گھر جانے سے بچنا اولیٰ و انسب ہے بلکہ طریقت کے طالبوں کے لئے کہا جاسکتا ہے کہ لازم ہے (اَلَا اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاتُ) (مگر) کہ تم اُن سے پوری طرح بچتے رہو ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں یا کسی ضرورت مند کے کام کے لئے ہو، رہی لقمہ کے بارے میں شرعی اباحت (تو) اگر معلوم ہو جائے کہ یہ لقمہ حرام ذریعہ سے ہے تو اس کا کھانا حرام ہے اور اگر معلوم ہو کہ حلال ذریعہ سے ہے تو حلال ہے اور اگر کچھ معلوم نہ ہو تو وہ لقمہ مشتبہ ہے اور اس کا کھانا جائز اور ترک کرنا اولیٰ ہے۔

آپ نے لکھا تھا "بعض متکرمین کہتے ہیں کہ اس مخصوص طریقے کے ساتھ مرید کرنا بدعت ہے" میرے مخدوم! حق جل و علا کی طلب کرنا اور راستہ جاننے اور تباہنے والا پیر کرنا اور اس سے عقیدت رکھنا شرعی احکام میں سے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَابْتَغُوا الْيَدَ الْوَسِيلَةَ** (اور اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف وسیلہ تلاش کرو) اور باطنی افادہ و استفادہ کا طریقہ جس کا نتیجہ پیری و مریدی ہے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک جاری ہے کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جس کو مشائخ نے اختراع کیا ہو ان کا سلسلہ آنسور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے پہنچتا ہے اور (باقی) تمام سلسلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے پہنچتے ہیں تو یہ بدعت کس طرح ہوں گے، بیشک پیری و مریدی کا لفظ تیا ہے اور الفاظ کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگر یہ لفظ درمیان میں نہ ہو تب بھی معنوی رابطہ اور باطنی فیض کا باری ہونا اپنی جگہ پر ہے۔ اور یہ جواب آپ نے کہا ہے کہ اس طریقے سے مرید بنانا بدعت ہے معلوم نہیں کہ آپ نے کونسا طریقہ مراد لیا ہے ہمارے طریقے میں ذکر کا سکھانا اور سکھانا ہے اور ذکر شرعی احکام میں سے ہے اور ذکر خفی ذکر چہرے فضل ہے حدیث شریف میں ہے کہ جس ذکر کو حفظہ (حفاظت کرنے والے فرشتے) نہیں سنتے اس ذکر سے ستر درجہ فضل ہے جس کو حفظہ سنتے ہیں اور معلوم ہے کہ وہ ذکر باطن یعنی قلب اور تمام لطائف کا ذکر ہے، مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم بعثت سے پہلے قلبی ذکر میں مشغول رہتے تھے، یہ بدعت (ہمنا) ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی ہے کہ صبح بخاری پڑھنا اور ہر ایک کار میں دنیا بدعت ہے والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی والترمذ متابعہ المصطفیٰ علیہ علی الصلوٰۃ والتسلیمات والتمجیات والبرکات العلی۔

مکتوبات

میر محمد زباں کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الوری صاحب قاب قوسین او ادنی و علی الموصیہ بنجوم الہدی، آپ نے جو مکتوب کمال شوق و محبت کے باعث ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا چونکہ بلند احوال و کیفیات پر مشتمل تھا اس لئے خوشی میں اضافہ ہوا، اور آپ نے جدائی کے رنج و غم کا اظہار کیا تھا دنیا جلدائی کا مقام ہر حق سبحانہ دوستوں کو دار السلام (جنت) میں جمع کرے اور ملاقات کہ جس کے بعد جدائی نہ ہو عطا فرمے اندر قریب مجیب (بیشک قریب دار قبول کرنا والا ہے)۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”میں ایک روز مراقبہ میں لطیفہ قلبیہ کی طرف متوجہ تھا، ایسا ظاہر ہوا کہ صغیری
 دل کے اندر ایک اور دل ہے اور اس دل کے اندر دوسرا دل ہے اسی طرح پانچ چھ دل آئینہ کے عکس کی
 مانند جو کہ دوسرے آئینہ میں نظر آتا ہے نمودار ہوتے اور چھٹے قلب میں ایک ایسی وسعت پائی کہ اگر زمین
 و آسمان اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو اس میں ڈال دے تو ہر گز اس میں کوئی تنگی نہ ہوگی اور خاص الخاص
 تجلی مشہور ہوئی اور اسی طرح ایک ایسی فنا بھی لاحق ہوئی کہ جس سے اوپر (اور فنا) متصور نہیں ہے۔“
 جان لیں کہ یہ دید بہت اعلیٰ ہے اور آپ یہاں موجود ہوتے تو واضح طور پر اس (مقام) کی بعض خصوصیات
 بیان کی جاتیں، اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ ہوا، اللہ عزوجل (اے اللہ! اور زیادہ کر) اور تجلی خاص
 الخاص میں کیا کلام ہے کہ یہ قلب و لکن یسعی قلب عبدی المؤمن (اور لیکن میں اپنے مومن بندہ کے دل میں
 سماتا ہوں) کے شرف کے ساتھ مشرف ہے اور فنا تجلی کے موافق ہے جس قدر تجلی خاص ہوگی فنا میں بھی خصوصیت
 ہوگی، اور آپ نے اپنی والدہ کے حالات میں سے خطرہ دل کے دور ہو جانے اور اس کے دماغ میں ظاہر ہونے
 کی بابت جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، عورتوں کے گروہ میں اس قسم کے احوال غنیمت ہیں وہ اپنے کام میں مشغول
 رہیں اور ترقی کی طالب رہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوبات

سعادت و نقابت پناہ میر عمار کے نام اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انہوں نے واجب تعالیٰ کے
 موجود ہونے کی حقیقت اور ممکنات کے ساتھ اس کی نسبت کے بارے میں کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ العلیٰ العلام والصلوة والسلام علی رسولہ وجیبہ
 سید الانام وعلیٰ الہ الکرام وحبیب العظام، امان بعد، سیادت و نقابت پناہ میر عمار نے اس ولفکار
 درویش سے واجب الوجود جل شانہ کے موجود ہونے کی حقیقت اور ممکنات کے ساتھ اس کی نسبت کے
 بارے میں دریافت کیا تھا، اس بارے میں کچھ معلوم تھا قید تحریر میں لایا گیا ہے اچھی طرح غور فرمائیں۔
 موجود حقیقی تعالیٰ و تقدس ایک سے زیادہ نہیں ہے اور جو اسوہ جو کہ عالم سے موسوم ہے موجود نامعلوم،
 یعنی افراد عالم کے خلائق عبادات ہیں جو کہ کمالات و جوی بے گمانہ کاس کے ذریعہ ان کے آئینوں میں ایسے دکھائے
 جاتے ہیں (گویا) کہ موجود ہیں و تحسبہم القاطن و ہمدون (اور تو ان کو جاکتا ہو اگما کرتا ہے حالانکہ
 وہ سورہ ہیں) یہ امر ہے کہ وجود ہر خیر و کمال کا مبداء ہے اور عدم ہر شر و نقص کا منبع ہے پس خیر و کمال

سب اس تعالیٰ شانہ کی بارگاہِ قدس کی طرف لوٹتا ہے (اور) شر و نقص سب کا سب ممکن کی طرف راجع ہے آیت کریمہ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنْ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ [جو بھلائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے] اس معنی کی تائید کرتی ہے، آپ سُن لیں کہ جب ممکنات کے حقائق کی حقیقت وہ عداوت ہیں جو کہ وجود کے کمالات کے انعکاس سے موجود نمایں گئے ہیں تو عالم کا وجود ایک ایسے مرتبہ میں ہوگا جو کہ مرتبہ وسم کے مشابہ ہوگا اور اس کا وجود واجب تعالیٰ کے وجود کے بالمقابل موجودات و محیلات میں داخل ہوگا، آیت کریمہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ [ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس (اللہ تعالیٰ) کی ذات کے] اس پر دلیل ہے، اور یہ جو میں نے کہا کہ مرتبہ وسم کے مشابہ ہے یہ اس لئے ہے کہ وسم کے دور ہو جانے سے (یہ) دور نہیں ہوتا اور ابدی معاملہ اور دائمی ثواب اس کے ساتھ وابستہ ہے پس واجب جل و علا کے ساتھ عالم (کائنات) کی نسبت موجود کے ساتھ موموم کی نسبت کی مانند ہے اور (یہ) معلوم ہے کہ موموم کے لئے موجود کے ساتھ کوئی تضاد نہیں ہے اور موموم سے موجود کے لئے کوئی حدود نہایت ثابت نہیں ہے کیونکہ موجود ایسے مرتبہ میں ہے کہ موموم کا اس مرتبہ میں کوئی نام و نشان نہیں ہے ۵

خوشتر آں باشد کہ ستر دلبراں گفتم آید در حدیث دیگران

[بہتر ہے کہ مجھوں کا راز دوسروں کے الفاظ میں کہا جائے]

جو موموم دائرہ کہ نقطہ جوالہ (گھومنے والے نقطہ) سے پیدا ہوا ہے اس دائرے کے حدوث (پیدا ہونے) سے اس نقطہ کے لئے کوئی حدود نہایت ظاہر نہیں ہوتی ہے، نہیں کہہ سکتے کہ نقطہ دائرے کے بائیں جانب ہے یا اس کے بائیں جانب یا اس کے اوپر یا اس کے نیچے یا آگے یا پیچھے ہے اور نہیں کہہ سکتے کہ نقطہ عین دائرہ ہے یا اس میں داخل ہے یا اس سے خارج ہے متصل ہے یا منفصل ہے کیونکہ نقطہ کیلئے نسبت مذکورہ ان اشیاء کے ساتھ ہے جو کہ نقطہ کے مرتبہ میں موجود ہیں اور دائرہ کا اس مرتبہ میں ہرگز کوئی وجود نہیں ہے اگر وجود ہے تو وسم میں ہے اور پس اور نقطہ موجود ہے پس دائرہ کا حدوث (پیدا ہونا) نقطہ کی تجدید کا سبب نہیں ہوگا اور ان دونوں کے درمیان تضاد دور ہو جائے گا اور جب تواچی طرح غور کرے تو معلوم ہو جائے گا کہ دائرہ روشنی و تابانی اور تمام صفات سے جو کچھ رکھتا ہے اگرچہ وسم (کے درجے) میں ہو نقطہ سے رکھتا ہے، ۵

تیا ورم از خانہ چیزے نخست تو داری ہمہ چیزوں چیزتست

[ابتداء میں گھر (عالمِ عدم) سے کوئی چیز نہیں لایا تو نے ہی ہر چیز دی ہے اور میں (بھی) تیری ہی چیز ہوں]

ان کے درمیان بُعد و مسافت مفقود ہے اور قرب کے بارے میں تو جو کچھ کہے دائرہ کا نقطہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔
لے کمان و تیر ہا بر ساختہ صید نزدیک و تو دور انداختہ

[لے وہ شخص کہ جس نے کمان اور تیروں کو اٹھایا ہوا ہے شکار نزدیک ہے اور نوٹے (تیر) دور بھیجا ہے]
پس قرب و معیت و احاطہ ثابت ہوگا لیکن (یہ) موجود کو موبہم کے ساتھ معیت و احاطہ کی قسم سے ہوگا
اور اس احاطہ و معیت میں کوئی محذور (ایسی بات جس سے بچا جائے) نہیں ہے البتہ محذور موجود کے لئے
اور موجود کے ساتھ اس نسبت کے اثبات میں ہے۔ اور یہ جواب آپ نے لکھا ہے کہ ”بعض حضرات اس بات پر
ہیں کہ ان اللہ بکل شیء محیط [بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے] کے اعتبار سے ہر جگہ وہی ہے“
میرے محذور! اگر انہوں نے اس احاطہ سے جسم کا احاطہ جسم کے ساتھ سمجھا ہے جیسا کہ لفظ ”ہر جگہ“
وہی ہے“ سے اس کا پتہ چلتا ہے تو بہت غلط ہے کیونکہ اس سے مکان کا اثبات ہوتا ہے، اور اگر احاطہ سے
ان کی مراد وہ ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے اور ”ہر جگہ وہی ہے“ سے ”ہر جگہ اس کا ظہور ہے“ مراد لیتے ہیں تو
قابل تسلیم ہے اور یہ جواب انہوں نے بعض سے نقل کیا ہے کہ ”وہ تعالیٰ و تقدس عالم سے ماسوا ہے اور علم
اُس سے خالی ہے“ یہ بھی خدشہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ عالم سے
خارج ہو اور حالانکہ یہ بات مسلم ہے کہ وہ عز و جبرمانہ نہ عالم میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے متصل
ہے نہ منفصل ہے۔ اور انہوں نے احاطہ علمی پر جو یہ اعتراض کیا ہے کہ آیت کریمہ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ
الْحُلُمُومَ الْآلَاءِ [پس جس وقت جان حلق تک پہنچتی ہے] میں علم کا نام نہیں ہے تو یہ محل کلام ہے کیونکہ
آیت کریمہ میں اگرچہ علم کی تصریح نہیں ہے لیکن علم پر محمول کر کے وَفَعْنِ أَقْرَبَ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ [ہم
اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں] باعتبار علم مراد لے سکتے ہیں۔

اور یہ جواب آپ نے لکھا ہے کہ ”علم الہی کو مخلوق کی بصارت کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے تو پھر
وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ [اور لیکن تم نہیں دیکھتے ہو] کس طرح درست ہوگا“ (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ احاطہ علمی
مان لینے کی صورت میں و لکن لا تبصرون درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق کے دیکھنے میں نہیں آتا
اس لئے کہ شئی کا شئی سے سلب ثبوت کے ممکن ہونے کا تقاضا نہیں کرتا۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”ایک
جماعت یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ اس تعالیٰ و تقدس کی ذات ایک دریا ہے اور عالم اُس دریا کا حجاب (بلبلہ)
ہے الخ“ اس عبارت سے زمین بلا تکلف اس طرف جاتا ہے کہ واجب تعالیٰ کی حقیقت ممکن کی حقیقت
کے ساتھ متحد ہے کیونکہ حجاب (بلبلہ) کی حقیقت پانی ہے اور دریا کی حقیقت بھی پانی ہے اور دونوں ایک
ہی مرتبہ میں موجود ہیں، حجاب کے وجود کی وجہ دریا کے وجود کے مرتبہ میں ہے اور اسی طرح یہ جو اوپر مذکور ہوا

کہ بعض حضرات اس بات پر ہیں کہ ہر جگہ وہی ہے تو یہ حضرات وحدت (وجود) کے قائل اور اتحاد کی خبر دینے والے ہیں۔ میرے مخدوم! جو لوگ کہ وحدت وجود کے قائل ہیں وہ حق جل و علا کو مطلق کہتے ہیں اور مخلوق کو اس مطلق کی تقييدات کہتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ مفید و مطلق کے درمیان حمل (وجود) کو صحیح ماننے کی صورت میں ان دونوں کے درمیان اتحاد کی نسبت موجود ہے لیکن یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر مطلق کو مفیدات کے مراتب میں منحصر جانتے ہیں اور اس کے لئے جدا وجود ثابت نہیں کرتے جیسا کہ اکثر محد لوگ اس کے قائل ہیں تو لازم آتا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ وجود اور تمام صفات کمال میں ممکن کا محتاج ہو جیسا کہ کلی طبیسی جو کہ اپنے افراد میں منحصر ہے وہ اپنے وجود میں افراد کی طرف محتاج ہے بلکہ حقیقت میں یہ واجب تعالیٰ کی نفی ہے اور اگر یہ حضرات مرتبہ اطلاق کو مراتب تقييدات کے ماوراء ثابت کرتے ہیں اور مطلق کو وجود اعلیٰ کہتے ہیں تو ان کے درمیان دوئی کی نسبت ثابت ہو جاتی ہے اور وحدہ وجود باطل ہو جاتی ہے لان الالٰثین متغایرات (اس لئے کہ دو چیزیں مختلف ہوتی ہیں) اشکال کی دوسری صورت کو اختیار کئے بغیر اس اشکال کی تہ کو نہیں پہنچ سکتے اور اس صورت میں وحدت وجود کا حکم لگانا وجود کے ظہورات کے مختلف ہونے کے اعتبار سے ہے جیسا کہ کوئی شخص آئینہ میں زبیدی منعکس ہونے والی صورت دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے زبیدی آئینہ میں دیکھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کے مظہر کو مختلف ہونے کے باوجود آئینہ داری (عکس و صورت) کے تعلق سے عین شئی کہہ سکتے ہیں پس ہمہ اوست (سب کچھ وہی ہے) کے معنی ہمہ ظہور اوست (سب کچھ اسی کا ظہور ہے) ہوں گے، اور چونکہ شئی کے مظاہر ایک وجہ سے عین شئی ہیں اور ایک وجہ سے غیر شئی ہیں (اس لئے) محب کی نظر میں غلبہ محبت کے باعث عینیت کی وجہ نظر آتی ہے اور غیریت کی وجہ چھپ جاتی ہے اس لئے وہ عینیت کا حکم لگا دیتا ہے اور نیز وحدت وجود کے مسئلہ پر لازم آتا ہے کہ جب ممکن کی حقیقت حق تعالیٰ اور وجود صرف ہو تو پھر شر و نقص جو کہ امکان کا لازمہ ہے اس کا بفع کیا ہوگا اور بغاوت و سرکشی جو کہ نفس امارہ کی فطرت میں موجود ہے کہاں سے آئی کیونکہ وجود (تو) خیر محض اور کمال صرف ہے وہ شر و نقص کا بعد اگس طرح ہوگا۔ اگر (یہ) کہیں کہ کسی چیز میں شرارت و نقص ذاتی نہیں ہے اگر ہے تو نسبتی و اعتباری ہے کفر و معاصی ایمان و طاعات کے اعتبار سے بُرے ہیں جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے۔

بہ کفر و باسلام یکساں نگر کہ ہر یک زدیوان اور فترت
 (تو کفر اور اسلام دونوں) کو یکساں دیکھ کیونکہ ہر ایک اس کے دیوان کا ایک دفتر ہے
 اور یہ فی نفسہ کمال کی صفات سے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

پس بڑی مطلق تباہ شد در جہان بدیہ نسبت باشد آن را ہم بدان

[پس دنیا میں برائی مطلقاً نہیں ہے، بُرا نسبت سے ہوتا ہے تو اس کو بھی جان لے]

میں کہتا ہوں کہ یہ قول بظاہر نصوص کے مخالف ہے حق تعالیٰ نے کفر و معصیت کو سیئہ (برائی) فرمایا ہے اور اس پر سار و بیس (بُرا و خراب) کے لفظ کا اطلاق کیا ہے اور برائی سے عام مراد ذاتی برائی ہے نہ کہ نسبتی۔ اعتباری اور نیز اگر کفر میں ذاتی حُسن ہوتا تو اس کا مرتکب اشد عذاب کا مستحق کیوں ہوتا اور مغفرت کا نہ ہوتا اور رحمت سے مایوسی جو کہ نصوص میں آئی ہے اس کے حق میں کس طرح ہوگی اور کفر و اہل کفر کے ساتھ حق تعالیٰ کی ذاتی عداوت کس وجہ سے ہوگی، اس کفر و معصیت کا ذاتی حُسن آخر کار فائدہ کیوں نہیں پہنچاتا اور رحمت و مغفرت کی طرف کیوں نہیں لانا اور ذاتی دشمنی کے مانع کیوں نہیں آتا جس شخص نے قرآن مجید کا تصور اس ابھی مزہ چکھا ہے اور اس کے اسلوب سے ذرا بھی مناسبت حاصل کی ہے کفر کے اچھا ہونے کا حکم اگرچہ ایک وجہ سے ہی ہو سکتا ہے نہ کہ اس کی ذاتی برائی و شر کا حکم لگانا کیونکہ نفرت و لعنت و تاراج و غصہ اور رحمت سے مایوسی (کفر کے) بُرا ہونے کی دلیل ہے اور یہ چیزیں حُسن کے ساتھ جمع نہیں ہوتیں، اگر ارباب سُکر اس قسم کی خلافِ شرع باتیں کریں تو بظاہر معذور ہونگے لیکن مقلد کے لئے گرفت کا مقام ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۰۹

۱۴۵

شیخ حسین منصور کے نام فنائے نفس و تجلی صفات و ذات اور فانی کے رجوع و عدم رجوع کی تحقیق میں اور اس بارے میں کہ فنائے قلب نفسِ امارہ کی اصلاح کو شامل ہے اگرچہ وہ اطمینان تک نہ پہنچے اور نماز کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوبِ مرغوب پہنچ کر مسرت کا سبب ہوا چونکہ دوستوں کی سلامتی اور صبح و سجدہ احوال و کیفیات پر مشتمل تھا اس لئے مزید خوشی بخشی۔ صبح لے وقت تو خوش کہ وقت ماحوش کردی [اے وہ شخص کہ جس نے ہمارے وقت خوش کیا تو وقت ہی خوشی میں گزرے] آپ نے لکھا تھا کہ فنا کا معاملہ اس مقام تک پہنچ گیا ہے کہ وجود و توابع وجود کو اصل کے سپرد کر دیا ہے اور عدم کے احکام عدم کو بھیج دیئے ہیں اور عین و اثر نازل ہو گئے ہیں فی الحال جو نسبت کہ اس میں ہے وہ کان اللہ ولم یکن معہ شیء واللہ کان [اللہ تعالیٰ تھا جبکہ اس کے ساتھ کوئی

چیز نہیں تھی اور اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا [پر ہے] اس حالت اور باطن کی مغلوبی کے باوجود ظاہر پوری طرح شریعت منورہ کے مطابق ہے، احکام کے دائرہ سے باہر نہیں جانے دیا جاتا۔ میرے مخدوم! آپ نے جو کچھ لکھا ہے صحیح احوال ہیں اور اس حال کے غلبہ کے اوقات میں شرعی احکام و آداب پر استقامت اللہ تعالیٰ جل شانہ کی بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے اس عنایت کا شکر بحالائیں اور یہ جو بزرگوں نے کہا ہے ع

می باش و مباحش شکل این است [رہ اور مت رہ شکل یہ ہے]

اسی معنی میں ہے یعنی ظہور فنایت و عدمیت کے وقت بندگی کے احکام کو ترک نہ کرے، لوازم بندگی کے ظہور اور احکام شرعی کی بجا آوری کے لئے رہ اور اپنے لئے مت رہ اور اپنی ذات کے عدم ہونے پر مطلع ہو جا اور اپنی نفی کرے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ہر چیز میں رحمت ہے لیکن عشق میں رحمت نہیں ہے قتل کرتے ہیں اور مقتول سے ریت طلب کرتے ہیں یعنی عاشق بیچارہ کو قتل کرتے ہیں اور اس کو اس سے لے لیتے ہیں اور بندگی کے احکام کو اس سے معاف نہیں کرتے۔ یہ حالت کہ جس کی آپ نے خبر دی ہے فنائے نفس سے تعبیر کی جاتی ہے اور تجلی صفات کا نتیجہ ہے اگرچہ اس کی تکمیل تجلی ذات کے پرتو کے بغیر نہیں ہے کیونکہ عدم مفید کا عدم مطلق کے ساتھ ملحق ہونا تجلی ذات کا اثر ہے جیسا کہ عدم کے آئینہ میں منعکس ہونے والے کمالات و صفات کا اپنے اصول کے ساتھ الحاق تجلی صفات کے کمال سے ہے کیونکہ تجلی صفات کی اصل یہ ہے کہ اپنے صفات و کمالات کو صفات و کمالاتِ اہل تعالیٰ کے ظلالی جانے جانا چاہئے کہ ہر کمال کی تکمیل اوپر کے مقام کے ظہور کے ساتھ ہے پس تجلی صفات کی تکمیل تجلی ذات کے پرتو کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی اور فنائے نفس جو کہ تجلی صفات کا نتیجہ ہے اس کا کمال تجلی ذات کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اور بزرگوں نے کہا ہے کہ یہ تجلی برقِ خاطر (نگاہ کو خیرہ کر دینے والی تجلی) کی مانند ہے یعنی اریاب تجلی صفات کے منتہیوں کو دلدیر کے لئے تجلی ذات صفات کے پردہ کے بغیر ظاہر ہوتی ہے اور سالک کو آفاق و انفس کی قید سے رہائی دیتی ہے پھر صفات کے پردہ میں آجاتی ہے شیخ علاؤالدین قدس سرہ اس مقام کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔ رباعی

آن دہم بود کز تو دونی بر خیزد امکان و حدث ہر دو گونی بر خیزد
گر لطف خدا در رسد از لہو و لب شاید کہ دے از تو دونی بر خیزد

[یہ وہم ہے کہ تجھ سے دونی (پوری طرح) اٹھ جائے، امکان و حدث دونوں تجھ سے اٹھ جائیں، اگر اندازہ عنایت اللہ تعالیٰ کا لطف آپہنچے تو شاید کہ کچھ دیر کے لئے تجھ سے دونی اٹھ جائے]۔

اور ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے نزدیک یہ تجلی برقی دائمی ہو جاتی ہے اور جو دوسروں کے لئے بجلی کی مانند ہے ان کے لئے دائمی ہے بلکہ تجلی برقی حقیقت میں تجلی ذات تعالیٰ نہیں ہے شیونات ذات میں سے کسی شان کی تجلی ہے جو کہ جلدی چھپ جانے والی ہے اور ذات جب تجلی فرماتی ہے تو اس کے لئے چھپنا نہیں ہے۔ اصل معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ صفات کے مقام میں قرار رکھتے ہیں اور اس کی انتہائیں نہیں پہنچے ہیں یہ تجلی ان کے حق میں برقی ہے کبھی صفات کا پردہ درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور کبھی پردہ میں آجاتی ہے لیکن جس شخص نے کہ صفات کے مقام سے پوری طرح نکل کر اس سے اوپر کے مقام میں قرار پا لیا ہے اس کے حق میں یہ تجلی دائمی ہے، اور یہ جو کہا گیا ہے کہ تجلی ذات کا اثر ہے کیونکہ اصل تجلی ذات اس کے ماوراء ہے حق سبحانہ اس دولت سے بھی بہرہ مند فرمائے بلکہ تجلیات سے گزار کر ذات متجلی کا گرفتار بنائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "جولت کہ نمازوں میں پیش آتی ہے (اس کو) کیا لکھے اس کے بعد آپ نے لکھا ہے "جو معانی کا اس وقت فرض نمازوں میں ظاہر ہوتے ہیں نفل نمازوں میں ان کا کوئی نام و نشان نظر نہیں آتا۔ میرے مخدوم! جو حالت کہ نماز میں پیش آتی ہے غیر حالت نماز پر فوقیت رکھتی ہے اور جولت کہ نماز میں حاصل ہوتی ہے خاص طور پر فرض نماز میں وہ کمال کی بشارت دینے والی ہے۔ نماز کو کامل طور پر ادا کرنے میں پوری کوشش ملحوظ رکھیں اور اس کے سنن و آداب کے حاصل کرنے میں سعی یلیغ کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو حجاب کہ بندہ اور خدا کے درمیان ہے وہ نماز ادا کرتے وقت دور کر دیا جاتا ہے اور اگر امام نہ ہوں تو اس کے قیام و رکوع و سجود کو طویل کرنے میں راغب رہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ سب فضیلت والی نماز وہ ہے جس میں قنوت یعنی قیام طویل ہو اور قنوت (قیام طویل) سکرات موت کو پہنکا کرتا ہے اور اگر امام ہوں تو امام کے لئے جو مقدار مسنون ہے اس پر اکتفا کریں اور مقتدیوں کا لحاظ کریں، ایک رکعت میں صورت کے تکرار کو نوافل میں جائز کیا گیا ہے اور رکوع و سجود کی تسبیحات کی تعداد کی حد سات تک ہے اور بعض روایتوں میں نو اور گیارہ تک بھی آئی ہے اور اگر اس سے بھی طویل کرنا چاہیں تو رکوع و سجود کی جو دعائیں روایات میں آئی ہیں پڑھیں اور جس قدر بھی تکرار کریں گنجائش ہے۔ عوف بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہوا پس جب آپ نے رکوع کیا تو سورۃ بقرہ (پڑھنے) کے بقدر ٹھہرے رہے اور اپنے رکوع میں سبحان ذی الجبروت و الملوک والکبریاء کہتے رہے اور ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ نے سجدوں میں بھی اس کی مانند کہا اور امام نوویؒ نے ذکر کیا کہ صحیح مسلم میں (حضرت) حذیفہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے طویل رکوع میں جو کہ سورہ بقرہ و آل عمران و نسا کی قرأت کے قریب تھا سبحان ربی العظیم پڑھا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس (رکوع) میں سبحان ربی العظیم کا تکرار فرماتے رہے جیسا کہ سنن ابوداؤد وغیرہ میں واضح طور پر آیا ہے اور صحیح مسلم سے بھی ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کاش کہ میں جان لیتا کہ اس حدیث کی اس وضاحت اور ان علماء کے قول میں تطبیق کی کیا صورت ہے جنہوں نے حکم کیا ہے کہ (رکوع و سجود میں) تسبیحات کی زیادہ سے زیادہ تعداد سات سے گیارہ تک ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ اکمل (درجہ) ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان (علماء) کے نزدیک اس حکم میں کوئی بڑی وجہ اور مغیرہ نہ ہے۔“

آپ نے پوچھا تھا کہ ”کسی بزرگ سے منقول ہے ما رجع من رجع الا من الطريق ومن وصل لا يرجع [جو شخص لوٹا سوائے اس کے نہیں کہ وہ راستہ سے لوٹا اور جو پہنچ گیا وہ نہیں لوٹتا] لیکن اگر کوئی سالک فنا کے قلبی سے مشرف ہو گیا ہو تو اس کے لئے رجوع جائز نہیں ہے یا ہے اور اسی طرح فنا کے روحی اور اس کے اوپر اخفی تک“ میرے مخدوم! صاحب فنا کے قلب سیرالی اللہ کو پورا کر کے اپنی اصل کے ساتھ واصل ہو گیا ہے اور تلویں سے (گذر کر) تمکین کے ساتھ جا ملتا ہے، امید ہے کہ اس بزرگ کے قول کے بموجب رجوع سے محفوظ ہو جائے یہی حال تمام لطائف کی فنا کا ہے البتہ صاحب عدم کے لئے کہ (عدم) جذبہ کی جہت میں فنا ہے جائز ہے کہ رجوع کرے کیونکہ وہ ابھی راستہ میں ہے اور اس کا جذبہ سلوک کے ساتھ ضم نہیں ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ (نقشبند بخاری قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف عود کرتا ہے اور فنا کے قلب ایک ایسی فنا ہے جو جذبہ و سلوک پر مرتب ہوتی ہے اسی لئے ^{۱۸۱} ہمارے حضرت عالی قدس سرہ سبحانہ بصرہ الا قدس نے اپنے مکتوبات کی تیسری جلد میں لکھا ہے کہ یہ فنا اولیاء کو نصیب ہے اور معلوم ہے کہ ولایت جذبہ و سلوک کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی کیونکہ دونوں اس کے اجزاء ہیں۔ اور نیز ان حضرت عالی (قدس سرہ) نے متعدد جگہوں میں لکھا ہے کہ اگر اس قلب لے لے کو حضرت توح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر دیدی جائے اور بعض جگہ لکھا ہے کہ اگر اس کی عمر ہزار سال کو پہنچ جائے تو اس نسیان کی بدولت جو کہ اس کے دل کو ماسوا سے حاصل ہو گیا ہے اس کے دل میں ماسوا کا خیال ہرگز نہ آئے۔ اس عبارت سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ اس صاحب فنا کے لئے رجوع (لوٹنا) نہیں ہے، اور نیز فرماتے تھے اس فنا والا تلویات سے گذر کر تمکین سے جا ملتا ہے ہاں حضرت عالی (قدس سرہ) نے مکتوبات جلد اول میں کسی ارادت مند کو لکھا ہے کہ ”تو دل کی اس سلامتی پر ہرگز دھوکا نہ کھا کیونکہ (یہ) ^{۱۸۲} رجوع کا احتمال رکھتی ہے“ اس عبارت سے ڈرتے رہنا چاہئے اگرچہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عالی (قدس سرہ) نے جلد اول

معلوم کر لیا ہو کہ وہ شخص اس سلامتی کی حقیقت کو نہیں پہنچا ہے اور اس (کی فنا) کے ناقص ہونے اور عدم وصول
 رہائی کی ہوگی اور تیز ہو سکتا ہے کہ اس وقت میں اس فانی شخص کا عدم رجوع یقینی طور پر ظاہر نہ ہوا
 اور رجوع کا احتمال ہو، اس کے بعد اس کے برخلاف ثابت ہو گیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ حضرت عالی (قدس سرہ)
 نے مکتوب الیس کے دیاوی امور میں کثرت سے مشغول ہونے کی بابت اطلاع پائی ہو اور اس سے باز
 رکھنے کے لئے لکھا ہو کہ رجوع کا احتمال رکھتا ہے اور احتمال سے وقوع لازم نہیں آتا اور احتمال کا دائرہ
 وسیع ہے اس سے باز رہنے کے لئے احتمال کو بھی گنجائش دیدی ہو، اگر یہ کہیں کہ خوفناے قلب فنا
 نفس کے بغیر ہوگی (چونکہ) نفس اس مقام میں ابھی تک اپنی رعوت و خودی و امارگی اور تمام رذائل پر
 قائم ہے تو پھر سلامتی کس طرح ہوگی اور رجوع سے تحفظ کہاں ہوگا۔ (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ قلب
 کی فنا و سلامتی کو (مان لینے) کی صورت میں نفس کی امارگی اور اس کی تمام برائیاں اس میں اثر نہیں کرتیں
 اور اس کے نسیان میں خلل نہیں ڈالتیں، اور یا ہم یہ کہتے ہیں کہ فناے قلب کے بعد نفس کا امارگی اور تمام
 رذائل پر (قائم) ہونا غیر مسلم ہے کیونکہ محسوس ہوتا ہے کہ اس فنا کے بعد نفس اپنی تیزی و تندی سے
 رہ جاتا ہے اور قلب کے حال کے مشاہدہ اور اس کے مطلوب میں فنا و مستغرق ہو جانے سے ادنیٰ یک ہمیشہ
 کی صحبت حاصل ہونے کی برکت سے اپنی بہت سی بری عادتوں سے نادم ہو جاتا اور اصلاح کی طرف آم
 ۱۸۶ ہر اگرچہ (صحبت قلب صلح نفس کو) فناے اطمینان (نفس مطمئنہ) کی حد تک نہیں پہنچاتی، اصلاح
 کی طرف کیوں نہ آئے جبکہ فناے قلب کے ضمن میں قلب کے کمال کے ساتھ متحقق ہو گیا اور اصلاح پا
 ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ فناے قلب کے ضمن میں، یہ اس لئے ہے کہ قلب انسان کے لطائف کا جامع
 بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کچھ عالم کبیر (کائنات) میں ہے وہ عالم صغیر میں کہ انسان ہے ثابت ہے اور جو کچھ
 عالم صغیر میں ہے صرف قلب میں کہ جس کو عالم اصغر کہتے ہیں موجود ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "میشک
 ابن آدم (انسان) کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جاتا ہے تو اس کا تمام جسم درست
 ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو اس کا تمام جسم خراب ہو جاتا ہے آگاہ رہو کہ وہ قلب ہے
 غیب (کا علم) اللہ سبحانہ ہی کے پاس ہے وَ تَوَقَّى كُلٌّ دِيْنَهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ (اور ہر علم والے سے اوپر سب سے
 زیادہ علم والا ہے)۔

آپ نے پوچھا تھا کہ فناے قلبی و روحی وغیرہ کے لئے خواب و بیداری میں اللہ تعالیٰ کے
 حضور دائمی ہونا لازم ہے یا نہیں۔ "جواب:۔ لازم ہے کیونکہ فنا و بقا ہمارے نزدیک دائمی
 اور جو دائم نہیں رکھتی وہ دائرہ اعتبار سے خارج ہے فنا و استہلاک کا معاملہ حضور سے بڑا اور بزرگ تر

جس جگہ کہ استہلاک و اضحلال (فنایت) ہے وہاں حضور کا اطلاق شرم ہے فنا میں ماسوا کا نسیان اور اس کا خیال نہ آنا ضروری ہے اور دائمی حضور میں ماسوا کا نسیان اور اس کا خیال نہ آنا کچھ بھی ضروری نہیں ہے، دائمی حضور ماسوا کے حضور کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسا کہ پانی جاری ہو اور خس و خاشاک بھی اس کے اوپر بہتے رہیں اور اس (پانی) کے بہنے میں خلل انداز نہ ہوں۔

آپؐ نے لکھا تھا کہ آپؐ کی سرہندی کی جانب روانگی کے وقت ایک خاتون نے آپؐ کے متعلق خواب میں ایسا ایسا دیکھا ہے کہ آپؐ نے اچھا لباس پہنا ہوا ہے اور جواہرات بھری ہوئی سونے کی زنجیر آپؐ کے دونوں پاؤں میں پڑی ہے اور اس نے (آپؐ کی) قید کیا ہوا ہے، اس خاتون نے آپؐ سے کہا کہ تو کیفیت میں تھا اور تو نے مجھ سے کہا کہ یہ پیغمبروں کا لباس ہے جو کہ پہنا ہوا ہے اور یہ زنجیر کہ (جس نے) تجھ کو قید کیا ہے پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ آپؐ جان لیں کہ پیغمبروں کا لباس گویا ان بزرگوں کی نسبت ہے کہ جس کے حاصل ہونے کی بشارت پہنچی ہے اور زنجیر ان کی شریعت ہے تاکہ آپؐ کو قید میں رکھے اور اس کی حدود باہر نہ چھوڑے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ زنجیر اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے عبارت ہو کہ جس میں آپؐ داخل ہوئے ہیں اور اس کی قید میں آئے ہیں اور اس سلسلہ کو سلسلہ الذہب کہتے ہیں اور چونکہ یہ سلسلہ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) تک پہنچا ہے اور انھوں نے نسبت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اخذ کیا ہے (اس لئے یہ بات) صادق آتی ہے کہ یہ زنجیر (سلسلہ) پیغمبروں کی ہے علیہم الصلوٰۃ والتجیات اور اس صورت ^{۱۸۳} میں لباس کی تعبیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والبرکات کی شریعت کے ساتھ بھی کر سکتے ہیں اور یہ اس مکتوب کا اخیر ہے دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ و التزم متابعت المصطفیٰ علیہ علی الصلوٰۃ والتجیات والبرکات العلیٰ۔

مکتوبات

صلح آثار عبدالحکیم (لاہوری) کے نام و خط و نقل اور نیک لوگوں کے حالات کے بارے میں تحریر فرمایا۔
لے بھائی! نا جنس اور طریقہ کے مخالف کی صحبت سے پرہیز کر اور بدعتی کی مجالس سے گریز کر،
بھی معاذ رازی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ تین قسم کے لوگوں یعنی غافل علماء اور غیر محتاط قاریوں اور جاہل
سلسلہ کسی نے کیا خوب کہا ہے

ایں سلسلہ از ظلام تابست ایں خانہ تمام آفتابست
(یہ زنجیر خالص مونے کی ہے، یہ گھر سب کا سب آفتاب ہے)

صحبتِ راجناب کر "اور جس شخص نے اپنے آپ کو برتری کی گدّی پر بٹھایا ہے اور اس کا عمل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کے موافق نہیں ہے اور وہ شریعتِ منورہ کے زیور سے آراستہ نہیں ہے قطعی طور پر اس سے دور رہ، بلکہ جس شہر میں وہ ہو اُس میں مت رہ، ایسا نہ ہو کہ دینوں کے گزرنے کے ساتھ دل کو اس سے کچھ رغبت پیدا ہو جائے اور مقصدِ اعظم میں خلل ڈال دے کیونکہ وہ اقتدار کے لائق نہیں ہے وہ ایک چھپا ہوا چور اور شیطان کا ایک جال ہے اگرچہ تو اس سے مختلف قسم کے خوارقِ عادات دیکھے اور تو اُس کو ظاہر میں دنیا سے بے تعلق پائے، جس قدر تو شیر سے بھاگتا ہے اس کی بے صحبت سے اُس سے بھی زیادہ بھاگ۔ سید الطائفہ (حضرت) جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے سب طریقے بند کر دیئے گئے ہیں سوائے اس شخص کے طریقہ کے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے اور نیز فرمایا جس شخص نے نہ قرآن مجید حفظ کیا ہو اور نہ حدیث لکھی ہو اس کا (طریقت) میں اس کی پیروی نہیں کی جائیگی کیونکہ ہمارا علم (معرفت) کتاب و سنت کا پابند ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مقربین صادقین سابقین بزرگانِ دین کے طریقہ و حقیقت کتاب و سنت کے پابند ہیں پس وہ (بزرگانِ دین) صوفیہ اور علما ہیں جو شریعت و طریقت پر عمل کرتے ہیں اور وہ نبی کریم علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں وہ اُن (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقوال و اخلاق و افعال و احوال میں ان کا اتباع کرنے والے ہیں، اللہ سبحانہ ان کی برکات سے ہمیں بھی مستفیض فرمائے۔

۱۸۴

(یہ فقیر دوبارہ لکھتا ہے کہ آدابِ نبوی میں شستی کرنے والے اور سننِ مصطفوی علی مصدّم الصلوٰۃ والسلام کے ترک کرنے والے کو سرگزر عارف خیال نہ کریں اور اُس کے ترک دنیا، قطع تعلق اور خوارقِ عادات پر فریقہ نہ ہوں اور اس کے زہد و توکل اور معارفِ توحیدی کے شیدائی نہ بنیں کیونکہ باطل فرقے مثلاً یہود و نصاریٰ اور جوگی اور برہمن ان امور میں حقانی فرقوں کے ساتھ شرکت رکھتے ہیں۔ ابو عمر بن نجید السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے ہر وہ حال جو علم کا ثمرہ نہ ہو اگرچہ وہ بہت بڑا ہو تو بلاشبہ اس کے صاحب پر اس کا ضرر اس کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔ اُن سے دریافت کیا گیا کہ تصوف کیا ہے؟ انھوں نے کہا "امروہی کے تحت صبر کرنا ہے" کام کا مدار شریعت کے اتباع پر ہے اور نجات کا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے سے وابستہ ہے، حق و باطل میں صحیح فرق کرنے والی چیز یہی پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا اتباع ہے، زہد و توکل اور دنیا سے قطع تعلق آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کے بغیر مقبول نہیں ہے اور اذکار و افکار و اشواق و اذواق آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسل کے بغیر بے نتیجہ ہیں، خوارقِ عادات کا مدار بھوکا رہنے اور ریاضت پر ہے معرفت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے

(حضرت) عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے جس شخص نے آداب میں سُستی کی اس کو سنتوں سے محرومی کی سزا دی گئی اور جس نے سنتوں میں سُستی کی اس کو فرائض سے محرومی کی سزا دی گئی اور جس نے فرائض میں سُستی کی اس کو معرفت سے محرومی کی سزا دی گئی اور اسی لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا گناہوں سے کفر میں زیادتی ہوتی ہے۔ لوگوں نے سلطانِ وقت شیخ ابوسعید ابوالخیر سے کہا فلاں شخص پانی پر چلتا ہے، آپ نے فرمایا آسان ہے ایک تنکا بھی پانی پر چلتا ہے، انھوں نے کہا فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے، فرمایا ایک چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے، انھوں نے کہا فلاں شخص ایک لمحہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں چلا جاتا ہے، فرمایا شیطان بھی ایک سانس میں مشرق سے مغرب تک جاتا ہے، اس قسم کی چیزوں کی کوئی زیادہ وقعت نہیں ہے۔ مردِ (حق) وہ ہے جو مخلوق کے درمیان بیٹھے، لین دین کرے اور شادی کرے اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھے اور ایک لحظہ اپنے خدا عزوجل سے غافل نہ ہو۔

لوگوں نے امام اولیاء ابوعلی رودباری (قدس سرہ) سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو مولعب کی چیزیں (گانا بجاتا) سنتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرے لئے حلال ہے کیونکہ میں ایسے درجہ تک پہنچ گیا ہوں کہ احوال کا مختلف ہونا مجھ میں تاثیر نہیں کرتا، آپ نے جواب میں فرمایا ہاں پہنچ گیا ہے لیکن جہنم میں پہنچا ہے۔

ابو سلیمان دارانی قدس سرہ فرماتے ہیں اکثر قوم (صوفیہ) کے نکتوں میں سے کوئی نکتہ میرے دل میں آتا رہتا ہے تو میں اس کو دو عادل گواہوں یعنی کتاب و سنت کے بغیر قبول نہیں کرتا۔

ہم آج یہ کہ بدعتی لوگ دوزخیوں کے گئے ہیں۔ اور نیز (حدیث شریف میں) آیا ہے کہ جس شخص نے کسی بدعت پر ۱۸۵ عمل کیا شیطان عبادت میں اس کے ساتھ تخلیہ کرتا ہے اور اس پر خشوع و گریہ طاری کر دیتا ہے اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ صاحبِ بدعت کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز نہ صدقہ نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ کوئی اور فرض اور نہ کوئی نفل قبول کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے جیسا کہ گندے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔

شیخ علی بن بکر قدس سرہ نے معارج الہدایہ میں فرمایا کہ تو اس بات کو حق جان لے اور سچی سمجھ لے کہ ہر انسان کا حسن و کمال و زینت و جمال تمام امور میں بلحاظ ظاہر و باطن اصول و فروع، عقل و فعل، عادت و عبادت، اخلاق و اطوار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے کامل اتباع میں ہے کیونکہ تمام سعادتیں سنت کے اتباع یعنی اخلاص کو ملحوظ رکھتے ہوئے اوامر کے بجالانے اور خوف کو ملحوظ رکھتے ہوئے منہیات کو برا جانے (یعنی ان سے بچنے) میں ہیں بلکہ اپنے تمام افعال و اطوار و حرکات و سکنات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نقوش قدم پر چلنے میں ہیں یہاں تک کہ نفس کو شریعت کی لگام دی جائے اور قلب میں حقیقت کے حقائق جلوہ نما ہوں، اور یہ بات اس کے بغیر

حاصل نہیں ہوتی کہ بُری عادتوں سے سنت کے قانون کے مطابق قلب کی صفائی کی جائے اور ذکر و تلاوت و معرفت اور اچھے اخلاق کے ساتھ اس (قلب) کو متور کیا جائے اور اس میں اس طرح اعتدال پیدا کیا جائے کہ اعضاء کی تمام حرکات اعتدال کے طریقہ پر جاری ہوں یہاں تک کہ اس میں ان (امور) کے ساتھ اعتدال کی ہیئت پیدا ہو جائے وہ حقائق کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے اور عنایات الہی کی ہوا کے جھونکوں کی صلاحیت پیدا کر لے جو کما حسن طریق کے سلوک کے لئے مخصوص ہیں۔ یہ ہے جو انھوں نے کہا ہے، اور اگر کوئی گناہ واقع ہو جائے تو توجہ جلدی اس کا تدارک توبہ و استغفار کے ساتھ کر پوشیدہ گناہ کے لئے توبہ پوشیدہ کر اور علانیہ گناہ کے لئے توبہ علانیہ کر اور توبہ کو دوسرے وقت پر نہ رکھ۔ اور منقول ہے کہ کرنا کا تین (اعمال) لکھنے والے فرشتے گناہ کے لکھنے میں تین ساعت تک توقف کرتے ہیں، اگر گناہ کرنے والے نے اس عرصہ میں توبہ کر لی تو وہ اس گناہ کو نہیں لکھتے ورنہ نامہ اعمال میں درج کر دیتے ہیں۔ جعفر بن سان قدس سرہ فرماتے ہیں جس گناہ کا توبہ از تکاب کیا ہے اس سے توبہ کرنے سے تیرا غفلت کرنا اُس کے از تکاب سے زیادہ بُرا ہے اور اگر اس قدر جلدی سے توبہ میسر نہ ہو تو غرہ (موت کے وقت حلق سے نکلنے والی آواز) کا معاملہ پہنچنے سے پہلے جب بھی توبہ کر لے مقبول ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ دن کے وقت گناہ کرنے والے کی قبول کرے اور دن کے وقت اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ رات کے وقت گناہ کرنے والے کی توبہ قبول کرے۔ چاہئے کہ پرہیزگاری و تقویٰ کو اپنا شعار بنائے، ممنوعات و مشتبہات میں قدم نہ رکھے کیونکہ اس راستہ میں منہیات کے از تکاب سے پہلے اُن سے باز رہنا اور ادا کرنا ترقی بخشنے اور فائدہ دینے والا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ نیک اعمال ہر نیک و بد آدمی کرتا ہے لیکن گناہوں سے صدیق ہی بچتا ہے۔ (حضرت) معروف کرخی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ تم اپنی آنکھوں کو بند رکھو اگرچہ ایک مادہ بکری ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کل ریاضت کے روز اللہ تعالیٰ کے جلیس وہ لوگ ہیں جو دنیا میں پرہیزگاری اور زہد کرنے والے ہیں۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ پرہیزگاری آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا مقبول ہے اور پرہیزگاری کی طرف ہر یہ بھیجا مقبول ہے اور پرہیزگاری آدمی کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے اور اس کے ساتھ بات چیت کرنا نیکی ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ پرہیزگاری آدمی کی دو رکعت مختلط رکعت کرنے والا یعنی غیر ختمی کی ہزار رکعت سے افضل ہیں، اور جس امر میں کہ تیرا دل توقف کرے تو اس کو چھوڑ دے اور اس کا مرتکب نہ ہو اور نفس کے فتویٰ پر مت چل اور تردد والے امور میں دل کو مفتی بنا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے نیکی وہ ہے جس کی طرف نفس کو سکون نہ ہو اور قلب کو اس کی طرف اطمینان ہو اور گناہ وہ ہے

جس کی طرف نفس کو سکون ہو اور قلب کو اس کی طرف اطمینان نہ ہو اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتویٰ دیدیں۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے پس تو اس چیز کو جو تجھے شک میں ڈالے اس چیز کے لئے چھوڑ دے جو تجھے شک میں نہ ڈالے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ شک آجائے اور دل توقف کرے اس کو چھوڑ دینا چاہئے اور اگر شک نہ آئے تو (اُس کا) ارتکاب معاف ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں حلال کر دیا ہے اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کر دیا ہے اور جس سے سکوت فرمایا وہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو معاف کر دیا گیا ہے جو شخص کہ مشتبہ امور میں مبتلا ہو جائے اس کے لئے تمیز کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کو اپنے سینہ یا دل پر رکھے اگر (اُس کو) ساکن پائے تو اس پر عمل کرے اور اگر مضطرب پائے تو اپنے آپ کو اس سے باز رکھے۔ حدیث نبوی علی مصدر ہا لصلوۃ والسلام میں آیا ہے کہ تیرا نفس تجھ کو فتویٰ دیتا ہے تو اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ پس بیشک وہ لہلال کے متعلق سکون حاصل کرے گا اور حرام کے متعلق اضطراب پائے گا، تو اس چیز کو جو تجھے شک میں ڈالے اس چیز کے لئے چھوڑ دے جو تجھے شک میں نہ ڈالے اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتویٰ دیدیں، بیشک تو میں مغیرہ گناہ کو اس خوف سے چھوڑ دیتا ہے کہ مبارک کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو جائے۔ اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ تو اپنا ہاتھ اپنے دل پر رکھ پس بیشک دل حلال کے متعلق سکون پاتا ہوا آئے۔ اپنی تمام طاعات و عبادات کو قابلِ تہمت جانے اور اپنے آپ کو اس کا حق ادا کرنے سے قاصر سمجھے۔ ابو محمد بن منذر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر قسم کی عبادات میں پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: الصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُقِيقِينَ وَالْمُتَّعِفِينَ بِالْأَمْعَارِ ۝ ۱۸۷

لوگ صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، عاجزی کرنے والے، خرچ کرنے والے اور اخیر شب میں گناہوں کی معافی مانگنے والے ہیں۔ (اس آیت کریمہ میں) اللہ تعالیٰ نے تمام مقامات کو استغفار کے مقام پر ختم فرمایا ہے۔ بدو اپنے تمام افعال و احوال میں اپنا قصور دیکھے پس اس کو چاہئے کہ ان سب افعال سے معافی مانگ کرے۔ (حضرت) جعفر بن ستان قدس سرہ فرماتے ہیں کہ عبادت گزاروں کا اپنی عبادت کی سب گنہگاروں پر تکبر کرنا ان کے گناہوں سے زیادہ بُرا اور ضرر رساں ہے۔ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو (رمضان المبارک) عشرہِ اوخر میں جامع مسجد کے باہر دیکھا پس ان سے کہا گیا کہ وہ کیا چیز پر جس نے کو مسجد سے نکالا؟ آپ نے فرمایا: قرآن و اذان کے پاس اُن کی عبادت کی تعظیم کے مشاہدہ نے۔ لہٰذا اپنی اولیٰ اہل و عیال کی روزی کے لئے کوئی کسب مثلاً تجارت وغیرہ اختیار کرے تو کوئی مضائقہ

نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے کیونکہ سلف نے اس کو اختیار کیا ہے اور احادیث میں کسب کے فضائل بکثرت ہیں اور اگر توکل اختیار کرے تو یہ بھی اچھا ہے لیکن بشرطیکہ کسی سے طمع نہ رکھتا ہو۔ محمد بن سالم سے ایک شخص نے پوچھا کیا ہم کسب کے ساتھ بندگی میں لے جاتے ہیں یا توکل کے ساتھ؟ تو انھوں نے فرمایا ”توکل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال ہے اور کسب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے اور بیشک کسب اس شخص کے لئے سنت ہے جس کو توکل کی حالت سے کمزوری لاحق ہو جائے اور کمال کے اُس درجہ سے گرجائے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال ہے پس جو شخص توکل کی طاقت رکھتا ہے اس کے لئے کسب مباح ہیں ہے لیکن وہ کسب معاشرت کرے کسب اعتماد نہ کرے، اور جو شخص توکل کے اُس حال سے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حال ہے کمزور ہو جائے اس کے لئے معاش و کسب کا طلب کرنا مباح کر دیا گیا ہے تاکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے درجہ سے نہ گرجائے جیسا کہ وہ آپ کے حال سے گرجا ہے۔ ابو محمد بن منازل فرماتے ہیں کسب کے ساتھ تفویض (اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا) اس (کسب) کے اس (تفویض) سے خالی ہونے سے بہتر ہے، اور کھانا کھانے میں اعتدال کا خیال رکھے نہ اس قدر کھائے کہ عبادت میں سستی پیدا ہو اور بے مزہ کرے اور نہ اس قدر کمی کرے کہ اذکار و طاعات سے عاجز رہ جائے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ”اچھی غذا کھا اور کام کو اچھی طرح مختصر یہ کہ مدار عبادت پر ہے جس قدر (خوراک) کہ اس کی مددگار ہے مبارک ہے اور جو چیز اس معاملہ میں خلل ڈالتی والی ہے منع ہے اور جن افعال و حرکات کا قصد کرے ان سب میں نیت کو ملحوظ رکھے کسی بھی کام میں جب تک اچھی نیت حاصل نہ ہو جہاں تک ممکن ہو مشغولی نہ کرے اور گوشہ نشینی و خاموشی کی طرف راغب رہے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حکمت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے گوشہ نشینی ہیں ہیں اور ان میں سے ایک خاموشی میں ہے اور لوگوں کے ساتھ میل جول ضرورت کے مطابق رکھے اور تمام اوقات کو مراقبہ و اذکار میں بسر کرے، کام کرنے کا وقت ہے صحبت رکھنے مجلس قائم کرنے کا وقت آگے آنے والا ہے، سوائے اُس صحبت کے جو فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کے لئے ہو کہ وہ محمود بلکہ ضروری اور اسی طرح اہل طریقہ کے ساتھ صحبت رکھنا بھی ایک دوسرے میں فانی ہونے اور یکدیگر باتیں درمیان میں نہ لانے کی شرط کے ساتھ مستحسن بلکہ بعض اوقات میں گوشہ نشینی سے افضل ہے اور طریقہ کے مخالف کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہئے اور ہر نیک و بد کے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے، باطن خواہ (اس سے) خوش ہو یا ناخوش ہو، اور جو شخص عذر کے ساتھ پیش آئے اس کا عذر قبول کرے اور اچھا اخلاق رکھے کسی پر اعتراض کرنے سے پرہیز کرے اور نرم و مناسب بات کہے اور خدا سے غرور کے (حق کے) علاوہ

کسی شخص کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے۔ شیخ عبداللہ ربایانی قدس سرہ نے کہا ہے کہ درویشی نہ نماز و روزہ ہے اور نہ راتوں کو جاگنا ہے، یہ تو سب بندگی کے اسباب ہیں درویشی کسی کو رنج نہ پہنچاتا ہے اگر تو یہ حاصل کر لے تو واصل ہو جائے۔ لوگوں نے محمد بن سالم (رحمہ اللہ) سے پوچھا مخلوق میں سے اولیاء اللہ کو کس چیز سے پہچانا جاتا ہے انھوں نے فرمایا اُن کی زبان کی نرمی، حُسنِ اخلاق، کشادہ روی، سخاوتِ نفس، قلتِ اعتراض، عذرا لوں کا عذر قبول کرنے اور تمام مخلوق پر خواہ وہ نیک ہوں یا بد، کامل شفقت سے (پہچانا جاتا ہے)۔ ابو عبداللہ احمد مرقی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جو ائمہ دیوبند ہیں کہ جس شخص سے تو بغض رکھتا ہے اس کے ساتھ حُسنِ اخلاق سے پیش آئے اور جسے تو ناپسند کرتا ہے اس کے لئے مال خرچ کرے اور جس شخص سے تیرا دل نفرت کرتا ہے اس کے ساتھ خوب میل جول رکھے۔ اور بات کرنے میں کم گوئی کو ملحوظ رکھنا چاہئے اور زیادہ سوتا اور زیادہ ہنسنا نہیں چاہئے (کہ یہ) دل کو مردہ کرتا ہے اور اپنے تمام امور کو حق تعالیٰ کے سپرد کر دے اور خود بندگی میں مستغرق رہے تاکہ تو امور کی تدبیر سے فارغ رہے۔ اور سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی قدس سرہ) نے کیا اچھا فرمایا ہے کہ دنیا کی ہر حاجت کا حصول اس کا ترک ہے اور جب تیرا دل ایک (اللہ تعالیٰ کی) جانب ہو گیا وہ تیرے تمام امور کو کفایت کرے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنی فکروں کو ایک فکر (اللہ کی یاد) بنالیا اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت کی فکروں کے لئے کافی ہو گا اور نیز اپنے بندوں کو تجھ پر مہربان کر دے گا تاکہ وہ تیرے کاموں کو درست کریں۔ یہی معاذِ رازی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ تو جس قدر اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا مخلوق اسی قدر تجھ سے محبت کرے گی اور تو جس قدر اللہ تعالیٰ سے خوف کرے گا مخلوق اسی قدر تجھ سے خوف کرے گی اور تو جس قدر اللہ عزوجل کے ساتھ مشغول رہے گا مخلوق اسی قدر تیرے کام میں مشغول رہے گی۔ اور نیز ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی بندگی سے خوش ہوا، اشیاء اس کی خدمت کے خوش ہوئیں اور جس کی آنکھ کی ٹھنڈک اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے تمام اشیاء کی آنکھوں کی ٹھنڈک اس کی طرف دیکھنے سے ہے۔ مختصر یہ کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے لئے وہ رزمِ مت رہا اپنے نفس کی تدبیر میں مشغول مستغرق اور پروردگار کے فضل پر اعتماد کرنے کے علاوہ کسی پر اعتماد نہ کرے۔ ابو محمد راشی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ تیرے اور حق (جل و علا) کے درمیان بہت بڑا حجاب تیرا اپنے نفس کی تدبیر میں مشغول رہنا ہے۔ تیرا اپنے اسباب میں اپنے جیسے عاجز پر بھروسہ کرنا ہے، صوفی اُسی وقت صوفی بنتا ہے جبکہ زمین اس کو برداشت نہ کرے اور آسمان اس کو سایہ نہ کرے اور اس کے لئے مخلوق کے نزدیک قبولیت نہ ہو اور تمام احوال میں اس کا مہج خالق تبارک (و تعالیٰ) کی طرف ہوا اہل و عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے۔

اور میل جول بقدر ضرورت رکھنا چاہئے تاکہ اُن کا حق ادا ہو جائے اور ان کے ساتھ کامل اُنس پیدا نہیں کرنا چاہئے تاکہ بارگاہ مقدس سے روگردانی کا باعث نہ ہو جائے اور باطنی احوال کو نااہل سے بیان نہیں کرنا چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو والدین کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہئے اور تمام حالات میں سنت کو اختیار کرنا چاہئے اور حتی الامکان بدعت سے بچنا چاہئے اور بسط (احوال و واردات کی کثرت) کے زمانہ میں حدود شرعیہ کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا چاہئے اور حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے اور قبض (احوال و واردات کی بندش) کے وقت پر امید رہنا چاہئے، رنجیدہ و مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (تَعَ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا) [پس بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے] سختی اور نرمی میں ارادہ کرے کہ یکساں رہے اور وجود عدم (کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کی حالت) میں ایک ہی روش پر رہے بلکہ عدم میں راحت پائے اور وجود میں مضطرب رہے۔ لوگوں نے ابو سعید اعرابی قدس سرہ سے فقراء کے اخلاق کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا کہ ”فقراء کا اخلاق فقر (افلاس) کے وقت سکون اور وجود (فراخی) کے وقت اضطراب اور غموں کے ساتھ اُنس اور خوشیوں کے وقت وحشت ہے۔“ اور مصائب میں نہ گھبرائے اور لوگوں کے عیبوں پر نظر نہ کرے اور اپنے عیبوں کو ہمیشہ نگاہ میں رکھے اور اپنے آپ کو کسی مسلمان پر فضیلت نہ دے اور سب کو اپنے سے افضل جانے۔ (حضرت) سری سقطی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ مجھ کو کسی شخص پر فضیلت نہیں ہے اُن سے کہا گیا کہ کیا مہنتوں پر بھی نہیں ہے تو فرمایا اور مہنتوں پر بھی نہیں ہے۔ اور ہر مسلمان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ میرے کام کا حل اس کی ذات کی برکت اور دعا سے ہو سکتا ہے، اور اہل حقوق کا پابند رہے۔ اہل اللہ کے کلام میں آیا ہے کہ ”بیشک مومن صاحب حق کے لئے پابند رہے الحدیث“۔ اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے تین چیزوں سے ناک بھوں نہیں چڑھائی تو وہ سچا مومن ہے، اہل و عیال کی خدمت، فقراء کے ساتھ بیٹھنا اور خادم کے ساتھ کھانا یہ اعمال اُن مومنین کی نشانیوں میں سے ہیں جن کی صفت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہے: أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا (وہی لوگ سچے مومن ہیں) اور اسلاف کی سیرتوں کو ہر وقت ملحوظ رکھے اور غرباء، فقراء و مساکین کی صحبت کی طرف راغب رہے اور کسی شخص کی غیبت نہ کرے بلکہ غیبت کرنے والے کو حتی الامکان منع کرے اور نیکی کا امر کرنے اور برائی سے روکنے کو اپنا شیوہ بن لے اور مال خرچ کرتے پر حریص رہے اور نیکیوں کے ادا کرنے سے مسرور ہو کرے اور برائیوں کے ارتکاب سے دور رہے۔ لوگوں نے محمد بن علیان قدس سرہ سے پوچھا کہ بندہ سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامات کیا ہیں انھوں نے فرمایا عبادات میں اس کو مسرور حاصل ہونا اور

۱۰
۹۲
۶۰۵

۱۰
۹۲
۶۰۵

گناہوں سے اس کو گرائی ہوتا۔۔۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کو کسی گناہ نے غمگین کیا اور کسی نیکی نے خوش کیا تو وہ مومن ہے اور افلاس کے خوف سے بخل نہ کرے، الشیطان یعدکم الفقر ویأمرکم بما فحشکم [شیطان تم سے افلاس کا وعدہ کرتا ہے اور تم کو برائیوں کا امر کرتا ہے] روزی کی کمی سے غمگین نہ ہو۔ کیونکہ عیش کا وقت آگے آنے والا ہے، اللهم ان العیش عیش الآخرة [اے اللہ! بیشک عیش تو آخرت کا عیش ہے] اس جگہ (دنیا) کی تنگی وہاں (آخرت) کی فراخی کا باعث ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کا رزق قلیل اور کنبہ کثیر ہو اور اس کی نماز اچھی طرح ادا ہوئی اور اس نے مسلمانوں کی غیبت نہیں کی تو قیامت کے روز وہ اس حال میں آئے گا کہ میرے ساتھ ان دو (انگلیوں) کی طرح ہوگا۔ اور نیز آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو حج کرتے ہوئے مرا اور جس نے غازی ہو کر صبح کی، ایسا شخص جس کا حال (لوگوں پر) پوشیدہ ہو، عیال دار ہو، پاکباز ہو، تھوڑی سی دنیا پر قانع ہو، دنیا والوں کے پاس ہنستے ہوئے جاتا ہو اور امدان کے پاس سے ہنستا ہو اور پس آتا ہو۔ پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ وہی لوگ ہیں جو حاجی ہیں اور غازی ہیں، اور فقرا اور دینی بھائیوں کی خدمت کرنے میں اپنے آپ کو یار نہیں کھنا چاہئے۔ جعفر خلّی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ شرفا کی کوشش اپنے بھائیوں کے لئے ہے نہ کہ اپنی ذات کے لئے۔ ابو عبد اللہ خیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دوست میرا مہمان ہوا، اتفاق سے اس کو پیٹ کی بیماری (اسہال) لاحق ہو گئی اور میں نے اس کی خدمت کو اپنے ذمہ لیا اور میں اس کی خدمت کرتا تھا اور تمام رات طشت (تھال) اُس کے سامنے سے اٹھاتا تھا ایک دفعہ مجھ کو اونگھ آگئی اُس نے مجھ سے کہا نمت لعنک اللہ، یعنی تو سو گیا خدا نے تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے، لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ جس وقت اُس نے تجھ کو لعنک اللہ [اللہ تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے] کہا تو نے اپنے نفس کو کیسا پایا۔ میں نے کہا کہ میں نے ایسا پایا کہ اس نے مجھ کو رجمک اللہ [اللہ تعالیٰ تجھ پر رجم فرمائے] کہا ہے۔ اور جس حال کو تو نہیں پہنچا ہے بلا وجہ اس میں گفتگو نہ کر۔ ابو عمر زجاجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایسے حال کے بارے میں گفتگو کی جس تک وہ نہیں پہنچا ہے تو اس کا کلام فتنہ ہے پس جو شخص اس کو سنتا ہے اور دعویٰ اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ اس حال کی طرف پہنچنے اور اس تک وصول سے محروم رہتا ہے۔ اور صوفیہ کی خدمت آداب کے ساتھ کرنا کہ تو ان کی برکات سے بہرہ ور ہو جائے، الطريقة کلھا ادب [طریقت تمام ادب ہے] یہ قول آپ نے سنا ہوگا کہ کوئی بے ادب خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچا ہے، ارادہ ہے کہ اس

۱۔ یہ لفظ حذائی ہے بفتح حاء معلّہ و تشرید ذال معجم (نفاث حاشیہ ص ۲۲۵) ۲۔ یہ اقہ نفحات ص ۲۲۳ پر ذرا مختلف طریقے درج ہیں و ترجمہ

بزرگ گروہ کے بعض آداب علیحدہ کاغذ پر لکھو، ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ لسره الاقدس نے اس بارے میں ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے اور پیر کے بعض ضروری آداب اس میں درج فرمائے ہیں اگر مل جائے تو اس کا مطالعہ کریں۔ مختصر یہ ہے کہ بیچ و بے نفس ہو کر ان (بزرگوں) کی خدمت میں پوری طرح پیشقدمی کرے ورنہ ان بزرگوں کی ہم نشینی کی ہوس نہ کرے کیونکہ اس صورت میں ضرر کا احتمال غالب ہے اور نفع موقوف ہے۔ ابو بکر بن سعدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے "من صحب الصوفیۃ فلیصعبہم بلا نفس ولا قلب ولا ملک فمتی نظرت الی شیء من اشیائہ قطعہ ذلک عن بلوغ مقصدہ" یعنی جو شخص صوفیہ کی صحبت کو اختیار کرے تو اس کو چاہئے کہ بے نفس و بے قلب اور بے ملکیت ہو کر ان کی صحبت اختیار کرے پس جب اپنی چیزوں میں سے کسی چیز کی طرف نظر کرتا ہے تو وہ اس کو مطلوب تک پہنچنے سے روک دیتی ہے اور حق جل و علا کی طلب میں اپنے آپ کو آرام مت دے اور بے چین رہے۔ ابو بکر طمستانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا۔ محب کو محبوب کے بغیر آرام اور یا سول کے ساتھ انس و الفت نہیں ہے اور ہمیشہ اس کے باطن سے یہ آواز نکلتی ہے کہ

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام دل ترامی طلبد دیدہ ترامی خواہد

[میں آنکھ اور دل کو کس چیز میں مشغول کروں کہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے] مرید کو اس صفت کا ہونا چاہیے جو کہ اس آیت کریمہ میں مذکور ہے: حَتَّىٰ اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَا مَلْجَاَ مِنْ اللّٰهِ اِلَّا الْيُسْرٰی [یہاں تک کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان پر ان کی اپنی جاتیں تنگ ہو گئیں اور انہوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ سے سوائے اسی کی طرف رجوع کرنے کے کوئی جائے پناہ نہیں] جب اس کی تشنگی اس درجہ کو پہنچ جائے اور تمام روائے زمین فارغ ہونے کے باوجود اس پر تنگ و تاریک ہو جائے تو امید ہے کہ رحمت کا سمندر جوش میں آئے اور اس گھربا و ساز و سامان برباد کرنے والے عاشق کو اس سے وارفتہ کر دے اور اپنی وحدت کے خلوت خانہ میں جگہ دیدہ دے

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان گرا تر سیدیم تو شاید برسی

[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانہ کی نشان دہی کر دی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو پہنچ جائے] آپ دوستوں سے اس مسکین کی التماس یہ ہے کہ اس فرقت زدہ گنہگار کو اپنی مقبول دعاؤں سے فراموش نہ کریں اور اس تعالیٰ کے کرم عام سے درخواست کریں کہ یہ گنہگار تباہ کا رقیامت کے روز رحمت کے ہوئے گنہگاروں کی قطار میں داخل ہو جائے۔

کجا ما و کجا زنجیر زلفش عجب دیوانگی اندر سراقناد

[کہاں ہم اور کہاں اس کی زلف کی زنجیر، سر میں ایک عجیب دیوانگی پیدا ہو گئی ہے۔]

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ [آپ کا رب جو بڑی عزت والا ہے] ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) لوگ بیان کرتے ہیں اور رسولوں پر سلام ہو اور تمام تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (۱۸۰/۱۸۲)

مکتوب ۱۱۱

محمد حسین کابلی کے نام اور درخرف کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اللہ تعالیٰ شریعت عالیہ وسنت منورہ کے طریقہ پر استقامت عطا فرما کر باطنی ترقیات کے ساتھ معزز رکھے میرے مخدوم! اس عالم فانی میں خوشگوار نعمت نشینی اور انتظار ہے اور شوقِ احدیت کی آگ کی شعلہ زنی اور موت کی طلب میں درد و غم اور بے چینی ہے، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا۔ یہ شوق اور غم سعادت کا سرمایہ ہے اور یہ اضطراب اور سوز حصول کا سرچشمہ ہے۔ مصرع

بارد بسا زچوں دوائے تو منم [جبکہ تیری دوا میں ہوں تو درد کے ساتھ موافقت کر]
انسان کو موجودات پر فضیلت عشق و درد کی وجہ سے ہے۔ مصرع

درد را جز آدمی در خورد نیست [درد کے لائق آدمی کے سوا کوئی نہیں ہے]
آدمی جس قدر زیادہ درد و محبت کا مورد ہوگا معیت و قرب میں (اسی قدر) زیادہ کامل ہوگا المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] معیت کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرنے دیتی کہ محب صادق کو نصیب ہو، والمنہ الخالق الوری [اور احسان خالق کائنات کا ہے] والسلام علی من اتبع الهدی۔

مکتوب ۱۱۲

محمد میر گزبردار کے نام اوقات کو معزز رکھے کا شوق دلانے اور پیرکاری و تقویٰ پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة و ارسال تسلیات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال و اطوار احمد کے لائق ہیں اور

اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! یہ چند روزہ زندگی بہت غنیمت ہے چاہئے کہ اہم امور میں صرف ہو اور (امور کی) اہمیت لوگوں کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے، بتدی کے لئے کوئی امر مناسب ہے اور متوسط کیلئے کوئی امر اور تنہی کے لئے کوئی دوسرا امر، اگر ان تینوں امور میں سے کوئی امر بے موقع بجالایا جائے تو معطلی و بیکاری میں داخل ہے اور نہ ابرار کے اعمال میں داخل ہے نہ مقربین کے اعمال میں، وقت و حال کے مطابق مشغول رہیں اور ترقیات کے دروازوں کو کھلا رکھیں اور توشہ آخرت کو مولا کے حقیقی جبل ثناء کی خوشنودی کے لئے تیار کریں، وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (اور ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اُس نے کل (قیامت) کے لئے کیا بھیجا ہے) اور سب سے بہتر توشہ (زیادہ) پرہیزگاری و تقویٰ ہے، گناہوں سے بچنے کے مقابلہ میں نیک اعمال کا بجالانا نفس پر زیادہ آسان ہے اور ہر وہ عمل جو نفس پر زیادہ شاق ہے اس کا اجر کئی گنا زیادہ ہے، پرہیزگاری کے برابر کائنات کی کوئی چیز نہیں ہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ اعمال خیر سب ہی نیک و بد آدمی کرتے ہیں اور گناہوں سے صرف صدیق ہی بچتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کل (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ کے ہم نشین وہ ہوں گے جو دنیا میں اہل ورع و زہد ہیں (ابن لال عن سلمان)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ پرہیزگار آدمی کی دو رکعت نماز (مخلط (غیر متقی) کی ہزار رکعت سے بہتر ہیں (فرعن انس)۔ اور نیز آنحضور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پرہیزگار آدمی کے پیچھے نماز مقبول ہے، اور پرہیزگار آدمی کی طرف ہر یہ بھیجا مقبول ہے اور پرہیزگار آدمی کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے اور اس کے ساتھ مذاکرہ کرنا صدقہ (نیکی) ہے (فرعن البراء)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ مومن گناہ صغیرہ کو اس خوف سے چھوڑ دیتا ہے کہ گناہ کبیرہ میں مبتلا نہ ہو جائے (الحکیم عن عثمان بن عطاء عن ابیہر سلا) دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی جاتی ہے۔



ماہ حیو کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ: اما بعد، ہمیشہ عفیض نے اس ناکارہ سے درخواست کی ہے کہ اس طریقہ عالیہ کے ذکر اور باطنی شغل کا طریقہ احاطہ تحریر میں لائے۔ درخواست کو قبول کرتے ہوئے لکھا جاتا ہے، غور سے سنیں کہ باطنی شغل ہمارے طریقہ میں چند قسم کا ہے۔ قسم اول ذکر اسم ذات ہے اور اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ طالب کو چاہئے کہ اپنی زبان کو تالو سے لگا لے اور پوری توجہ

کیساتھ قلبِ صنوبری کی طرف متوجہ ہو جائے جو کہ بائیں پہلو میں واقع ہے اور یہ قلبِ صنوبری قلبِ حقیقی کا آشیانہ ہے جو کہ عالمِ امر سے ہے اور اس کو حقیقتِ جامعہ بھی کہتے ہیں اور لفظِ مبارک اللہ کو دل میں خیال کے طور پر گزارے اور دل کی زبان سے اس بزرگ لفظ کو دل کی صورت کا تصور کے بغیر کہے اور سانس کو نہ روکے اور ذکر کہنے میں زبان کو کسی طرح کا دخل نہ دے، سانس حسبِ معمول آتا رہے اور لفظِ مبارک اللہ سے بے مثل ذاتِ مراد لے اور اس کی کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھے تاکہ ذات کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ آجائے اور تنزیہ سے تشبیہ کی طرف مائل نہ ہو جائے۔

جانتا چاہئے کہ جس طرح قلبِ بائیں ہاتھ کی جانب سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے ۱۹۴ (لطیفہ) روحِ دائیں ہاتھ (کی جانب) سے تعلق رکھتا ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور سینہ کا درمیانی حصہ جو کہ سرِ خفی و اخفی کا مقام ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور نفس و حواسِ باطنہ کی جگہ دماغ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور جب ذکر غالب آجاتا ہے تو تمام بدن کا احاطہ کر لیتا ہے اور بدن کا ہر جزو دل کی طرح ذکر ہو جاتا ہے اور اس کو سلطانِ الذکر کہتے ہیں، طالب کو چاہئے کہ ذکر پر اس قدر ہمیشگی کرے کہ ذکر و حضورِ دل کا ملکہ ہو جائے اور اس کی صفت لازمہ بن جائے جیسا کہ سنا، قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ بصرہ کی صفت ہے چنانچہ اگر ذکر و حضور کو تکلف کے ساتھ بھی دل سے دور کرے تو دور نہ ہو۔

قسمِ دوم، ذکر نفی و اثبات یعنی لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو نالوسے لگائے اور سانس کو ناف کے نیچے روکے اور کلمہ لا کو ناف سے کھینچے اور سر کے وسط تک پہنچائے اور آلہ کو وسطِ سر سے دائیں کندھے پر لائے اور الا اللہ کو دائیں کندھے سے دلِ صنوبری پر جو بائیں پہلو میں واقع ہے لائے، اس مجموعہ کا نقش لائے معکوس کی صورت پر (۸) ہو جاتا ہے اور ان کلمات کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک لے جانا خیال کے ساتھ ہونا چاہئے اور اعضا اور سانس کو حرکت نہ دے اور سانس ناف کے نیچے رُک رہے، اور سانس کو جب تک روک سکے اس کلمہ کو کہتا رہے لیکن ہر سانس میں طاق عدد کے جفت نہ کہے اسی لئے اس ذکر کو قوفِ عددی کہتے ہیں اور جب سانس میں تنگی محسوس ہو اس کو چھوڑ دے اس کے بعد پھر سانس روکے اور سابقہ طریقوں کے مطابق ذکر بند کر کے پھر اسی طرح کرے پھر اسی طرح کرے (اور) پھر اسی طرح کرے، اور اس کلمہ کے معنی کو اس طرح تصور کرے کہ ذاتِ پاک (اللہ تعالیٰ) کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے۔ اس ذکر کو اولاً حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبدالخالق بغدادی (قدس سرہ) کو جو کہ حضراتِ خواجگانِ قدس اسرارِ ہم کے سرسلسلہ میں تعلیم کیا ہے۔ حضرت خضر علی نبیاً وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خواجہ سے فرمایا کہ آپ پانی میں غوطہ لگائیں انھوں نے پانی میں نہ کر تعلیم کیا شاید پانی میں غوطہ لگانا اسلئے ہو گا کہ سانس برقرار رہے اور نہ کر

قسم سیم وقوف قلبی ہے اور یہ اس سے عبارت ہے کہ سالک ذکر کے بغیر دل کی طرف متوجہ و واقف رہے اور اس (دل) پر نگاہ رکھے تاکہ ماسوا کا خیال دل پر گزرنے کا راستہ بند ہو جائے اور پرانگیگی خیال اس میں راہ نہ پائے اس کے بعد دل کو مطلوب حقیقی کی طرف توجہ پیدا ہو جائے گی کیونکہ دل کے حق میں بیکار رہنا مفقود ہے، جب ماسوا کا راستہ اس سے بند ہو جائے تو اس کے لئے بارگاہ مقدس کی طرف متوجہ ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ دل کو دشمن سے قالی رکھ دوست کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۹۵

قسم چارم مراقبہ ہے اور مراقبہ ترقب سے مشتق ہے اور وہ انتظار ہے پس مراقبہ مطلوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی حواس کو جمع کرنا ہے، اور مراقبہ کے ایک اور معنی (بھی) ہیں اور وہ ظاہر و باطن پر حق سبحانہ کے ہمیشہ مطلع ہونے پر بندہ کی آگاہی و علم ہے یعنی سالک تصور کرے کہ حق تعالیٰ ہمیشہ اس کے ظاہر و باطن پر مطلع ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ (سالک) مراقبہ سے وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے اور دلوں کی باتوں پر مطلع ہوتا اور باطن کا منور ہوتا اور وسوسوں سے سکون اور دل کا دائمی قبول مراقبہ سے حاصل ہوتا ہے۔

قسم پنجم رابطہ ہے (یعنی) دل میں پیر کی صورت کا تصور کرے، بزرگوں نے کہا ہے روح

سایہ رہبر راست از ذکر حق (رہبر دیر) کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے

یعنی پیر کی صورت کو ذہن میں رکھنا مرید کیلئے ذکر سے زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ پیر مرید کے لئے حق سبحانہ کی بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے پس مرید پیر کے ساتھ مناسبت کے جسد زیادہ اسباب رکھتا ہوگا اس کے باطن اسی قدر زیادہ فیض اخذ کرے گا اور بہت جلد مطلب کو پہنچ جائیگا مرید کو چاہئے کہ اول پیر میں فنا (فانی الشیخ) ہو جائے اس کے بعد وہ فنا فی اللہ کو پہنچے گا۔

زاں روئے کہ چشم تست احول معبود تو پیر تست اول

(کیونکہ تیری آنکھ احول (بہینگی یعنی ٹیڑھا دیکھنے والی) ہے اس لئے تیرا پہلا معبود تیرا پیر ہے)

اور رابطہ کے طریقہ سے پیر میں فنا (فانی الشیخ) حاصل ہوتی ہے اور نیز پیر کی محبت اور اس کے آداب کی رعایت اور عادات و عبادات میں اس کی متابعت اس معنی (فانی الشیخ) کو قوت دینے والی اور (پیر کے ساتھ) مناسبت اور پیر میں قنایت کے حصول کا ذریعہ ہیں۔



مکتوب ۱۱۳

فضائل مآب مولانا بدرالدین کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ جان لیں کہ ہمارے طریقہ میں باطنی شغل چند قسم کا ہے: اول ذکر اسم ذات ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ طالب اپنی زبان کو تالو سے لگالے اور پوری کوشش کے ساتھ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو جائے جو کہ بائیں پہلو میں واقع ہے اور وہ قلب حقیقی کا مکان ہے جو کہ عالم امر سے ہے اس کو حقیقت جامعہ کہا جاتا ہے اور لفظ مبارک اللہ کو دل میں گزارے اور دل کی زبان سے اس بزرگ لفظ کو دل کی صورت کا تصور کے بغیر کہے اور سانس نہ روکے کیونکہ اس ذکر میں سانس کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ سانس کو اپنی حالت پر جاری رہنے دے اور لفظ مبارک اللہ سے ذات محض (بچون) مراد لے، یعنی اس لفظ مبارک سے ذات کے ساتھ صفات میں سے کوئی صفت ملحوظ نہ رکھے تاکہ ذات کی بلندی سے صفات کی پستی کی طرف نہ آجائے اور تنزیہ سے تشبیہ کی طرف مائل نہ ہو جائے۔ جان لیں کہ جس طرح قلب کا تعلق بائیں جانب کے ساتھ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے پس (اسی طرح) روح کا تعلق دائیں جانب کے ساتھ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور درمیان سینہ جو کہ بیرونی و داخلی کی جگہ ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور نفس و حواس باطنہ کا مقام دماغ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام اور ذکر ان چاروں مقامات سے ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہوتا ہے اور جب ذکر پر ذکر کا غلبہ ہو جاتا ہے تو اس کے تمام بدن کو احاطہ کر لیتا ہے یہاں تک کہ بدن کے اجزائیں سے ہر تحریر اور اس کے بالوں میں سے ہر بال قلب کی مانند ذکر ہو جاتا ہے اور اس حالت کو سلطان الذکر سے موسوم کیا جاتا ہے، پھر طالب پر واجب ہے کہ ذکر پر مداومت کرے یہاں تک کہ ذکر و حضور اس کے دل کا ملکہ اور اس کی صفت لازمہ ہو جائے جیسا کہ سنا قوت سامع کی صفت اور دیکھنا قوت باصرہ کی صفت ہے یہاں تک کہ اگر ذکر و حضور کو تکلف کے ساتھ بھی دور کیا جائے تب بھی دور نہ ہو۔

اور دوم ذکر نفی و اثبات یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگالے جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور سانس کو ناف کے نیچے روکے کلمہ لا کو ناف سے دماغ تک کھینچے اور کلمہ لا کو اس (دماغ) سے دائیں کندھے تک لائے اور کلمہ الا اللہ کو اس (کندھے) سے قلب صنوبری پر ضرب کرے پس اس مجموعہ کا نقش لائے معکوس کی صورت پر (۹) ہو جائے گا اور کلمات مذکورہ ایک

مقام سے دوسرے مقام تک محض خیال کے ساتھ جاری کئے جائیں یہاں تک کہ ان میں اعضاء اور سانس کی حرکت کا دخل نہ ہو اور سانس ناف کے نیچے کارہے اور جب تک سانس روکا جائے کلمہ کے تکرار میں مشغول رہے اور ضروری ہے کہ ذکر کا عدد دہر سانس میں طاق ہو اور اسی لئے اس ذکر کو وقفِ عددی کہتے ہیں، پھر جب سانس میں تنگی محسوس ہو تو اس کو چھوڑ دے، اس کے بعد پھر سانس روکے اور سابقہ طریقہ کے مطابق ذکر کرے پھر اسی طرح کرے (اور) پھر اسی طرح کرے، اس کلمہ کے معنی کو اس طرح تصور کرے کہ ذاتِ مقدس کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے۔ پھر جان لے کہ ابتداءً اس ذکر کی تعلیم (حضرت) خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے (حضرت) خواجہ عبدالخالق غجدانی کو ہوئی ہے جو کہ خواجگانِ قدس سرہم کے سرسلسلہ ہیں، اُن (حضرت خضر) علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ ذکر یاد کروا کر اُن کو سکھایا تو فرمایا کہ پانی میں غوطہ لگائیں اور اس ذکر کے ساتھ مشغول ہوں گویا کہ اُن کو پانی میں غوطہ لگانے کا امر اس لئے کیا تاکہ سانس کو قرار حاصل ہو جائے اور حرکت و جنبش نہ ہو۔

سوم وقفِ قلبی ہے، اور یہ اس سے عبارت ہے کہ سالک ذکر کے بغیر اپنے قلب پر واقف اور اپنے دل پر متوجہ اور اس کی طرف نگراں رہے یہاں تک کہ اس پر مطلوب کے ماسوا کا خیال گزرنے کی راہ بند ہو جائے اور پراگندگی خیال کے لئے قلب کی طرف کوئی راستہ نہ رہے پس (اس سے) قلب میں مطلوبِ حقیقی کی طرف توجہ پیدا ہو جائے گی کیونکہ میکار رہنا قلب کے حق میں مفقود ہے پس جب اس پر مطلوب کے ماسوا کا خیال گزرنا بند ہو گیا تو لازمی طور پر وہ مطلوب کی طرف متوجہ ہوگا، اور بعض اکابر نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ کہا ہے دل کو دشمنوں سے خالی رکھ تو پھر دوستوں کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔

چہارم مراقبہ ہے اور وہ ترقب سے مشق ہے اور وہ (ترقب) انتظار ہے پس مراقبہ مطلوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی حواس کو جمع کرنا ہے اور اس (مراقبہ) کے لئے ایک اور معنی (بھی) ہیں اور وہ ظاہر و باطن پر حق سبحانہ کے ہمیشہ مطلع ہونے پر بندہ کا علم و شعور ہے یعنی سالک تصور کرے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہری و باطنی احوال پر ہر وقت اور ہر جگہ مطلع ہے۔ شیخ اجل خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ سالک کا وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ تک پہنچنا مراقبہ کے ساتھ ممکن ہے اور اس (مراقبہ) سے دلوں کی باتیں پر مطلع ہونا اور باطن کا منور ہونا اور وساوس سے سکون اور دلوں کا دائمی قبول حاصل ہونا۔ پنجم رابطہ ہے اور یہ دل میں شیخ (پیر) کی صورت کا تصور کرنے سے عبارت ہے فارسی میں کہا گیا ہے۔

ع سایہ رہبر بہ است از ذکر حق (رہبر پیر) کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے [یعنی پیر کی صورت کو ذہن میں رکھنا مرید کے لئے ذکر سے زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ پیر (مرید کے لئے) حق سبحانہ کی

بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے پس شیخ (پیر) کے ساتھ مناسبت کے اسباب جس قدر زیادہ ہوں گے اس کے باطن سے فیوض کا اخذ کرنا اسی قدر زیادہ ہوگا اور وہ اپنے مطلب و مراد کو پہنچ جائے گا۔ پھر توجہ جان لے کہ مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ شیخ (پیر) میں فنا (فانی) ہو جائے یہاں تک کہ وہ فنا فی اللہ تک پہنچ جائے۔ ۵

زاں روئے کہ چشم تست احوال معبود تو پیر تست اول

[کیونکہ تیری آنکھ بھینگی ہے (اس لئے) تیرا پہلا معبود تیرا پیر ہے] اور رابطہ کا طریقہ فنا فی اللہ کے حصول کا ذریعہ ہے اور شیخ سے محبت اور اس کے آداب کی رعایت اور عادات و عبادات میں اس کی متابعت اس معنی (فنا فی اللہ) کو قوت دینے والی ہیں۔

۱۹۵

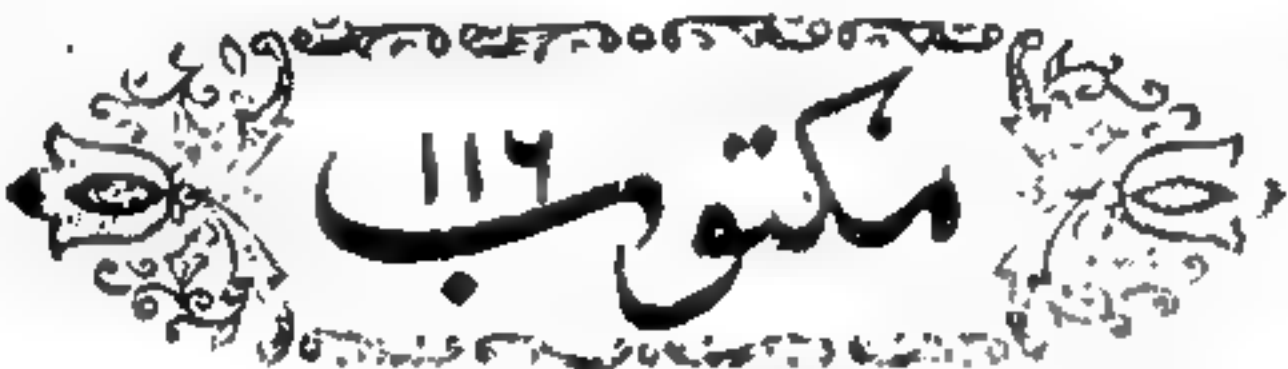
مکتوب ۱۱۵

شیخ ولی محمد تہی (جہتی) کے نام وقائع کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، مکتوب مرغوب جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے رابطہ کی نسبت کے دائمی ہونے کی بابت لکھا تھا اور (لکھا تھا کہ) "وقائع (حال) میں اس طرف سے کچھ چیزیں اُس عزیز (آپ) کو پہنچتی ہیں اور میرا آپ نے واقع میں دیکھا ہے کہ لقمہ اُس کھانے میں گر پڑا اور غنیمت ہو گیا الخ" اس جانب سے کمال مناسبت کی خبر دیتا ہے (اور) فیوض کے حصول اور اس کا راستہ کھلنے کی خبر دینے والا ہے اللہم زدنا اللہ! اور زیادہ فرما! اوقات کو اذکار و عبادات کی پابندی کے ساتھ معمور رکھیں اور فنایت کی صفت کے ساتھ اس بارگاہ قدس کی جانب دائمی توجہ کو ترک نہ کریں اور شب بیداری کو غنیمت جانیں اور پچھلی رات کے وقت استغفار کرنے کو اہم کاموں میں سے جانیں اور کلمہ طیبہ کے تکرار سے اپنی خواہشات اور ارادوں کی نفی کریں تاکہ وسعت سینہ میں حق سبحانہ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے، دیگر مرادات و مقاصد مطلوب کے راستہ کی رکاوٹ اور حجابات ہیں مقاصد بندگی صفت ارادہ کی تاب نہیں رکھتے، اپنے ارادہ سے نکل کر اُس تعالیٰ ضائع کے ارادہ کے ساتھ قائم ہونا چاہیے، والسلام علی من اتبع الهدی [ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام ہو]۔ یہ جواب نے واقعہ (حال) میں دیکھا ہے کہ آفتاب نکل آیا تو (خواجہ محمد معصوم) کہتا ہے کہ آفتاب نکلنے پر نماز پڑھ سکتے ہیں پھر تو خود کہتا ہے کہ پڑھ سکتے ہیں، تو نے امامت کی اور ہم نے نماز پڑھی۔ میرے مخدوم! یہ آفتاب کا نکلنا گویا تجلیات رحمانی میں سے ایک تجلی ہے اور نماز جو کہ خضوع و تسلیم سے عبارت ہے

اس وقت میں مناسب و زیبا ہے، ان اللہ اذ انجلی بشی خضع لہ بیشک جب اللہ تعالیٰ کسی چیز پر
نجلی نازل فرماتا ہے تو وہ چیز اس کے لئے جھک جاتی ہے۔ اور یہ جواب نے دوسرے واقعہ میں دیکھا ہے کہ کسی
شخص نے آپ کی دونوں آنکھوں کی روشنی کے لئے جو کہ خیر ہو گئی تھیں آپ کی دونوں آنکھوں سے پانی
نکالا ہے الخ یہ بھی مبارک ہے، امید ہے کہ دل کی آنکھ روشن ہو جائے اور آپ کی بصیرت کھل جائے اور
ملکوت و جبروت کی سیر کرے۔ آپ جان لیں کہ واقعات و بشارات ہیں، دیکھنے والے کی استعداد اور قوت سے فعل کے
قریب ہونے کی خبر دیتے ہیں کچھ محنت کرنی چاہئے تاکہ معاملہ قوت کے فعل میں آجائے (اور) گوش و آغوش میں آپ سے
جو غلام آفتاب ہمہ را آفتاب گویم

[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں اس لئے سب کچھ آفتاب سے کہتا ہوں، نہ میں شب ہوں نہ شب پرست ہوں کہ خواب کی بات بیان کروں
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم]



۱۹۹

حافظ آبادی

محمد امین لاہوری کے نام ان کے سوالوں کے جواب اور عین و اثر کے زائل ہونے کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على جيبه سيد المرسلين والى الطيبين و صحبه

الطاهرين اجمعين، صلاح آثار برادر موالنا محمد امین نے چند سوالات پوچھے تھے ان کے جوابات میں رقم
اپنی سمجھ کے مطابق لکھا ہے، **سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا بِكَ مَا عَلِمْنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ** (تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں ہے مگر جو علم تو نے ہمیں عطا فرمایا ہے بیشک تو خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے)
پہلے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب سالک سلوک کی منزلیں طے کرنے کے بعد اس اسم تک جو کہ اس کا
مبدی تعین ہے پہنچتا ہے اور اس اسم میں فانی (و) مستہلک ہو جاتا ہے عین کا زائل ہوتا اس کے حق میں
ثابت ہو جاتا ہے، اس کے بعد دیکھنا چاہئے اگر سالک غیر محمدی المشرّب ہے تو اس کا مبدی تعین مقام
صفات سے ہے پس اس کا اثر باقی ہے کیونکہ وہ اس کی اصل ہے اور اگر محمدی المشرّب ہے تو اس کا
مبدی تعین مقام شیون سے ہے اور عین و اثر کا زائل ہونا اس کے حق میں ثابت ہے کیونکہ علم ظلال صفات
کا ہے نہ کہ ظلال شیون کا، ہاں اگر غیر محمدی المشرّب سالک محمدی المشرّب شیخ کی صحبت و توجہ کی کشتش
سے اپنے مقام سے ترقی کرے ادنیٰ اصل کو چھوڑ کر شیون ذاتیہ سے اصل ہو جائے تو عین و اثر کا زائل ہونا
اس کے حق میں صورت پذیر ہوگا، اگر یہ کہا جائے کہ اثر جبکہ عین ثابت ہو جو کہ مقام صفات سے ہے تو اس کا
نوال محال ہوگا ورنہ علم جہل میں تبدیل ہو جائے گا۔ (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ یہاں ظل کا جو کہ صفت

کہ جس کے ساتھ سالک نے بقا حاصل کی ہے اصل کے ساتھ لحوق ہے جو کہ شان ہے اور یہ لحوق نائل ہونا نہیں ہے جو کہ نقص و انقلاب کا سبب ہے بلکہ کمال کا سبب ہے کیونکہ ظل کے حق میں کمال اس کا اصل کے ساتھ لحوق ہے، اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ عین و اثر کا فنا و تامل ہوتا شہودی ہو کہ وجودی پس (اس سے) علم کا جہل میں تبدیل ہونا لازم نہیں آتا۔ اور عین و اثر کے زائل ہونے کے ایک اور معنی بھی ہیں عین شی کی حقیقت و ماہیت سے عبارت ہے اور اثر ان آثار سے عبارت ہے جو کہ اس ماہیت پر مرتب ہوتے ہیں، جیسا کہ روشنی و چمک اور جلانا آگ کی ماہیت پر مرتب ہوتے ہیں۔ صوفیہ مؤخرہ (توحید و جود کے قائلین) ان خارجی آثار کو عین ذات کہتے ہیں کیونکہ وہ خارج ہیں ذات احدیت کے سوا کچھ موجود نہیں جانتے، اور یہ جو شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جب عین نہیں رہتا تو اثر کہاں سے رہتا ہے؟ یہ اسی معنی کے لحاظ سے ہے کیونکہ اس عبارت سے دونوں زوالوں (عین و اثر کے زوال) کے درمیان تلازم مفہوم ہوتا ہے جو کہ دوسرے معنی سے مناسبت رکھتا ہے نہ کہ پہلے معنی سے۔ اور یہ جو ہمارے حضرت عالی قدس سرہ نے جلد ثالث کے مکتوب ترین (۵۳) میں تحریر فرمایا ہے "اس کی مثال اس انسان جیسی ہے جس کو نمک کی کان میں ڈال دیا جائے حتیٰ کہ وہ بتدریج نمک کی خصوصیات کے ساتھ متصف ہو جائے یہاں تک کہ وہ سب کا سب نمک بن جائے نہ اس کا کوئی عین باقی رہے نہ اثر، تو لامحالہ اس کا کاشنا اور ٹکڑے کرنا مہلح ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا اور اس کی خرید و فروخت حلال ہو جاتی ہے اور اگلا اس کا کچھ عین و اثر باقی رہتا تو یہ باتیں جائز نہ ہوتیں"۔ اور اسی طرح انھوں نے اس کے (چند سطر) بعد یہ جو تحریر فرمایا ہے "مگر یہ کہ اس حکمی نمک کو اس انسان کی شیخ (جسم) کی مقدار کے ساتھ انداز کیا گیا ہے اور اس کی صورت پر تصور کیا گیا ہے نہ یہ کہ اس انسان کا شیخ باقی ہے اس لئے اس کا اثر بھی باقی ہے"۔ یہ دونوں عبارتیں دوسرے معنی کے مطابق ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اگر ہم آثار کی تخصیص اتنا یہ مترتبہ کے ساتھ کریں بلکہ زیادہ عام مراد لیں جو کہ اصالت و ظہور کے تعلق کو بھی شامل ہو تو دوسرے معنی پہلے معنی میں شامل ہو جاتے ہیں کیونکہ عین ثابتہ جو کہ مرتبہ صفات سے ہیں وہ بھی ماہیت کے آثار سے ہیں لیکن شیخ ابوسعید ابوالخیر کی عبارت جو کہ دونوں زوالوں کے درمیان تلازم کا پتہ دیتی ہو وہ اس تعمیم سے انکاری ہے، ظاہر ہے کہ آثار مرتبہ کے ساتھ تخصیص میں ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ حضرت عالی قدس سرہ نے رسالہ مبادی و معاد میں تحریر فرمایا ہے کہ "اس آخری عروج میں جو کہ اصل کے مقلات میں عروج ہے حضرت غوث اعظم کی روحانیت سے مدد الہیہ" کیا اس

۱۔ فارسی مطبوعہ نسخہ میں ۵۲ لکھا ہوا ہے جو غلط ہے، ۵۳ صحیح ہے۔ (مترجم)

اصل سے مراد وہی ہے کہ جس کو بزرگوں نے ولایت کبریٰ سے تعبیر کیا ہے یا اس کے علاوہ ہے۔ میرے مخدوم جس وقت میں کہ رسالہ مبداء و معاد جمع ہوا ہے ولایت صغریٰ و کبریٰ ہرگز نہیں تھی اس کے ایک مدت بعد ولایت کبریٰ کے کمالات ظاہر ہوئے ہیں اور یہ اصطلاح واقع ہوئی ہے اس بارے میں غور کرنے کے بعد اگر توفیق پائی تو کچھ لکھ گا۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ جب عارف کا معاملہ فضل و کرم یا محض محبت سے پڑتا ہے تو اس مقام میں عارف کے لئے ظاہری اعمال یعنی ذکر لسانی و تلاوت وغیرہ زیادہ فائدہ مند یا ترقی بخش ہیں یا نہیں؟

جواب: فائدہ مند ہیں اور آخرت کے درجات بلند کرتے اور گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں اور شریک و تولا اور جسمانی غلٹوں کا ازالہ کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ بیشک میرے قلب پر کچھ غبار آجاتا ہے اور بیشک میں اللہ تعالیٰ سے دن اور رات میں ستر مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں؛ لیکن جس مقام میں کہ وہ پہنچا ہے ترقی ان اعمال کے ساتھ وابستہ نہیں ہے درجات کے فرق کے مطابق محض فضل یا صرف محبت کے ساتھ وابستہ ہے۔

پانچواں سوال: یہ جو صوفیہ کے نزدیک مسلم ہے کہ اسلام حقیقی جو کہ اطمینان نفس کے ساتھ وابستہ ہے زوال و خلل سے محفوظ ہے اور حالانکہ حلقہ عقائد میں سے ایک بات یہ ہے کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے باوجود یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔

جواب:۔ الہام قطعی چیز ہے قطعی حکم کا موجب نہیں ہے پس خاتمہ کا مبہم ہونا باقی ہے اور خوف امید اپنی جگہ پر ہے۔ جانتا چاہئے کہ نفس مطمئنہ نفس قطعی کے مطابق راضی و مرضی ہے اور جنت کی بشارت دیا گیا ہے لیکن کسی شخص کے بارے میں اطمینان حاصل ہونے کا علم آثار و علامات سے ہے یا الہامی جو کہ قطعی امور میں ہے کہ قطعی، قطعی امر ہونا وحی اور انبیاء علیہم السلام کے خبر دینے پر موقوف ہے اور اسی طرح یہ جو اس طائفہ کے نزدیک مسلم ہے کہ الفانی لا یرد [فانی واپس نہیں لوٹتا] خاتمہ کے مبہم ہونے کو دور نہیں کرتا کیونکہ یہ مقدم قطعی ہے یقین حاصل ہونے کا موجب نہیں ہے لہذا جو غیر علی الاصلوۃ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے باوجود یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ خاتمہ کے مبہم ہونے کی وجہ نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اطمینان نفس حسن خاتمہ قطعی ہے اور اس میں شک کرنا کفر ہے بلکہ اس معنی میں ہے کہ جو کچھ دنیا و آخرت میں میرے دور میں ساتھ کریں گے اس کی تحصیل نہیں جانتا کیونکہ علم غیب حق سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے قُلْ أَتَعْلَمُ نَفْسًا مَّا أَخْفَىٰ لَهُمْ مِّنْ شَرٍّ وَأَعْلَىٰ جَزَاءٍ

یٰۤاَکَاکُمَا اَعْلَمُوْنَ [اے کسی شخص کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈ لگا لیا کہ اسان خزانہ غیب میں موجود ہے، یا ان کے لئے ان کے اعمال کا صلہ ہے]

مکتوب ۱۸

حافظ محمد صادق کا بی کے نام (ان کے خط کے جواب اور طالبین کو فائدہ پہنچانے کی ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت کا سبب ہوا، آپ نے اشتیاق کی بات لکھی تھی اس جانب کے دوستوں کو بھی مشتاق جانیں بلکہ حدیث لاشد شوقا [البتہ میں زیادہ شدید شوق رکھتا ہوں] کے بموجب چاہئے کہ یہ شوق بیش از بیش ہو کیونکہ جو کچھ اصل کے ساتھ منسوب ہے زیادہ ہے، فرع بھلائی کی صفات سے جو کچھ رکھتی ہے وہ اصل سے مستفاد ہے اللہ تعالیٰ شوق کے شعلہ کو بھڑکائے اور محبت کی آگ کو ۲۰۲ بلند کرے تاکہ المرئ من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے] کے حکم کے مطابق سمیعت ذائقہ تک پہنچا دے اور شان و اعتبار سے گزار دے۔ دیگر یہ کہ جو شخص خلوص دل کے ساتھ آئے اسے طریقہ سکھادیں اور توجہات کریں اور فقیر کے دوستوں میں سے جو شخص کہ طریقہ نفعی و اثبات طلب کرے اس کو سکھادیں، آپ نے ایک عزیز کے احوال جو کہ گنج شکر درجہ اشرف کی اولاد سے ہیں لکھے تھے واضح ہوئے مبارک ہیں، استخاروں کے بعد ان کو شریعت پر استقامت اور مشلخ ریویں کی محبت پہنچانے کی شرط کے ساتھ کسی معین جماعت (کو مرید کرنے) کی اجازت دیدیں اور آنے میں جلدی نہ کریں اور چونکہ ایک جماعت آپ کی محبت میں راہ راست پر آتی ہے اور طالبان فائدہ حاصل کرتے ہیں اس لئے کچھ عرصہ قیام کریں حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر (علی) کرم اللہ وجہہ کو فرمایا البتہ یہ بات کہ اللہ تعالیٰ تیرے ذریعہ ایک آدمی کو ہدایت کر دے اس سے بہتر ہے کہ تیرے لئے سرخ اونٹوں کا کلمہ ہو متفق علیہ جس وقت آئیں برادر محمد میرک کے مشورہ سے آئیں اور ان کو بخیرہ نہ کریں، جانا اپنے ارادہ سے اور آنا اجازت سے (ہوتا ہے)۔ دوستوں سے خاتمہ کی سلامتی کی دعا کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۸

حقائق و معارف آگاہ حضرت شاہ جیو کے نام شوق و آلام فراق کے اظہار اور محبت کے دقائق سے قدرے آگاہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله العلی الاعلیٰ و السلام علی جہادہ الذین اصطفیٰ: اخوت پناہ کمالات و سنگاہ اس فرقت زدہ

مشاق کی جانب سے تہمت و سلام غیر انجام مطالعہ فرمائیں، (جملہ احوال ہر طرح سے حمد کے لائق ہیں) اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و عافیت اور ظاہر و باطن میں استقامت کی دعا کی گئی ہے۔ آخری گلامی نامہ جواب نے شہر دہلی سے بھیجا تھا اور دوسرا جو کہ محبہ فضل کے ہاتھ رسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوئے، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور خلیفہ وقت (بادشاہ) سے عنایات دیکھی ہیں، سب دوستوں کی خوشی کا سبب ہوا آپ نے اشتیاق کی بات لکھی تھی اور جدائی کے غموں کا اظہار کیا تھا اس دور افتادہ سے اس سے زیادہ تصور فرمائیں اور حدیث شریفہ کا لشد شوقاً (البتہ میں زیادہ شوق رکھتا ہوں) پڑھیں کیوں زیادہ تہ ہو کیونکہ آپ کا شوق تقسیم شدہ ہے ایک شوق ہے جواب کو کشاں کشاں لیجانا ہے اور غالب آگیا ہے اور ایک شوق ان پسماندگان کا ہے اور اس جانب کا شوق غیر منقسم ہے، امید ہے کہ شوق کا شعلہ بھڑک جائے اور محبت کی آگ بلند ہو جائے تاکہ المومع من احب (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے) کے حکم کے مطابق آفاق و انفس سے ربانی دلائل اور شان و اعتبار سے گذار دے اور معیت ذاتیہ تک پہنچا دے، اگرچہ صفت و شان کو ذات تعالیٰ سے کسی وقت جدائی و علیحدگی نہیں ہے لیکن ذات سبحانی سے محبت کرنے والے کو محبت ذاتیہ کے باعث ذات محض کے ساتھ معیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہاں شاق اعتبار سے کچھ ملحوظ نہیں ہے، یہ محبت کی خصوصیات و عجائبات میں سے ہے کہ محبوب کو اس کی صفات و ثبوت ذاتیہ سے خالی کر دیتی ہے اور محب کو اسی راہ سے داخل (واصل) کر دیتی ہے مشہور ہے کہ ہنس نام کا ایک جانور ہے اگر دودھ اور پانی کو ملا کر اس کے سامنے رکھ دیں تو وہ اس میں سے صرف دودھ کو پی لیتا ہے اور پانی الگ رہ جاتا ہے، اور جس مسئلہ میں ہم گفتگو کر رہے ہیں وہ اس سے بھی نازک تر ہے کیونکہ دودھ و پانی دو مختلف مائیں ہیں جو کما آپس میں ملی ہوئی ہیں اور صفات کو جس کا کہ ذات تعالیٰ سے ازل وابد کے اعتبار سے جدا ہونا واقع بلکہ ممکن نہیں ہے یہ انسان کامل معیت و محبت کی راہ سے جدا کر دیتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ (حضرت) علی (کرم اللہ وجہہ) کو برامت کہو پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں محو ہو چکے ہیں، عن کعب بن عجرہ اعطانی اس قسم کی محبت محض عنایت ہے اور اس تعالیٰ کی محبت کا اثر ہے کہ کیونکہ سبقت اس جانب سے میری محبت و محبت کرنا اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے کہ

ادائے حق محبت عنایت سے زردوست و گرنہ عاشق مسکین پیچ خور سداست

(محبت کے حق کا ادا ہونا دوست کی ایک عنایت ہے ورنہ عاشق مسکین کچھ نہ ہونے سے بھی خوش ہے) حضرت امیر (علی کرم اللہ وجہہ) جو کہ محبت ذاتیہ تک پہنچے ہیں اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ذات میں محبت والی حدیث وارد ہوئی ہے تو یہ حق جل و علا کی محبت کا اثر تھا کہ ان کو اس درجہ تک

پہنچا دیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے "اے علی! بیشک جبریل (علیہ السلام) کا گمان ہے کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں، انھوں نے کہا اور کیا آپ کو (وحی) پہنچی ہے کہ بیشک جبریل مجھ سے محبت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا ہاں اور جو جبریل سے بہتر ہے (یعنی) اللہ عزوجل آپ سے محبت کرتا ہے الحسن بن سخیان عن ابی الصالح الانصاری دیگر یہ کہ اللہ سبحانہ کے کرم سے فقہ کو ان دنوں میں آرام ہے یہ چند غیر مربوط اہمات لڑتے ہوئے ہاتھ گریاں آنکھ اور خستہ دل کے ساتھ لکھے ہیں، حق سبحانہ آپ کو اپنی امان میں رکھے، ع

اے غائب از نظر بھائی سپارمت (اے وہ شخص جو نگاہ سے دور ہے میں تجھ کو خدا کے پیڑ پاتا ہوں) یقین ہے کہ اس ناکارہ کو مقامات متبرکہ میں دعائے خیر سے شراوش نہیں کریں گے اور اس مسکین کے فقیرانہ سلام کو رسالت چاہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ پر جاہ میں پہنچا دیں گے۔ دیگر یہ کہ خادم الفقراء شیخ عزیز اللہ خدمت میں مستعد و مشغول ہے (یہ اس لئے لکھا) تاکہ واضح رہے، والسلام اولاً و آخراً۔

۲۲۴

مکتوب ۱۱۹

حقائق و معارف آگاہ مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ عبدالاحد کے نام اس بات کے جواب میں کہ سالک نماز کے دوران کس چیز کی طرف متوجہ ہو اور نماز وسطیٰ و ساعت جمعہ و اہم عظم کے مہم ہونے اور مسجد کی مسجد کی فضیلت و بزرگی کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ حقیقت قرآنی اور نزول بلا کیف کس چیز سے عبارت ہے۔

الحمد لله العلی الاعلیٰ وسلام علی جلالہ الذین اصطفیٰ آلائہ کمالات فرزند ارجمند شیخ عبدالاحد نے اس مسکین سے پوچھا تھا کہ سالک نماز کے دوران کس چیز کی طرف متوجہ ہو (یعنی) ذات بحت کی طرف جو کہ حقیقی مسجد و معبود ہے یا قرآن مجید کی طرف جو کہ مدلیہ نماز ہے یا کعبہ کی طرف جو کہ مسجد الیسیہ ہے یا خشوع و خضوع و تعذیل ارکان کی طرف کہ جن کا اس کو حکم دیا گیا ہے، یا ان سب امور کی طرف ایک ساتھ (مشغول ہونا چاہئے) اور لوگوں نے ان سب صورتوں میں سے ہر ایک پر شہادت (قائم) کئے ہیں اے سعادت آثار! نمازی کے لئے جو کچھ ضروری ہے اور جن امور کا اس کو حکم دیا گیا ہے وہ نماز کے ارکان و قیوم و جلسہ و طہانیت و خشوع و خضوع کی طرف متوجہ ہونا ہے: **فَتَذُقُ أَفْئِدَةُ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ** [وہ مومنین کا میاب ہو گئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں] اور نماز میں خشوع مثلاً قیام میں سجدہ کی جگہ پر نگاہ لگا دینا وغیرہ اور نیز قرآن پاک کی قرات کی طرف

متوجہ ہونا اور اگر وہ اہل حقیقت میں سے ہے تو اس کے معانی و اسرار میں غور و فکر کرنا ہے ورنہ اس قدر سمجھے کہ یہ حق جل و علا کا کلام ہے اور ذات بخت کی طرف متوجہ ہونا نماز کے مامورات میں سے نہیں ہے اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ان امور کی طرف متوجہ ہونا عین ذاتِ مسجود کی طرف متوجہ ہونا ہے کیونکہ ذاتِ بخت اسما و صفات کا لحاظ کے بغیر جیسا کہ آپ نے لکھا ہے توجہ و مراقبہ و تصور و تعقل سے بالاتر ہے، رہا وہ عارف جو کہ ذاتِ بخت سے واصل ہے اور واصلِ عربائی کے ساتھ ممتاز ہے اس کا معاملہ جدا ہے، نماز ادا کرتے وقت خاص طور پر اس کے باطن کو اس بارگاہِ عالی کے ساتھ اتصال اور ظاہر سے انقطاع پیدا ہو جانا ہے اس کا ظاہر ارکان کی طرف متوجہ ہے اور اس کا باطن واصلِ عربا میں (ہوتا) ہے اور (اس میں) کوئی تضاد نہیں ہے اور جو شخص کس اس واصل (عربا) کے ساتھ مشرف نہیں ہے اس کی ارکان کی طرف توجہ ہی ذاتِ بخت کی طرف توجہ ہے اور ذاتِ بخت کو صفات کے لحاظ کے بغیر مسجود قرار دینا محلِ تامل ہی ہے۔^{۲۰۵} ذاتِ جامع صفات مسجود کیوں نہ ہو کیونکہ ذات کو کسی وقت بھی صفات سے علیحدگی و جدائی نہیں ہے اور عارفِ کامل کا معاملہ کہ جس کی توجہ کا قبلہ احدیتِ مجردہ کے سوا نہیں ہے (اس سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ بیان ہوا اگرچہ صفات کو ذات سے علیحدگی نہیں ہے لیکن اس عارف کو محبت ذاتی کے باعث ذاتِ بخت کے ساتھ ایک ایسی محبت ہے کہ صفات میں سے اس مقام میں کچھ بھی ملحوظ نہیں ہے پس (ذات سے صفات کی) یہ علیحدگی محبت و گرفتاری میں ہے اور میں اور یہ معیت المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے حکم کے مطابق اس محبت کے باعث ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر کعبہ یا قرآن مجید کی طرف متوجہ ہو تو ان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہو یا ان کی صورت کی طرف ہو، اگر ان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہو تو جو شخص کہ ان کی حقیقت تک نہیں پہنچا ہے وہ کس طرح ان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہوگا، اگر ان کی صورت کی طرف متوجہ ہو تو یہ بات قرآن مجید کے بارے میں تو درست آسکتی ہے کیونکہ وہاں الفاظ و معانی و قصص ہیں لیکن کعبہ میں ذرا بھی درست نہیں آتی کیونکہ محض سنگ و کلر خ کو قبلہ نہیں بنا سکتے خاص کر اس کے سامنے نہ ہونے کے وقت میں؟" لے سعادت آثار! نمازی کو چاہئے کہ اس کی صورت کی طرف متوجہ ہو، اگر وہ اہل حقیقت میں سے ہے تو وہ صورت سے حقیقت کی طرف چلا جاتا ہے اور حقیقت کو صورت میں دیکھتا ہے اور اگر وہ اہل حقیقت میں سے نہیں ہے تو صورت کی طرف متوجہ ہونا بھی اس کے لئے غنیمت ہے، اور یہ جو لوگوں نے پتھروں اور ڈھیلوں کو کعبہ کی صورت قرار دیا ہے ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر تمہارا ڈھیلے درمیان میں نہ ہوں اور چھت اور دیواریں نہ ہوں کعبہ تب بھی کعبہ ہے اور مخلوقات کا مسجود الیہ ہے بلکہ صورت کعبہ ایک ایسا

حق ہے کہ عقلیں اس کو سمجھنے سے عاجز ہیں، یہ صورت حقیقت کی صفت رکھتی ہے، اور حقیقت کعبہ اس سے
اور اسے جبکہ عقلیں اس کی صورت کو سمجھنے سے عاجز ہیں تو وہ حقیقت تک کیا پہنچیں گی، اور نیز ہم کہتے ہیں
کعبہ کی طرف متوجہ ہونا یہی ہے کہ کعبہ کی جانب نماز پڑھے، اس توجہ کے سمجھنے اور کعبہ کو خیال میں لانے کی
با ضرورت یہ اس کی جہت کی طرف توجہ کرنے سے ہی کعبہ کی برکات سے فیض یاب ہو جاتا ہے اور اس
حقیقت سے بہرہ مند ہو جاتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”صلوٰۃ وسطیٰ وساعت جمعہ واسم اعظم کے تعین میں اخبار و آثار (احادیث و
روایات) میں بہت تضاد ہے اور جو کچھ تیرے کشف میں آیا ہو اور جو اس سے مفہوم ہوتا ہو تو تعین کرتا کہ
بدشہ دل سے دور ہو جائے اور لوگوں کو بہت سے فوائد حاصل ہوں۔“ لے عزیز! جس چیز کو کہ حق تعالیٰ نے
ہم چھوڑا ہو اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امت پر اس تمام شفقت اور اس کی خیر خواہی
کے باوجود بیان نہ فرمایا ہو، ہمیں اور تمہیں (حق) نہیں پہنچا کہ اس بارے میں لب کشائی کریں اور اپنے خواب
بہال سے اس معما کو حل کریں ابھو! اجماع اللہ [جس کو اللہ تعالیٰ نے ہم رکھا تم بھی اس کو ہم رکھو] آپ نے
تساہو کا، بظاہر اس ابہام میں بندوں کی مصلحتیں اور ان کے فائدے منظور ہوں گے مثلاً یہ کہ لوگ اسماء
الہی کی تعظیم کریں۔ یہ ابہام شب قدر اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روز پیدائش و
فات کے ابہام کی طرح ہے اور ہر کسی سے برکات حاصل کریں اور جمعہ کے پورے دن کو جمعیت و حضور،
ضرع و دعا کے ساتھ معمور رکھیں اور تمام نمازوں کی پوری حفاظت کریں، بظاہر دل میں اس تردد کا
راز پکڑنا اس کے رفع سے بہتر ہے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ
نے کچھ فرائض فرض کئے ہیں پس تم ان کو ضائع مت کرو اور کچھ حدیں مقرر کی ہیں پس تم ان سے تجاوز نہ کرو
اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے پس تم ان کا ارتکاب نہ کرو اور تم پر رحمت کی خاطر کسی بھول کے بغیر بعض
چیزوں سے سکوت فرمایا ہے پس تم ان کی گہرمت کرو۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں نے ایک روز ملائکہ عظام کو دیکھا
ساجد متبرکہ کو درجہ بدرجہ لکھتے ہیں پہلے انہوں نے مسجد حرام عظمیٰ اللہ تعالیٰ لکھی اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی مسجد اس کے بعد (مسجد) اقصیٰ کو لکھا اس کے بعد چوتھے درجہ میں سرسہ کی مسجد کو لکھا
پس مسجد کی بزرگی اس بشارت سے معلوم ہوئی لیکن چونکہ ان مساجد متبرکہ کے ذیل میں واقع ہوئی ہیں چنانچہ
لیکھوں کا کسی گنا ہونا منصوص ہے امید ہے کہ یہاں بھی اس کے درجہ کے مطابق کئی گنا ثواب ہوگا
اور اس بارے میں متوجہ ہو تو بظاہر بشارت پائے گا جو کہ طالبین و عاملین کے لئے بہت زیادہ شوق دلانے کا

ہے غالباً حضرت خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعہ مراد ہیں (مترجم)

باعث ہوگی۔ میرے مخدوم انیکوں کا کئی گنا ہونا کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جس میں گمان اور اندازے سے حکم کیا جاسکے یا خواب و حال سے تعین کر سکیں جتنک کہ نص وارد نہ ہو جیسا کہ تینوں مسجدوں کے بارے میں ہے ورنہ اس مسجد (مسجد سرسند) کی فضل و تبریگی و شان و عظمت اور اس میں بنکیوں کے کئی گنا ہونے کے بارے میں لوگوں نے بہت سی باتیں دیکھی اور مشاہدہ کی ہیں کہ جن کی تفصیل کی وقت اور کاغذ میں گنجائش نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ مکتوبات شریف (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) میں مذکور ہے کہ کسی چیز کی حقیقت اس کے فیوض و جودی و توابع و جودی کے بدلے سے عبارت ہے اور وہ چیز اس (حقیقت) کے ظل کی مانند ہے تو حقیقت قرآنی کس چیز سے عبارت ہوگی اور اس سے اوپر جانا کس طرح منظور ہوگا۔ میرے مخدوم (ادیہ) کوئی بعید از فہم مقام نہیں ہے (یہ) اس طرح پر ہے کہ شیونات ذاتیہ صفات حقیقیہ کے فیوض و جودی کے مبادی ہیں اور صفات اُن شیونات کے ظلال کی مانند ہیں اور شیون ذاتیہ سے ترقی جائز بلکہ واقع ہے کما لا یخفی علی اربابہ [جیسا کہ اس کے مقام والے حضرات پر مخفی نہیں ہے]۔

آپ نے پوچھا تھا کہ مکاتیب عالیہ میں واقع ہوا ہے کہ جب معاملہ اصل اور اصل (الاصل) سے گزرتا ہے اور ذات بحت تعالیٰ تک جا پہنچتا ہے تو اس مقام میں ذکر کو ترقی میں کوئی دخل نہیں ہے اور قرآن مجید کے سوا ترقی کا کوئی وسیلہ و سبب نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کلمہ طیبہ کو قرآن مجید کی نیت سے پڑھا جائے تو فائدہ بخشا ہے اور ترقی کا باعث ہوتا ہے اور انھوں (حضرت عالی قدس سرہ) نے دوسرے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ جب نظر و قدم (دونوں) پیچھے رہ جاتے ہیں اور پروہال ہمت ہار دیتے ہیں اور معاملہ غیب صرف کے ساتھ جا پڑتا ہے تو اس مقام میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پاؤں کے بغیر نہیں جاسکتا اور اس کلمہ مقدسہ کی آغوش میں آئے بغیر اس مسافت کو طے نہیں کر سکتا اللہ، ان دونوں کلاموں کے درمیان تطبیق کی صورت کس طرح ہوگی۔ اس سوال کا جواب بھی حضرت عالی (قدس سرہ) کے کلام سے ہی نکل آتا ہے جس جگہ کہ انھوں نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر کلمہ طیبہ کو بھی قرآن مجید کی نیت سے پڑھے تو فائدہ بخشا ہے کیونکہ یہ دونوں مبارک کلمے قرآن مجید سے ہیں پس اگر قرآن مجید کی نیت سے پڑھا تو مفید اور ترقی بخش ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ (ان) دونوں کلاموں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ جو تطبیق دی جائے کیونکہ پہلے کلام میں مذکور ہے کہ معاملہ ذات بحت سے جا پڑتا ہے اور یہ جو دوسرے کلام میں مذکور ہے کہاں سے معلوم ہوا ہے کہ معاملہ ذات بحت کے ساتھ ہے، ہو سکتا ہے کہ شیون و اعتبارات کے ساتھ متعلق ہو یا ذات سے مراد کوئی شان یا اعتبار ہو، غیب صرف کہ شیون سے خالی ذات کے ساتھ مخصوص کرنا مستوع (نا قابل تسلیم) ہو اور لفظ "توان رفت" (نہیں جاسکتا) اور قطع مسافت "توان نمود" (مسافت طے نہیں کر سکتا)

اس منع کی موید ہے کیونکہ ذات بخت میں جانا اور قطع مسافت کرنا مناسبت نہیں رکھتا (یعنی ممکن نہیں ہے) اور یہ جو پہلے کلام میں مذکور ہے کہ قرآن مجید کے سوا ترقی کا کوئی وسیلہ اور سبب نہیں ہے، یہ ترقی قطع مسافت کے باعث نہیں ہے بلکہ اس جگہ ترقی نسبت والی طبع کے زیادہ ہونے کے معنی میں ہے اور نہ جو کچھ ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کے نزدیک تحقیق ہے وہ یہ ہے کہ نظر کو کسی جگہ کوتاہی نہیں ہے اور وہ ہر جگہ گذر رکھتی ہے اور وصول نظری مرتبہ ذات بخت میں ثابت ہے پس نظر کا پیچھے رہ جانا جو کہ دوسرے کلام میں مذکور ہے حقیقت پر محمول نہیں ہے اور جب قدم اس مقام میں نظر کے قریب ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کی کوتاہی بھی حقیقت پر محمول نہ ہو اور نظر و قدم دونوں کی کوتاہی شہود پر محمول ہونہ کہ وجود پر یعنی عارف کے شہود میں قدم پیچھے رہ جائے، پس ہو سکتا ہے کہ حقیقت میں ایسا نہ ہو اور اس اعتبار سے یہ مرتبہ ذات بخت سے نیچے ہو، اگر کہیں کہ رویت بصری و مشاہدہ قلبی دونوں دنیا میں واقع نہیں ہیں تو اس بارگاہ میں وصول نظری کس معنی میں ہوگا، ہم کہتے ہیں کہ یہ نظری رویت و مشاہدہ سے ماوراء ایک بے کیف امر ہے جب تک تو اس کو نہ پہنچے اس کے معنی کو نہیں سمجھ سکے گا، گویا کہ مشابہات کی قسم سے ہے۔
 ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) نے تحریر فرمایا ہے کہ ”وصول نظری اور وصول قدمی اس معنی میں نہیں ہے کہ وہاں شہود و مشاہدہ سے یا قدم کی گنجائش ہے اس جگہ تو بال کی (بھی) گنجائش نہیں ہے قدم کی کیا ہوگی بلکہ ایک معمول کیفیت والا وصول ہے، اگر صورت مثالیہ میں نظر کے ذریعے منعقد ہوا تو اس کی وصول نظری کہتے ہیں اور اگر قدم کے ذریعے سے تو وصول قدمی ہے ورنہ نظر و قدم دونوں اس بارگاہ سے بخود و حیران ہیں۔“ تحقیق مطلب یہ ہے کہ ایک مقام کا کئی مواقع پر طور ہوتا ہے سب سے آخری طور اس مقام کی اصل ہے اور دوسرے ظہورات اس کے نمونے ہیں اور اصل و نمونہ میں سے ہر ایک کے احکام مختلف ہیں اگرچہ سالک نمونہ تک پہنچنے کے وقت اس کو اصل سمجھتا ہے لیکن اصل تک پہنچنے کے بعد سابقہ ظہورات کو ظلال اور نمونے سمجھ گا، پس ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ترقی ہونے کی خصوصیت مقام اصل کا خاصہ ہو جو کہ حقیقت میں مرتبہ احدیت ذات تعالیٰ ہے اور اس کے نمونوں میں ترقی کلمہ طیبہ کے ساتھ وابستہ ہو، پس شبہ جاتا رہا۔

آپ نے پوچھا تھا کہ ”نزل بلا کیف کس چیز سے عبارت ہے، اس تجلی سے ہے جو کہ عالم خلق سے تعلق رکھتی ہے یا اس تجلی سے جو کہ عالم امر سے متعلق ہے، اگر عالم خلق سے تعلق رکھتی ہے تو چاہئے کہ حاشہ بصر (دیکھنے والی حس) سے ہوا و یہ مسلمان کے خلاف ہے کیونکہ رویت دنیا میں واقع نہیں ہے اور اگر عالم امر سے تعلق رکھتی ہے تو چاہئے کہ جو شخص عالم امر میں سیر رکھتا ہو اس کو بیا عظیم پیش آئے

اور یہ نہایت بعید ہے۔ جواب: ہم نہیں مانتے کہ جو چیز عالم خلق سے تعلق رکھتی ہے حاسہ بصر کے ساتھ اس کا ادراک ہو۔ اہل ریاضت و صفا پر عالم خلق کی بہت سی چیزیں منکشف ہوتی ہیں اور ملک اہل زمانہ کے انقلاب کو مختلف شہروں میں مشاہدہ کرتے ہیں اور کعبہ اور اس کا طواف کرنے والوں کو دیکھتے ہیں۔ ان قوتِ باصرہ کو اس مقام میں کوئی دخل نہیں ہے ورنہ چاہئے کہ اندھا شخص غیبی امور کی اس دیدِ مشاہدہ سے محروم ہو کیونکہ وہ قوتِ باصرہ نہیں رکھتا اور حالانکہ اہل صفا میں سے اندھا اور آنکھوں والا غیبی امور کے کشف میں برابر ہیں اور نیز چاہئے کہ جو نابینا ولایت کے درجہ کمال کو پہنچ گیا ہے اس تجلی سے جو کہ عالم خلق سے تعلق رکھتی ہے بے بہرہ ہو۔ اور یہ جو (آپ نے) دوسری شق میں لکھا ہے کہ جو شخص عالم امر میں سیر رکھتا ہو اس کو یہ امر عظیم یعنی اس تجلی کا مشاہدہ پیش آنا چاہئے۔ یہ بھی غیر مسلم ہے کیونکہ عالم امر کے پانچ لطیفے ہیں اور ہر لطیفہ ایک عالم ہے جو عالم خلق سے کئی گنا زیادہ مثلاً جو تجلی کہ ایک لطیفہ سے تعلق رکھتی ہو دوسرے لطیفہ والا شخص کہ جس کی سیر اس لطیفہ میں ہے کیا ضروری ہے کہ وہ اس تجلی سے باخبر ہو بلکہ اسی لطیفہ کی سیر والے کو (بھی) اس تجلی کا علم ہونا کیا ضروری ہے، ہم اور ہم کہ عالم خلق میں اقامت رکھتے ہیں جو کہ عالم امر کے ہر لطیفہ سے تنگ اور چھوٹا ہے اور بہت سی چیزیں اس عالم میں گذرتی ہیں اور عرش و کرسی اور آسمانوں میں عجیب و غریب امور ظاہر ہوتے ہیں بلکہ بعض انقلابات روئے زمین پر وارد ہوتے ہیں بلکہ اس شہر اور علاقے میں پیش آتے ہیں اور ہم کو ان کی اطلاع نہیں (ہوتی) ہے اور نیز جو تجلی کہ عالم خلق سے تعلق رکھتی ہے اس کی رویت ذاتِ حق جل و علا کی رویت نہیں ہے کہ جو دنیا میں واقع نہ ہو بلکہ ظلال میں سے کسی ظل کی رویت ہے کہ جس کی رویت میں کوئی مانع نہیں ہے۔ آپ کی یہ عبارت کہ ”نزول بلا کیف کس چیز سے عبارت ہے تجلی سے ہے جو کہ عالم خلق سے تعلق رکھتی ہے الخ“ بعض دوستوں نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس تجلی سے (عبارت) ہے جس کا ادراک عالم خلق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جو کہ حاسہ بصر ہے یا اس کا ادراک عالم امر کے ساتھ ہے، اگرچہ یہ معنی اس عبارت سے بعید ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ نزول تشابہات کی قسم کا ایک امر ہے کہ اس پر ایمان لانا چاہئے اور اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے علم کے سپرد کرنی چاہئے، تمثیل و تشکل (مثل ہونا اور شکل اختیار کرنا) کی قسم سے نہیں ہے۔ اور جب یہ امر بعض خاص انخاص حضرات پر منکشف ہوگا تو حاسہ بصر کے بغیر ہوگا، اگر یہ ادراک عالم امر سے تعلق رکھتا ہو تو ضروری نہیں ہے کہ جس شخص کی سیر عالم امر تک پہنچ گئی ہو وہ اس معما کو یا بظاہر کوئی مانع ہوگا یا اس انکشاف کو اس میں پیدا نہیں کیا گیا ہوگا جس طرح کہ جن اور فرشتے اور تمام لطیف اجسام ہماری نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور محسوس نہیں ہوتے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ادراک

حاشہ بصر اور حاشہ قلب وغیرہ عالم امر کے ماوراء ثابیت ہے اور وہ انسان کامل کی ہیئت وحدانی ہے جو کہ عالم خلق وعالم امر کے مجموعہ سے حاصل ہوئی ہے اور ہیئت وحدانی اس کو لاحق ہوئی ہے یا (اللہ تعالیٰ) صلا
 اُس کا علم ضروری عارفین میں پیدا کر دیتا ہے، یہ شبان مقامات وعروجات کے انکشاف میں وارد ہوتا ہے جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہیں اور وہ اہل اللہ ظل سے اصل تک جاتے ہیں اور صفات سے شیونات وصفات سلبیہ تک اور اس سے ذات تعالیٰ و تقدس تک ترقی کرتے ہیں، ان امور کا ادراک اگر حاشہ بصر سے (تعلق رکھتا) ہو تو لازم آتا ہے کہ ذات تعالیٰ دنیا میں نظر آجائے، اور صفات جو کہ معانی (پوشیدہ امور) ہیں کس طرح نظر آئیں گے اور شیون واعتبارات ذاتیہ اور امور سلبیہ کی رویت کا کیا امکان ہوگا اور اگر (ان امور کا ادراک) عالم امر سے تعلق رکھتا ہو تو جس شخص کی سیر عالم امر تک پہنچ جائے اگرچہ اس نے دائرہ امکان کو پورا نہ کیا ہو اور فنا تک نہ پہنچا ہو یہ تمام درجات اس پر منکشف ہو جائے چاہئیں اور کوئی ذرا سی بات بھی اس پر پوشیدہ نہیں رہی چاہئے۔ اور جو امور تمام اولیاء و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پر منکشف ہوئے اس پر بھی منکشف ہونے چاہئیں اور اس کا فساد اظہر من الشمس (بالکل واضح) ہے، فہما جواب کہ فہو جوابنا (پس جو تمہارا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہے۔)

آپ نے لکھا تھا کہ جو سالک کسی قدر نقص کے ساتھ متصف ہو (اگر وہ اس تجلی کے ساتھ مظهر ہو جائے تو کیا) اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ اے سعادت آثار! یہ یافت اود یہ دید کامل و مکمل حضرات کے ساتھ مخصوص ہے اگر یہ سالک اس کمال تک پہنچ گیا ہے اور نقص کی بات اس نے کس نفسی کے طور پر کہی ہے تو اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے الحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ ائمانہ و علی آلہ الکرام و صلبہ العظام۔

مکتوب ۱۲

شرح حسین منصور کے نام اُن کے سوالان کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ علی نوالہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ وآلہ۔ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے دو مکتوب اس سے پہلے ارسال کئے تھے (اور) اُن کا جواب مانگا تھا، میرے مخدوم! ایک مکتوب نہیں مل سکا اور ایک مل گیا جو کہ چند سوالات پر مشتمل تھا، اس کا جواب لکھتا ہوں۔ آپ نے حزن و بے مزیگی اور بے حلاوتی کے بارے میں جو کہ پیش آتی ہے لکھا تھا اور اس کا سبب دریافت کیا تھا۔ اے سعادت آثار! واجب تعالیٰ سے ممکن کا حصہ عجز و انکسار خدائی و یافت (پہنچا) ہے

ماشقان را نصیب از معشوق جز خرابی و جان گدازی نیست

[عاشقوں کو معشوق سے خرابی اور جان گدازی کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے]

مقیمہ مطلق کو کیا پائے اور محدود و محدود کو کس طرح احاطہ کرے، جہاں کہیں جاتا ہے قید (پابندی) اپنے ساتھ رکھتا ہے، اطلاق صرف کے لائق نہیں ہے اس لیے حلاوتی و بے مزی کی ہر وقت اس کی دامگیر ہوگی اور وہ غم و اندوہ کا نشانہ ہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائمی حزن اور متواتر فکر میں رہتے تھے سہ

فے وصل نیست و حتی بخار بجز خوگس کہ شراب ناامیدی غم درد سرتدارد
[لے و حتی اصل کی شراب نہیں ہے جدائی کے خمار کی عادت کر لے کیونکہ ناامیدی کی شراب درد سر کا غم نہیں رکھتی]
دیگر یہ کہ طالبین میں سے جس کسی کو ظہورِ کامل حاصل ہو جائے اس کو ذکر سے روک کر اسی حضور کے

ساتھ رہنے ہیں اور اگر اس نے اس حضور میں ترقی پیدا کی تو بہتر ہے ورنہ پھر ذکر میں لے آئیں تاکہ ترقی کی راہ کھل جائے، جس سالک کو نماز ادا کرنے کے دوران استغراق اس قدر غالب آجائے کہ نہ اس کو قرأت سننے کا شعور رہے اور نہ ارکان ادا کرنے کا ہوش رہے اس کے باوجود تمام ارکان اس سے ادا ہو جائیں اگر وہ پورے رکن میں شعور نہ پائے تو اس کی نماز فاسد ہوئی چاہے، **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ** [اے ایمان والو! تم ایسی حالت میں نماز کے نزدیک نہ جاؤ کہ تم نشہ میں ہو یا ہانک کہ تم سمجھنے لگد کہ تم کیا کہہ رہے ہو] اس سالک کا سکر اگرچہ محبت کے باعث ہے لیکن شرع شریف کی رو سے کچھ فرق نہیں ہے جس وقت یہ استغراق نماز کے جائز ہونے میں خلل ڈالے تو اس حالت کے باقی رہنے میں کوشش نہ کریں بلکہ اس حالت کو دور کرنے میں کوشش کرنا لازم ہے۔

تیرو چچا گیا تھا کہ اگر کسی سالک کو ایسی دائمی حالت پیدا ہو جائے کہ اپنے آپ کو اور ماسوا کو معدوم پائے اور اس تو الی شانہ کے سوا کچھ موجود نہ پائے لیکن کمالات کی ظلیت اور اس کا اصول کچھ اتنی ہونا نہ پائے تو کیا اس حالت والا صوفیائے کرام کی اصطلاحی فنا تک پہنچا ہوگا یا نہیں۔ جواب: وہ فناے جذبہ کو پہنچا ہوا ہے فناے مطلق کو اس وقت پہنچا ہے جبکہ یہ عدمیت کا حصول ظلیت کے علم اور اصل کے ساتھ بحق کی راہ سے پیدا ہوا ہو، اس معنی کو صاحبِ عدم خود پائے یا کوئی دوسرا عارف کشف یا فراست سے اس کی صفات کے بحق کو معلوم کر لے اور دیکھ لے اور اس کی فنا کا حکم کرے فناے مطلق اُس اسم تک وصول اور اس اسم میں قناتیت کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ سالک کا مبداء العین ہے اور عدمیت وصول میں استہلاک نہیں ہے، حاصل مطلب یہ کہ اسم مذکور کی ہستی نے سالک کی قوتِ ادراک پر غلبہ پایا ہے سالک نے اپنی ہستی کو اس کے سامنے پوشیدہ پایا اور اپنے آپ کو معدوم دیکھا ہے اور جب اس اسم میں

فانی ہو جاتا ہے اور وجود اور وجود کے تابع کمالات کو اس سے دیکھتا ہے اور اس کے ساتھ ملحق پاتا ہے تو فناے مطلق کو پہنچ جاتا ہے۔ دیکھو کہ جائز ہے کہ جو سالک محمدی المشرب نہ ہو وہ اپنے شیخ و پیر کی صحبت و توجہ سے جو کہ محمدی المشرب کمالات ولایت محمدی تک پہنچ جائے اور اس ولایت کی خصوصیات سے مشرف ہو جائے لیکن اس کو محمدی المشرب یا صاحب ولایت محمدی نہیں کہہ سکتے کیونکہ یکمال اس میں قسری کسی کے زبردستی پہنچنے سے تو جی (کسی کی پیروی) ہے نہ کہ ذاتی و طبعی اس کی ولایت اُسی نبی کی ولایت ہے کہ وہ بالذات جس کے قدم پر ہے اور یہ جو ہمارے حضرت عالی قدر اللہ سبحانہ بسرہ اقدس کے کلام میں پایا جاتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طور پر خلقت کی طرف رخ رکھتے ہیں اس معنی میں ہے کہ وہ ظاہر و باطن میں مخلوق کی طرف متوجہ ہیں اور صورت و معنی کے اعتبار سے خلقت کو (اللہ تعالیٰ کی طرف) دعوت فرماتے ہیں نہ اس معنی میں کہ ان کا ظاہر خلقت کے ساتھ ہے اور باطن حق جل و علا کے ساتھ جیسا کہ دوسرے حضرات کہتے ہیں اور کابلیں اولیاء ہیں سے جو تالیع اور وارث ہونے کے طور پر کمالات نبوت تک پہنچے ہیں نزول کے وقت وہ بھی ظاہر و باطن کے ساتھ مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور عروج نماز کے علاوہ اوقات میں بھی پیش آسکتا ہے اور یہی مرجوع (واپس لوٹے ہوئے) کے لئے ضروری نہیں کہ نماز میں لذت کا حاصل ہونا دائمی طور پر ہو یعنی اس کے ظاہر کے لئے، اس لئے کہ اس کا باطن اس (نماز) کے ادا کرنے کے دوران ظاہر سے قطع ہو کر مرتبہ بیخونی کے ساتھ خاص اتصال پیدا کر لیتا ہے اور خاص قرب اور بے کیف لذت حاصل کرتا ہے اور ظاہر بھی باطن کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور لذت اندوز ہوتا ہے اور کبھی بعض عوارض کے پیش آنے کی وجہ سے اس رنگا جانے کو نہیں سمجھتا اور لذت اندوز ہونے کو نہیں پاتا۔ عین و اثر مراد وجود و تولد وجود ہے یا ان کا غیر، اس کی تحقیق کو فقیر نے کسی مکتوب میں بیان کیا ہے وہاں سے معلوم کریں، ولی سے صغیرہ (گناہ) سرزد ہونے کا امکان ہے، وہاں کے ارتکاب کی وجہ سے ولایت سے معزول نہیں ہو جاتا اور آپ نے طریقہ قادریہ کی تعلیم کی اجازت کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا یہ سامنے موجود ہونے سے تعلق رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت سے جب آپ آئیں تو یاد دلائیں اور جو واقعہ کتاب نے لکھا تھا مبارک اور واضح ہے۔ والسلام اولاد آخراً۔

مکتوبات

مخدوم زادہ شیخ ابوالقاسم کے نام غلت اور اس کے لوازم کے درمیان فرق اور جن کیفیات کے

جواب میں جو کہ انہوں نے لکھی تھیں تحریر فرمایا۔

الحمد لله على ما انعم وجعلنا من امت حبيب المبعوث الى العرب والعجم وجعل امته
خير الامم صلى الله تعالى عليه وآله وسلم اما بعد، جو مکتوب کہ میرے نہایت نیک فرزند نے بھیجا تھا
پہنچ کر باعث مسرت ہوا، آپ نے خلت اور اس کے لوازم کے درمیان فرق کی بات پوچھی تھی، آپ جان لیں کہ
ملت بہت بلند مقام ہے جو کہ اصالت کے طور پر حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے نصیب
امنیوں میں سے تعجیب و وراثت کے طور پر جس شخص کو دیا ہے اس نعمت سے نوازدیں۔ اور یہاں لوازم خلت
اس کے مبادی و مقدمات سے کیا ہے اور نفس خلت کے حامل ہونے کی بشارت جو کہ آپ نے دیکھی ہے
مبارک ہو، حق سبحانہ اُس کے آثار ظہور میں لائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ نماز میں عجیب و غریب نسبتیں
رو نما ہوتی ہیں، جو نسبت و قرب کہ نماز میں ظاہر ہوتی ہے اصالت کی خبر دینے والی ہے اس عالم میں ظلال
کے شعبہ دوں (کیفیات) سے رہائی شاید نماز میں میسر آجائے جو کہ مومن کی معراج ہے، جو قرب کہ اُس کی
ادائیگی کے وقت رہتا ہے، اس (نماز) سے باہر بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا
”اس سے پہلے جو اپنے آپ کو نور صرف پاتا تھا جو کہ حقیقت کعب کے ساتھ متصف ہونے سے عبارت ہے
اب نہیں پاتا اور مرتبہ وجوب کی وسعت بچوتی اور امتیاز بے کیفی کی نسبت کے سوا نہیں سمجھتا اور حیرت
میں ہے کہ اس نہ پانے کا کیا راز ہے“ کچھ حیرت کا مقام نہیں ہے کیونکہ وسعت بے کیفی جو کہ حقیقت
قرآن مجید ہے کی نسبت کے طلوع ہونے کے وقت میں اگر سابقہ نسبت پوشیدہ ہو جائے تو گنجائش
رکھتا ہے اور جبکہ دونوں نسبتوں کے درمیان تضاد نہیں ہے وہ حق کے نور کے ساتھ متصف ہو کر اس
وسعت کا پتہ لگاتا ہے اور ادراک کے نور سے بے کیفی کا امتیاز کرتا ہے، اس وقت میں اس تحقق کی عدم
یافت ہے نہ کہ اس تحقق کا عدم۔ آپ نے جس بشارت کی طلب کی تھی وہ سامنے موجود ہونے پر
موقوف ہے۔ دیگر یہ کہ دوستوں کی لاپرواہی سے دل برداشتہ نہ ہوں اور سب کچھ حق تعالیٰ کی جان
سے جانیں، بندوں کے دل اس سبحانہ کے تصرف میں ہیں جس طرح چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔
از خدا داں خلاف دشمن دوست کہ دل ہر دو در تصرف اوست
[دشمن اور دوست کی مخالفت کو خدا کی طرف سے جان کیونکہ دونوں کے دل اس کے تصرف میں ہیں
جو شخص آپ کے ساتھ دوستی کرتا ہے آپ کو حق جل و علا سے باز رکھ کر اپنے ساتھ مشغول کرتا ہے اور جو شخص
کہ آپ کے ساتھ دوستی نہیں کرتا وہ آپ کو حق جل شانہ کے ساتھ چھوڑ دیتا ہے، حق سبحانہ کے ساتھ
بہتر ہے یا مخلوق کے ساتھ؟ کسی نے کیا خوب کہا ہے، ریاضی ۱۔

یارب ہمہ خلق را ز من بد خو کن وز حبلہ جہانیاں مرا یکسو کن
روئے دل من صرف کن از ہر جہت در عشقِ خودم یکجہت و یکرو کن
[اے خدا! تمام مخلوق کو مجھ سے بد ظن کر دے اور تمام دنیا والوں سے مجھ کو یکسو کر دے، میرے دل کا رخ
ہر طرف سے پھیر دے، مجھے اپنے عشق میں ایک سمت و یک رو کر دے] ان دوستوں کو دو کلمے شکوہ اور آرزوگی کے
طور پر لکھے گئے ہیں تاکہ واضح ہو جائے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۲

ملا موسیٰ کے نام اُن کے واردات و احوال کے جواب میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور مطلوب کے
ماوراء ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم دینی بھائی ملا موسیٰ اس سیکن کی طرف سے سلام عافیت انجام پڑھیں،
ذوق و شوق پر مشتمل مکتوب نے پہنچ کر خوش وقت کیا، حلاوت و ذوق جو کہ ذکر و مراقبہ میں ظاہر ہوتا ہے جذبہ
کے آثار میں سے ہے اور فنا و محویت کا دیکھنا نیک و مبارک ہے اور انوار کا ظاہر ہونا کہ جس سے تمام گھر روشن
ہو جاتا ہے اور جسم کی بجائے کوئی اور چیز دکھائی دیتی ہے یہ گویا بقل ہے کہ جس پر فنا مرتب ہوئی ہے لیکن
یہ فنا اور یہ بقا جذبہ کے ساتھ منقید ہے، اس بات کی کوشش کریں کہ فنائے مطلق حاصل ہو جائے اور
جو کچھ انسان کی پیدائش سے مقصود ہے میسر آجائے۔ اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ اس حالت کی فکر
میں ہیں اور اس سے ترقی چاہتے ہیں جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ ”اس کا مطلب جسم کا فنا ہونا نہیں ہے،
مقصود یہ ہے کہ شاہد غیبی (ذات حق جل و علا) ہمیشہ ظاہری معشوق کی مانند نظر میں رہے اور غیر کی طرف
موجہ نہ ہونے دے۔“ — جانا چاہئے کہ شاہد غیبی اس سے بالاتر ہے کہ دید و دانش میں آئے اور مشہود و
متخیل ہو جائے، حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ بسرہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور
جانا گیا وہ سب غیر ہے کلمہ لا کی حقیقت کے ساتھ نفی کرنی چاہئے اس کلمہ کا ظاہر جو کہ نظریں ہوگا
حقیقت پر محمول نہیں ہے مثال بیان کرنے کے طور پر، یعنی گویا نظر میں ہے کہ وہ دائمی طور پر متوجہ الیہ جسکی
طرف توجہ کی جائے، خلاصہ یہ ہے کہ جس حالت کی آپ آرزو کرتے ہیں اس کا آپ کی موجودہ حالت پر
فوقیت رکھنا محال غور ہے۔

آن لقمہ کہ درد ہاں ننگیہ رطلب [وہ لقمہ طلب کر جو منہ میں نہ سمائے]

اور یہ جو آپ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ ”جب کبھی اُن انوار کے علاوہ کچھ مکاشفات اُس جانب سے نظر میں آتے ہیں متوجہ نہیں ہوتا اور دفع کرتا ہوں“ مبارک اور اعلیٰ ہے اور سابقہ آرزو کی تلافی کرتا ہے۔ آپ نے خلوت و تنہائی کی خواہش کی تھی نیک و مبارک ہے العز لتعمین الصدیقین [خلوت صدیقین کی تمنا ہے] لیکن جان لیں کہ جو صحبت فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کیلئے ہو تنہائی سے بہتر ہے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوبات ۱۲۳

۲۱۵

مقدومہ عالی قدر معدن الحقائق ابوالقاسم کے نام دوستوں کی غلطیوں کو معاف کر دینے اور چغلیوں کی بات سننے سے منع کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، آپ کے مکتوبات شریفہ پہچکر مسرت بخش ہوئے آپ نے صلح اور صفائی حاصل ہونے کی بابت لکھا تھا اچھا ہوا فتنہ کی آگ جتنی بھی بجھ جائے بہتر ہے، دوستوں سے بشریت کے تقاضے سے کوئی لغزش واقع ہوتی ہے اور کوئی امر جو کہ دوستی کے خلاف ہوتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے آپ کو درگزر کرنا چاہیے اور ان کی خوبیوں کو نظر میں رکھنا چاہیے۔

اگر فردی احسن الی من اساء [اگر تو مرد ہے تو جو شخص برائی کرے اس کے ساتھ بھلائی کر] کہا گیا ہے کہ کسی شخص نے کسی شخص کے پاس کسی شخص کی بابت ناپسند بات ذکر کی تو اس نے کہا ہم نے اس کی بھلائیوں میں جو ہماری جانب میں نظر کی تو (دیکھا کہ) یہ اس کی برائیوں سے زیادہ ہیں پس ہم نے اس کی بھلائیوں کو لے لیا اور اس کی برائیوں سے درگزر کیا، اسی طرح آقا غلام کے ساتھ کرتے ہیں غلام غلام کے ساتھ ایسا کیوں نہ کرے۔ آپ نے لکھا تھا کہ بعض صالحین نے کچھ باتیں پہنچائی تھیں، حسن ظن کے مطابق ان کے قول پر اعتماد کر کے رنجیدہ دل ہوا، ہم نے لکھا تھا کہ اہل علم سے یہ بات محل تعجب ہو آپ نے حسن ظن کی وجہ سے ان کے قول کو قبول کیا اور دوسری جانب جو کہ حسن ظن کے قابل تھی حسن ظن نہیں کیا، جو شخص چغلیوں کی بات ماننے کے قابل نہیں ہے اور اس کا رد کرنا لازم ہے اور کتراختی میں ہے کہ خالد بن سنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا چغلی کا قبول کرنا چغلی سے بھی بدتر ہے کیونکہ چغلی کرتا دلالت (رہنمائی) ہے اور اس کو قبول کرنا اجازت (صحیح قرار دینا) ہے اور جس نے کسی چیز پر دلالت کی وہ اس شخص کی مانند نہیں ہے جس نے اس کو قبول کیا اور صحیح قرار دیا، پس چغلیوں کو چغلیوں پر ذلیل کرو اگرچہ وہ سچا ہو اس برائی کی وجہ سے کما س نے پردہ دہی کی اور حرمت کو ضائع کیا اور اگر وہ

جھوٹا ہو تو اس کو مترادف کیونکہ اس نے جھوٹی بات اور بہتان کے ساتھ حمن (خدا) سے جنگ کی اور شیطان کی تابعداری کی ہے، پس جب تیرے پاس کوئی شخص آئے اور تجھ کو خبر دے کہ فلاں شخص نے تیرے بارے میں ایسا ایسا کہا ہے یا دیکھے کہ تیرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے تو بیشک تجھ پر چھ چیزیں واجب ہیں ان میں سے ایک یہ کہ اس کی تصدیق نہ کر کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک چغلوں کی شہادت قابل قبول نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِمِصْرَةٍ كَبِيرَةٍ [اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کسی قوم کو کوئی ضرر پہنچا دو] اور دوسرے یہ کہ اس کو چغلوں سے منع کر کیونکہ یہ برائی ہے اور برائی سے روکنا واجب ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ [تم ایک اچھی امت ہو جو کہ لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے] اور تیسرے یہ کہ اس سے خالص اللہ کے لئے بعض رکھ کیونکہ وہ گناہ کرنے والا فاسق ہے اور گناہ کرنے والے کے ساتھ بغض رکھنا واجب ہے اور چوتھے یہ کہ اپنے غیر موجود بھائی کے ساتھ برائیاں نہ رکھ کیونکہ مسلمان کے ساتھ برائیاں رکھنا حرام ہے اور حرام سے بچنا واجب ہے۔ پانچویں یہ کہ جس چیز کی تجھ کو چغلوں خبر دے اس کا تجسّس نہ کرے کیونکہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تجسّس سے منع فرمایا ہے حَبِطَ لَكَ ثَمَرُهَا [اور تجسّس مت کرو] اور چھٹے یہ کہ اس چغلوں کی جس بات کو تو پسند نہیں کرتا تو بھی اس کو مت کر (یعنی اس کی چغلی کو دوسری جگہ بیان نہ کرے) پس جو چیز چغلوں تیرے پاس لائے تو کسی کو اس کی خبر نہ دے، اور بعض علماء نے کہا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس زمانہ میں گناہ سے بچا رہے اور اس کے دوست باقی رہیں تو اس کو چاہئے کہ اپنے نفس کو قاضی (فیصلہ کرنے والا) بنائے اور وہ قاضیوں کی طرح فیصلہ کرے گواہوں اور اہل ان کی جرح و تعدیل کے بغیر کسی کے بارے میں کسی کا قول قبول نہ کرے اور کسی شخص پر کسی شخص کی تصدیق نہ کرے پس بیشک ہم نے بعض لوگوں کے کہنے پر بعض سے محبت کی اور بعض سے بغض رکھا، پھر ہم اپنے کئے پر نادم ہوئے۔

مکتوب ۱۲

ہمت خاں کے نام مواعظ و نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کرے اپنے پیسیدہ کاموں کو حاصل کرنے کے ساتھ معزز و سعادت مند رکھے میرے مخدوم! حق سبحانہ نے آدمی کو بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور اس کی مرضی پر نہیں چھوڑا کہ جو کچھ سمجھے کرے اور جس طرح چاہے زندگی گزارے اَلْإِنْسَانُ أَنْ يَتْرَكَ سُدًى [۱۲/۱۵]

[کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا] اس کی پیدائش سے مقصود بندگی کے وظائف کا بجالانا ہے اور اس سے مطلوب اللہ تعالیٰ جل شانہ کی معرفت ہے اس کو بعض چیزوں کا امر کیا گیا ہے اور بعض چیزوں سے منع کیا گیا ہے اور وہ شخص اس کے سوا چارہ نہیں رکھتا کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے اوامر و نواہی کے مقتضا کے مطابق زندگی بسر کرے ورنہ وہ باغی ہوگا اور بہت زیادہ عذاب کا مستحق اور غضب کا مورد ہوگا، آخرت کی وعیدیں بیشک پوری ہونے والی ہیں خوابِ خرگوش کتبک رہے گا، اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ [بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور آئے والا ہے اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے] اللہ تعالیٰ نے کمال اہتمام سے جو کہ انسان کے بارے میں کیا ہے کتنے ہی موکل (فرشتے وغیرہ) ہر قدر کے اوپر مقرر کئے ہیں تاکہ اس کے افعال و اقوال و حرکات و سکنات کی نگہداشت کرتے رہیں اور لکھتے رہیں۔ تا مگر آدمی کی جان پر افسوس ہے کہ بادشاہ کا ایک خبر نویس جو کسی صوبہ میں جاتا ہے تو اہل صوبہ کو روزہ طاری ہو جاتا ہے اور وہ بُرے اعمال سے پرہیز کرتے ہیں اور اس جگہ میں موکل (فرشتے) دن کے اعمال ناموں کو شام کے وقت لیجاتے ہیں اور رات کے اعمال ناموں کو صبح کے وقت لیجاتے ہیں اور اعمال پیش ہونے کے وقت اُس (انسان) کو حضرت ذوالجلال و اجمال کے سامنے پیش ہونا ہر ہم جیسے غافل ذرا بھی متنبہ حاصل نہیں کرتے اور گناہوں کے ارتکاب میں زیادہ دلیر ہو جاتے ہیں۔ میرے محذوم! چند روزہ عمر بہت عزیز ہے اور فرصت غنیمت ہے چاہئے کہ اہم کاموں میں صرف ہو، افسوس ہے کہ یہودہ اور بیکار کاموں میں گزر رہی ہے، تھوڑی کوشش سے ابدی (دائمی) ملک ہاتھ آتا ہے اور تھوڑی سی لاپرواہی سے چلا جاتا ہے اور کثرت سے ذکر کرنا اہم کاموں میں سے ہے اور پرہیزگاری و تقویٰ عزیمت کے کاموں میں سے ہے دیکھئے کون جو ان مرد ہے جو اسبابِ عیش کے مہیا ہونے اور اس قدر نوکر چاکر اور شان و شوکت ہونے کے باوجود حق بات کو قبول کے قانون سے سنے اور بے غرضی کی نصیحت کو زندگی کا نصب العین بنالے۔

وادیم ترا ز گنج مقصود نشان گریا نرسیدیم تو شاید برسی
[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی کر دی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے]

مکتوب ۱۲۵

محمود معصوم کے نام ذکر و تفکر کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی آل و اصحاب پر جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ

مخصوص ہیں صلوٰۃ و سلام کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب جو کہ آپ نے محبت کے باعث ارسال کیا تھا مسرت بخش ہوا۔ آپ نے صنعتِ دماغ کے غلبہ کی بابت لکھا تھا، اللہ تعالیٰ شغلے عاقل عطا فرمائے اور قوت بخشنے، اگر اس صنعت کی وجہ سے ذکرسانی اور حبسِ دم میں اچھی طرح مشغول نہیں ہو سکتے تو قلبی ذکر و مراقبہ و تفکر میں زیادہ مشغول رہیں، ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت یا ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے، آپ نے سنا ہوگا۔ آپ جانتے ہیں تفکر کیا ہے ع

تفکر، رفتن از باطل سوئے حق [تفکر، باطل سے حق کی طرف جانا ہے] اہل اللہ کی عبادتیں اور ان کے مراقبے سب اس بات کا تفکر ہیں کہ علمِ اسفل سے علمِ اعلیٰ کی طرف جاتے ہیں اور دال سے مدلول تک جاتے ہیں اور ظلال سے اصول کی طرف مائل ہوتے ہیں اور صفت سے شان کی طرف عروج فرماتے ہیں اور شان سے شانِ ولے کی طرف گامزن ہوتے ہیں مختصر یہ ہے کہ ذکر غفلت کے دور ہونے سے عبارت ہے جس چیز کے ساتھ غفلت سے دور رہے ذکر میں داخل ہے اور خرید و فروخت وغیرہ میں سے جو کام کہ نیتِ صالحہ کے ساتھ ملا ہوا ہو ذکر ہے دنیاوی کام اس نیت کے ساتھ ذکر ہو جاتے ہیں اور دروہ آگاہی (ہمیشہ کی حضوری) حاصل ہوتی ہے۔

دردِ دل یا غم دنیا غم معشوق شود بارہ گر خام بود نچتہ کنز شیشہ ما
[سارے دل میں دنیا کا غم بھی، معشوق کا غم ہو جاتا ہے، اگر شراب کچی ہو تو ہماری صراحی اس کو نچتہ کر دیتی ہے] بحرمۂ نون و صاد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ترقی کا درجہ ہمیشہ کھلا رہے۔

مکتوب ۱۲۶

۲۱۸

مولانا فصیح الدین کے نام واقعہ (حال) کی تعبیر اور بعض مقامات لطائف کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و مصلیاً، اللہ تعالیٰ قرب کے درجات میں ترقیات مرحمت فرمائے۔ آپ نے جو مکتوب مرغوب اس مسکین کے نام موسوم کیا تھا اس کے مطالعہ سے مسرور و خوشوقت ہوا، حق سبحانہ شوق کی آگ کو اور زیادہ تیز کرے اور محبت کی آگ کے شعلہ کو بکھڑکائے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہائی دلا دے اور حکیم قدس کے نوح میں پہنچا دے، اندہ قریب عجیب [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے]۔ اور یہ جواب آپ نے دیکھا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ (قدس سرہ) نے آپ کو کبھی قسم کے لئے یہ مضمون مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی و فردوم کے مکتوب ۱۲۶ میں قدرے تفصیل کے ساتھ درج ہے (مترجم)

کھانوں سے بھر رہا ہوا طشت بھیجا ہے انہیں مبارک اور واضح ہے شاید کہ انہوں نے اپنی خاص نسبت سے عطا کیا ہے اور کوئی آنے والا تعجب کے باعث تمہاری زیارت کے لئے آیا ہے۔ اور اسی طرح آپ نے جو یہ دیکھا کہ ابلیس لعین (شیطان) اپنے تابعین و متعلقین و معاونین و ناصرین کے ساتھ آپ کے قلب اور تمام لطائف تک پہنچا ہے جب دل اور دوسرے لطائف کو ذکر سے غور پایا تو وہاں مقامات میں نہیں ٹھہر سکا اور مایوس و ذلیل ہو کر واپس لوٹا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس کے لطائف ذکر سے غور میں مجھ کو ان میں کسی طرح راستہ نہیں ہے اتنی۔ بیشک جس جگہ حضرت خواجہ بزرگ (قدس سرہ) کے کھانے میں سے پس خوردہ پہنچ جائے اس جگہ شیطان لعین کو کس طرح راستہ ہو۔

۱۶/۸۵

آپ نے پوچھا تھا کہ "حق سبحانہ نے روح کے بارے میں فرمایا ہے: قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي مَا
[آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے] اور دوسرے لطائف بھی اسی طریق پر ہیں، پس عالم امر کے پانچوں
لطائف کے مقامات کا تعین جو کہ اس سلسلہ عالیہ میں ثابت ہے کس معنی میں ہوگا؟ آپ جان لیں کہ عالم امر کو
لامکانی کہتے ہیں اور وہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتا ہے اور اس (عالم امر) کے پانچوں لطائف کے طور کا محل
عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت کے ساتھ موصوف ہے۔ جانا چاہئے کہ عالم امر کی لامکانیت و بیچونی
عالم خلق کی نسبت سے ہے جو کہ مکانیت اور جذب و جونی کے ساتھ اعتبار ہے (ابلیس) بیچون حقیقی جلت
عظمت کی نسبت سے عین چون ہے اور اس کی لامکانیت عین مکانیت ہے پس عالم امر مکانی و لامکانی اور
چون و بیچون کے درمیان گویا برزخ ہے اور دونوں طرف کی خصوصیت رکھتا ہے اور (دونوں طرف سے)
بہرہ مند ہے اس رتبہ کے باوجود جو کہ عالم ارواح رکھتا ہے حق تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے اس کو عالم خلق کے
ساتھ ایک عشق دیا ہے اور اسی وجہ سے اس کو بدن غصہ کے ساتھ ایک خاص تعلق میسر ہوا ہے اور لامکان ہونے
کے باوجود برزخ ہونے کے باعث ایک مکان میں آرام لیتا ہے، قلب کو یا میں ہاتھ کی جانب کے ساتھ جو کہ
قلب کے گوشت کے ٹکڑے کا مقام ہے تعلق ہے اور روح کو دائیں ہاتھ کی جانب کے ساتھ، اور اسی طرح
دوسرے لطائف کے مقامات معین ہیں اور اس تعلق سے اس کی لامکانیت میں کوئی نقص نہیں آتا اور جبکہ حقیقی
بیچون و لامکان (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے وَلٰكِنْ يَسْعَىٰ قَلْبُ يَحْدَىٰ الْمُؤْمِنُ [اور لیکن میرے مومن بندے کا
دل میری وسعت رکھتا ہے] روح میں جو کہ برزخ ہے کیوں بعید ہو اگرچہ وسعت بیچونی ہے اور تشاہدات کی قسم
سے ہے کہ اس پر ایمان لانا چاہئے اور اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے، اور عالم امر
جو کہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتا ہے عالم خلق کے ساتھ اس کے اس تعلق کو بھی اسی پیمائش کرنا چاہئے اور (اجسام
اجسام کے ساتھ تعلق اور وسعت کے ماوراء ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

۲۱۹

مکتوب ۱۲۷

میر محمد امین بخاری کے نام اُن کے واقعہ (حال) کی تعبیر کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 استدعا کی ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے کلی طور پر (اپنی) بارگاہ مقدس کا گرفتار رکھے، جو مکتوب مرغوب
 اس مسکین کے نام موسم کیا تھا پہنچا چونکہ شوق و تمنا کے کلام پر مشتمل تھا اس لئے جو شوق کیا اور شوق کو
 بڑھانے والا ہوا آپ نے لکھا تھا کہ ذکر کے اس عرصہ میں محویت نے غلبہ کیا جیسا کہ کبھی وجود کا علم نہیں رہتا اور
 پھر وہی علم اپنے حال پر لوٹ آتا ہے اور اس حال میں کوئی شخص کہتا ہے کہ ابھی تجھ کو کمالات کی مصلحتیں
 چاہئیں میرے مخدوم ایہ محویت نیک و مبارک ہے حق سبحانہ اس کو اس طرح پر غالب کرے کہ غور و فکر سے
 محض ظاہر ایک بزرگ نے کہا ہے کہ "میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ کبھی واپس نہ لوٹوں" اور یہ جو کہا ہے کہ (تجھ کو)
 کمالات کی مصلحتیں چاہئیں یعنی بشریت کی فنا و محویت کے بعد اللہ عزوجل کے اخلاق کے ساتھ متصف
 ہونے کا مقام ہے اس کی آمادگی اور استعداد کا اظہار کرنا چاہئے، یہ آمادگی اور استعداد بھی اسی کی دین ہے وہی عطا
 کرتا ہے اور اس کی استعداد بھی دیتا ہے۔

نیا و رد از خانہ چیزے تخت تودادی ہمہ چیز من چیز نیست

[میں پہلے سے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا تو نے ہی سب چیزیں دی ہیں میں بھی تیری ہی چیزوں]
 اوقات کو عبادت کے ساتھ معمور رکھیں اور آخرت کی تعمیر میں کوشش کریں اور اندھیری راتوں کو گریہ استغفار
 کے ساتھ روشن رکھیں۔

دادیم ترا ز کج مقصود نشان گرانہ رسیدیم تو شاید برسی
 [میں نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی کر دی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے] و السلام اولاً و آخراً

مکتوب ۱۲۸

حضرت ایشاں (عزۃ اللہ علیہا) کے بشیر زادہ حاجی شیخ محمد فضل اللہ کے نام دعا و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، اللہ تعالیٰ دونوں
 جہان کے مقاصد میں کامیاب کرے اور کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے، دل آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے

اندامیہ لکل عسیر [بیشک وہ ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے] آنے والوں کے ذریعہ عافیت کی خبر اور احوال کی کیفیات لکھتے رہیں، دنیاوی کاموں میں بقدر ضرورت مشغول ہوں اور باقی اوقات اشغال و اذکار میں صرف کریں اور باطن کی تعمیر میں کوشش کریں اور مقصدِ اعلیٰ میں لگے رہیں اور نعمت کو آخرت کی تعمیر میں صرف کریں اور دو افتادہ دوستوں کو دعائے خیر میں یاد رکھیں باقی احوال بخیر ہیں، والسلام علیکم وعلیٰ سائرین اتباع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۲۹

مخدوم زادہ زامی حقائق و معارف، گاہ شیخ ابو القاسم نے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، فرزندِ گرامی اس جانب سے سلام خیر انجام پر ہیں اس حدود کے احوال حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ وہ فرزند (آپ) بھی عافیت سے ہوگا اور ہمیشہ ترقی میں رہے گا جو مکتوب کا اس سے پہلے بھیجا تھا فقیر کی بیماری کے دنوں میں پہنچا تھا اس وجہ سے جواب میں تاخیر ہو گئی اس وقت اس مکتوب کی جس قدر جستجو کی نہیں پایا نا کا اس کے مطابق لکھنا الخیر فیما صنع الله سبحانه [جو کچھ اللہ سبحانہ کرتا ہے اس میں بھلائی ہے] جو کام کہ آپ کو درپیش ہے اس کے حاصل کرنے میں پوری کوشش ملحوظ رکھیں، جس تک آپ وہاں ہیں غنیمت ہے دینی علوم پر بہت زیادہ راغب رہیں، ان میں سے ایک سبق بھی ہو جائے تو بہتر ہے جو وقت کہ سبق سے بچ رہے (اس میں) ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور اندھیری راتوں کو رونے اور مغفرت طلب کرنے کے ساتھ روشن رکھیں، زندگی کے دن بہت غنیمت ہیں چاہے کہ اہم کاموں میں صرف کئے جائیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۳۰

۲۲۱

خواجہ احمد بخاری کے نام قرآن (پاک) کے فضائل اور اس اقدس مال کی تعمیر میں تحریر فرمایا جو انہوں نے لکھا تھا۔ الحمن الله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے کبھی اور اوقات کی نگہداشت کے بارے میں لکھا تھا اس کے مطالعہ سے خوشوقت ہوا، اللہ ہوزد [اے اللہ! اور زیادہ فرما] آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کا شوق ظاہر کیا تھا اگر پسر موجد ہے تو اس سے بہتر کیا ہے، نیک و مبارک ہے، حدیث نبوی علی مصداقہ الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے، قرآن ولے

اللہ ہیں۔ خاصۃً ابن جزی، اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ حاملین قرآن اولیاء اللہ ہیں پس جس نے
 ان سے دشمنی کی تو بیشک اس نے اللہ سے دشمنی کی اور جس نے ان سے دوستی کی تو اس نے اللہ سے دوستی
 کی، اور نیز حدیث شریف میں ہے حاملین قرآن کی فضیلت غیر حاملین قرآن پر ایسی ہے جیسی کہ خالق کو
 خلوق پر فضیلت ہے، قرآن اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ حاملین قرآن کا اکرام کرو، جس نے ان کا اکرام کیا
 اُس نے اللہ کا اکرام کیا۔ خبردار! حاملین قرآن کے حقوق میں کمی مت کرو پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے
 نزدیک ایسے مقام میں ہیں کہ قریب ہے کہ حاملین قرآن ابیار ہوتے مگر ان کی طرف وحی نہیں کی جاتی، الہی۔
 جو واقعہ (حال) کہ سعادت اطوار محمد زاہد نے دیکھا تھا وہ آپ نے لکھا تھا، بہت مبارک اور
 واضح ہے، اور یہ جو اس نے صحرا میں سفید بلند گنبد کہ جس کا اندرونی حصہ شفاف ہے دیکھا تھا وہ
 گنبد گویا عین ثابتہ سے عبارت ہے کہ سالک کا مبداء تعین ہے اور ولایت اُس تک واصل ہونے کے
 ساتھ وابستہ ہے۔ اور یہ جو چار فرشتوں نے کہا ہے کہ یہ واصلین کے وصل کی بشارت ہے اس معنی
 کی تائید کرتی ہے اس کے بعد یہ جو (اس) فقیر نے اسی واقعہ میں کہا ہے کہ وہ گنبد چار درجے رکھتا
 ہے پہلا درجہ اس گنبد میں داخل ہوتا ہے دوسرا درجہ وہ ہے جو کہ نصف زمینوں تک پہنچتا ہے تیسرا
 درجہ وہ ہے جو کیا اس کے اوپر پہنچتا ہے، چوتھا درجہ وہ ہے جو کہ اوپر سے نیچے آکر دروازے سے باہر
 نکل کر دوسرے گنبد میں داخل ہوتا ہے، آپ جان لیں کہ سالک جب اُس اسم سے جو کہ اس کا مبداء تعین ہے
 واصل ہو جاتا ہے تو اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے (یہ راستہ) چار درجے رکھتا ہے پہلا درجہ یہ ہے کہ دائرہ امکانی کو قطع
 کر کے اس کے ساتھ واصل ہو جائے، فنا کا حاصل ہوتا اس درجے کے ساتھ وابستہ ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس
 اسم میں سیر کرے اور اس کے کمالات کے ساتھ متصف ہو جائے اور یہ جو واقعہ میں کہا ہے کہ نصف زمینوں تک پہنچتا
 ہے اس بات سے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس درجے میں بقا حاصل ہو گئی ہے، تیسرا درجہ یہ ہے کہ اسم کے منتہا تک پہنچ جائے
 اور اسم کے ساتھ بقا حاصل کر کے مسمیٰ کا پتہ لگائے، یہ تینوں درجے سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ سے تعلق رکھتے ہیں کہ
 یہ کمالات میں عروج ہے اور چوتھا درجہ نزول سے تعلق رکھتا ہے جو کہ سیر عن اللہ یا اللہ ہے اور سیر فی الاشیاء ہے
 اور یہ جو واقعہ میں کہا ہے کہ اوپر سے نیچے آکر اور گنبد سے باہر ہو کر دوسرے گنبد میں آگیا ہے اس میں ان دونوں
 سیروں کی نشاندہی کی گئی ہے اور دوسرا گنبد عالم امکان کا گنبد ہے یا سالک کے قالب کا گنبد ہے، اور
 آج کو اور خواجہ شریف کو نزول کی بشارت ہے اور محمد زاہد کے لئے ابھی وقت نہیں پہنچا اور یہ جو اُن چار
 فرشتوں نے کہا کہ تیرے باطن کا فانی ہے یہ بھی اس تعبیر کی تائید کرتا ہے، اس واقعہ کی تعبیر جو آپ نے
 دریافت کی تھی اس کے بارے میں جو کچھ کہ میرے ناقص خیال میں آیا ہے یہ ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

۱۳۱

مکتوب ۱۳۱

خواجہ عبداللہ کولابی کے نام ذکرِ حیر و غیرہ کی مجلس میں حاضر ہونے کے بارے میں ان کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا
بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوة و ارسال تحیات کے بعد عرض کرتا ہوں کہ گرامی نامہ پہنچ کر مسرت بخش
ہوا، آپ نے شوق کا اظہار کیا تھا اس طرف کے دوستوں کو بھی شتاق جانیں اور حدیث (قدسی) وانا الیہ
لاشد شوقا (اور میں ان کی طرف زیادہ شدت کا شوق رکھتا ہوں) مطالعہ کریں حق سبحانہ شوق کی آگ کو بھڑکا
تاکہ آفاق و انفس سے پوری طرح رہائی دلائے اور شیون و اعتبارات سے گزار دے اور معیت ذاتیہ تک پہنچائے
انہ تریب عجیب [بیشک وہ قریب (اور) قبول کرنے والا ہے]۔ آپ نے پوچھا تھا کہ جس مجلس میں کہ سلسلہ
کبرویہ وغیرہ کے لوگ اور اذیت پرستے ہیں اس میں بیٹھنا چاہئے یا اس مجلس کو ترک کرنا چاہئے؟ میرے مخدوم
ان کے ذکرِ حیر کرنے کی صورت میں چونکہ ذکر فی نفسہ اچھا اور نتیجہ بخش ہے اگر آپ بیٹھیں اور اپنے طریقہ میں مشغول رہیں
تو گنجائش رکھتا ہے اور مستحسن ہے اگر اس نظریہ سے کہ ذکر میں جہر کرنا بدعت ہے خود کو علیحدہ رکھیں تو
یہ بھی آپ کے لئے مناسب ہے اور آپ مختار ہیں، مختصر یہ ہے کہ اس قسم کی جگہوں میں حکمت کی رعایت
کریں اور وقت و حال کا لحاظ رکھیں اور دل کے فتویٰ پر عمل کریں، حدیث شریف میں آیا ہے کہ نیکی وہ ہے
جس کی طرف نفس کو تسکین ہو جائے اور قلب اس کی طرف مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ ہے جس کی طرف نفس
تسکین نہ ہو اور قلب اس کی طرف مطمئن نہ ہو اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتویٰ دیدیں۔ دیگر یہ کہ مرشد (پیر) کا طالع
کی طرف توجہ کرنا ایم ذات (ادب) نفی و اثبات کے ذکر میں یکساں ہے اس کے باطن پر توجہ کرنی چاہئے توجہ کرنے والے کو
ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے اور جس کی طرف توجہ کی جائے اس کو جس طریقہ پر امر کیا گیا ہے اس میں مشغول رہنا چاہئے
اور یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ فقیر نے آپ کو ایک بڑا کاغذ دیا ہے اور اس کاغذ میں ایک طرف حضرت
یاسین علیہ السلام کی تصویر ہے اور ایک جانب اس مسکین کی تصویر ہے اور ایک ساعت
کے بعد دیکھا کہ اس مسکین کی تصویر آنحضرت علیہ السلام کی تصویر ہے واضح ہوا کہ
بشارت کا باعث ہوا، گویا پہلا حصہ قاب قوسین کے قریب سے (تعلق رکھتا) ہے اور جو کچھ آپ نے اس
بعد دیکھا ہے وہ امدادی سے (مناسبت رکھتا ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

۱۳۱
اس معنی کی جید ترجمہ فرماری میں ہوا اس الفاظ میں قال علیہ الصلوٰۃ والسلام وابتعثت تسأل عن البر والایمان قال
قال فجمع اصحابه فصرح بما صدر رو وقال استفت قلبك ثلاث البر والایمان استفت الیہ النفس واطمان الیہ القلب
والانتماجا لہ فی النفس وتردد فی الصدور ان افانك الناس (خطبات الاحکام) جمعيات العام ص ۴۰

مکتبہ سلسلہ

سیادت پناہ حاجی محمد عاشور بخاری کے نام اس بیان میں کہ طالبوں کے اجتماع میں نیت کی تصحیح ضروری ہے اور خالق مخلوق میں خالق اور مخلوق ہونے کے سوا کوئی نسبت نہیں ہے اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کبھی معنی میں تحریر فرمایا۔
الحمد لله على ما النعم والصلوة والسلام على رسول سيدنا محمد والحمد الذي صار امتنا خير الامم على الموصي محمد والفصل والكرم، آپ نے جو محبت نامہ صدق و محبت کے باعث ارسال کیا تھا اس نے ہنچ کر مسرور کیا، اللہ تعالیٰ کی حمد و احسان ہے کہ آپ عاقبت سے ہیں اور اوقات دلجمعی کے ساتھ گذر رہے ہیں اور ذکر کے روحانی قائم ہیں۔

آسمان سجدہ کندہ ہر زمینے کہ درو یک دو کس یک در نفس بہر خدا بنشیند
(آسمان اس زمین کیلئے سجدہ کرتا ہے کہ جس میں ایک دو آدمی ایک دو لمحہ خدا کیلئے بیٹھتے ہیں)
لیکن نیت کو صحیح رکھنے میں کوشش کرنی چاہئے اور نفس و شیطان کے شر سے بے فکر نہیں رہنا چاہئے ایسا ہو کہ یہ اجتماع دوری و محرومی کا سبب ہو جائے اس وجہ سے ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہئے اور ہمیشہ رگاہِ قدس میں التجا و تضرع کرتے رہنا چاہئے۔ آپ چونکہ فقرا کی صحبت میں رہے ہیں اس لئے امید ہے اس قسم کے شر سے محفوظ رہیں گے لیکن ہر حال میں التجا و استغفار سے چارہ نہیں ہے، آیت کریمہ
﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْأَمَّارُ اذْهَبْ بِهِنَّ نَفْسٌ سَيِّئَةٌ﴾ آپ نے پڑھی ہوگی۔

آپ نے لکھا تھا کہ عالم کو حق سبحانہ کے ساتھ خالق و مخلوق ہونے کی نسبت کے سوا کچھ نظر میں نہیں آتا اور اپنے آپ کو اس سے زیادہ اور کچھ ثابت نہیں کرتا کہ میں اس سبحانہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہوں۔ بیشک صلح کی ذات کو مصنوعات کے ساتھ ہی خالق ہونے کی نسبت ہے اور بس، اصل اور ظل ہونے کی نسبت ہے تو اسرار و صفات کی صورتوں کے ساتھ ہے نہ کہ ذات عزیز پرمانہ کے ساتھ، اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (بیشک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے) یہ دید اصل ہے اور نسبت اصل ہونے کی خبر دینے والی ہے، یہ دید یا عوام کے لئے ہے یا خاص اخص حضرات کے لئے ہے جو کہ ظلال اصل تک پہنچ گئے ہیں اور شہود سے غیب کو جانتے ہیں، خاص حضرات اصالت و ظہور کی دید کے ساتھ خوش ہیں اور شہود و مشاہدہ کے ذوق کے ساتھ لذت اندوز ہیں، یہ جو آپ نے لکھا ہے ... اور یقین کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ محرومی و نیستی (فنائیت) کے سوا کچھ اصل

نہیں کیا اور مطلوب سے نایافت سوا کچھ معلوم نہیں ہوتا اور رنج و بے چینی اور اُلٹی غم لاقی یہی دید کا باعث ہے
ہمت کا بلند ہونا اور جو کچھ حاصل کیا اس پر کفایت کرنا بھی اس دید کے ثبوت میں ہے اور احکام شرعیہ اور
تمام سنن نبویہ علی مصدرہ الصلوٰۃ والسلام والتجسس کے بجالانے اور بدعت اور ان امور سے جو اللہ تعالیٰ
کو پسند نہیں ہیں پر ستر کرنے پر ثابت قدم رہنا بھی اس (مقام) کے مناسب ہے اور یہ جواب نے قضائے الٰہی
پر راضی رہنے اور غم و مصیبت سے جو کچھ اس تعالیٰ شانہ کی طرف سے پہنچتا ہے اس کے متعلق شرح صراط
کے لوازم کے بارے میں لکھا ہے بہت بڑی نعمت ہے اللہم زدہ لے اللہم زدہ لے اللہم زدہ لے اللہم زدہ لے اللہم زدہ لے
پر ہدایت سے مراد اس تعالیٰ شانہ کے افعال کے ساتھ ہی شرح صدر اور اس سبب سے تعالیٰ کے
مقتضیات (احکام) میں سینہ کی تنگی کا دور ہونا ہے ﴿يُزِدُ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ﴾
[پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے] وَإِذَا أَلَيْسَ لِمَنْ يُلْقِيهِ
﴿أَجْرًا عَظِيمًا وَلَهُدَيْنَهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا﴾ [اور اس وقت ہم ضرور ان کو فاضل اپنے پاس سے اجر عظیم دیتے
ہیں اور ضرور ہم ان کو سیدھے راستے کی ہدایت کرتے ہیں]۔

مکتوب ۱۳۳

جان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں جو کہ کیفیات و احوال پر مشتمل تھا اور اس
بیان میں تحریر فرمایا کہ احوال بشارات میں حصول پر دلالت نہیں رکھتے۔

یہ فقیر حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب نے جو اس مسکین کے نام لکھا
کیا تھا پہنچ کر مسرت بخشی چونکہ پسندیدہ احوال و واقعات پر مشتمل تھا مزید مسرت کا باعث ہوا۔ پس
اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کے شوق و ذوق کو زیادہ کرے اور ترقی و توفیق عطا فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا
اس سے پہلے ایسا تھا کہ مخلوقات میں سے ہر ایک مخلوق کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و بے اعتبار پاتا
حتیٰ کہ کافر فرنگ کو بھی اپنے سے بہتر جانتا تھا اور جو فعل کا اس فقیر سے واقع ہوتا تھا اس کو شر محض
جانتا تھا میرے مخدوم! یہ حال اصل ہے اور یہ نقص کی دید اور (اپنے ہر فعل کو) شر محض سمجھنا بہت بڑی
نعمتوں میں سے ہے اور فنا و نیستی کی خبر دینے والی ہے کیونکہ مستی اور اس کے تواریج جب اپنی اصل کی طرف
رجوع کرتے ہیں تو سالک میں نیستی اور شرمونے کے سوا کچھ نہیں رہتا اور اچھائی کی ذرا بھی بجا اپنے اندر محسوس
نہیں کرتا، ممکن کی ذات عدم ہے جو کہ ہر شر و فساد کے نشوونما کی جگہ ہے، وجود اور تمام کمالات اس میں

مستعار و امانت ہیں، اور امانت اس کے مالک کو واپس کر دینے کے بعد اپنے افعال کو شر محض سمجھنے اور قصور کی دید کے سوا جو کہ اس کی ذات کا مقتضایہ اس کو کچھ نصیب نہیں ہوگا، بڑے بڑے دریا جو کہ نظر آتے ہیں اور آپ ہر ایک کو الگ الگ عبور کرتے ہیں بہت خوب ہے، سلوک کے راستے میں اس قسم کے بہت سی دریا عبور کرنے پڑتے ہیں اور یہ جو حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آپ سے فرماتے ہیں کہ تو ہماری ملکیت سے ہے بہت بڑی بشارت ہے، شاید کہ آپ ان کی ولایت سے حصہ حاصل کریں گے۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ آپ چل گئے اور کوئلہ ہو گئے ہیں اور اس کوئلہ کو لوگوں نے سیاہی بنالیا ہے اور لوگ اس سے الگ الگ لکھتے ہیں اس کے بعد معلوم ہوا کہ قرآن لکھتے ہیں "اس کی تعبیر ظاہر ہے، جو یہی کہ وجود بشریت محبت کی آگ سے چل جانا اور فانی ہو جانا ہے اور الفاظ قرآنی کے ساتھ بقا حاصل کرنا ہی حق تعالیٰ (کا کلام) تم سے ظہور پاتا ہے کیونکہ عشق کی آگ کے جلانے ہوئے لوگوں کا مونس اس کا کلام ہے کہ اس عالم میں (۳) کی مانند کوئی مظہر نہیں ہے اور اس کی صفت حقیقی بنفسہ جلوہ گر ہوئی ہے اور صفت سے موصوف کا راستہ کھلا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے "آگاہ رہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اشتیاق رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سُنے"۔ اور اسی طرح یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہتے ہیں کہ معدوم ہو جا، فقیر (خواجہ محمد معصوم) کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے قدموں میں، اسی وقت قدم مبارک نظر آتے اور میں مبارک قدموں کے نیچے معدوم (نہیں) ہو گیا یہ ایک بشارت ہے خاص الخاص فنا کی طرف بہت اشارہ ہے قدم مبارک کے نیچے جو فنا ہوتی ہے وہ خاص امتیاز رکھتی ہے۔ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ ایک عظیم بے پایاں صحران کو ایک ساعت میں طے کیا ہے یہ بھی نیک و بشارت ہے۔ اور جس واقعہ میں کہ آپ نے اپنے آپ کو آدمی متھلی کی مقدار بے حس و حرکت گوشت کا ٹکڑا دیکھا ہے وہ فنا اور غرہ ذاتیہ کے ظہور کی خبر دینے والا ہے جو کہ بے حس و حرکت جماد (بے جان چیز) کے عنوان سے ظاہر ہوا ہے جیسا کہ ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے تحریر فرمایا ہے اور برادر دینی دوست بیگ کے جو احوال و واقعات آپ نے لکھے ہیں یعنی فنائے قلبی کی بشارت کا حصول اور اولیاء کے گروہ میں شمولیت ۲۲۶ اور خود کو غائب پانے کا مراقبہ اور معرفت کے مرتبہ کا ظہور اور اس سے حصہ پانا اور اس کے بارے میں حضرت عالی (قدس سرہ) کا دعا کرنا اور مصافحہ کرنا اور آیت کریمہ وَفَا أَمْرٌ وَاللَّيْلُ يُعْبَدُ وَاللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حَقَّقَ الْآيَةَ (اور ان کو یہ) حکم دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ تمام باطل ادیان سے یکسو ہو کر دین کو اسی کے لئے خالص کو نہ دلو (جو جاد) پڑھنے کی نصیحت کرنا سب واضح ہوا، نیچے واقعات اور بشارات ہیں اور آپ کی یہ پڑھنے کا امر کرنا ناقص کرنے پر ترغیب ہے جو کہ دین کا ستون ہے اور کمال درجہ کے

قرب کا مفاد ہے اور زکوٰۃ دینے پر (ترغیب ہے) جو کہ مال کو پاک کرتا ہے اور نیز اخلاص حاصل کرنے پر ترغیب ہے کیونکہ عبادات کے اعمال اور اذکار کی قبولیت اس سے وابستہ ہے اور یہ سیر و سلوک کا نتیجہ ہے۔ اور جاننا چاہئے کہ واقعات و خواب منشرات سے زیادہ نہیں ہیں کہ استعداد ہونے کی بشارت دینے ہیں اور قوت کی خبر دینے والے ہیں نہ کہ فعل کی، کچھ جان کھپانی چاہئے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش میں آئیے، جو کچھ بیداری میں ظاہر ہوتا ہے وہ اس شخص کی ملکیت ہر کسی نے خوب کہا ہے۔

چونکہ غلام آفتاب ہمہ رز آفتاب گویم نہ شبیم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں اس لئے سب کچھ آفتاب ہی کہتا ہوں میں نہ شب ہوں نہ شب پرست ہوں کہ خواب کی بات بیان کر دوں] والسلام اولاد آخر۔

مکتوب ۱۳۲

حقائق آگاہ حاجی حبیب اللہ صاری تم البخاری کے نام اس بارے میں کہ ابتداء میں ظاہر باطن کے رنگ نہ لگا ہوا ہوتا اور باطن ہی منقطع ہونے کے بعد ظاہر مکرر و آلودہ نظر آتا ہے اور ممکن کی ذات کے عدم ہونے اور حقیقت کعب و حقیقت خلت و حقیقت ملوۃ و حقیقت قرآنی و حقیقت محمدی اور ان کی تعبیر اور ان کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله على نواله والصلوة والسلام على حبيب محمد وآله أما بعد، جو مکتوب مرغوب آپ نے پشاور سے بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، نقص و قصور کی دید اور وجود بشری کے نگاہ میں برا لگنے، بخاص طور پر طاعات اور تبرک مقامات میں ایسا ہونے کی بابت آپ نے لکھا تھا واضح ہوا میرے مخدوم باطن جو کہ فی نفسہ ظلمت و کدورت ہے باطن سے ملتے وقت اس کے ساتھ روشن اور تروتازہ نظر آتا ہے باطن کے اذواق و انوار کے ساتھ ظاہر بھی منور اور ذوق و شوق کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے جب باطن ترقیات کے سبب ظاہر سے منقطع ہو جاتا ہے اور دونوں کے درمیان بعد مشرقین پیدا ہو جاتا ہے تو باطن کے انوار و اذواق ظاہر تک بہت کم پہنچتے ہیں اس لئے مکرر و آلودہ نظر آتا ہے اور غم و اندوہ کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے اور نیز کمالات اصل کے ساتھ لاحق ہونے کے بعد عدم کے سوا جو کہ ہر شے و نقص کا مقام اور متنازعہ کہا جاسکے اس سے بھی بدتر ہے کچھ نہیں رہے گا اور طاعات و تبرک مقامات میں ذاتی ظلمت و کدورت بہت زیادہ ظاہر ہوتی ہے اذ بصداہاتین الامثال (کیونکہ چیزیں اپنی ضد کے ساتھ چھائی جاتی ہیں) — اور جو آپ نے لکھا تھا کہ مراقبہ میں ایک بہت بلند حال ظاہر ہوا ایک بہت بڑی چیز کو اٹھا کر فقیر کے سامنے ڈال دیا گیا اس کے اوپر پردہ تھا،

کہا گیا کہ یہ سب تیری نسبتیں ہیں پردہ کو اٹھایا گیا تو وہاں سے ایک نور بلند ہوا اس نے مجھ کو اور تمام عالم کو احاطہ کر لیا ایسا خیال آیا کہ (یہ) حقیقت قرآنی ہوگی (پھر) دوسرا پردہ پہلے پردہ سے زیادہ زینت والا ظاہر ہوا وہ پردہ بھی (اٹھا دیا گیا تو ایک نور ہاں سے) بلند ہوا جو پہلے نور پر چھایا خیال ہوا کہ حقیقت صلوٰۃ ہوگی اس کے بعد دوسرا پردہ ظاہر ہوا جب اس کو بھی اٹھا دیا گیا تو ایک بہت بڑا نور ظاہر ہوا کہ جس نے مجھ کو اور تمام عالم کو احاطہ کر لیا، میں نے اپنے آپ کو بہت منور اور زینت کے ساتھ آراستہ دیکھا اس وقت میں خیال ہوا کہ (یہ) دائرہ خلعت ہوگا اور اس وقت میں ایک اور حال ظاہر ہوا کہ یہ سابقہ انوار و احوال گویا نویں لاشی ہو گئے ہیں اور اپنے آپ کو بھی اس نور میں پاتا تھا، خیال آیا کہ حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور محبوبیت یہی ہوگی میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے لکھا ہے سب سچ و سچ اور نہایت اعلیٰ ہے لیکن یہ سب (بشیرات ہیں حق تعالیٰ قوت بے فعل میں لائے اور گوش و آغوش میں پہنچائے، اتنا ہے کہ آپ کو ولایت ابراہیمی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پایا ہے اور اس وجہ سے مقام خلعت کے ساتھ کچھ مناسبت حاصل ہے، اگر اس عجیب مقام سے کچھ نسبت حاصل کر لی ہو اور اس کے گزاروں سے پھول چن لئے ہوں تو کیا تعجب ہے۔ محبت جو کہ محبوبیت کا باعث ہے وہ بھی خلعت کے شعبوں میں سے ہے جب یہ خلعت غالب آجاتی ہے اور بقراری کا نشہ پیدا کرتی ہے تو محبت سے موسوم ہوتی ہے نفس خلعت سراسر انس و الفت ہے، محبت ہے جو کہ خلعت کے تمام افراد سے گرفتاری کے نشہ کے ساتھ ممتاز اور علیٰ یہ ہو گئی اور زمانہ کی عجیب چیز بن گئی ہے اور کچھ اور ہی ثمرہ دیا ہے۔

ازاں ایون کہ ساقی درئے افکنہ حریفان را نہ سرماند و نہ دستار

(اس ایون کی وجہ سے جو کہ ساقی نے شراب میں ڈال دی ہر ہم مشروں کو نہ سرکا ہوش) رہا ہے نہ پگڑی دکا) لے محبت کی نشانیوں والے! چاہئے کہ حقیقت قرآنی تک پہنچا اینیلے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقائق سے عبور اور ان کے کمالات کے حصول کے بعد صورت پذیر ہو، اس لئے کہ انبیاء اور خاتم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والبرکات بھی مخلوق ہیں اور قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے پس اس کی حقیقت تک حصول ان حقائق سے گزرنے کے بعد ہوگا، حدیث شریف میں ہے کہ حاملین قرآن کی غیر حاملین قرآن پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی فضیلت اس کی تمام مخلوق پر ہے، قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے افضل ہے اور تمام کلاموں پر قرآن کی فضیلت ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی فضیلت اس کی تمام مخلوق پر ہے، ادیب جو اپنے حال میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت کو دیکھا کہ ان کے انوار آسمان تک پہنچے ہوئے ہیں اور تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں، مبارک ہے، حق سبحانہ ان کے انوار و برکات سے بہرہ مند کرے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی۔

ملہ غالباً کچھ الفاظ سہواً کتابت سے رہ گئے ہیں جن کا ترجمہ اضافہ کیا گیا ہے، مترجم

مکتوب ۱۳۵

صوفی سعادۃ کا بلی کے نام تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے مراتب تک ترقی عطا فرمائے۔ مکتوب مرغوب جو آپ نے اس مسکین کے نام موسوم کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے ملاقات کے شوق کا اظہار کیا تھا، دوستوں کو بھی مشتاق جانیں اور حدیث شریف و انا الیہم لاشد شوقاً (اور میں ان کی طرف البتہ زیادہ شدید شوق رکھتا ہوں) پڑھیں۔ یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ "بلند مقام انتہائی صفائی میں ظاہر ہوا ہے اور بعض دوستوں نے کچھ باتیں کہیں اور تم کہتے ہو کہ حقیقت قرآنی (جو) مجھ پر ظاہر ہوئی تھی اب خوب واضح ہو گئی اور پھر تم دوستوں سے کہتے ہو کہ دوسرا مقام میری نظریں آیا تم نے اس کو دیکھا یا نہیں دیکھا دوستوں سے کچھ ہاں یا نہیں نہ سکی اور نیز تم نے دیکھا ہے کہ گویا تمہارے چہرہ کو نقش کیا گیا تھا اولاً اس پر حقیقت قرآنی کی مہر کر دی گئی اور تم نے کوئی نسبت اپنے اوپر پائی تین روز تک وہی کیفیت رہی میرے مخدوم! دونوں واقعے روشن اور اعلیٰ ہیں اور حصول کی استعداد کی خبر دینے والے ہیں، امیدوار ہیں کہ قوت سے فعل میں آئے اور گوش سے آغوش تک پہنچے۔

می تواند کہ دیدار شک مرا سخن قبول آنکہ در ساخته است قطره بارانی را

[وہ ذات جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ میرے آنسوؤں کو شرف قبولیت عطا فرمائے] آپ نے دوسرا حال لکھا تھا کہ "ایک عزیز ابلق (چنگبرا) گھوڑے پر سوار ہے مجھ کو بھی اپنے پیچھے سوا کر لیا ہے ہم ایک مجلس میں آئے ایک دیوار ظاہر ہوئی اور درمیان سے دو ٹکڑے ہو گئی، ایک بلند مقام ظاہر ہوا پھر اس مقام سے بلند تر دوسرا مقام ظاہر ہوا پھر اس مقام سے بلند تر مقام نظر آیا، کہا گیا کہ اس مقام میں کوئی حجاب نہیں رہا، میں اس کے سننے سے بیہوش ہو گیا میں دو تین گھڑی تک پڑا رہا اگرچہ لوگ جگلاتے تھے لیکن ہوش میں نہیں آتا تھا ہوش میں آنے کے بعد میں نے اپنے اوپر عجیب حال مشاہدہ کیا تین روز تک مجھ پر یہ حالت رہی۔" اے سعادت آثار! ہو سکتا ہے کہ جس سوار نے تم کو ابلق گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھایا وہ تمہارا رہبر ہو جو کہ عالم معنی میں تمہارے سیر و سلوک کا ذمہ دار ہے اور ابلق گھوڑا روح کی سواری ہو جو کہ عالم چون و عالم بچوں کے درمیان بزرخ ہے اور دونوں رنگ رکھتی ہے اور دیوار جو کہ دو ٹکڑے ہو گئی وہ تمہارا وجود بشری تھا جو کہ ظلمت و کدورت سے پڑ ہے حقیقت کا آفتاب

طلوع ہونے کے وقت ٹکڑے ہو کر الگ ہو گیا ہے اور ظلمت و کدورت سے جو کہ اُس کا ذاتی (وصف) تھا چٹکارا پالیا ہے، اِنَّ الْمُلُوكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً فَسَدُّوْهَا وَجَعَلُوْا عِزَّةَ اَهْلِهَا اِذْلَةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ [بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ وبالا کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت دار لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے] — اور یہ جو دیوار کے دو ٹکڑے ہونے کے بعد بلند مقام ظاہر ہوا ہو سکتا ہے کہ تہا را مبداء تعین ہو (جو کہ) اسم الہی کا ظل ہے اور یہ جو اس سے بلند نزدوسر مقام ظاہر ہوا اسم الہی ہو جو کہ مبداء تعین کی اصل اور اسم کلی ہے کہ مبداء تعین اس کلی کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے اور تیسرا مقام جو کہ سابقہ مقام سے بلند تر نظر آ یا شان ذاتی ہو جو کہ اس کلی کی اصل ہے اور ذات تعالیٰ و تقدس میں محض اعتبار ہے اور چونکہ شان اور ذات کے درمیان اسم کے سوا پرہ نہیں ہے اس لئے آپ نے سنا کہ حجاب نہیں رہا یہاں ایک نکتہ ہے، جانتا چاہئے کہ بیہوشی حجاب چاہتی ہے جب حجاب بالکل اٹھ جائے تو بیہوشی نہیں رہتی۔ رع

تو عین ذات می نگری در تبسمی [تو مسکراتے ہوئے عین ذات کو دیکھتا ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ ”میں حلقہ میں بیٹھا تھا کہ صاحبزادہ گرامی فرماتے ہیں اکثر دوستوں نے مقام بنی اسرائیل سے عروج کیا، پھر فرمایا کہ عرش کے اوپر ایک مقام ہے دوستوں نے اس سے عروج کیا، آپ لکھیں کہ عرش کے اوپر کونسا مقام ہے“ میرے مخدوم ایہ سوال اس شخص سے کرنا چاہئے کہ جس نے اس واردات کی خبر دی ہے، بہر حال ہم کہتے ہیں کہ عرش کے اوپر جو کہ لامکانیت کے ساتھ موصوف ہے عالم ارواح کا مقام ہے اور عالم ارواح مکانی و لامکانی کے درمیان برزخ ہے اور دونوں کا رنگ رکھتا ہے اس عالم میں قلب و روح و سر و خفی و باطنی پانچ لطیفے ہیں اور ان پانچوں میں سے ہر ایک لطیفہ ایک عالم ہے جو اس عالم سے جو کہ عرش سے نیچے ہے کئی گنا زیادہ ہے اور دائرۃ امکان ان پانچوں لطیفوں پر مشتمل ہو جاتا ہے اور سالک ان پانچوں لطائف کے طے کرنے پر فنا کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اس کے بعد کمالات الہی جل شانہ میں شروع ہوتے ہیں جو کہ بقا کا مقام ہے اور اس سیر کی انتہا کو علام الغیوب تعالیٰ شانہ جانتا ہے اور یہ جو کہا ہے کہ انہوں نے مقام بنی اسرائیل سے عروج کیا، ہو سکتا ہے کہ مقام بنی اسرائیل مقام سر و خفی سے کنایہ ہو کیونکہ بنی اسرائیل دو اولوالعزم پیغمبروں حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰات والسلام کے تابع ہیں اور یہ دونوں لطیفوں کو ان دونوں پیغمبروں علیہما السلام کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہے، ولایت موسیٰ ستر کی ولایت ہے اور ولایت عیسیٰ خفی کی ولایت ہے اور ان دونوں ولایتوں سے گذرنے کے بعد باطنی کا مقام ہے

جو کہ ہمارے پیغمبر علیؑ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اخفی کی ولایت ہے اور یہ جو اس کے بعد کہا کہ عرش کے اوپر ایک مقام ہے انھوں نے اس سے عروج کیا ان دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہوا کیونکہ یہ دونوں ولایتیں بھی جو کہ مقام بنی اسرائیل سے کنایہ ہیں عرش کے اوپر ہیں اور ان سے عروج ممکن بلکہ واقع ہے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب سب

خواجہ محمد شریف بخاری کے نام تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کمال و اکمال رکھنے والا کامل کرنے کے اعلیٰ مرتبہ پر ترقی عطا فرمائے۔ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا چونکہ اعلیٰ کیفیات پر مشتمل تھا خوشی میں اضافہ کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ تائبیوں شب کو تراویح میں قرآن مجید کا ختم سن رہا تھا کہ عظیم فیض و برکات نازل ہوئے، انھوں نے وجود بشری کو پوری طرح خالی کر دیا کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ اس قدر فیض و برکات نازل ہوئے کہ تمام خالی جسم کو بھر دیا احاطہ میں نہیں سماتے تھے، اتنا جانتا ہوں کہ جس وقت انوار کا ظہور ہوا تو انھوں نے بائیں جانب سے شروع کیا میں جس قدر گہری نظر سے دیکھتا تھا نور محض کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا اس نور نے آفتاب کے طلوع ہونے کی مانند عالم کو احاطہ کر لیا۔ میرے محرم! اس جگہ کے بعض درویشوں نے بھی اسی رات میں عجیب چیزیں مشاہدہ کیں اور اس رات کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوئے اور ترقیات حاصل کیں، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ اب بھی فیضیاب ہوئے اور انوار تجلی کے پرتوں میں محو و مستہلک ہو گئے۔

بے ہرجا شود مہر آشکارا سہارا جز تھاں بودن چہ یارا

[بیشک جس جگہ سورج ظاہر ہو جائے سہا (ایک ستارہ کا نام) چھپ جانے کے سوا اور کیا کر سکتا ہے]

جمالِ احدیت کا طلوع صفاتِ بشریت کو فنا کرنے والا ہے اذ انجلی اللہ بشی مخضرم لہ [جب اللہ تعالیٰ کسی چیز پر تجلی نازل فرماتا ہے تو وہ اس کے لئے جھک جاتی ہے] اور پھر آپ نے ان انوار کے ساتھ بقا حاصل کی اور عدم (فنایت) کے بعد آپ وجودِ محبوب کے ساتھ متحقق ہو گئے اور اسی نور نے عالم کو احاطہ کر لیا۔

ع شکرانہ بدرہ کہ خوں بہائے تو منم [شکرانہ ادا کر کہ تیرا خون بہا میں ہوں]

اس معنی کی تائید کرنے والا وہ مضمون ہے جو کہ اس آیت کریمہ میں آوَمِنْ كَانْ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُورًا يَمْشِي بِهٖ فِي النَّارِ [کیا ایسا نہیں کہ وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ بنادیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا

تر۔ یعنی ایمان) دیدیا کہ جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلا پھرتا ہے۔ — کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے چنانچہ (حدیث مبارکہ) الحق ینطق علی لسان عمر (حق عمر رضی اللہ عنہ) کی زبان پر جاری ہوتا ہے [اس بات کی علامت ہے اور آیت مبارکہ] کُنْ مُشْكِي فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا [کیا اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کی صفت یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے جن سے وہ نکلنے والا نہیں ہے] ابو جہل لعین کے بارے میں ہے۔ الحمد للہ سبحانہ کہ آپ نے ابو جہل کی ظلمتوں سے نکل کر انوارِ فاروقی کا سہارا پکڑا ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۳۷

شیخ بنید جتئی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور ضروری نصائح و ذکر لطائف عشرہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔
 (یہ فقیر) حمد و صلوة کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ نے جو مکتوب محبت کے طور پر بھیجا تھا اس نے خوش وقت کیا۔ آپ نے جو یہ حال دیکھا (اور) لکھا ہے کہ ”حضرت گنج شکرؒ نے تمہارے لئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری توبہ قبول فرمائے اور تیرے گناہوں کو بخش دے اور تم کو گود میں لیا ہے اور ملاقات کا سبب پوچھا ہے اور تم نے ان سے کچھ چیزوں کی درخواست کی ہے اور انھوں نے حکیمانہ طریقے سے جواب دیا ہے تم کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے ہیں اور تم ان کے گرد سات چکر لگا کر اُن علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے قدموں میں گر پڑے ہو اور انھوں نے صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک کو تمہارے سر پر بلا ہے اور تم نے آنسو اور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھی چند چیزوں کی درخواست کی ہے انھوں نے صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جواب پروردہ رکنا ہی میں دیا ہے“ سب نیک و مبارک ہے، اپنے کام میں لگے رہیں اور ہر روز ترقی کے طالب رہیں اور آپ نے اسی حال میں جو کچھ محبت کے قاضی کے بارے میں التماس کی ہے اور کہا ہے کہ نیک ہے اور نہایت سخی ہے آنسو (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ سخاوت کو پسند کرتا ہے پھر آپ نے قاضی مذکور کے بارے میں دعا کی اور اس کے لئے دین و دنیا کی مجموعی طلب کی، آنسو اور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس شخص نے اسلام اور احکام شریعت کی عمدہ طریقہ پر تعمیل کی اس کے لئے دین و دنیا واجب ہو گئی۔ یہ دونوں اس قاضی کے لئے بڑی بشارتیں ہیں اور ان کی استقامت احکام شرعیہ کے بجالانے اور حسن اسلام پر محبت ہیں اگر وہ ایسا کرے دین و دنیا دونوں اس کی

ملکیت ہیں، اللہ تعالیٰ قاضی کو جزائے خیر دے اور دونوں جہان کی برقیات سے نوازے کہ آپ جیسے درویشوں کی رنجوئی خدائے جل و علا کے لئے کرتا ہے۔ آپ نے مشار الیہ کے بارے میں فاتحہ کی درخواست کی تھی، پڑھی گئی، امید ہے کہ نتیجہ بخش ہوگی۔ اور یہ جو آپ نے سابقہ مکتوب میں لکھا تھا کہ ”راقم نفی اثبات کے ذکر میں مشغول ہے پچیس مرتبہ تک تکلف کے ساتھ کہتا ہے اور کبھی کبھی (بے تکلف) بھی کہا جاتا ہے“ میرے مخدوم! جس قدر تکلف و تشویش کے بغیر کہا جائے کہیں، کمیت (تعداد) سے کیفیت اور حصول اثر کی طرف زیادہ مشغول ہوں جو کہ ماسوا کی نفی ہوتا ہے کیونکہ نفی کرنے کا نتیجہ نفی ہوتا ہے اس قدر ہے کہ ذکر کہنے میں رکیں نہیں جلدی جلدی کہیں اور تیزی کے ساتھ خیال کریں، خیال ایک لمحہ میں زمین سے سات آسمانوں تک پہنچ جاتا ہے اس صورت میں سہولت کے ساتھ بہت زیادہ کہا جاتا ہے بعض دوست ایک سانس میں ہزاروں تک پہنچاتے ہیں لیکن مدار کیفیت اور اثر کے حاصل کرنے پر ہے، دیگر آپ نے ذکر کے وقت خطرہ قلب کے دور ہونے کے بارے میں لکھا تھا، آپ جان لیں کہ ہر وقت اور ہر حال کہ جس میں خطرہ نہ آئے ایک نعمت ہے خاص طور پر ذکر کے وقت بہت بڑی نعمت ہے لیکن فائے قلب میں معتبر یہ ہے کہ خطرہ مطلق طور پر تمام اوقات میں دل سے دور ہو جائے اور ماسوا کو اس حد تک بھلا دے کہ اگر تکلف کے ساتھ ماسوا کو دل میں لائے اور سالہا سال تک ماسوا کو یاد کرے تو یاد نہ آئے، اس نسیان کی وجہ سے جو کہ دل کو ماسوا سے حاصل ہوا ہے خوشی و غم و فکر و اندیشہ کچھ دل تک نہ پہنچے مستہلک کو کیا خبر اور مستغرق کو کیا شعور۔

آپ نے پوچھا تھا کہ ”نفس کیا چیز ہے جو کہ یہ سب صفات یعنی آثار و لوازم و ملہم و راضیہ مرضیہ رکھتا ہے اور بزرگوں نے کہا ہے کہ نفس کو مارنا چاہیے، نفس کو مارتے کے بعد کیا چیز باقی رہتی ہے؟“ کہ (جس سے) آدمی کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو کیونکہ معرفت نفس سے تعلق رکھتی ہے اور روح و نفس متحد ہیں یا نہیں اور دونوں جانب پر بزرگوں نے شبہات (قائم) کئے ہیں، ومن عرف نفسه فقد عرف ربه اور جس نے اپنے نفس کو پہچانا تو ضرور اس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس سے مراد نفس کا پہچانا ہے یا نفس کا مرنہ؟ آپ جان لیں کہ آدمی دس لطیفوں سے مرکب ہے پانچ لطیفے عالم خلق سے اور پانچ عالم امر سے ہیں ان لطیفوں میں سے ایک نفس ہے اور نفس عالم خلق سے شمار کیا گیا ہے اور لطیفہ روح عالم امر سے، پس (یہ) دونوں لطیفے مختلف ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تمام لطائف کی طرح جدا معاملہ ہے اور ہر ایک کی ولایت و سیر و سلوک جدا ہے اور جس کسی نے متحد کہا ہے وہ کام کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے اور نفس امارگی کی حالت میں بھی اور اطمینان کی حالت

میں بھی لطائف کا سراپا ہے اور لفظ اُنکے بھی ہر شخص کی مراد وہی ہے اور وہ بالذات آسمانی احکام کا منکر ہے اور انانیت (میں پن) و خودی و رفعت پسندی اور تکبر کرنا اس کی ذات میں ودیعت ہیں اور وہ برائی اور بدکاری کی طرف بہت ہی زیادہ امر کرنے والا ہے حدیث قدسی میں آیا ہے عاد نفساً فانھا انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس سے دشمنی کر پس بیشک وہ میری دشمنی پر مرکب ہے] صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلتا اور اہل انہر کی خدمت کرتا، اس (نفس) کی اصلاح اور اُسے مطیع کرنے کے لئے ہے جب انہر جل شانہ کے فضل سے نفس اپنی صفاتِ رذیلہ سے خالی ہونے لگتا ہے اور اسلام (فرمانبرداری) قبول کر لیتا ہے تو لو آمہ ہو جاتا ہے اس کے بعد ملکہ پھر بتدریج فنا کے کامل و ثقل کے اہل کے واسطے سے مٹتا ہو جاتا ہے اس وقت وہ اپنے مولاد (اللہ تعالیٰ) سے راضی اور مولا اس سے راضی ہو جاتا ہے اور وہ اپنے جبل مرکب سے جو کہ وہ رکھتا تھا نکل کر انہر جل شانہ کی معرفت و قرب تک پہنچ جاتا ہے پس یہ سب نفس کی صفات ہیں جو کہ اس پر بدلتی ہیں اور نفس کا مارنا اور اُس کا مرجانا اس کا صفاتِ رذیلہ سے نکل جانا ہے پس وہی نفس ہے جو کہ بعد و دوری کے بعد قرب و معرفت سے مشرف ہو جاتا ہے اور یہ جو وارید مولا ہے من عرف نفسه فقد عرف ربه [جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا] (اس سے) مراد نفس کا پہچانا ہے اور نفس سے مراد ذاتِ انسان ہے جو کہ دس لطائف سے مرکب ہے اور ہو سکتا ہے کہ لطیفہ نفس (مراد) ہو جو کہ انسان میں عمرہ ہے یعنی جس شخص نے اپنے آپ کو یا اپنے لطیفہ نفس کو اس کی عدمیت ذاتی کے عنوان کے ساتھ پہچان لیا یعنی دیکھ (کہ) اس کی ذات عدم ہے اور کمالات و جوری اس میں عاریتی اور مرتبہ و جوب سے استفادہ کئے ہوئے ہیں اور اس تعالیٰ شانہ کی صفات و کمالات کے ظلال ہیں پس جس شخص نے اپنے آپ کو ظلیت کی صفت کے ساتھ (اور) اصل کو اصالت کے عنوان کے ساتھ پہچانا وہ ظل سے اصل کی طرف دوڑا (اور) اُس نے معرفت کی طرف راستہ پایا کیونکہ ظل سے اصل کی طرف شاہراہ ہے اس وقت وہ انسانی کمال کو پہنچا اور جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا اس نے دیکھ لیا۔ مولوی (رومی) قدس سرہ کا شعر ہے یہ

چوں بدانستی کہ ظلی کیستی فارغی گر مردی و گزریستی
[جب نونے جان لیا کہ تو کس با ظلی ہے تو خواہ تو مردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

ہو سکتا ہے کہ من عرف نفسه سے مراد نفس کا مرنا ہو یعنی جو شخص کہ اپنے نفس کو فنا کے حقیقی کے ساتھ فانی کر دیتا ہے وہ حق جل و علا کی معرفت کو پہنچ جاتا ہے اس لئے کہ معروف میں فنا ہونا ہی معرفت ہے۔ آپ نے پوچھا تھا کہ شرع شریف میں بندہ کو فاعلِ غفار کہا گیا ہے اور حالانکہ نصوص

(آیات) واحادیث میں آیا ہے: مَنْ يَهْدِي اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ۔
 شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے تو اس کو گمراہ کرنے والا کوئی نہیں ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے تو اس کو
 ہدایت دینے والا کوئی نہیں ہے (يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَيَهْدِي بِهٖ كَثِيْرًا) [اس کے ساتھ بہت سے لوگ گمراہ
 ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ بہت لوگ ہدایت پاتے ہیں]، ایمانِ رحمن (اللہ تعالیٰ) کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں
 کے درمیان ہے، اور اس کا قدر خیر و شر ہوتا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس اُس ذات کی قسم ہے جس کے
 سوا کوئی معبود نہیں کہ بیشک تم میں سے کوئی شخص ضرور اہل جنت کے عمل کے مطابق عمل کرے گا یہاں تک
 کہ اس کے اور اُس (جنت) کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے گا پھر اس پر کتاب (نوشتہ تقدیر)
 سبقت کرے گی تو وہ اہل جنت کے مطابق عمل کرے گا اور اس میں داخل ہوگا۔

۲۳۴ میں کہتا ہوں کہ سوال کا اصل یہ ہے کہ اہل شرع بندہ کے لئے اختیار کو ثابت کرتے ہیں اور
 یہ آیات واحادیث اس کے خلاف حکم کرتی ہیں اور اختیار کا سلب ہونا ظاہر کرتی ہیں اس لئے باہم تضاد
 ثابت ہوا۔ جواب کوئی تضاد نہیں ہے، اس کی وضاحت یہ ہے کہ شک نہیں کہ ہدایت دینا اور
 گمراہ کرنا خاص اُس تعالیٰ شانہ کا فعل ہے، خیر و شر، ایمان و کفر، طاعات و معاصی میں سے جو کچھ بھی
 ہے سب اس سبحانہ کے ارادہ کی تقدیر سے ہے جیسا کہ آیات واحادیث اس پر دلیل ہیں اور وَاللّٰهُ
 خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا) کی دلیل سے بندہ کے افعال
 کا خالق حق جل و علا ہے نہ کہ بندہ جیسا کہ معتزلہ نے مانا کیا ہے اور وہ گمراہی کے بیابان میں (مگردان)
 رہ گئے ہیں، اور نیز ہم یہی طور پر جانتے ہیں کہ بندہ اپنے فعل میں مجبور نہیں ہے جیسا کہ جبریت نے کہا ہے
 اور وہ گمراہ ہو گئے ہیں کیونکہ حرکت برائے گرفت اور حرکتِ رعشہ میں فرق ضروری ہے (کہ پہلی اختیاری
 اور دوسری غیر اختیاری ہے) اور مکلف بنانے اور دائمی عذاب دینے کا حکم جبر (مجبور ہونے) کی نفی
 کرتا ہے، اس کے باوجود کہ حق تعالیٰ نے عذاب و ثواب کو بندوں کے عمل کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے
 ۲۳۵ اور فرمایا ہے جَزَاءُ يَّمَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ (یمن کے اعمال کا بدلہ ہے) پس معلوم ہوا کہ بندہ کو اپنے فعل میں
 کچھ دخل ہے اور اس کو کسب کہتے ہیں اگرچہ فعل کا پیدا کرنا حق تعالیٰ (کی طرف) سے ہے، بندہ کو ارادہ
 و اختیار دیا گیا ہے لیکن بندہ کو اس کے ارادہ کے ساتھ آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے بلکہ احکامِ شرعیہ کا
 مکلف بنایا گیا ہے) مکلف بنانے اور عذاب و ثواب دینے کا مدار اسی ارادہ کے استعمال پر ہے بندہ
 کے ارادہ کو استعمال کرنے کے بعد فعل کی پیدائش حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ پس (مذکورہ) آیات
 احادیث (افعال کی) پیدائش کے اعتبار سے ہیں اور اہل شرع کا قول کسب کے اعتبار سے ہے جبکہ

ارادہ کے استعمال سے عبارت ہے۔ اگر لوگ یہ کہیں کہ حق سبحانہ نے ازل میں علم قدیم سے جان لیا ہے کہ فلاں شخص فلاں وقت میں طاعت و معصیت کا فلاں کام کریگا تو چاہئے کہ اس شخص سے وہ کام ضرور وقوع میں آئے اور وہ مجبور ہو کیونکہ اگر وقوع میں نہ آئے تو اللہ عزوجل کا علم جہل میں بدل جائے اور یہ محال ہے ہم کہتے ہیں کہ علم وقوع کے تابع ہے (علم نے) وقوع ازل کے مطابق اس کے ساتھ تعلق پکڑا ہے اور یہ اختیار کے منافی نہیں ہے، اگر کہیں کہ طاعت و معصیت سب ازل میں تقدیر و ارادہ سے ہے تو پھر اختیار کہاں ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ازل میں تقدیر و ارادہ (الہی) اس طرح جاری ہوا ہے کہ فلاں شخص اپنے اختیار سے یہ کام کریگا یہ اختیار کو ثابت کرنے والا ہے نہ کہ اس کی نفی کرنے والا، اتنا ہے کہ یہ اختیار اس سے وقوع میں آنا چاہئے تاکہ تقدیر ازل کے خلاف واقع نہ ہو جیسا کہ حدیث فید سبق علیہ المکتاب فی جمل الخ [پس کتاب (نوشتہ تقدیر) اس پر سبقت کرتی ہے پس وہ عمل کرتا ہے الخ] اس معنی پر دلالت کرتی ہے یعنی ارادہ قدیم اس (بندہ) کے اختیار کے ساتھ اس (بندہ) پر سبقت کرتا ہے الخ، اور یہ جواب پہلے سوال کا جواب ہے جو کہ علم قدیم سے ملتا تھا، یہ ہے اس مقام میں کلام کی غایت اور غیب کا علم العزیز العلام (اللہ تعالیٰ) کو ہے۔ ۲۳۵

میرے مخدوم! قضا و قدر کا مسئلہ دقیق مسائل میں سے ہے ہر شخص کی سمجھ اس مسئلہ تک نہیں پہنچتی بلکہ اس مسئلہ کی حقیقت کو جیسی کہ ہے حضرت علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہی بہتر جانتا ہے، مجمل طور پر اس قدر ایمان لانا چاہئے کہ اس (بندہ) کی قدر خیر و شر اللہ تعالیٰ (کی طرف) سے ہے اور لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اگر وہ اعمال خیر میں تو (بدلہ) خیر ہوگا اور اگر شر میں تو (بدلہ) شر ہوگا، اس پر ہمیں زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے علم کو حق سبحانہ کے سپرد کرنا چاہئے اور اس کے اوامر و نواہی کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہئے، اگر ایسا نہ کرے تو زندہ مرکش ہوگا اور مختلف قسم کی سزاؤں کا مستحق ہوگا۔ ہم یہی طور پر او اپنے وجدان سے یہ پلٹتے ہیں کہ ہم کو اس قدر قدرت دی ہے کہ اوامر و نواہی کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں اور گناہ کو بغاوت و سرکشی سمجھتے ہیں، رَبَّنَا إِنَّمَا نَزَّلْنَاكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ۝

مکتوبات ۳۸

حاجی سلیم علی کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ العلی الاعلیٰ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰہ خصوصاً
علی سید الوری امام التقی صاحب قلوب قوسین اودائی و علی الہ وصحبہ البررة النقی،

مکتوب مرغوب جو کہ آپ نے حاجی احمد ترک کے ہمراہ اس مسکن کے نام ارسال کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے آتش شوق کی شدت کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا، اللہ تعالیٰ اس آگ کو مشتعل کرے اور محبت کے شعلے کو سر بلند کرے تاکہ آفاق و انفس سے پوری طرح رہا کر دے اور ذات و صفات کی اقرابت تک پہنچائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ایک مدت ہوئی کہ ہم یک رنگی کے سمندر میں مستغرق ہو گئے ہیں جو کہ بزرگ ہے اور تمام موجودات اس میں مثل حباب ظاہر ہوتی ہیں، اُس تعالیٰ شانہ کی بارگاہ قدس بے پایاں سمندر ہے کہ تمام اشیاء اس میں قانی ہیں ان سب کا دیکھنا اور سننا اسی سے ہے کوئی دوسرا نظریں نہیں آتا۔ میرے مخدوم! یہ حال اعلیٰ ہے اور جمع کے مقام سے پیدا ہوا ہے، اس عنایت کا شکر یہ بجالائیں اور محبت کو بلند رکھیں اور جمع سے فرق بعد ان جمع تک آئیں تاکہ مخلوق کو حق (تعالیٰ) سے جدا نہ رکھیں اور حادث کو قدیم سے جدا پائیں ظل سے اصل کی طرف آئیں بلکہ اصل کو بھی ظل کی طرح چھوڑ دیں اور شہود سے غیب کی طرف جائیں، احوال لکھتے رہیں اور دوستوں کو ایمان کی سلامتی کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں، اوقات کو ذل و فکر کے ساتھ آباد رکھیں، کمرہٴ طاعات و عبادات کے معمولات کی ادائیگی میں چست باندھیں اور قبر و قیامت کا زادِ راہ تیار کریں، اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار سے منور رکھیں اور اس تھوڑی فرصت (عمر) میں مولائے حقیقی کو راضی کریں، طالبوں کی طرف توجہ سے دریغ نہ رکھیں اور ان کی ترقی کے خواہاں رہیں لیکن اُن کے آنے سے ڈرنے اور کانپتے رہیں ایسا نہ ہو کہ اس ضمن میں اس شخص (آپ) کی خرابی چاہی گئی ہو، بارگاہ قدس میں التجا و آہ و نزاری کرتے رہیں اور خود بینی و غور سے پناہ چاہیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی۔

مکتوب ۱۳۹

شیخ یازید سہارنپوری کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوة و ارسال تسلیات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت کا سبب ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت کے ساتھ ہیں اور مجمع کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اور حالات قابلِ اطمینان ہیں۔ آپ نے جو قرآن مجید حفظ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے مبارک ہے، حق سبحانہ تکمیل کو پہنچائے اور اس کے فیوض و برکات سے بہرہ مند کرے، حفظ کرتے ہیں آیات کا جسدِ تکرار کرتے ہیں تلاوت میں داخل ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ لذتِ یابی و شوق و دلجمعی گویا تلاوت میں

محدود ہوئی ہے۔ ذکر نفی و اثبات اتنی لذت نہیں دیتا لیکن چونکہ ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے ہر روز پانچ چھ ہزار بار کہہ لیتا ہوں۔ میرے محروم کلام مجید کی تلاوت کیوں لذت نہ بخشنے اور شوق کو زیادہ نہ کرے جبکہ قرآن اس تعالیٰ شانہ کی حقیقی صفت ہے کہ جس نے پردہ غیب سے تخت ظہور پر جلوہ فرمایا ہے اور ہجرت زدہ مشاقوں کو وصال کی بوعطا فرما کر اکامین اشتاق الی اللہ فلیستم کلام اللہ [آگاہ] کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اشتیاق رکھتا ہے پس اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے [کی خوشخبری کے ساتھ اور من ارادات یحدث ربہ فلیقر کلام اللہ] جو شخص اپنے رب سے بات کرنے کا خواہاں ہے تو اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھے [کے خردہ کے ساتھ بشارت دی گئی ہے صفت سے موصوف کی طرف راہ ہے اور کلام کو تکلم سے جدائی نہیں ہے۔

اندر سخن دوست نہاں خواہم گشت تا بر لب او یوسر زخم چو نش بخواند
[میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لبوں کو بوسہ دے لوں]
اور کلمہ نفی و اثبات جو کہ کلمہ توحید ہے دوسرے فائدے رکھتا ہے، باطن کو پاک کرتا ہے اور متفرق تعلقات کا جو کہ بشریت کے لوازم سے ہیں ازالہ کرتا ہے بلکہ وجود بشریت کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دیتا ہے اور یقائنک رہنمائی کرتا ہے اور ظل سے اصل تک لیجاتا ہے اور اصل سے دوسری اصل تک اور اس اصل سے تیسری اور پانچویں اصل تک (اور) الی ماشاء اللہ جہانک اللہ تعالیٰ چاہے) متحقق کر دیتا ہے۔ اور آپ نے مطلب کی عظمت و کبریا کی متعلق اور اپنی بے استعدادی و ناامیدی و عاجزی و حیرت کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا بیشک ممکن واجب سے کیا پائے اور مفید سے مطلق کو پائے کی استعداد کہاں سے لائے جہانک بھی جائے قید سے رہائی نہیں پانا اور امکان کے داغ سے داغدار ہے ما بالذات لا یفلح عن الذات [جو ذات کے ساتھ ہے وہ ذات سے جدا نہیں ہوتا ہے] قرب و وصل کے لئے مناسبت کا پایا جانا ضروری ہے اور ہم جس کے درپے ہیں وہ تمام مفقود ہے پس ناامیدی ہر حال میں نقد و وقت ہوگی اور عاجزی و نادانی حاصل (ہوگی) کسی نے خوب کہا ہے۔

ہم صبح وصل جو یاں من و شام ناامیدی کہ سیاہ بخت ہجر مشب من سحر ندارد
[سب لوگ وصل کی صبح کو تلاش کرتے ہیں (لیکن) میں ہوں اور ناامیدی کی شام ہے کیونکہ میں ہجرت کا مارا ہوا سیاہ بخت ہوں میری رات صبح نہیں رکھتی]۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی۔

مکتوبات

حضرت ایشان (عزوة الوثقی) کے برادر زادہ شیخ خلیل اللہ کے نام قریب فرائض و قرب نوافل کے بیان میں تحریر فرمایا۔
 بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبدہ الذین اصطفیٰ؛ فرزند اعز شیخ خلیل اللہ
 استقامت کے ساتھ رہیں اور ہمیشہ ترقی میں ہوں، چند سطریں قرب فرائض و قرب نوافل کے بیان اور
 بعض شبہات کے حل میں جو کہ اس مقام میں کھٹکتے تھے لکھی جاتی ہیں، ہوش کے کان سے سنیں، حدیث قدسی
 میں وارد ہوا ہے کہ جس نے میرے کسی دوست کے ساتھ دشمنی کی تو میں اُس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں
 اور میرا بندہ میری طرف اور کسی چیز سے قرب حاصل نہیں کرتا جو اس چیز سے زیادہ محبوب ہو جس کو میں نے
 اس پر فرض کیا ہے اور بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کی محبت
 کرنے لگتا ہوں، پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے
 اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے
 اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں ضرور اس کو
 عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں ضرور اس کو پناہ دیتا ہوں۔ اس کو امام بخاری نے
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اگر کہا جائے کہ صوفیائے کرام جنہوں نے کہ اذکار و اشغال اختیار کئے ہیں اور ریاضتوں اور
 چلوں کو انتخاب کیا ہے اور ترقیوں کے حصول اور مقامات و معرفت و فنا و بقا تک پہنچنے کو اس سے
 وابستہ کیا ہے اور طالبوں کی تربیت اور مریدوں کو سلوک طے کرنا ان امور کے ذریعہ کرتے ہیں اور ان کے
 ساتھ وابستہ تصور کرتے ہیں اور اسی طرح توجہات جو کہ وہ مریدوں پر کرتے ہیں اور صحبت کی ترغیب
 اور آداب کی رعایت پر شوق دلاتے ہیں اور انہوں نے کام کا مدار ان امور پر رکھا ہے یہ سب نوافل کی
 قسم سے ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ صوفیہ کے طریقہ کا اختیار کرنا اور سیر و مرشد کی طلب جو قرب و وصل کا
 ذریعہ ہے یہ بھی نوافل کے دائرہ میں داخل ہے پس مقامات کا حاصل ہونا اور معرفت کے درجات
 تک پہنچنا نوافل پر موقوف ہے نہ کہ فرائض پر کیا کسی نے دیکھا ہے کہ کوئی شخص مذکورہ امور کو بجالائے
 بغیر محض فرائض کے ادا کرنے سے قرب و معرفت کو پہنچا ہو ورنہ چاہئے کہ عوام بھی جو کہ فرائض کے ساتھ
 توفیق دیتے گئے ہیں عارفین و مقربین ہوں حالانکہ حدیث قدسی اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ

محبوب ترین اعمال جو قرب بخشے ہیں فرائض ہیں پس جو قرب کہ فرائض پر مرتب ہوگا وہ قرب نوافل سے زیادہ کامل و مکمل ہوگا اور صوفیہ کے طریقہ پر چلنے اور ان کے اذکار و اشغال کی کوئی ضرورت نہ ہوگی۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ شک نہیں ہے کہ قرب فرائض قرب نوافل سے زیادہ کامل و مکمل ہے لیکن فرائض اس وقت قرب بخشے اور ترقیات کا پھل دیتے ہیں جبکہ مذکورہ امور بجالائے جائیں ورنہ فرائض ابراہیم کے اعمال میں داخل ہوں گے نہ کہ مقربین کے اعمال میں پس ان نوافل کا اذکار یا قرب فرائض کے ظہور کے لئے شرط ہوگا جیسا کہ وضو نماز کے لئے (شرط ہے) جتنک اذکار و اوراد اور ظاہری پیر کو اختیار کرنا اور اس کے آداب کی رعایت وغیرہ جو کہ سلوک کے راستہ میں ضروری ہیں نہ بجالائے اور باطن کی پاکی ان کے وسیلہ سے حاصل نہ ہو جائے قرب فرائض کی لیاقت پیدا نہیں کرتا اور ولایت خاصہ سے مشرف نہیں ہوتا، اگر کہا جائے کہ طہارت باطن فنا کے ساتھ وابستہ ہے اور اس گردہ کے نزدیک قرب نوافل فنا کرنے والا نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کمال طہارت جو کہ ماسوا سے کلی انقطاع ہے اگرچہ فنا سے وابستہ ہے لیکن اس کے مبادیات جو کہ تعلقات کا منقطع کرنا ہیں ان نوافل کے ساتھ وابستہ ہیں اور اس قطع تعلقات کو سلوک کہتے ہیں اور سیرالی اللہ سے موسوم کرتے ہیں اور حب سیرالی اللہ آخری نقطہ تک پہنچ جاتی ہے اور وہ ماسوا کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے تو فنا حاصل ہو جاتی ہے اور سیر فی اللہ جس کو جذبہ کہتے ہیں کی ابتدا حاصل ہو جاتی ہے اور وہ ولایت میں پہلا قدم رکھتا ہے مگر کہا جائے کہ اوپر کے کمالات کا حصول اور ولایت کے درجات اور قرب کے دقائق میں ترقی بھی اعمال صالحہ یعنی کلمہ طیبہ و تلاوت قرآن وغیرہ کے بجالانے سے وابستہ ہے جو کہ فعلی اعمال میں سے ہیں پس ان اعمال کا کمال سیرالی اللہ تک پہنچنے پر ختم نہیں ہو جاتا یہی کلمہ طیبہ ہے کہ جس کے توسط سے اصول کو طے کرتے ہیں اور ایک اصل سے دوسری اصل تک اور وہاں سے اور اوپر تک ترقی کرتے ہیں اور ۲۳۹

ولایت صغریٰ سے ولایت کبریٰ تک اور ولایت کبریٰ سے ولایت علیا تک ترقی کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ اذکار و اعمال ولایت کے درجات کے لئے تمہیدات و مبادیات ہیں پس یہ اذکار جیسا کہ نفس ولایت کے لئے تمہیدات ہیں درجات ولایت کے لئے بھی مبادیات و تمہیدات ہیں۔ نیز یہ سوال کہ ولایت محض وہی چیز ہے اور اس کے مبادیات کسی ہیں جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے پس فتاویٰ کا کہ ولایت جس سے عبارت ہے وہی چیز ہوگی اس لئے فرائض و نوافل دونوں مبادیات میں داخل ہوں گے کیونکہ کسی امور میں اس صورت میں قرب فرائض کو فنا کرنے والا کہنا کس اعتبار سے ہوگا اور اگر اس اعتبار سے کہیں کس عطیہ الہی کا پھل دینے والے ہیں تو دونوں قریبوں کے درمیان کیا فرق ہوگا کیونکہ قرب نوافل

جو کہ مبارکات سے ہے اس عطیہ الہی کا پھل دینے والا ہے۔ جواب: نوافل مقدماتِ بعیدہ سے ہیں اور فرائض مقدماتِ قریبہ سے ہیں، وہ (نوافل) موانع کے دور کرنے کی مانند ہیں کہ تعلقات کو قطع کرنا ہو اور یہ (فرائض) ولایت کے حصول کا ذریعہ ہیں جو کہ عطیہ الہی ہے یعنی اُن (فرائض) کے بعد متصل ولایت حاصل ہوتی ہے) یہ (نوافل) استطاعت کی مانند ہیں جو کہ فعل سے پہلے ہے اور یہ (فرائض) اس امتیازت کی مانند ہیں جو فعل کے متصل ہے۔

مکتوب ۱۴۱

شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد و صلوٰۃ وارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت کا سبب ہوا، اس میں مندرج تھا کہ اس زیادتہ میں اپنے وجدان سے ایسا پاتلہ ہے کہ اسم الباطن مثلاً علیم و قدیر کی سیر میں ابتدا واقع ہوئی اور قلب کو ایک وسعت حاصل ہوئی ہے، میرے مخدوم! جواب لکھتے وقت اس معاملہ میں کچھ توجہ کی گئی اس کے ساتھ آپ کی کچھ مناسبت پائی، آپ کے عروج کا قصد دیکھا کہ آپ نے اس اسم کے ساتھ کچھ اتصال پیدا کر لیا ہے اور اس ولایت تک جو کہ ولایتِ علیا ہے کچھ وصول حاصل ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ اس ولایت سے جو کہ ملایا علی کی ولایت ہے کامل حصہ عطا فرمائے یہ مقام اگرچہ ولایت کا اعلیٰ مقام ہے حتیٰ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت پر فوقیت رکھتا ہے اور اُن (انبیاء کرام) کی افضلیت نبوت کے واسطے سے ہے اور قلب کی وسعت اس مقام میں اس وسعت زیادہ ہے جو کہ سابقہ مقام میں تھی کیونکہ وہ وسعت ذات کو ملحوظ رکھے بغیر اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کی وسعت کے مطابق ہے اور اس وسعت میں ذات تعالیٰ ان کمالات کے ساتھ ملحوظ ہے، ان دونوں وسعتوں میں بہت فرق ہے اسماء و صفات کو ذات تعالیٰ کے بالمقابل کیا نسبت اور کیا شمار ہے۔ یہ جو آپ نے کبھی کبھی اپنے اعضا کو فقیر کے اعضا کا ظل پایا (فقیر سے) آپ کی کامل مناسبت کی خبر دینے والا ہے والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۴۲

شیخ ولی جہتی کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم طریقہ فقیر محمد و صلوٰۃ کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا
آپ نے نماز کے اندر بدن میں ذکر سرایت کرنے کی بابت لکھا تھا بہت خوب ہے اس کو سلطان المذکر کہتے ہیں
ہمت اس بات پر صرف کریں کہ ذکر سے مذکور تک پہنچ جائیں اور وسائل سے مقصد کی جستجو کریں۔ آپ نے
لکھا تھا کہ میں جمعہ کی راتوں میں سوتا نہیں ہوں، ان راتوں میں سے ایک رات دو تین گھنٹے وقت باقی
رہ گیا تھا کہ نیند آگئی، دیکھا ہوں کہ ایک سفید ریش شخص ظاہر ہوا اس نے کہا من عرف نفسه فقد
عرف ربه [جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا]۔ اس نے یہ کہا اور پوشیدہ
ہو گیا اور میں بیدار ہو گیا اور سہم گیا۔ اور آپ نے دوسرے جمعہ کی رات میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے
وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ [اور کیا تم اپنی جانوں میں نہیں دیکھتے ہو] لا یعرف الله غیر الله
[اللہ کو اللہ کے سوا نہیں پہچانتا]۔ ایک اور حال میں جو آپ نے بہت سی چیزیں دیکھی ہیں اس دوران
میں کوئی بزرگ فرماتے ہیں اس کلام قدسی پر عمل کرو کہ بیشک ابن آدم (انسان) کے جسم میں گوشت کا
لو تھڑا ہے اور اس لو تھڑے میں فواد (دل) ہے اور فواد میں ستر ہے اور ستر میں خفی ہے اور خفی میں اخفی ہوا و اخفی
میں انا (نفس) ہے۔ اے سعادت آثار! یہ احوال مذکور کا پتہ دیتے ہیں اور انسانی کمال کی طرف
دعوت دیتے اور معرفت کی طرف راستہ دکھاتے ہیں اور پہلے واقعہ میں گویا اثر سے موثر کی طرف جاتے
اور نفس کے انقلابات سے اُس کے مقلب کی جستجو کرنے اور باطل سے حق کی جانب تفکر کرنے کی
طرف اشارہ ہے اور دوسرا واقعہ شہود انفسی کی طرف اشارہ کرتا ہے خواہ ذات مطلوب کا شہود ہو
یا مطلوب کی نشانیوں کا شہود ہو اور نیز عارف کی کلی فنا کی طرف اشارہ ہے معرفت وہی ہے کہ اپنے
آپ سے اپنے ساتھ ہو اور عارف کو فنا یت کے سوا اس سے کچھ نصیب نہ ہو کسی نے خوب کہا ہے
از حضرت ذات بہرہ استہلاک است (بارگاہ ذات حق سے حصہ فنا یت ہے) [۲۶۱]
اور یہ جو کہا ہے کہ تم اس کلام قدسی پر عمل کرو یعنی عالم امر کے لطائف میں سے ہر ایک کے کمالات کے ساتھ
متحقق ہونا چاہیے کہ جن کی انتہا عالم امکان پر ختم ہوتی ہے اس کے بعد عالم وجوب کے کمالات میں
آغاز ہوتا ہے اور اخفی میں انا (نفس) ہے۔ میں اس طرف اشارہ ہے یعنی اخفی سے گذرنے کے
بعد کمالات وجوب میں (پہلے) دو احوال میں سیر انفسی کی طرف اجمالی طور پر اشارہ ہے اور اس آخری
حال میں اس اجمال کی تفصیل کی طرف اشارہ ہے یعنی عارف کامل وہ شخص ہے جو کمال لطائف
میں سے ہر ایک کے کمالات تک پہنچے اور ہر ایک کو طے کر کے عالم وجوب کی طرف پرواز کرے، اگر کہا جائے
کہ عالم امر کے لطائف پانچ ہیں جن میں سے ایک روح ہے اور اس حدیث قدسی میں روح کا ذکر

نہیں آیا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے فواد روح سے کنایہ ہو اور گوشت کا لو تھڑا جو کہ قلب کی حقیقت جامعہ کا محل ہے اس کا بیان قلب کے بیان کی بجائے کافی سمجھ لیا گیا ہو والحمد للہ عند اللہ تعالیٰ [اور صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے]۔

ایک مکتوب سیادت مآب سید مبارک کے نام لکھ کر بھیجا ہے انشاء اللہ تعالیٰ پہنچے گا۔ دوسرا حال جو آپ نے دیکھا ہے اس کی تعبیر ظاہر ہے اور سلطانِ ذکر کی خبر دینے والا ہے کہ جس کی علامت آپ اپنے اندر بتا رہے ہیں، اے محبت اطوار! سابقہ احوال باوجود یکہ کمال کی طرف دعوت دینے اور معرفت کی طرف بلانے والے ہیں مبشرات ہیں اور تیزان کمالات کی استعداد کا پتہ دینے والے ہیں، امیدوار رہیں اور کوشش کریں کہ معاملہ قوت سے فعل میں اور گوش سے آغوش تک آجائے۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

مکتوب ۱۲۳

محرمِ روف کالی کے نام ان کے (مکتوب کے) جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، مکتوبِ مرغوب جو آپ نے محبت کی وجہ سے بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے اس کیفیت کی خواہش کی تھی جو ظلال سے ماوراء ہے چونکہ آپ کی محبت کا رابطہ اس نسبتِ عالیہ والوں کے ساتھ درست ہے (اس لئے) امیدوار رہیں، فان المرء مع من احب [پس بیشک آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] آپ نے لکھا تھا کہ "امیدوار ہے کہ ظلال سے نکل آئے اور مطلوبِ حقیقی تک پہنچ جائے اور ایمانِ شہوری کے شرف سے مشرف ہو جائے اور اس آگاہی سے جو کہ خواجہ نقشبند قدس سرہ نے حضرت مولانا سعد الدین کا شغریٰ سے حاصل کی تھی واقعہ ہو جائے" آپ جان لیں اولیٰ یہ کہ بندہ کو آرزو سے کیا کام، بندگی اس وقت درست ہوتی ہے کہ کوئی آرزو خواہش نہ رہے اور کوئی مراد و مقصود سینہ کی وسعت میں نہ رہے اور حقِ جل و علا کی مراد کے ساتھ قائم ہو جائے یعنی اس تعالیٰ شانہ کی مراد کے علاوہ سالک کی مراد نہ ہو اور ارادہ کی صفت اس میں نہ رہے اگرچہ درجات و معالماً قُرب ہی کا ارادہ ہو۔ ایک بزرگ نے ایک سالک سے پوچھا ما ترید [یعنی تو کیا چاہتا ہے] اُس نے جواب میں کہا اريد ان لا اريد [میں چاہتا ہوں کہ میں کچھ نہ چاہوں] اُس بزرگ نے کہا یہ خود عین ارادہ ہے۔ دوسرے یہ کہ طالب کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فضل طلب کرے اور اپنی استعداد کے کمال کا خواہاں ہو اپنے کمال تک پہنچنے سے پہلے معینِ شخص کے کمال کی خواہش کرنا فضول بات ہے ہاں اپنی استعداد کے

۲۶۵

مراتب حاصل کرنے کے بعد اگر دوسروں کے کمالات طلب کرے تو گنجائش رکھتا ہے جیسا کہ ماثورہ درودوں میں جو کما صلیت علیٰ ابراہیم و علیٰ آل ابراہیم انک جمید مجید [جیسا کہ تونے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم (علیہم السلام) پر رحمت بھیجی ہے بیشک تو تعریف اور بزرگی والا ہے] وارد ہوا ہے وہ بھی اس بات کا پتہ دیتا ہے اور یہ جو قرآن مجید میں ہے، وَلَا تَمْنُوا فَمَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ [اور جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تم اس کی آرزو مت کرو] مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر دنیاوی مال و متاع سے کی ہے، تیسرے یہ کہ مولانا سعد الدین کا شعری درمیان کے دو واسطوں سے حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہ) کے مرید ہیں حضرت خواجہ کا مولانا سے نسبت و آگاہی اخذ کرنا کس طرح ہو گا۔ چوتھے یہ کہ آپ نے دو مختلف آرزوئیں کی ہیں، آپ آرزو کرتے ہیں کہ ظلال سے نکل آئیں (ادب) مطلوب حقیقی تک پہنچ جائیں اور پھر ظلال کی آرزو کرتے ہیں (اور) لکھتے ہیں کہ ایمان شہودی کے ساتھ مشرف ہو جائے کیونکہ ایمان شہودی مراتب ظلال سے وابستہ ہے مطلوب حقیقی شہود و مشاہدہ سے ہے اس دائرہ علیا تک وصول ایمان غیب سے تعلق رکھتا ہے شہود و مشاہدہ سب ظلال سے متعلق ہیں والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوبات

سیادت پناہ سید محمد علی بارہہ کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ فی المبدأ والمعاد والصلوة والسلام علی رسولہ والہی الامجاد اما بعد، مکتوب گرامی نے مشرف کیا چونکہ دوستوں کی سلامتی پر مشتمل تھا اس لئے ہسرت کا باعث ہوا، اوقات کو منضبط کرنے کی کوشش کریں اور باطن کی تعمیر اور اندرون کو باسواسے خالی کرنا ضروری امور ہیں سے شمار کریں اور مولائے حقیقی کی رضامندی کو اہم مطالب میں سے سمجھیں اور وجود بشریت کی نفی کرنا اس راستے کے واجبات سے جائیں اور اللہ جل و علا کی رضامندی کا درجہ تصور فرمائیں، کلمہ طیبہ پر اس قدر ہمیشگی کریں کہ اپنا کوئی نام و نشان نہ دیکھیں اور لایذ کر اللہ الا اللہ [اللہ کو اللہ ہی یاد کرتا ہے] کا مطالعہ کریں اس معنی میں نہیں کہ بندہ حق تعالیٰ ہو جاتا ہے بلکہ بندہ نہیں رہتا اور ذکر کی نسبت کی اس سے نفی ہو جاتی ہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ وجود بشریت کی نفی میں ایک ساعت کوشش کرنا تکلف کے ساتھ عبادت کرنے والوں کی کئی سال کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ وجود بشریت کی نفی کرنا ایمان کا کمال ہے اور اعمال کی ایمان کے بالمقابل کچھ مقدار نہیں ہے، دوستوں سے دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائرین اتبع البدی.

مکتوب ۱۲۵

مخدوم زادہ جامع کمالات صمدی و معوی نعم اٹھلف شیخ محمد اشرف کے نام حضور قلب کے حاصل ہونے کے بارے میں جو ذکر سے بالا ہے اور فائے قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے مع آن سرور دین دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاص بشارت کے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم و حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب نے پہنچ کر خوش وقت کیا۔ آپ نے ذکر قلبی کے جاری نہ ہونے اور یادداشت کے حصول اور اس کے زائل نہ ہونے کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا حضور توجہ قلبی ذکر سے بالا والطف ہے اس ذکر سے اس بات کا کیا شمار کہ مذکور کا حضور ملکہ (صفتِ اسم) ہو جائے اور وہ یاد کر دے یادداشت میں آجائے اگر اس وقت میں ذکر مفقود ہو جائے تو کیا در ہے خاص طور پر جبکہ معاملہ فائے قلب تک جا پہنچے تو ذکر کا جاری ہوتا درکار نہیں ہوگا کیونکہ ذکر مذکور کا وسیلہ ہے جب مذکور آگیا تو ذکر کی ضرورت جاتی رہی اور یہ فنا مذکور کا درجہ اور معرفت کی دہلیز ہے اور فائے نفس میں ذکر و توجہ و حضور کا زوال لازمی ہے اور تمام نسبتوں سے خالی ہونا ضروری ہے نسبتوں کے زائل ہونے اور صفات کے اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد اگر حضور و توجہ ہے تو خود بخود ہے عارف کو معدوم (نیست) ہونے کے سوا اس وقت میں کچھ نصیب نہیں ہی ذکر کہاں اور حضور کس کو ہے۔ اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب کھینچا اور آپ فرما دیتے ہیں یا رسول اللہ خذ بیدی یا شفیع المذنبین خذ بیدی (یا رسول اللہ میرا ہاتھ پکڑ لیجئے اے شفیع المذنبین میرا ہاتھ پکڑ لیجئے) مبارک و بشارت ہے امید ہے کہ یہ دنگیری آخرت کی نجات کا وسیلہ ہو جائے اور درجات کے حاصل ہونے کا درجہ بن جائے۔ والسلام

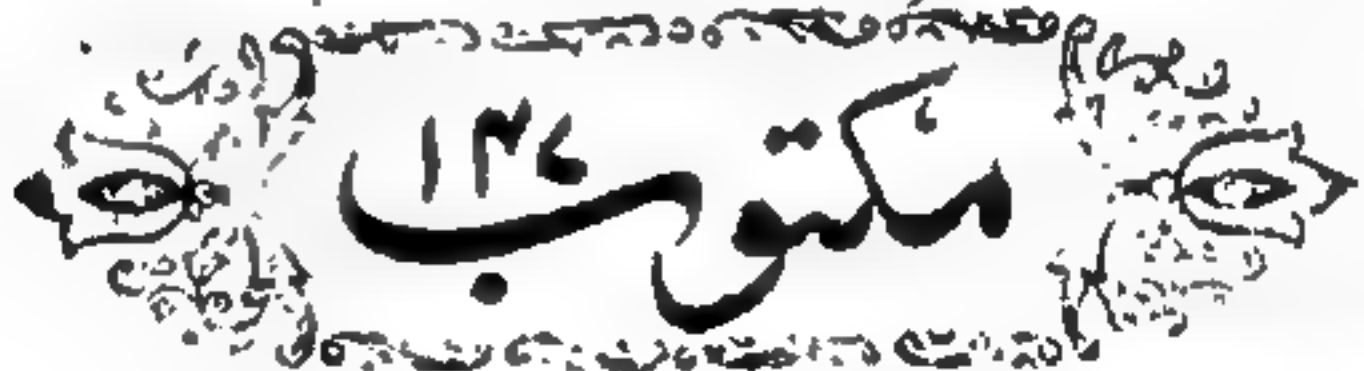
مکتوب ۱۲۶

۲۲۲

یزمخدوم زادہ عالی درجہ صاحب کمالات اصلینہ نعم اٹھلف شیخ محمد اشرف کے نام کمالات نماز اور اس کے فضائل اور عدم محض کے ساتھ ملحق ہونے کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم و حمد و صلوة و ارسال دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہے

چاہئے کہ اسی طرح پر ظاہر و باطن کے احوال کے متعلق لکھتے رہیں کہ غائبانہ توجہ کا باعث ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ نماز فرض و نماز ہیجہ میں کبھی ایک گونہ تلاوت و کیفیت پیدا ہوتی ہے اور تمام اعضا کو احاطہ کرتی ہے اس حال میں جی چاہتا ہے کہ نماز کو طویل ادا کرے اور صبح کے حلقہ میں بھی اکثر یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اے سعادت آثار! جو تلاوت و کیفیت کہ نماز کی ادائیگی کے دوران خاص کر فرض نماز میں پیش آتی ہے بہت اعلیٰ ہے اور اس (تلاوت و کیفیت) پر جو کہ نماز سے باہر پیش آتی ہے کئی درجہ فضیلت رکھتی ہے، نماز کو طویل فنوت (طویل قیام) کے ساتھ ادا کریں اور رکوع و سجود کو بھی طویل کریں اور کبھی زمین پر مصلیٰ وغیرہ کسی چیز کے حائل ہوئے بغیر نماز ادا کریں اور پیشانی کو مٹی کے ساتھ لگا دیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندہ کی کوئی حالت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ اُسے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا چہرہ خاک آلود ہو۔ اور کبھی صحرا کی طرف نکل جائیں اور جس جگہ کہ کوئی شخص نہ دیکھے خاک کے اوپر نماز کو طویل اور خشوع و رغبت کے ساتھ پڑھیں، اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس کی طلب اور رغبت کرنی چاہئے اور کلمہ طیبہ کے تکرار پر حریص رہیں اور مرادات و تعلقات کی نفی کریں اور ظلال سے اصول کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور یہ جو آپ خود کو محض خالی پاتے ہیں اور قلبی ذکر کم محسوس ہوتا ہے اور اپنے آپ کو میلا اور مردود دیکھتے ہیں شاید کہ حقیقت عدیبہ کے ظہور سے ہے کہ تعلقات کو رد (نفی) کرنے کے بعد سالک عدم صرف دیکھتا ہے اور خالی محض ہو جاتا ہے اپنے اندر ذکر و حضور کا احساس نہیں کرتا اور بصلاتی کی بو نہیں دیکھتا، میلا اور مردود جو کچھ (بھی) خود کو ثابت کرتے ہو بر محل ہے کیونکہ کمال اہل کمال کی طرف لوٹ جاتا ہے اور ضرور نقص باقی (رہتا) ہے، والسلام



حافظ محمد شریف لاہوری کے نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ دار سال تسلیات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے قرار کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی عاقبت اور ظاہری و باطنی استقامت کی دعا کی گئی ہے، مکتوب گرامی پہنچ کر مسرت بخش ہوا، فقیہانِ دہوں میں دردِ مفاصل کی وجہ سے بیمار تھا اب اللہ سبحانہ کے کرم سے رو بصحت ہے اور پہلے سے بہتر ہو کر ضروری فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ میاں محمد باقر حیدر روزِ محبت میں رہا

بہت خوش کیا، اس راستہ کے بعض ضروری فوائد اخذ کئے اور تھوڑے عرصہ میں خوب ترقی کی ہے حق سبحانہ کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے۔ والسلام اولاً و آخراً۔ میرے مخدوم و مکرم اسعادت آثار میاں محمد باقر کی درخواست پر کچھ توجہ تمہاری جانب کی گئی اس نواح کو آپ کے اوار کی شعاہوں سے روشن و متور پایا، اور دیکھا کہ وہاں کی مخلوق آپ کی طرف کچھ توجہ رکھتی ہے اس ضمن میں ایک خلعت نے بھی آپ کو احاطہ کر لیا ہے شاید کہ اس جگہ کے مدار ہونے کا خلعت ہو، والغیب عند اللہ سبحانہ (اور غیب اللہ سبحانہ کے پاس ہے) ربنا اتنا من لدنک رحمت وھی لنا من امرنا رشدا۔

مکتوبات ۱۲۸

مولانا محمد حنیف کے نام اُن کے اور اُن کے دوستوں کے احوال کی شرح میں مع بشارتِ عالی تحریر فرمایا۔
 بسم اللہ الرحمن الرحیم تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس میں سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اُترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے اور وہ نہایت مہربان اور معاف کرنے والا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کی کتاب قرآن مجید، تورات و انجیل و زبور سے افضل ہے اور ان کی آل و اصحاب پر اٹھائے جانے اور جمع کئے جانے (یعنی قیامت) کے دن تک صلوة و سلام ہو، اما بعد، گرامی نامہ جو آپ نے اس مسکین کے نام لکھا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور دوستوں کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ آپ نے نسبتِ خاصہ کی خواہش کی ہے اور حاضری میں رہنے والے دوستوں پر رشک کا اظہار کیا ہے، میرے مخدوم! ہم نے آپ سے کسی چیز سے دریغ نہیں کیا ہے اور جن امور کی قدرت رکھتا ہوں ان میں کوئی کوتاہی نہیں ہوتی ہے اس کے باوجود دل آپ کی طرف متوجہ اور آپ کی ترقی کا طالب ہے۔ خطا لکھنے کا ارادہ کرتے وقت کچھ آپ کی جانب قدرے توجہ واقع ہوئی اور آپ پیش قیمت اعلیٰ خلعت کے ساتھ ظاہر ہوئے اور آپ کے اولاد تمام عالم پر چھپا گئے اور آپ نے ایک گوتہ اتصال و الحاق فقر کی حقیقت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ترقیاں حاصل کی ہیں بعض آئینوں (ظہورات) کے امیدوار ہوئے ہیں آپ نے جو دوستوں کے بارے میں رشک کیا ہے، رشک خود محمود ہے لیکن آپ (بھی) کم درجہ نہیں رکھتے اور دوستوں میں ممتاز ہیں ہاں جو خصوصیات کہ بعض کو ان کی استعداد کی وجہ سے حاصل ہیں وہ دوسری بات ہے اور بحث سے خارج ہے ہر شخص استعداد کی خصوصیت کی وجہ سے کسی امر کے ساتھ مخصوص ہے۔ ع

۲۳۶

ع ہر خوش پسرے را حرکاتِ دگر است [ہر اچھے بیٹے کی حرکات مختلف ہیں] جو چیزیں کہ اس وقت آپ کو حاصل ہیں اکثر طالبوں کا ہاتھ اُن کے دامن تک نہیں پہنچا اور جن امور میں جابِ مہرست رغبت رکھتے ہیں اور جدوجہد کے ساتھ ان کے حاصل ہونے کے خواہاں ہیں مدت ہو گئی ہے آپ ان کے ساتھ متصف ہیں بلکہ اُن سے گزر کر اُن سے زیادہ نازک اسرار سے جاملے ہیں اور جو نصیحت کہ آپ (اپنے) ساتھیوں کے باعث رکھتے ہیں ممتاز ہے جو فیوض و برکات آپ کی صحبت میں ہیں ان میں کسی دوسرے کا شریک ہونا معلوم نہیں ہوتا، اجاب و مریدین آپ کے کمالات کے آئینے ہیں اور آپ کے عالی ہیں جو کہ مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہیں اور آپ کا حسن ہے کہ اس نے اس لباس میں ظہور کیا ہے دوستوں میں دو شخصوں کے احوال جو آپ نے اس مکتوب میں درج کئے تھے ان کے مطالعہ نے بہت طے اندوز و سرور کیا اور باطنی لذتیں بخشیں اللہ عز و جل [اے اللہ! اور زیادہ فرما]۔ میر عبد اللہ کے احوال دوسرے دوست کی بہ نسبت بلند و بزرگ ہیں لیکن استعداد جانتا چاہئے کہ اس قسم کے امور جو طالبوں و پیش آتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کی استعداد کے مطابق ہوتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انعکاس کے ذریعے سے آتے ہیں ان کی استعداد اس جگہ تک نہیں پہنچتی، جو کچھ بھی ہے بہت بڑی نعمت ہے، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدی۔

مکتوب ۱۲۹

سیادت پناہ سید ابوالخیر شاہ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، حامداً و مصلياً، مکتوب شریف پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ میں سے پہلے ظاہر ہوتا تھا کہ ایک طرح کی ہستی باقی رہتی ہے اب یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نہ عین باقی رہتا ہے اثر۔
 جوں میں ہمہ معشوق شدم عاشق کیست [جب میں تمام معشوق ہو گیا تو عاشق کون ہر]۔
 اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجالائیں اور عین و اثر کے نازل ہونے کو بہت بڑی سعادت سمجھیں اور اسلام حقیقی و اطمینان نفس کا وسیلہ جانیں، انسان کا کمال اسی محویت و فنایت میں ہے۔
 مالک کی ہستی سے جس قدر باقی ہے اور کمال و خیر کو جس قدر اپنے اندر ثابت کرتا ہے اسی قدر نقص و شر کے ماحول سے محفوظ ہے اس کا کمال نیستی اور کمال کی نفی کرنے میں ہے اس کی بھلائی، بھلائی کے سلب میں ہر کمین زوال و فنا کا کمال اس سے انانیت کے پوری طرح سلب ہونے میں ہے، اس وقت میں وہ

انا الحق ہمیں کہہ سکتا کیونکہ یہ (ایسا کہنا) اتانیت کے باقی رہنے کی خبر دیتا ہے، پس "میں تمام معشوق ہوئی" کیا گنجائش رکھتا ہے، بیچارہ جو کہ تمام تعلقات سے خالی ہو گیا ہے اور مراتب میں سے کسی مرتبہ میں ثابت نہیں ہے اور عدم محض اور نفی خالص کے ساتھ جا ملتا ہے، وہ اپنے معشوق ہونے کا اثبات کس طرح کرے اور اپنے آپ کو عین مولیٰ کس طرح تصور کرے، وہ نفی و عدمیت کی ایک قسم کے ساتھ مطمئن ہے کیونکہ وہ اپنی بندگی کے ثابت کرنے سے ڈرا ہوا ہے جو کہ ثبوت کی آمیزش رکھتی ہے اور اپنی مولویت (مولا سے نسبت ہونے) کے ثابت کرنے پر کس طرح جرأت کرے اور ذاتی نقص و شر کے باوجود اپنے آپ کو معشوق کس طرح تصور کرے جو کہ ذاتی حسن و جمال کے ساتھ موصوفہ ہے، آپ نے لکھا تھا کہ مکسی بزرگ نے کہا ہے ع قلندر آنکہ فوق الوصل جوید [قلندر وہ ہے جو کہ وصل سے اور پر تلاش کرے]

"وصل سے اوپر" سے کیا مراد ہوگی۔ میرے مخدوم! وصل دو ہوتے اور وصل کے باقی رہنے کی خبر دیتا ہے پس وصل سے گذر جانا چاہئے اور نفی صرف اور حیرت کی طرف آنا چاہئے جیسا کہ آپ نے خود کسی بزرگ سے نقل کیا ہے اور (اس کی) تعریف کی ہے ع

چوں وصل در تلخجہ جہاں چہ کار دارد [جب وصل کی گنجائش نہیں ہو تو جدائی کا کیا کام ہے] والسلام

مکتوب ۱۵

سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و مدعیاً، اللہ تعالیٰ نبی کریم اور ان کی بزرگ آل علیہ وسلم الصلوٰۃ والبرکات کے صدقے ہمیشہ ترقیات میں رکھے، گرامی نامہ جو کہ شوق و آرزو مندی کے اظہار پر خستل تھا خوشی بڑھانے اور شوق کو بکھر جانے والا ہوا، اپنے کام میں خوب مشغول اور ترقی کے امیدوار رہیں۔ جو حال کہ آپ نے دیکھا تھا اچھا ہے، شکر کریں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو عین (شیطان) کے جال سے محفوظ رکھا بلکہ غالب کیا امید ہے کہ اور بھی زیادہ محفوظ رکھے گا شیطان آفاقی کے شر سے بھی اور شیطان انفسی (کے شر) سے بھی۔ فرزندِ محمد اسحق عافیت کے ساتھ پہنچ گیا اور دوستوں کو مسرور و خوش وقت کیا، نوجوانی میں عجیب ہمت حاصل کی ہے حق سبحانہ اپنے کم سے صلہ کے گروہ میں داخل فرمائے اور اس کی صحبت و محبت کی برکت سے ہم ہوس پرستوں کو ہوا و ہوس کی قید سے رہائی بخشنے اِنَّہ قریب بھیج [بیشک وہ قریب ہے اور] قبول کرنے والا ہے] اور چونکہ آپ فقرا کے ساتھ محبت استوار رکھتے ہیں اس لئے جہاں کہیں میں ان کے

۲۳۸

برادر دینی محمد باقر نے آپ سے رضامندی کا بہت زیادہ اظہار کیا تھا ہم بہت مسرور ہوئے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے فقراء کی خدمت اور اہل اللہ کی دلجوئی و رضامندی بہت بڑی سعادت ہے، دیکھئے کون صاحب نصیب (اس کی طرف) ہدایت پاتا ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۵۲

نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بور عرض ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت افزا ہوا، سلامت اور استقامت کے ساتھ رہیں، آپ نے خاتمہ کے خوف کے بارے میں لکھا تھا، میرے مخدوم ایہ خوف ایک بہت بڑی نعمت ہے دیکھئے کون سعادت مند ہے کہ جس کو اس خوف کے ساتھ گزارتے ہیں اور اس درد میں مبتلا کرتے ہیں، اس (اللہ تعالیٰ) کے دوست اس درد میں گرفتار ہیں اور یہ ابہام (خاتمہ کا ہم ہونا) ان سے آرام و آسائش چھین لیتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ اکثر اوقات نماز میں عجیب لذت حاصل (اور) خاص کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ کیوں ایسا نہ ہو جبکہ نماز مومن کی معراج اور دنیا سے آخرت میں جانا ہے، جو حالت کہ معراج کی رات میں پیش آئی تھی اس کا نمونہ نماز میں ہے، قرب کا کمال یہاں (نماز میں) ہے اور عجاibat کا دور ہونا اس مقام میں ہے جیسا کہ (حدیث شریف میں) وارد ہوا ہے، یہ لذت یابی منتہیوں کی کیفیت ہے، آپ نے لکھا تھا کہ ”جو لذت و کیفیت قرآن مجید کی تلاوت کے وقت میں پیش آتی ہے اس کیفیت سے زیادہ ہے جو کہ لسانی ذکر میں پیش آتی ہے اور بعض اوقات ایسا خیال میں آتا ہے کہ پڑھنے والا کوئی دوسرا شخص ہے میں طفیلی ہوں، میرے مخدوم تلاوت کے وقت قلب صفت کلام کے ساتھ متصف ہوتا ہے جو کہ اس تعالیٰ شانہ کی حقیقی صفت ہے اور معلوم ہے کہ صفت کو اپنے موصوف کے ساتھ کس قسم کا قرب و اتحاد ہے پس یہ کیفیت و لذت تمام کیفیات سے ممتاز ہے، کسی نے خوب کہا ہے۔

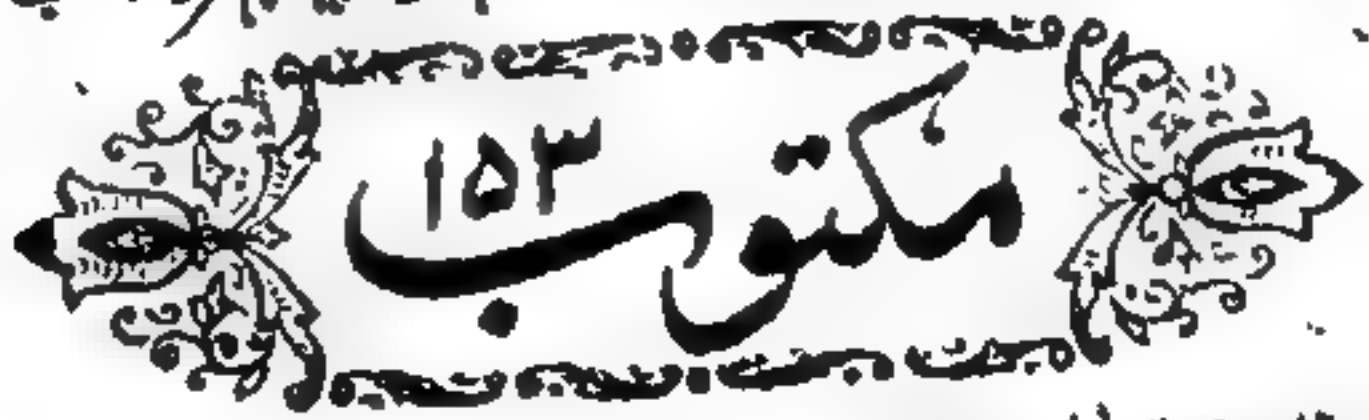
۲۵

اندر سخن دوست نہاں خواہم گشت تا بر لب او یوسہ زخم چو نش بخواند

(میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہر حادثہ گانا کہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب پر یوسہ دوں)

کبھی تلاوت کے وقت میں تلاوت کرنے والا اپنی زبان کو حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت کی مانند پاتا ہے تلاوت کرتے والا گویا کوئی اور ہے اور اس کی زبان آگ سے زیادہ نہیں ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ حق (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر جاری ہوتا ہے، نیز وارد ہوا ہے کہ

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے غصے سے ڈرو پس بیشک اللہ تعالیٰ اس کے غصے کے ساتھ غصہ کرتا ہے آپ نے لکھا تھا کہ ولایت کبریٰ کی کیفیت کے علاوہ ایک اور کیفیت اپنے اندر پاتا ہوں اور دونوں کیفیتوں میں نمایاں فرق ظاہر ہوتا ہے۔ اے سعادت آثار! فقیر نے اس سے پہلے ولایت کبریٰ کے ماسوا آپ کے بارے میں لکھا تھا اور اب بھی اوپر کی ولایت سے کچھ حصہ معلوم ہوتا ہے یہ یافت ریا، اسی سے ہے اور چونکہ یہ ولایت ملایا اعلیٰ کی ولایت ہے جو کہ معصوم ہیں، کوشش کریں کہ پاکوں (معصوموں) کی صفت کے ساتھ موصوف ہو جائیں اور عصمت (پاکدامنی) سے بہرہ ور ہوں۔ آپ نے اپنے مبارک تعین کے متعین کرنے اور نیز اپنی ولایت کے تعین کے بارے میں کہ آپ کس نبی کے زیر قدم ہیں دریافت کیا تھا نیز لکھا تھا کہ اپنے آپ کو لطیفاً خفی کے انوار کے فیوض میں نہایت کامل مناسبت پاتا ہے اور اپنی ولایت کو اخفی کی ولایت پاتا ہے اور اس بات کے پانے میں ہرگز اور مطلق شک نہیں ہے۔ میرے مخدوم! یہ فقیر بھی آپ کی مناسبت اخفی کے ساتھ مخصوص سمجھتا ہے اور آپ کی ولایت کو (لطیفاً) اخفی کی ولایت تصور کرتا ہے اس لئے اس صورت میں آپ اپنے پیغمبر علیہ وعلیٰ آکہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہوئے اور آپ کا مبدأ تعین صفت اجمال علم ہوا والعلم عند اللہ سبحانہ [اور علم اللہ سبحانہ کے پاس ہے]۔ آپ نے میرا سخن کی نوکری کے ترک کے بارے میں لکھا تھا الخیر فی ما صنع اللہ سبحانہ [خیر سبحانہ جو کچھ کرتا ہے اس میں بھلائی ہے] حق تعالیٰ فقر کے عادات و اطوار پر استقامت عطا فرمائے، آپ بے چین نہ ہوں الثانی من الرحمن [تاخیر رحمن (اللہ) کی طرف سے ہے] فقر اور اس پر استقامت بہت بڑی سعادت ہے، صابر فقر اکل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے جلیس ہوں گے، لیکن ہر وہ چیز جو کہ حکمت اور اہل حقوق کی رضا کی رعایت سے واقع ہووے زیادہ بہتر و مناسب ہے۔ والسلام



سیادت پناہ میر محمد اسحق کے نام تحریر فرمایا۔

حامد و مصلیٰ، دلی دوستوں کا محبت آمیز و شوق انگیز مکتوب مسرت افزا اور لذت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ جو محبت اس طرف منسوب ہے وہ اس محبت سے اوپر ہے جو کہ اس تعالیٰ شائد کی مقدس بارگاہ سے منسوب ہے، اور اس کی وجہ سے اکثر خوف و خشیت میں رہتا ہے۔ اے سعادت آثار! جو کچھ آپ نے لکھا ہے تین توجہات رکھتا ہے پہلی توجہ ابتدائی حالت کے مناسب ہے اور دوسری توجہ

موسو حال والوں کے مناسب ہے اور بتدیوں کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتی اور میری توجہ مشہدوں کا
 دل ہے۔ پہلی توجہ یہ ہے کہ جو محبت پروردگار کے ساتھ ہے وہ حق جل و علا کی محبت کا وسیلہ ہے اس معنی
 میں کہ جب تک اس محبت کو درست نہ کرے اس محبت تک جو کہ اصلی مقصود ہے نہیں پہنچتا کیونکہ ابھی وہ اس
 محبت کے قابل نہیں ہے پس اگر مطلب تک پہنچنے سے پہلے وسیلہ کو قوی تر پائے تو گنجائش رکھتا ہے اور اس
 محبت سے اور وہ محبت ہے جو سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے اس لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ فنا فی الشیخ
 فنا فی اللہ کی تہید ہے اور تک نہیں ہے کہ فنا محبت کا نتیجہ ہے۔ دوسری توجہ یہ ہے کہ جو محبت عالم جون
 کے ساتھ متعلق ہے وہ عالم جون سے ہے اور جو محبت کہ جون سے تعلق رکھتی ہے وہ محبت بھی جون ہے کہ
 ایک دم سے جون کے اور کہیں نہیں آتی، پس اگر جون کی محبت کو جون پر غالب پائے تو گنجائش رکھتا ہے
 اگر حقیقت میں جون کی محبت غالب ہو گیا تو نہیں دیکھتا کہ شوق و جوش اور چلانا چھٹنا اور فنا جو عشق
 مجازی میں ہے وہ عشق حقیقی میں کم ہوتا ہے کیونکہ وہ جون سے کچھ حصہ اور بے کیلی سے کچھ نشہ
 رخص ہے۔ تیسری توجہ یہ ہے کہ مرتبہ ذات بخت تعالیٰ میں کسی چیز کے ثابت کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے
 ورنہ مرتبہ عالی سے سب کے سوا عارف کا کچھ حصہ نہیں ہے، پس محبت کا ثابت کرنا بھی راہ میں رہ جاتا کہ
 جو کہ مرتبہ صفات میں ہے اور اس بات کی تفصیل رسالہ مبداء و معاد سے معلوم کرنی چاہئے جو اس معرفت
 میں ہے جو کہ (حضرت عالی قدس سرہ نے) اپنی بات اور اربعہ بصری کی بات کے درمیان فرق کے بارے میں
 فرمائی ہے۔ آپ نے اپنے باطنی احوال کے بارے میں کچھ نہیں لکھا، ہم امیدوار ہیں کہ ولایت کبریٰ کا
 معاملہ انجام کو پہنچ گیا ہو گا اور آپ کی ولایت کے انوار اسرار میں روشن اور فائض ہو گئے ہوں گے، اس
 بارے میں غائبانہ توجہ کی گئی اور آپ محسوس کی ہوگی۔ والسلام

مکتوبات ۱۵۲

نیرسارت پنا دیر محمد اسحق کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد لله رب العالمین والسلام علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین اما بعد، مکتوب شریف
 پہنچا مست بخش ہوا، آپ نے تعلق نوکری کے ترک ہوجانے کے بارے میں لکھا تھا ہزار شکوہ کہ سہولت عافیت
 کے ساتھ میرا ہوا، نیک و مبارک ہے، حق سبحانہ استقامت عطا فرمائے آپ نے استقامت کے لئے فاتحہ دعا
 پڑھی تھی فاتحہ پڑھی گئی اور توجہ کی گئی، آپ نے قلب کی وسعت کے بارے میں لکھا تھا اور میں کیوں نہ ہوجیکہ

وہ یسعی [میری گنجائش رکھتا ہے] کے شرف سے مشرف ہوا ہے اور رحمن کا عرش بنا اور بزرگ جامع کہلایا
 ورمولی جل شانہ کا مقام نظر قرار پایا ہے انسان جو کہ نسخہ جامع ہے جو کچھ اس کی کلیت میں ثابت ہے وہ تنہا قلب
 میں ثابت ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "جولت و حضور و جمعیت کہ فرض نماز میں ہے وہ فرض کے علاوہ میں نہیں
 و خاص طور پر سجدوں میں کہ اُن سے سراٹھانا اچھا نہیں لگتا" بیشک نماز مومن کی معراج اور کمالِ قرب کا مقام ہے
 رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی راحت کو نماز میں تلاش کیا ہے اور قرآن عینی فی الصلوٰۃ [میری آنکھ
 ٹھنڈک نماز میں ہے] فرمایا ہے اور جولت کہ فرض نماز میں پیش آتی ہے غیر فرض پر کمالِ فضیلت رکھتی ہے، سجدہ
 کے بارے میں کیا لکھے، سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس کی طلب کیا اور اس پر
 ایسے ہونا چاہئے اور نیز آیا ہے کہ "بندہ کی کوئی حالت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے
 وہ اُسے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا چہرہ خاک آلود ہو" اور نیز وارد ہوا ہے کہ "بندہ سجدہ کی حالت میں
 سر کے زیادہ قریب ہوتا ہے" کبھی کبھی چاہئے کہ نماز مٹی پر کسی واسطہ (مصلی وغیرہ) کے بغیر ادا کی جائے اور
 سجدہ کیا جائے اور نماز میں طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدوں پر راجب رہیں اور نوافل میں اگر
 ہیں تو رکوع و سجدہ و قوم کی ماثورہ دعائیں پڑھیں، فقیر نے بھی ان دعاؤں کو احادیث کی کتابوں سے
 سالہ میں جمع کیا ہے اگر وہاں سے یاد کر لیں تو مناسب ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اگر حقیقت کعبہ معبودیت و مسجدیت کے اعتبار کے ساتھ مقید
 ہو جائے کہ اس حقیقت تک وصول کمالِ نبوت کے حاصل ہونے سے پہلے ہو کیونکہ کمالاتِ نبوت
 یون و اعتبارات سے اوپر ہیں اور علانکہ معاملہ برعکس ہے" میرے مخدوم! اس سوال کا جواب
 یہ ہے کہ جس کا ظاہر کرنا فی الحال مصلحت سے دور ہے مختصر طور پر اتنا لکھا جاتا ہے کہ کمالات کا
 نسبت رکھنا ان اعتبارات سے ہے جو کہ ولایتِ کبریٰ میں داخل ہیں اور صفات کے اصول ہیں نہ کہ
 ملق اعتبارات، حضرت عالی (قدس سرہ) نے حقیقت کعبہ کو ایک جگہ سر اوقاتِ عظمتِ کبریائی
 عظمت و کبریائی کے سراپدے) لکھا ہے اور ایک جگہ نورِ صرف اور کسی جگہ اُسی کو حقیقتِ احمدی
 دیا ہے اور یہ سب تعبیرات اعتباراتِ متمزله (نیچے درجے میں) ہیں اور کمالاتِ نبوت اُن سے
 متمزله (نیچے کے درجے میں) ہیں۔ آپ نے اپنے مبداً تعین کی تشغیل اور اپنی ولایت کے تعین کے
 لیے میں پوچھا تھا انشا اللہ تعالیٰ (یہ فقیر اس بارے میں غور کرے گا۔ اگر معلوم ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ
 لاغ و بکا۔

آپ کے والد شریف کی روحانیت کے لئے فاتحہ پڑھی اور ختم قرآن مجید کا ثواب بھی بخشا اور

قبولیت کا اثر ظاہر ہوا اور کچھ فرحت اُن میں ظاہر ہوئی اور نسبت کے دینے میں بھی توجہ کی اور اس کا اثر بھی ظاہر ہوا، والغیب عند اللہ سبحانه (اور غیب کا حال اللہ سبحانہ جانتا ہے) آپ نے اپنے آنے کے بارے میں پوچھا تھا، کیا مانع ہے، آپ کا گھر ہے لیکن دوستوں کے مشورہ و مصلحت اور اہل حقوق کی مرضی سے آئیں اس طرح پر کہ فتنہ کے بیدار ہونے کا باعث نہ ہو۔ اور جو حال آپ نے دیکھا ہے روشن و مبارک ہے۔ (یہ) سطور لکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کو ولایت موسوی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ متا سبت ہے اور (آپ کا) مبداً تعین صفت کلام ہے، پھر بھی اس امر میں توجہ کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

مکتوب ۱۵۵

فضائل مآب محمد این محافظ آبادی کمنام تحریر فرمایا۔

الحمد للہ کہ احوال ہر طرح سے خیریت کے ساتھ گزر رہے ہیں، دوستوں کی خیریت و جمعیت استقامت مطلوب و مامول ہے، جو مکتوب آپ نے محبت کی راہ سے بھیجا تھا اُس نے پہنچ کر خوش وقت کیا۔ آپ نے صفتِ علم اور حقیقتِ کعبہ کے ساتھ کچھ مناسب لکھی تھی، صفتِ علم کے ساتھ کیوں مناسب نہ ہو چکے آپ کے شیخ کا مرنی وہی صفت ہے اور اسی ذریعہ سے فیوض و برکات ہمیشہ پہنچتے ہیں اور قریاں پاتے ہیں اگر آپ نے ذاتی مناسبیت کے بارے میں لکھا ہے تو نیک و مبارک ہے تقریباً اتنا ماشاء اللہ تعالیٰ غور کرے گا اور رسم امید رکھتے ہیں کہ آپ حقیقت کعبہ ربانی سے بہرہ مند ہو جائیں اور اس کے انوار کے ساتھ متحقق و متور ہو جائیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ مولانا احمد برکی نے حضرت عالی (قدس سرہ) کی خدمت میں لکھا تھا ”بعض کاہلے فرمایا ہے کہ آدمی جو کچھ کرے صاحبِ زماں کے حکم سے کرے تاکہ فائدہ دے اگرچہ شرع کے موافق کام ہوں“ اگر بات صحیح ہے تو تمام شرعی کاموں میں (آپ کے) فرمان کا امیدوار ہے۔ حضرت عالی نے ان کو تحریر فرمایا کہ

۱۔ یہ عبارت حضرت محمد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ و فتاویٰ کے مکتوب نمبر ۲۵۴ میں درج ہے: "عارف صاحب زبان بمنزلہ مجتہد ہوتا ہے اور لوگوں کی استعدادیں مختلف ہوتی ہیں اس لئے وہ لوگوں کو ان کی استعداد کے مطابق امور شرعی، نافلہ کی اجازت دیتا ہے۔" حضرت موصوف کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مکتوب الیہ کے لئے کسی دوسرے شخص سے جو اس وقت صاحب زبان ہے اجازت حاصل کر کے ان کو اجازت دی ہے، اس کے مطلب میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس وقت تک حضرت صاحب موصوف خود عارف صاحب زبان نہیں تھے بلکہ کوئی دوسرا شخص تھا جس سے حضرت نے ان کیلئے اجازت حاصل کی ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرت اس وقت بھی صاحب زبان تھے لیکن حضرت موصوف نے اولاً لئے کلام و صاحب زبان کے طریقہ کے مطابق حق تعالیٰ ثناء کی بارگاہ سے بطریق استحوار یا انقیاد الہام وغیرہ اجازت حاصل کی ہوگی و اشہر العلم بحسب (مستفاد از شروع ملّا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور یہی دوسرا احتمال قوی معلوم ہوتا ہے۔ (ترجم)

”آپ کے لئے اجازت حاصل کر کے آپ کو اجازت دیدی، لیکن جان میں کفائدہ سے مراد خاطر خواہ فائدہ نہ کہ مطلقاً“ اور آپ نے بھی اس حقیر سے اجازت طلب کی تھی، میرے محذوم! اگرچہ فقیر کی اجازت کو کوئی دخل نہیں ہے (بھری) ہم نے آپ کو اجازت دی۔ والسلام

مکتوب ۱۵۶

۲۵۲

جان محمد بیگ کو لابی کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ جو مکتوب کہ آپ نے محبت کی راہ سے بھیجا تھا پہنچ کر خوش وقت کیا، آپ نے لکھا تھا کہ جو کچھ دید و دانش میں آتا رہا وہ سب اس کا غیر تھا، مطلوب حقیقی سے کوئی چیز ہاتھ نہیں آئی ہمیشہ عمر بے چینی میں گذرتی ہے اور درج و اضطراب ہر وقت دامن گیر ہے۔ بیشک اسی طرح ہے ممکن واجب سے اور حادث قدیم سے اور چون بچوں سے کیا پائے، مقید مطلق سے کیا حاصل کرے، ممکن و مقید جہاں تک جائے اور ترقیات حاصل کرے قید و امکان سے نہیں نکلتا اور جو باطلاق کے ساتھ متحقق نہیں ہوتا۔

سیہ رونی ز ممکن در دوعالم جدا ہرگز نشد و اشرا علم
[مکن سے اس کی سیاہی مدنی دونوں جہان میں ہرگز جدا ہونے والی نہیں ہے اور اشرا بہتر جانتا ہے]
اس لئے فقدان (ملم کرنا) ہر وقت دامن گیر ہوا اور جدائی و ناامیدی نقد وقت ہوئی، کسی نے خوب کہا ہے۔
سیر یوندریا ندارد یار چوں توان شد ز عمر بخوردار
[دوست ہمارے ملانے کا خیال نہیں رکھتا، عمر سے کس طرح بہرہ اندوز ہوا جاسکتا ہے]
شیخ عطار فرماتے ہیں۔

نمی بینی کہ شاہ چوں پیمبر نیافت او فقر کل تو رنج کم بر
[کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب پیغمبر جیسی عظیم الشان ہستی کو فقر کامل (بشریت کی انقطاع) حاصل نہیں ہوا (اس لئے) تو بھی اس کا رنج نہ کرنا]
فقر کل سے مراد بشریت و امکان کی قید سے رہائی پانا اور (واجب تعالیٰ کے ساتھ) متحقق ہے جو کہ محال ہے پس نیافت و فقدان ہر وقت حاصل زندگی اور عجز و حیرت شامل حال ہے، پس وصل و اتصال کس طرح اور جد و حال کہاں ہے سیر و سلوک سے مقصود حجابات کا دور ہونا ہے خواہ امکاتی ہوں یا وجودی جو کما سماء و صفات و شیون و اعتبارات ہیں، نہ یہ کہ مطلوب کو قید میں لے آئیں اور عنقا کو شکار کر لیں
لہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عروۃ النقی قدس سرہ بھی غار فحاحیہ میں تھے لیکن کبر نفسی باعث غنا اظہار نہیں فرمایا (مترجم)

افسوس در افسوس ہم کبتک آب تمام اسباب سے تسلی حاصل کریں اور پری صورت دیو پر فریقہ رہیں ۵
 بوقت صبح شہر و پھر روز معلومت کہ باکہ باختہ عشق در شب دیکھو
 [تجد کو صبح کے وقت دن کی طرح معلوم ہو جائیگا کہ تو نے اندھیری رات میں کس کے ساتھ عشق بازی کی ہے] والسلام

مکتوبات ۱۵۷

محمد شاہ گزیدہ دار کس نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور ارسال تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ جو مکتوب مرغوب آپ نے اس مسکین کے نام تحریر کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا عافیت و کجی کے ساتھ رہیں اور شریعت و سنت کے راستہ پر قائم رہیں اور ظل سے اصل کی طرف آئیں اور صفت سے ذات کی طرف مائل ہوں۔ آپ نے کسی چیز کے ساتھ بھی دل کا تعلق نہ ہونے اور اپنے آپ کو تمام ماسوا سے بیگانہ پانے اور غیروں کی محبت سے پورے طور پر بے تعلق ہو جانے کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا کہ بکتنی بڑی نعمت ہے کہ دل غیروں کی محبت سے منقطع ہو جائے اور غلبہ احدیت کثرت کے رنگار کو باطن کے آئینے سے پوری طرح دور کر دے اور اپنی محبت میں یکسو و یکرو بنادے اور یہ بے تعلق معرفت حاصل ہوئے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی، بزرگوں نے کہا ہے ”جنگ پلے رہائی نہیں پاتا“ معرفت ہی ہے جو کما اس کے بے تعلق اور رہائی کا ذریعہ بنی ہے اور اصل ہے جو کما سوا اس جدا ہونے کا سبب بنا ہے آپ نے لکھا تھا کہ ”اس سبب مایوسی و فراموشی و بیگانگی کے باوجود جو کچھ حاصل رکھتا تھا اس کو بھی اپنے اندر نہیں پاتا، خلوت خانہ اغیار سے خالی اور شاہی تخت آراستہ ہے بادشاہ کی ضرورت ہے میں اس کو بھی نہیں پاتا ہوں۔ غرض یہ ہے کہ اگر ہم اس طرف ہیں تو خود یہ نسیان کیا چیز ہے اور اگر اس طرف ہیں تو معشوق کہاں ہے۔“ میرے مخدوم! معشوق ہماری دید و دانش سے باہر ہے اور ہماری گفت و شنید سے برتر ہے جو کچھ ہمارے ادراک و فہم میں آتا ہے اور وہم و خیال میں سماتا ہے وہ نہیں ہے حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا، سنا اور جانا گیا ہے یہ سب غیر ہے، کلمہ کا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہئے، کسی نے خوب کہا ہے ۵

گر ز معشوق خیالے در سراست نیست معشوق آں خیال دیگر است

[اگر تیرے سر میں معشوق کا کوئی خیال وہ معشوق نہیں ہے (بلکہ) دوسرا خیال ہے]

اکابر کے طریقہ کا سلوک طے کرنے سے مقصود حجابات کا دور رہنا ہے تاکہ اسلام حقیقی صورت پذیر ہو جائے

اور شرک کے دقائق سے کچھ نجات حاصل ہو جائے اور نفسِ امارہ کی امانیت و بقاوت و سرکشی جو کہ اس کی ذات میں ودیعت کی گئی ہے زائل ہو جائے اور حقیقی فنا کے ساتھ مشرف ہو جائے اور اطمینان تک پہنچ جائے اور راضی و مرضی ہو جائے نہ یہ کہ مطلوب کو چال میں لائے اور غنا کو شکار کرے۔ ع

غنا شکار کس نہ شود رام باز چیں [غنا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا چال اٹھالے]
دوست چاہتے ہیں کہ معشوق کو آغوش میں لے لیں اور سمیرغ کو شکار کر لیں (یہ) مشکل کام ہے حادث قدیم کا کیا ادراک کرے اور مقید مطلق کا کیا احاطہ کرے، مقید جہاں تک جائے قید کو اپنے ساتھ لے جائیگا اور یہ عجیب ہمیشہ اس کا دامگیر ہوگا اور مطلق قیود سے پاک اور عیوب سے بری ہے پس اس کا طالب ہر وقت مجرنا امیدی کے ساتھ موضوع کرے۔

سیر پیوندا ندر د یار چوں توان شد ز بخت بر خوردار

[دوست ہمارے ملانے کا خیال نہیں رکھتا بخت سے کس طرح بہرہ اندوز ہو جا سکتا ہے]

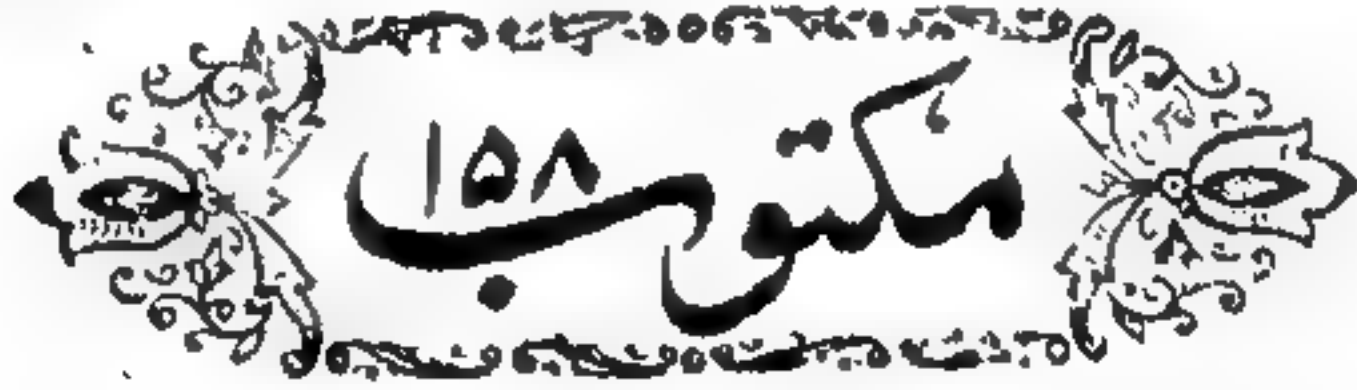
جو حصہ کہ عارف کو اس بارگاہِ عالی سے (حاصل) ہے وہ استہلاک و اضمحلال (فنا) ہے۔ ع

از حضرت ذات بہرہ استہلاک است [حضرت ذات (تعالیٰ ثناء) جو حصہ فائیت (کا حصول) ہے]

اس کے حق میں کمال اپنے آپ سے کمال کی نفی کرنا ہے اور بھلائی کے سلب (نفی) میں بھلائی ہے اگر کمال یا بھلائی کو اپنی طرف نسبت کرے تو خائن ہوگا اور (اپنے) مولا کے ساتھ ہمسری و شرکت کا دعویٰ کریگا۔
بیچارہ کہ جس کا کمال اور بھلائی کمال اور بھلائی کے سلب میں ہے اپنے صاحب کے کمال و جمال سے کیا ادراک کرے اور کیا پائے۔

گیرم کہ بغم خانہ ما یار خرامد کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد

[میں ماتا ہوں کہ ہمارے غم خانہ دل میں یار خوش خرام ہے (لیکن) اس دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہی (والسلام) اولاً و آخراً]



میرک معین الدین کے نام تحریر فرمایا۔

حد و صلوة و ایصالِ تسلیات کے بعد عرض ہے، کام کی ذمہ داری یہ ہے کہ باطن ماسوا کی محبت و گرفتاری سے بلکہ غیر انہ کی دید و دانش سے رہائی حاصل کرے اور ظاہر شرعی احکام سے آراستہ ہو، اس نعمت کا حاصل ہونا صوفیائے کرام کی خدمت کے ساتھ وابستہ ہے اور ان کی صحبت میں مطلب سہولت کے ساتھ میسر ہے اور اس کے بغیر مشکل ہے، شرعی احکام کے ساتھ پوری طرح آراستہ ہونا اور طاعات کی ادائیگی

اور مہیات سے اجتناب میں آسانی ہونا قلے نفس کے ساتھ وابستہ ہے جب تک نفس بغاوت و سرکشی اور
 امارگی کی اتانیت سے جو کہ اس کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے خالی نہ ہو جائے اور فرمانبرداری اطمینان
 تک نہ پہنچے شریعت کی حقیقت کا حاصل ہونا صورت پذیر نہیں ہوتا، اطمینان سے پہلے شریعت کی صورت
 اور اطمینان کے بعد حقیقت ہے اور صورت و حقیقت کے درمیان زمین و آسمان کا بلکہ اس سے بھی زیادہ
 فرق ہے، شریعت کی صورت اہل ظاہر کے نصیب ہے اور اس کی حقیقت اہل حقیقت کے نصیب ہے،
 ایمان کی صورت جو کہ عوام کو نصیب ہے اور اس کو ایمان مجازی کہتے ہیں زوال و خلل سے مامون نہیں ہے
 المجازی بنفی [مجازی بنفی ہو جاتی ہے] آپ نے سنا ہوگا اور ایمان حقیقی جو کہ خواص و اہل حقیقت کا ایمان ہے
 زوال سے محفوظ اور خلل سے مامون ہے، آیت کریمہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ** ^{۱۳۴}
 (اے ایمان والو! اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ) میں گویا اس ایمان کی طرف اشارہ ہے اور قاضیوں میں قدم جس قدر
 راسخ ہوگا ایمان اسی قدر کامل ہوگا۔ (حضرت) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان تمام امت کے
 ایمان پر زیادہ ترجیح والا ہوا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کیونکہ ان کی فتا اکمل تھی اور ان کا تقویٰ
 بہت زیادہ تھا حق تعالیٰ نے ان کو قرآن مجید میں آئنی (بیت زیادہ متقی) فرمایا جو شخص اتقی ہے وہ نص
 کے مطابق اللہ کے نزدیک اکرم اور جو شخص کم اکرم ہے وہ قرب کے مراتب میں سب سے زیادہ ہے اور یقیناً
 ایمان قرب کے اندازے سے ہے اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان (حضرت صدیق اکبر
 رضی اللہ عنہ) کی شان میں فرمایا "جو شخص یہ چاہے کہ کسی ایسے مردے کی طرف دیکھے جو سطح زمین پر چل رہا ہو
 تو اس کو چاہئے کہ ابن ابی قحافہ (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھے بیشک وہ میت کامل تھے ورنہ
 تمام صحابہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت کے شرف سے اس موت کے ساتھ جو کہ موت سے پہلے ہے
 مردہ تھے پس ان (صدیق اکبر) کی تخصیص اس صفت میں ان کے کمال پر دلالت کرتی ہے اور ان کے
 ایمان کے کامل ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ انہوں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) محض سنت ہی تصدیق
 کی اور دلیل و معجزہ کے لئے احتجاج نہیں کیا، ان کی شان میں وارد ہوا **مَا ظَنَنْتُكَ بِأَشْيَيْنِ اللَّهُ تَالَهُمَا**
 [تیرا ان دو (رسول اللہ و ابو بکر) کے بارے میں کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے] والسلام

سَمِعْتُ

بسم الله الرحمن الرحيم

اشاریہ

مکتوب الیہم مکتوبات معصومیہ ہر سہ دفتر

مکتوبات معصومیہ ہر سہ دفتر کے مکتوب الیہم کی فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے پیش کی جاتی ہے امید ہے کہ قارئین کرام پسند فرمائیں گے۔ (مترجم)

الف

- | | |
|---|---|
| (۱۵) اسد اشریک اول ۲۰۴ | (۱) آدم تنوی (شیخ) دوم ۵۹-۵۳-۴۶-۴۷ |
| (۱۶) اسرائیل (سید) دوم ۹۱-سوم ۱۰۷-۱۱۶-۲۰۳ | (۲) ابراہیم خواجہ اول ۱۷۳ |
| (۱۷) اسماعیل خاں بیگ (مرزا) اول ۲۰۹ | (۳) ابواسحق (حافظ) سوم ۲۲-۱۱۹-۱۹۷ |
| اسلام خاں ملاحظہ ہو میرزا الدین حسین | (۴) ابوالخیر شاہ آبادی (سید) دوم ۱۲۹ |
| (۱۸) اشتر زاد (مولانا) اول ۵۸ | سوم ۴۳-۲۰۱ |
| (۱۹) ملیاس (شیخ) اول ۱۶۵ | (۵) ابوالفضل کشمیری (مولانا) دوم ۲۳ |
| (۲۰) امام الدین پنجابی (شیخ) سوم ۹۲ | (۶) ابوالفیض کابلی دوم ۳۸ |
| (۲۱) امان اللہ نبیرہ شیخ حمید بنگالی (شیخ) | (۷) ابوالقاسم (مخدوم زادہ) دوم ۱۰۲-۱۲۱ |
| سوم ۳۴-۸۱ | ۱۲۹-۱۲۳ |
| (۲۲) امان اللہ برہان پوری (مرزا) اول ۲۴ | (۸) ابوالقاسم بن محمد مراد لاہوری دوم ۶۱ |
| ۴۶-۱۸۶-۲۰۵-۲۲۷ | (۹) ابو محمد لاہوری (ملا) سوم ۴۰ |
| (۲۳) امان اللہ قاضی زادہ برہان پوری (خواجہ) | (۱۰) ابوالمظفر برہان پوری (شیخ) دوم ۳۹-۷۱ |
| دوم ۹۴-سوم ۹۳-۱۲۶-۱۸۵ | سوم ۵۴-۹۰-۱۲۵-۲۳۹ |
| (۲۴) امان بیگ بدخشی | (۱۱) ابوالمعالی (مرزا) سوم ۱۷-۵۶-۱۰۱ |
| سوم ۱۶۷-۲۳۷ | (۱۲) ابوالمکارم (شیخ) سوم ۱۵۳ |
| (۲۵) امیر خاں (سیادت پناہ) دوم ۱۰۰ | (۱۳) احمد بخاری (خواجہ) دوم ۳۲-۱۳۰ |
| (۲۶) امین قدیم دوم ۱۰۵ | سوم ۶۸-۱۰۹-۱۲۴-۱۳۲ |
| (۲۷) انور نور سرائی (شیخ) سوم ۱۳۱ | (۱۴) اسد اشراقان (شیخ) اول ۵۰ |
| ۱۵۵-۲۰۴ | |

ب

(۲۸) باقی بخاری (میر) دوم ۴۴
(۲۹) یازید (شیخ) ولد بدیع الدین سہارنپوری -

دوم ۴۲-۴۳-۴۴-۸۰-۸۵-۱۳۹
سوم ۱۰۸-۱۵۲ -

(۳۰) بختاور خان - سوم ۲۴۴

(۳۱) بدریگ سمرقندی دوم ۹۳-سوم ۹۶

(۳۲) بدر الدین سلطان پوری (شیخ) اول ۳۵ -

دوم ۴۸-۱۱۴-سوم ۶۵ -

(۳۳) برخوردار کابلی (مولانا) دوم ۱۰۶ -

پ

(۳۴) پیر بزرگوار والد ماجد حضرت مجدد الف ثانی قدس
اول ۱- تا ۷ -

(۳۵) پادشاہ بلی (خواجہ) سوم ۸۳

(۳۶) پایندہ محمد کابلی (صوفی) سوم ۱۸-۱۹ -

۱۴۸-۲۰۲-۲۱۲

(۳۷) پیر محمد (حافظ) دوم ۹۰

ت

(۳۸) تربیت خان - اول ۱۶۴

(۳۹) تیمور بیگ کلابی - سوم ۸۲-۱۸۶ -

ج

(۴۰) جان محمد بیگ (خان محمد بیگ) کولانی دوم ۱۳۳-۱۵۴

سوم ۴۶-۴۸-۱۱۴-۱۳۸-۱۴۸ -

(۴۱) جعفر خان (خواجہ جلالہ الملک) سوم ۹۴-۹۸ -

۱۱۱-۱۲۳ -

(۴۲) جمال الدین (ملا) اول ۱۷۷-۱۸۱

(۴۳) جنید جہتی (شیخ) دوم ۱۳۷

ح

(۴۴) حامد (ملا) دوم ۲۶

(۴۵) حبیب اللہ حصاری ثم البخاری (حاجی)

دوم ۱۳۴-سوم ۵۷-۱۶۰-۲۳۰

(۴۶) حسن (شیخ) اول ۱۵۹ -

(۴۷) حسن علی پشاور (ملا) اول ۳۹-۶۱-۵ -

۴۳-۹۸-۱۲۵-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۹

۱۴۸-۲۱۴-دوم ۱-۲-سوم ۱۱۵ -

(۴۸) حسین (حاجی) اول ۲۶-۱۵۳-۷۵ -

۱۹۹ -

(۴۹) حسین الخلوئی الرمی المہدی (شیخ) دوم ۴۰

(۵۰) حسین منصور جالندری (شیخ) دوم ۹۲-۱۰۹

۱۲۰-سوم ۳۰-۳۵-۹۹-۱۳۰-۱۶۴ -

(۵۱) حمید احمدی (شیخ) اول ۹۲

(۵۲) حیدر لاہوری (قاضی) سوم ۳۲

خ

(۵۳) خالد سلطان پوری (شیخ)

سوم ۲۰۸

خان محمد ملاحظہ ہو جان محمد

خلیل اللہ ملاحظہ ہو محمد خلیل اللہ

د

(۵۴) درویش محمد بیگ جالندری (شیخ) سوم ۵

(۵۵) دوست محمد بیگ - سوم ۱۹۰-۲۲۸

(۵۶) دربار (خواجہ) اول ۱۰-۹۰

ص

(۷۱) ضیاء الدین حسین (میر) ملقب بہ اسلام خاں و
اول ۱۵ - ۱۶۹ - سوم ۱۲ - ۱۵ - اول ۲۱۸ د
۱۲۲ (۷۲) ضیائی مودودی (خواجہ) سوم ۶۷

ط

(۷۸) طاہر بخش جونیوری (شیخ) اول ۹۱
(۷۹) طاہر بیگ (مرزا) - اول ۷۵ -

ع

(۸۰) عادل بیگ پسر کامل بیگ - سوم ۱۳۵
(۸۱) عارف کشمیری (قاضی) سوم ۵
(۸۲) عارف لاہوری (مولانا) دوم ۸۴
(۸۳) عباد اللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی (میر) - اول ۲۱۰ - ۲۳۹
(۸۴) عبد الاحد صمدت (حضرت شاہ گل) - دوم ۱۱۹ -
سوم ۳ - ۱۳۰ - ۱۶۸ - ۲۰۵ - ۲۴۸
(۸۵) عبد الجلیل دہلوی (حافظ) سوم ۱۴۱ - ۱۹۱ -
(۸۶) عبد الحکیم لاہوری - دوم ۱۱۰
(۸۷) عبد الحمید برہانپوری (شیخ) - اول ۷۷
(۸۸) عبد الحمی پٹنی (شیخ) - اول ۹۴
(۸۹) عبد الخالق بنگالی (شیخ) - سوم ۱۹۹
(۹۰) عبد الرحمن پٹنی (سلطان) سوم ۴۱ - ۱۳۹ - ۱۴۵
(۹۱) عبد الرحمن نقشبندی (خواجہ) دوم ۱۶
(۹۲) عبد الرحمن برادر شیخ عرب بخاری (شیخ) سوم ۴۸
(۹۳) عبد الرحمن (میر) - دوم ۷۰
(۹۴) عبد الرزاق (ملا) - دوم ۳۶ - ۳۷
(۹۵) عبد الرشید (حافظ) - اول ۱۹
(۹۶) عبد السلام کابلی (خواجہ)
سوم ۱۷۷ -

س

(۵۷) رشید آغا (اول ۱۶۸ - ۱۸۷ - ۱۹۸ -
(۵۸) رعایت خاں - سوم ۸۷
(۵۹) رفعت بیگ (اول ۳۸ - ۴۰ - ۸۱ - سوم ۵۲ - ۷۶)

ز

(۶۰) زاہد بقی انداز (صوفی) سوم ۶۱
(۶۱) زین العابدین کی (سید) دوم ۴۱

س

(۶۲) سجاد (ملا) خوند عبد الحق (اول ۱۹۷ -
(۶۳) سمر انداز خاں - سوم ۱۷۵
(۶۴) سعد اللہ کابلی (صوفی) دوم ۱۳۵ - سوم ۲۶
(۶۵) سلطان وقت مظہر (عالمگیر) اول ۶۴ - دوم ۵
سوم ۶ - ۱۲۲ - ۲۲۱ - ۲۲۷
(۶۶) سلیم پٹنی (حاجی) دوم ۵۵ - ۶۰ - ۱۳۸ -
(۶۷) سید علی باریہ - دوم ۸۸ - ۹۵ - ۱۴۳ - سوم ۷۱
۱۱۳

ش

(۶۸) شاہ جیو (حضرت) دوم ۱۱۸
(۶۹) شاہ خواجہ ترندی - اول ۴۵ - ۱۳۶
شاہ مراد علی پشاور (ملاحظہ ہو مراد علی)
(۷۰) شرف الدین حسین لاہوری (میر) دوم ۶۴ - ۶۵ -
۸۷ - سوم ۱۰۵ - ۱۷۴
(۷۱) شرف الدین سلطانپوری (شیخ) سوم ۱۳۳ - ۲۲۲
(۷۲) شمس الدین علی خاں (میر) - اول ۲۳۲
(۷۳) شمس الدین خوشی - اول ۳۶
(۷۴) شمشیر خاں - دوم ۱۱ (غالباً میر محمد یعقوب) سوم ۱۹۳
(۷۵) شہداد (ملا) - اول ۱۱۷

غ

(۹۷) عبدالصمد کابلی (خواجہ) - اول ۲۳-۸۳-۱۸۸-

سوم ۳۱-۱۵۶-۲۱۴

عبدالعلیم جلال آبادی، ملاحظہ ہو محمد علیم

(۹۸) عبدالغفار بلخی (خواجہ) دوم ۵۶-

(۹۹) خیر القہور (حافظ) اول ۱۲۸

(۱۰۰) عبدالغفور سمرقندی (مولانا) اول ۱۵۷-

(۱۰۱) عبدالفتح پسر میر محمد نعمان (میر) سوم ۲۵

(۱۰۲) عبدالکریم (حافظ) اول ۳۴-۱۶۶-۱۶۷-

(۱۰۳) عبدالکریم کابلی (شیخ) دوم ۱۴

(۱۰۴) عبداللطیف پشیرہ زارہ (شیخ) سوم ۵۳

(۱۰۵) عبداللطیف شکر خانی (شیخ) اول ۹-۱۱۵-

۱۶۰-۲۰۷-

(۱۰۶) عبداللہ اسلام خانی (خواجہ) سوم ۸

(۱۰۷) عبداللہ نجفی کابلی (میر) سوم ۳۷

(۱۰۸) عبداللہ پشاور (میر) سوم ۱۷۶

(۱۰۹) عبداللہ مندرکی (حافظ) سوم ۱۷۱

(۱۱۰) عبداللہ یاعبداللہ کولابی (خواجہ) - دوم ۱۳۱-

سوم ۳۳-۴۴-

(۱۱۱) عبداللہ بادی بادی (شیخ) اول ۲۳۳

(۱۱۲) عبداللہ بیگ (مرزا) اول ۲۵-۲۹-۵۷-۱۰۴-

۱۲۳-۱۲۴-۱۳۷-۱۳۸-۱۵۴-۱۸۲-۲۲۴-

(۱۱۳) عثمان کولابی (میر) سوم ۱۶۳-۲۳۶-

(۱۱۴) عرب بخاری (شیخ) اول ۱۵۵-دوم ۲۹-۶۶-

(۱۱۵) عزیز (میر) سوم ۱۸۰-

(۱۱۶) عطاء اللہ (میر) اول ۱۸۵-

(۱۱۷) عطاء اللہ سورتی (ملا) سوم ۲۷-۸۸-

(۱۱۸) عمار (میر) دوم ۱۰۸-

(۱۱۹) عمر الحضری (شیخ) سوم ۲۵۲

(۱۲۰) عنایت اللہ (قاضی) سوم ۹

(۱۲۱) غازی سرندی (مولانا) - دوم ۱۸-۶۸

(۱۲۲) غضنفر (مرزا حاجی) (دوم ۲۱-۴۹-سوم ۲۳)

(۱۲۳) غلام محمد افغان - اول ۳۷-سوم ۳۸

(۱۲۴) غلام محمد فاروق - دوم ۹

ف

(۱۲۵) فاضل کابلی (ملا) سوم ۸۰

(۱۲۶) فتح خان شیرپوری - اول ۱۵۲

(۱۲۷) فصیح الدین (مولانا) دوم ۱۲۶-سوم ۲۱۹

(۱۲۸) فضل اللہ پشوری (شاہ) - اول ۱۰۷

(۱۲۹) فقیر اللہ بنگالی (شیخ) - سوم ۹۷

(۱۳۰) فیض اللہ بنگالی (شیخ) اول ۲۲۳

(۱۳۱) فیض محمد فتح آبادی (ملا) - سوم ۷۹

ق

(۱۳۲) قاسم پٹنی (خواجہ) - سوم ۲۱۳

(۱۳۳) قاسم پسر صوفی مغربی (ملا) - سوم ۲۳۵

(۱۳۴) قاسم روپڑی (ملا) سوم ۵۸

(۱۳۵) قلیچ اللہ خاں - اول ۱۱

گ

(۱۳۶) گدا محمد (خواجہ) اول ۱۷۴

(۱۳۷) گل پہلری (مرزا) سوم ۶۲

(۱۳۸) گل محمد مفتی پشاور (ملا) اول ۲۱۲

ل

(۱۳۹) لطف اللہ بن سید خاں (مرزا) اول ۱۰۰-۱۷۶-

(۱۴۰) لطیف بخاری (مرزا) سوم ۱۰-۱۶۱-۲۳۱-

(۱۷۹) محمد شریف (سیادت پناہ) سوم ۲۱۷	(۱۹۸) محمد عبید اللہ (مخدوم زادہ شیخ) اول ۶۸-
(۱۸۰) محمد شریف کابلی (شیخ) اول ۱۱۲-۱۵۰-	۱۱۰-۱۸۳-۱۹۱-۱۹۲-۲۱۹-۲۳۶-
(۱۸۱) محمد شریف لاہوری (حافظ) اول ۱۳-۱۳۱-	سوم ۱۱۷-۱۱۸-
۱۳۲-۲۰۲-دوم ۹۸-۱۴۷-سوم ۱۲-۱۳	(۱۹۹) محمد عبید اللہ (پیر زادہ خواجہ) اول ۸۵-۱۲۱-
(۱۸۲) محمد صادق بخاری ثم المدنی (خواجہ) اول ۴۴	۱۵۶-۲۳۰-
سوم ۶۴-۱۱۰-	محمد علی باریہ
(۱۸۳) محمد صادق پیر نصیر خاں (میرزا) دوم ۴۳-۸۳	ملاحظہ ہو سید علی باریہ
سوم ۱۶-۲۷-۱۹۸-۲۱۵-	(۲۰۰) محمد غلام جلال آبادی (شیخ) اول ۲۸-۱۴۰-
(۱۸۴) محمد صادق پٹنی سوم ۱۴۳-	دوم ۵۴-سوم ۹۵-۱۱۲-۱۲۱-۱۴۷-
(۱۸۵) محمد صادق کابلی (حافظ) دوم ۱۱۷-سوم ۲۴۱-	(۲۰۱) محمد فاروق (خواجہ) اول ۶۰-۹۹-۱۰۶-
(۱۸۶) محمد صالح تھانیسری (شیخ) اول ۱۰۵	۱۰۸-۱۰۹-
(۱۸۷) محمد صالح کولابی (خواجہ) اول ۶۹	(۲۰۲) محمد فاروق (میرزا) اول ۸۰
(۱۸۸) محمد صبغۃ اللہ (مخدوم زادہ شیخ) اول ۶۳-۱۸۹	(۲۰۳) محمد فضل اللہ حاجی (میشور زادہ) دوم ۱۳۸
۱۹۶-۲۱۵-۲۳۱-سوم ۲۵۴-	سوم ۲۵۰-
(۱۸۹) محمد صدیق (مخدوم زادہ شیخ) سوم ۷۰-۷۰	(۲۰۴) محمد قلی (ملا) اول ۶۲
(۱۹۰) محمد صدیق بدخشی ملقب بہ ہدایت (خواجہ) سوم ۹۱	(۲۰۵) محمد کاشت اول ۸۲-۱۴۲-۱۷۲-
(۱۹۱) محمد صدیق سوم ۱۰۳	(۲۰۶) محمد کاظم (خواجہ) اول ۹۶-۲۳۴-
(۱۹۲) محمد صدیق پشاور (مولانا) اول ۱۸-۵۶-	(۲۰۷) محمد محسن (حافظ) دوم ۶۷
۵۹-۶۶-۸۴-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۸-۱۲۲-۱۲۳	(۲۰۸) محمد مسافر (ملا) اول ۷۲
۱۲۹-۱۳۳-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۴-۱۴۶-۱۴۹	(۲۰۹) محمد معصوم دوم ۱۲۵
۱۷۹-۲۱۴-۲۲۰-۲۲۶-۲۲۸-دوم ۳-۱	(۲۱۰) محمد معین دوم ۴۶
۷-۳۵-سوم ۷۵-۱۲۰-	(۲۱۱) محمد تقیم اول ۵۱
(۱۹۳) محمد صدیق کشمی (خواجہ) اول ۶۹-۱۶۱	محمد کی جعفر خاں (خواجہ)
(۱۹۴) محمد صدیق ملقب بخواجه ماہ سوم ۱۲۹-۱۸۱-۲۰۷	(۲۱۲) محمد منصور میر (میر) اول ۸۷
(۱۹۵) محمد صلاح کابلی دوم ۱۲	(۲۱۳) محمد موسیٰ (شیخ میر) سوم ۱۷۹-
(۱۹۶) محمد عارف (حاجی) اول ۲۱۳-۲۲۵-	(۲۱۴) محمد مومن گیلانی ثم برہانپوری (شیخ) دوم ۵۸
دوم ۵۰	۹۴-سوم ۱۴۴-
(۱۹۷) محمد عاشور بخاری (حاجی) اول ۱۴۵-	(۲۱۵) محمد میرک بیگ بدخشی گزبردار دوم ۱۱۲
دوم ۳۴-۱۳۲-سوم ۲۵۱-	سوم ۴۹-۶۰-۲۴۰-

محمد نعمان (میر) اول ۸-۱۷-۵۲-۹۷-۱۰۱-۱۰۲	۲۲۳ (۲۲۳) مومن (خواجہ) قاضی زادہ- سوم ۱۲۷-۱۸۵
۲۰۳-۱۸۴-۱۶۳-۱۶۲-۱۶۸-۱۰۳-۱۰۲	۱۲۶ (۲۲۴) میر دلوی (شیخ) سوم ۱۲۶
۲۲۲-۲۲۱-۲۱۷	۱۲۹ (۲۲۵) میر بیگ کولابی- سوم ۱۲۹ میرزا خان (ملاحظہ ہو ذرا ابو المعالی)
محمد نقشبند (مخدوم زادہ خواجہ) اول ۶۷-۱۱۳-۱۹۳	۱۲۶ (۲۲۶) میرک شیخ (سیادت دشتگاہ) اول ۳۰-۱۲۷
۱۹۵-۲۳۷-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷	
محمد نقی سوم ۱۰۶	
محمد وفا حصاری (خواجہ) اول ۲۲-۲۳۴	۲۲۷ (۲۲۷) نصیر خان- سوم ۲۱۱
محمد ہادی (میرزا) (بامیزا ہادی) دوم ۴-۵۱	۲۲۸ (۲۲۸) نظام الدین کولابی (حاجی) دوم ۸۲
محمد ہاشم کشمی (خواجہ) اول ۵۳-۲۰۶	۲۲۹ (۲۲۹) نعمت اللہ بنگالی (سید) سوم ۱۳۲-۱۷۲
محمد یار خادم حضرت خواجہ نقشبند سوم ۶۳	۲۵۰ (۲۵۰) نعمت اللہ قادری (شاہ) اول ۲۷-۷۴
محمد یحییٰ (حضرت خواجہ) برادر ایشان اول ۱۸۰-۱۳۲	۲۵۱ (۲۵۱) نعمت اللہ شپوری (ملا) اول ۱۳۶-۱۳۹-۱۵۱
محمد یحییٰ پسر قاضی چوکی کابی سوم ۱۶۹-۱۸۳	۲۵۲ (۲۵۲) نور محمد (سید) دوم ۹۶-۹۹-۱۶۶
محمد یعقوب (سیادت پناہ میر) سوم ۱۹۳-۱۹۳	۲۵۳ (۲۵۳) نور بیگ (صوفی) اول ۲۰۰-۲۱
محمد یوسف خادم اول ۲۰۸	۲۵۴ (۲۵۴) نور محمد پٹی (شیخ) اول ۹۳
محمد یوسف گردیزی سوم ۱۶۲-۱۸۸-۲۲۳	۲۵۵ (۲۵۵) نور محمد سورتی (شیخ) سوم ۲۸
مراد علی (شاہ) سوم ۲۰۹-۲۳۳	۲۵۶ (۲۵۶) نوروز بختاوردی (میر) سوم ۱۸۲
مسافر (ملا) اول ۷۲-۷۲	
مشتاق برکی (ملا) سوم ۲۲۲-۳۶	
مصطفیٰ بنگالی (حاجی) دوم ۵۲-۶۲-۵۰	۲۵۷ (۲۵۷) ہمت خان اول ۲۱۸-۲۱۲
منظر بامپوری (شیخ) ملاحظہ ہو ابوالمظفر	۲۵۹ (۲۵۹) یار محمد اول ۳۲
منظر حسین (میر) دوم ۸۶	
معصوم (میر) اول ۱۶	
معقول (میاں) سوم ۷۲	
معین الدین (میرک) دوم ۸۹-۱۵۸	
مغل (میر) اول ۴۶	
مناظر حسین (میر) دوم ۱۰۳	
محرز خان اول ۲۱۶	
موسیٰ (ملا) دوم ۱۳۲	
مومن بیگ کابی اول ۷۱	
مومن جذبی (خواجہ) اول ۱۲-۹۵	

ن

و - ۵ - ی

۲۵۷ (۲۵۷) ولی محمد جیتی (شیخ ولی جیتی) دوم ۱۱۵-۱۲۲

۲۵۸ (۲۵۸) ہمت خان اول ۲۱۸-۲۱۲

۲۵۹ (۲۵۹) یار محمد اول ۳۲

بغیر نام کے: اول ۱۲-۳۱ سوم ۲۵۵

خواتین کے نام

۲۶۰ (۲۶۰) بیگم جیو- سوم ۸۹

۲۶۱ (۲۶۱) جاناں بیگم- اول ۲۳-۵۴

۲۶۲ (۲۶۲) حاجی بیگم- سوم ۱۸۲

۲۶۳ (۲۶۳) سیدہ بی بی- دوم ۳۳

۲۶۴ (۲۶۴) ماہ جیو- دوم ۱۱۳

بغیر نام کے خواتین کے نام: دوم ۵۱-۷۵ سوم ۱۸۷

تمت

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کے دو تاریخی شاہکار

”انوار معصومیہ“

”حضرت مجدد الف ثانیؒ“

(حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد در اولاد کے حالات میں)

(حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ان کے اسلاف اجداد کے حالات میں)

یہ کتاب حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ و جانشین

حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی کی یہ وہ

فرزند حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی سوانح حیات جو خصوصاً

معرکہ الآرتالیف ہے جس کا دوسرا ایڈیشن بھی قریب الختم

روضۃ القیومیہ رکن دوم، سوم اور چہارم نیز اور بہت سی متعلقہ

ہے۔ یہ کتاب بالخصوص زبدۃ المقامات، حضرات القدس

کتابوں سے استفادہ پر مبنی ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ ہی کی

اور روضۃ القیومیہ کے رکن اول سے استفادہ پر مبنی ہے

ذات گرامی ہے جنہوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے

نیز حضرت مجدد الف ثانیؒ سے متعلق جس قدر سوانح لکھی

تجدیدی کارناموں کو زندہ و باقی رکھنے کا فریضہ انجام دیا،

جا چکی ہیں ان سب کی جامعیت اس کتاب میں آگئی ہے

اور آپ ہی تعلیمات مجددی کے اصل شارح ہیں اور عہد حاضر

علاوہ ازیں اور بھی بہت سی کتابوں کا پتھر ہے، کتاب کی

کے علمائے حق بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ ہی سے مستفید ہیں۔

خوبیوں کا اندازہ مندرجہ ذیل فہرست مضامین سے ہو سکتا ہے۔

نیز کتاب حضرت مجدد الف ثانیؒ اگر حضرت مجدد کے اسلاف

فہرست مضامین ۱۵ صفحات، تعارف چھ لفظ،

اجداد کے حالات پیش کرتی ہے تو زیر نظر کتاب آپ کی اولاد

مقدمہ ۱۲ صفحات، سلسلہ نسب ۲۶ صفحات، سلسلہ

کی تفصیل سامنے لاتی ہے اس طرح یہ کتاب حضرت مجدد الف ثانیؒ

طریقیت ۸۴ صفحات، حیات مبارکہ ۹۰ صفحات، وفات

ہی کا مکمل ہے خصوصاً کا اندازہ ذیل کے عنوانات ہو سکتا ہے۔

۱۱ صفحات، معمولات ۲۲ صفحات، کشف کرامات ۱۹ صفحات

حضرت عروۃ الوثقیٰ کی حیات مبارکہ، سفر نامہ حج، اوراد

ملفوظات ۵ صفحات، دعوت و تجدیدی کارنامے ۷۷ صفحات

معمولات، کشف و کرامات، اجاب کے خواب اور ان کی تعبیر،

مجددیت ۲۴ صفحات، تجدیدی کارنامے ۷۷ صفحات

اجاب کے مکاشفات اور ان کے حل، بعض اہم سوالات اور

شواہد تجدیدیہ ۷۷ صفحات، مغرضین اور ان کی تردید ۱۰ صفحات

ان کے جوابات، تعلیمات، اولاد امجاد، خواجہ سیف الدین

تعلیمات ۸۹ صفحات، تصانیف ۱۲ صفحات، اولاد امجاد ۲۶ صفحات

خواجہ محمد نقشبند، خواجہ محمد زبیر، خلفاء، شاہانِ معلیہ

خلفاء، ۷۷ صفحات، مکتوب الیم ۲۶ صفحات، بل تعداد ۸۳۲ صفحات

ایک نظر، مکتوب الیم، شجرہ وغیرہ ضخامت

اعلیٰ درجہ کاغذ، آئینہ طباعت، مضبوط جلد، خوبصورت

سائز ۲۲x۱۸ قیمت

گرد پوش، سائز ۲۳x۱۸ قیمت ۴۲ روپے

شائع کر رہا: ادارہ مجددیہ، ناظم آباد ۳، کراچی

”ادارۃ مجددیہ“ کی جملہ مطبوعات

- اثبات النبوة :- (عربی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ۔
- انوار معصومیہ :- حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی جامع سوانح مع اذکار معصومیہ و حسنات الحرمین۔
- تہلیلہ :- (عربی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ۔
- حضرت مجدد الف ثانیؒ :- حضرت مجددؒ کی جامع اور مفصل سوانح۔
- حیات سعیدیہ :- حضرت خواجہ محمد سعید احمد پوریؒ کی جامع سوانح۔
- ریڈیو تقاریر :- حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ کی جملہ ریڈیائی دینی و اخلاقی تقاریر۔
- زبدۃ الفقہ :- خلاصہ عمدۃ الفقہ، حصہ اول کتاب الایمان و کتاب الطہارہ۔ حصہ دوم کتاب الصلوٰۃ۔
- حصہ سوم کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم۔
- طریقہ حج اور دعائیں ہرج کا مختصر اور حج کی دعاؤں کا مفصل مجموعہ مع اردو ترجمہ۔
- عمدۃ السلوک :- تصوف پر جامع کتاب جو متعدد بار شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔
- عمدۃ الفقہ فقیر سیت جامع کتاب حصہ اول کتاب الایمان و کتاب الطہارہ۔ حصہ دوم کتاب الصلوٰۃ۔ حصہ سوم کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم۔ حصہ چہارم کتاب الحج۔
- گلدستہ عربی۔ عربی سیکھنے کے لئے بہترین رسالہ۔
- گلدستہ مناجات، عربی فارسی اور اردو مناجات کا بہترین رسالہ۔
- مبداء و معاد :- حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ (فارسی مع اردو ترجمہ)۔
- معارف لدنیہ :- (فارسی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ۔
- معجم القرآن :- لغات القرآن پر بہترین کتاب، الفاظ القرآن ترجمہ اور حوالہ جات۔
- مقامات زواریہ :- حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ کی جامع سوانح۔
- مکتوبات معصومیہ :- حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مکتوبات ہر سہ دفتر کا اردو ترجمہ۔
- ہدایت الطالبین :- فارسی مع اردو ترجمہ۔

لٹنے کا پتہ : ادارۃ مجددیہ : ۵/۲۔ ایچ۔ ناظم آباد۔ کراچی ۱۸